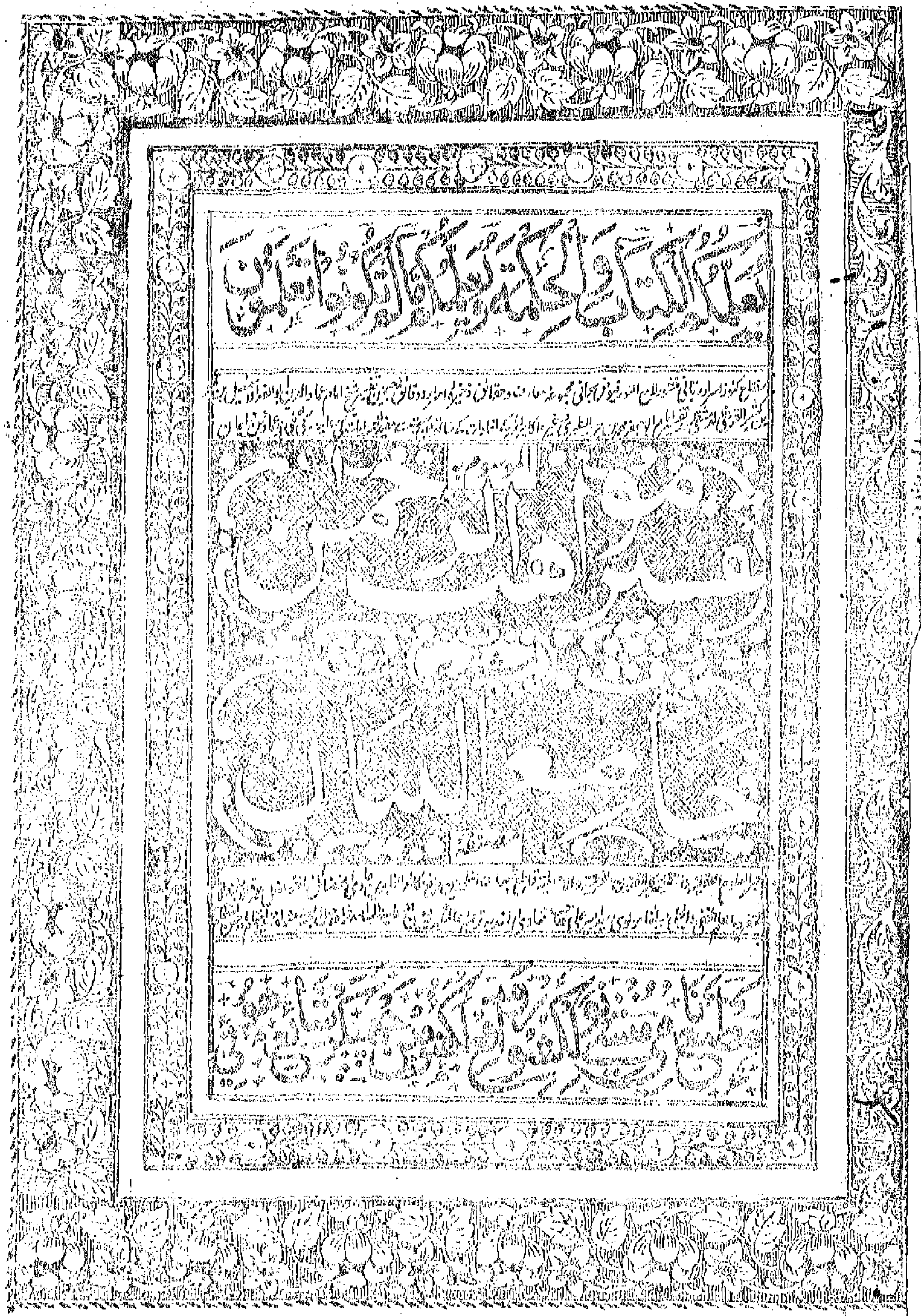


باہتمام لیبر پریس سپرنٹنڈنٹ سنہ ۱۹۲۷ء

اطلاع ۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تینون صفحون پر جو سادے ہین اُن مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہو اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری ۔ ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد مین ۔

تفسیر سورۂ اذا زلزلت ۔ جدید الطبع ۔

تفسیر سورۂ فاتحہ مسمّی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔

تفسیر سورۂ یوسف ۔ مصنفہ مولوی اشرف علی ۔

پنجسورہ مترجم ۔ با ترجمہ اُردو ۔

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متداولہ مشہورہ اول پوری تفسیر خوشخط ۔

تفسیر اسرار الفاتحہ ۔ مصنفہ ملا معین هروی مشہور معروف ۔

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط الفیضی مسمّی بہ سواطع الالہام علم کے سرکا تاج یعنے جو کتاب خزانۂ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر یا سب تھی یا یہ خزانہ کی منزلت یعنے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط اسمین عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی ۹ مسلاح بے نقط ۔ فرعون و قارون کا نام سب نقطہ سوا ... کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت

کرنا واقعی بجا تھا اور یعنی مصنف کا فخر زیبا و بیساری پایا جیسا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس سے لکھوا بہت عمدہ چھپا ۔

فتح الخبیر ۔ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ عُمدہ ۔

احادیث اُردو

مظاہر حق ۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہی حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو مین ۔

تحفۃ الاخیار ۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی ۔

ترجمۂ جامع ترمذی ۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولاوری لاہوری ۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہی اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین ۔

ایضاً ۔ جلد دوم حسب مراتب بالا ۔

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن ۔ شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین ۔

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف ۔

جامع ترمذی ۔ امام ابو عیسیٰ کی صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی جدید ۔

سنن ابی داود ۔ منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی اور یہ بصحت تمام مرچھپا دو جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف جدید الطبع ۔

دلائل الخیرات ۔ با ترجمہ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص اسمار حسنی معروف ۔

زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرۂ احادیث مولانا غلام یحییٰ ۔

صحیح مسلم عربی مع شرح امام النواوی چونکہ یہ مدت دراز سے یہ کتاب ہندوستانی مطابع نے شائع نہین کی تھی اور چونکہ یہ طلباے صحاح ستہ کے درس مین داخل ہی لہذا اسکی خواہش اہل ملک کو بہت زیادہ تھی بہت ... ہذا ہین بھی یہ کتاب ایک مدت سے ختم ہو گئی تھی اور اسکی اکثر فرمائشات کو بوجہ عدم موجودگی خارج کرنا پڑتا تھا ۔ اسلیے مطبع ہذا نے نہایت اہتمام کے ساتھ دوبارہ اسکا

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ

قریب ہے کہ کہیں گے بیوقوف لوگ کاہے پر پھر گئے مسلمان

عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

اپنے قبلہ سے جس پر تھے تو کہہ اللہ کا ہے مشرق اور مغرب چلاوے جسکو چاہے

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى

سیدھی راہ اور اسی طرح کیا ہمنے تمکو امت معتدل تاکہ تم گواہ ہو لوگوں

النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ

اور رسول ہو تم پر گواہ اور نہیں کیا تھا ہمنے اسکو قبلہ جسپر تو تھا پہلے مگر

عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً

اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہیگا رسول کا اور کون پھر جائیگا الٹے پاؤں اور یہ بات بھاری ہوئی مگر ان

إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ

لوگوں پر جنکو ہدایت کی اللہ نے اور اللہ ایسا نہیں کہ ضایع کرے تمہارا ایمان کو اللہ البتہ لوگوں پر

لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

شفقت والا مہربان ہے

واضح ہو کہ اہل ایمان کے قلوب کو خالص اللہ تعالیٰ کی توحید اور قولہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیہ کے تحقیق عطا کرنے کے لیے اپنی عبادت
میں بیت المقدس کیطرف متوجہ کیا بعض علماء نے زعم کیا کہ ہجرت سے پہلے ہی حکم ہوا تھا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ ہجرت کے بعد حکم ہوا
اور اسمیں دقیق اسرار ہیں جو علماء ربانیین کی سمجھ پر چھوڑو اور یہ دیکھو کہ جب حضرت سے فرمایا واللہ تعالیٰ ہی کا قبلہ ہے دیکھو [illegible] حق تعالیٰ کو
سجدہ کرتا ہو اور نفل نماز میں جدھر جاوے سواری پر اشارہ سے نماز پڑھتا جاوے تاکہ کسی چیز کا پابند نہ ہو یہ حکم حق تعالیٰ نے چند روز کے
واسطے دیا تھا پھر تحقیق کر دیا کہ جیسے توریت و انجیل میں آگاہ کیا ہے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ جانب کعبہ کا خانہ کعبہ کی جانب کو
دائمی قبلہ ٹھہرایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے سے آگاہ کیا کہ عنقریب بیوقوف جنکو معرفت حق تعالیٰ سے کچھ بہرہ نہیں تمپر اعتراض کریں گے
چنانچہ نازل فرمایا سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ عنقریب لوگوں میں سے سفہاء کہینگے کہ الخ سفیہ وہ ہے جو ... کی اور
سفیہ ہر ایسے جھوٹے بہتان باندھنے والے کو کہتے ہیں جو جان بوجھکر اسکے برخلاف کہے اور قاموس و کشاف میں کہا کہ خفیف العقل والا ابن کثیر
میں ہے کہ مراد یہاں عرب کے مشرک ہیں (الزجاج) اور مجاہد نے کہا کہ یہود کے پڑھے لکھے ہیں اور سدی رح نے کہا منافق لوگ ہیں اور شیخ
ابن کثیر نے کہا کہ آیت ان سب لوگوں کے حق میں عام ہے اور محمد بن اسحاق نے براء بن عازب رض سے روایت کی کہ لوگوں میں سے
سفہاء نے اور وہ اہل کتاب ہیں یوں کہا مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا کس چیز نے مسلمانوں کو
اس قبلہ سے پھیرا جسپر قائم تھے یعنی بیت المقدس سے پھر جانے کا کیا باعث ہوا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری (تفسیر ابن اسحاق)

بطریق علی بن ابی طلحہ کے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ مین آئے تو اللہ تعالےٰ
نے آنکو حکم کیا کہ بیت المقدس کے رخ نماز پڑھا کرین پس یہود خوش ہوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اوپر دس مہینہ بیت المقدس
کا استقبال کیا اور آپ قبلہ ابراہیم یعنے کعبہ کو دوست رکھتے تھے پس اللہ تعالی سے دعا کرتے اور آسمان کو نظر اُٹھاتے پس اللہ تعالے نے
اتارا فولوا وجوہکم شطرہ پس اس سے یہود نے شک کیا اور کہا ما ولٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا پس اللہ تعالےٰ نے اتارا قل للہ المشرق والمغرب
اور فرمایا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیہ (اسنادہ صحیح سیوطی) براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی
کیطرف سولہ مہینہ یا سترہ مہینہ نماز پڑھی مگر آپ کو خوش آتا تھا کہ قبلہ آپکا خانہ کعبہ کی طرف ہو اور آپنے خانہ کعبہ کیطرف اول نماز عصر پڑھی
پھر ایک مرد جسنے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی نکلا پس ایک مسجد والون کی طرف گذرا درحالیکہ وے لوگ جانب شام رکوع مین تھے
پس اُسنے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ البتہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانب مکہ نماز پڑھی پس وہ لوگ جس ہیئت پر تھے
خانہ کعبہ کی جانب گھوم پڑے اور کچھ لوگ شہید ہوچکے تھے کہ جنھون نے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھی قبل اسکے کہ خانہ کعبہ کیطرف تحویل
کیجاوے انکے حق مین ہم نہ جانتے تھے کہ کیا کہین تو اللہ نے اتارا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ان اللہ بالناس لرؤف رحیم۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ
اس باب مین احادیث بہت آئی ہین۔ معالم مین ہے کہ یہ آیت یہودیون و مکہ کے مشرکون کے حق مین اُتری جنھون نے بیت المقدس سے
کعبہ کی طرف قبلہ کی تحویل مین طعن کیا تھا پس یہود نے و مشرکین مکہ نے کہا کہ محمدؐ اپنے امر مین متردد ہوکر اپنی پیدائش کے مقام کیطرف
مشتاق ہوے اور تمھارے شہر کی طرف توجہ کرتے ہین اور وہ تمھارے دین کیطرف پھر آنے والے ہین اور سیقول یعنی عنقریب کہینگے
اسمین آئندہ کے حال کی خبر قبل وقوع ہے پس یہ اخبار بالغیب ہے اور یہی اکثر مفسرون کا قول ہے اور من الناس موضع نصب مین
السفہاء سے حال ہے اور ما بمعنی ای شئ مبتدا اور ولٰہم خبر اور یہ جملہ سیقول سے موضع نصب مین ہے اور چونکہ یہ مقولہ ان سفہاء کی زبان سے حکایت
ہے لہذا ولٰہم بضمیر نقل فرمایا اگرچہ مرجع مذکور نہین ہے اور مرجع نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع مومنین ہین اور کانوا علیہا مین حذف مضاف ہے
ای علی استقبالہا۔ یا علی اعتقادہا اور مراد اس قبلہ سے بیت المقدس ہے اور قبلہ بروزن فعلہ از مقابلہ ہے کیونکہ نمازی اسکا مقابل
ہوتا ہے اور وہ نمازی کا مقابل ہوتا ہے پھر جب سفہاء نے ایسا کہا تو اللہ تعالی نے آنکو رد کردیا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط
کہدے کہ اللہ تعالی ہی کے لئے مشرق و مغرب ہے ف یعنی مشرق و مغرب و شمال و جنوب سب جہتین اُسی کی ہین اسکی خصوصیت
ذاتی کسی مقام سے نہین کہ دوسری جگہ اُسکے قائم مقام نہ ہوسکے بلکہ اعتبار اُسکے حکم بجا لانے کا ہے نہ خصوص مقام کا اور نہ روایت
علی بن ابی طلحہ کی ابن عباسؓ سے جو اوپر مذکور ہے دلالت کرتی ہے کہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیہ بھی اسی کے ویں اتری ہے اور ابن عمرؓ
سے روایت ہے کہ سواری پر نفل نماز پڑھنے مین جسطرف متوجہ ہو یہ آیت اُتری ہو (صحیح) تو یہ منافی نہین اور تحقیق اسکی ترجمہ مقدمہ مین
مذکور ہے يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ جسکو چاہتا ہے راہ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے ف یعنی اُسکو
مقصود تک پہونچا دیتا ہے مراد یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین مین ہین جنکو واصل حق فرمایا بدلیل قولہ تعالی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ
اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط اور یون ہی
ہم نے تم کو امت وسط بنایا تاکہ تم لوگون پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہو ف یعنی جیسے ہم نے تمکو راہ مستقیم کی ہدایت دیدی اسی طرح
ہم نے تم کو عادل صادق کردیا بعض نے کہا کہ اسکا یہ کہ جسطرح ہمنے تمکو اوسط الارض یعنی کعبہ کی طرف ہدایت کی اسیطرح

تمکو امت وسط بنا دیا اور اسمین اشارہ ہی کہ کعبہ کیطرف استقبال کی اجازت پہلے پہل ابھی فرمائی ہی اور عنقریب اسکا مفصل بیان آتا ہی
بیضاوی مین ہی جیسے ہم نے تمھارا قبلہ سب قبلون سے افضل کیا اور وسط دراصل ایسی جگہ کا نام ہی جسکی
مساحت سب طرف سے برابر ہو جیسے دائرہ مین مرکز ہوتا ہی پھر یہ لفظ اچھی خصلتون کے لیے استعارہ کر لیا کیونکہ وہ بھی افراط اور
تفریط یعنی حد سے بڑھ جانے اور گھٹ جانے کے بیچ مین ہین جیسے سخاوت کہ وہ اسراف اور بخل کے بیچ مین ہی پھر یہ لفظ ہر ایسے
شخص پر اطلاق کیا گیا جو ایسی اچھی خصلتون سے متصف ہو اور یہ لفظ واحد و جمع و مذکر و مونث کے واسطے برابر ہی یعنی اسی لیے
امت کی جو لفظاً مونث ہی وسطاً صفت آیا انتہی پس وسط اور عدل اور انصاف الفاظ مترادفہ ہین لہذا مفسر سیوطی رح نے امۃ وسطا
کیے خیارا عدولا سے تفسیر کی قال تعالی کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر الآیۃ یعنی تم سب امتون سے
یعنی سب سے بہتر عادلین
افضل ہو اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین صریح ہی کہ وہ سب امتون سے بہتر اور نیکوکار و نیکو خصال تھے اور یہین سے کہا گیا ہے
کہ جو کوئی مثل فرقہ رافضی کے صحابہ رض کو جنکا خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب مین ہونا معروف ہی فاسق و کافر
جانے وہ مرتد کافر ہی اور یہی اصح ہی اور بیضاوی مین ہی کہ اسی سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ کا اجماع حجت ہی کیونکہ جس امر پر وہ
متفق ہوئے اگر وہ باطل ہو تو انکے عادل ہونے مین رخنہ ہوتا ہی اور انکا عادل ہونا قطعی ہی پس جس پر وہ متفق ہوے وہ حق
یقینی ہی مین کہتا ہون کہ بیضاوی نے اسکو منہاج مین اچھی تحقیق سے بیان کر دیا ہی وقولہ لتکونوا شہداء علی الناس یعنی تاکہ تم لوگ
قیامت مین لوگون پر گواہ ہو یعنی تمکو خیار عادل اسواسطے ہم نے بنایا ہی تاکہ تم قیامت مین لوگون پر گواہ ہو اس بات کے کہ انکے
رسولون نے انکو پہونچا دیا جو اللہ تعالی کا پیغام تھا۔ اور امام احمد رح نے ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن نوح ع کو بلا کر کہا جائیگا کہ کیا تو نے پہونچا دیا پس کہیگا کہ ہان تو اسکی قوم بلائی جائیگی پس
انسے کہا جائیگا کہ کیا تمکو پہونچا دیا پس وہ لوگ کہینگے کہ ہمارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہین آیا پس نوح ع سے کہا جائیگا کہ
کون تیری گواہی دیتا ہی پس کہیگا کہ محمد اور انکی امت. فرمایا کہ یہی ہی قول اللہ تعالی کا وکذلک جعلناکم امۃ وسطا۔ آپ نے فرمایا کہ
وسط وہی عدل ہی پس تم لوگ بلائے جاؤگے پس تم نوح کے واسطے گواہی دوگے پھر مین تمپر گواہ کیا جاؤنگا۔ اس حدیث کو بخاری
و ترمذی و ابن ماجہ و نسائی نے بھی روایت کیا اور نسائی کی روایت مین زیادہ ہی کہ پھر کہا جائیگا کہ تمنے نوح کا پیغام پہونچانا کیونکر
معلوم کیا تو تم کہوگے کہ ہمارے پاس ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیا پس اسنے ہمکو خبر دی کہ رسولون نے البتہ پیغام حق پہونچا دیا [illegible]
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا قیامت کے دن مین اور میری امت خلائق پر مطلع ہونگی اور لوگون مین سے
کوئی ایسا نہین جو ہم سے قریب نہ آویگا اور کوئی پیغمبر جسکو اسکی قوم نے جھٹلایا اسکے حق مین بھی ہوگا کہ ہم اسکے واسطے گواہی
دینگے کہ اسنے اپنے پروردگار عز وجل کا پیغام ان لوگون کو پہونچا دیا (ابن کثیر) اور خلاصہ مضمون ان روایات کا یہ ہے کہ اللہ تعالی
قیامت کے روز اگلے پچھلون سب کو ایک میدان مین جمع فرمائیگا پھر ہر امت کے کافرون سے کہا جائیگا کہ تمکو ڈر سنانے والا
نہین پہونچا تو کہینگے ما جاءنا من بشیر ولا نذیر یعنی ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا اور نہ ڈر سنانے والا آیا جیسا کہ اللہ تعالی نے
کتاب مجید مین ذکر فرمایا ہی پس ان امتون کے انبیاء علیہم السلام سے کہا جائیگا کہ گواہ لاؤ اور اللہ تعالی ان سب کو خوب جانتا ہی
لیکن ان کافرون پر حجت تمام کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آپکی امت کی بزرگی ظاہر فرمانا ہی پس جب انبیاء نے اس امر کے

گواہ مانگے جائینگے کہ تمنے پہونچا دیا حالانکہ اللہ تعالے داناتر ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو گواہ دینگے پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کی امت حاضر ہوکر گواہی دینگے تو امتون کے منکر کافر کہینگے کہ یہ لوگ ہمارے بعد آئے ہین انھون نے
کہانسے جانا کہ ان رسولون نے پہونچایا ہے پس امت محمد صلعم سے یہ سوال کیا جائیگا تو یہ جواب دینگے کہ اللہ تعالی نے جو اپنی سچی کتاب
اپنے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اُسکے اخبار سے ہمنے جانا ہے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی امت کا حال پوچھا
جائیگا پس آپ انکی تزکیہ و عدالت کی گواہی دینگے اور یہی اللہ تعالے نے فرمایا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء شہیدا
الآیۃ اگر کہا جاوے کہ آیت مین علیکم شہیدا فرمایا اور لکم شہیدا نہین فرمایا حالانکہ یہ گواہی تو ان صحابہ رضہ کے واسطے ہے اور انکے اوپر نہین ہے
کیونکہ مراد اللہ تعالی کی بالاتفاق یہی ہے کہ ان کافرون پر جیسا انھون نے کہا ہے سچا الزام ثابت کیا جائیگا پس گواہون کیواسطے عدالت
ثابت ہوگی نہ یہ کہ گواہون پر کوئی گواہی دیجاوے تو جواب یہ ہے کہ یہان جیسے واسطے گواہی دی ہوا سے پر گواہ مثل ایک نگہبان کے
اسواسطے لفظ علی کے ساتھ فرمایا یعنی ایک بلندی مرتبہ و علو شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے فرمایا واللہ علی کل شیئ
شہید حالانکہ کل شیئ مین انبیا و اولیاء و ملائکہ و صالحین سب ہین الرسول کا الف لام عہد کا ہے اور مراد خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ جاننا چاہیے کہ یہان سے ثابت ہے کہ گواہ عادل ہون اور گواہون کی عدالت ایسے لوگون سے لیجاوے جو ثقہ ہون
اور ظاہر کلام سے نکلتا ہے کہ گواہون کی گواہی پر قاضی کچھ جرح نہ کریگا بلکہ مدعاعلیہ جرح کرے تب انکی عدالت ثابت کیجائیگی اور یہی امام
ابو حنیفہ رح کا ایک قول ہے اور قاضی اپنے علم پر فیصلہ نہ کریگا اور گواہ لانا مدعی پر واجب ہے جب مدعاعلیہ منکر ہو اور گواہ کو جائز ہے کہ آپس کی
خبر سے معلوم کر کے گواہی دے اگرچہ معاینہ نہ کیا ہو اور ضرور نہین کہ گواہ یہ تفصیل کرے کہ مین نے معاینہ سے گواہی دی یا خبر وغیرہ سے معلوم
کر کے اور یہی اصح مذہب حنفیہ کا ہے اور جاننا چاہیے کہ یہان سے ثابت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب عادل ہین جو شخص ان مین سے کسی پر جرح
کرے ایسی جو انکی عدالت کے برخلاف ہو وہ مبتدع گمراہ ہے اور اگر انمین سے کسی سے دین کے مسائل مین اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے کلام سے مسئلہ نکالا اور اسمین وہ چوک گیا اُس سے اجتہاد مین چوک ہوئی تو یہ اسکی عدالت کے لیے کچھ بھی منافی نہین ہے
اور ہوسکتا ہے کہ صحابی نے ایک خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی حالانکہ وہ اپنے موقع پر نہین مگر اُسنے جسطرح جانا اسیطرح
بیان کیا ہے پس یہ بالکل جرح نہین ہے مثلاً بعض صحابہ نے روایت کیا کہ حج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو جاتے ہوئے
بیدا کی بلندی پر پہنچتے وقت تلبیہ کہا اور آواز بلند کی پس اُسنے جیسا اُسنا ویسا روایت کیا اور دوسرے صحابی نے روایت کی کہ احرام
کے بعد ہی تلبیہ کہا تو یہ صحیح ہے حاصل کلام یہ ہے کہ صحابہ رضہ سب عادل ہین اور انکے فضائل و کمالات بہت مذکور ہین جیسے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کمالات انبیاء علیہم السلام کی نسبت بہت اعلی و افضل ہین ایسے ہی آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اس تمام
امت اور اگلی تمام امتون کی نسبت بہت فضل ہین پس فرقہ رافضی و فرقہ خارجی دونون نے شیطان کی پیروی کی اور دین سے گمراہ ہوئے
اور ابن کثیر نے تفسیر مین ذکر فرمایا ہے کہ حاکم نے مستدرک مین اور ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہ رضہ سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
بنی سلمہ مین سے ایک شخص کے جنازہ پر تشریف لائے اور مین آپکے پہلو مین تھا پس صحابہ رضہ مین سے بعضون نے کہا کہ واللہ یا رسول اللہ
البتہ اچھا مرد تھا اور عفیف مسلمان تھا اور انھون نے اُسکی ثنا کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اسی قدر بات کہہ جتنی تو جانتا ہے
تو کہنے والے نے عرض کیا کہ چھپی باتون کا تو خدا ہی دانا ہے اور ہمنے تو وہی کہا جو ہمکو اُسکے حال سے ظاہر ہوا وہ یہی ہے پس نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوئی پھر بنی حارثہ میں سے ایک شخص کے جنازے پر تشریف لائے اور میں آپ کے پہلو میں تھا پس بعض
صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شخص برا آدمی تھا البتہ یہ شخص سخت دل فحش بکنے والا تھا اور اسپر اسلام کے برخلاف باتیں بیان کیں تو
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سے کہا کہ تو بات اتنی ہی کہہ جتنی تو جانے پس کہنے والے نے عرض کیا کہ بھی باتوں کا تو خدا ہی
دانا تر ہے اور ہمنے تو وہی کہا جو ہمکو اسکے حال سے ظاہر ہوا وہ یہی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوئی پھر
مصعب بن ثابت راوی نے کہا کہ اس بیان پر محمد بن کعب القرظی راوی نے کہا کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر
پڑھی یہ آیت وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ حاکم نے کہا کہ صحیح الاسناد ہے اور امام احمد نے
اپنے اسناد سے ابو الاسود سے روایت کی کہ کہا میں مدینہ میں آیا پس ایسے حال میں وارد ہوا کہ وہاں مرض پھیلا تھا اور لوگ بہت
مرتے تھے پس میں عمر بن الخطاب کے پاس بیٹھا پھر وہاں سے ایک جنازہ گذرا پس اس میت پر بھلائی کی تعریف کی گئی تو فرمایا
عمرؓ نے کہ واجب ہوئی پھر دوسرا جنازہ گذرا پس اسپر برائی بیان کی گئی تو عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوئی پس ابو الاسود نے کہا یا
امیر المومنین کیا واجب ہوئی تو فرمایا کہ میں نے ویسا ہی کہا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان کہ چار آدمی
اسکے لیے بھلائی کی گواہی دیں اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں داخل کریگا۔ کہا حضرت عمرؓ نے کہ ہم لوگوں نے عرض کیا اور تین تو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اور تین بھی کہا حضرت عمرؓ نے پس ہمنے عرض کیا اور دو تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دو پھر ہم نے اور آگے
ایک ہی کی گواہی دینے کو نہیں پوچھا۔ ایسا ہی اسکو بخاری وترمذی ونسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور ابن مردویہ نے اور ابن ماجہ نے
ابو زہیر ثقفی سے اور امام احمد نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ وہ نزدیک ہے کہ تم جان لو اپنے
بھلوں کو بروں سے ہم لوگوں نے کہا کہ کس چیز کے ساتھ یا رسول اللہ تو فرمایا کہ بھلی تعریف کیے جانے اور بری تعریف کیے جانے سے تم
یعنے تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ جاننا چاہیے کہ نفاق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پھیل رہا تھا اور ایسے لوگ
فقط ڈر سے مسلمان بنے تھے اور ایسے ظاہر میں مسلمان اور دل میں درحقیقت متردد تھے کہ اگر اسلام حق ہو تو حضرت ہمیشہ
روز میں غالب ہو جاوینگے پس اسوقت وہ پکے نہ تھے منتظر تھے اور معاذ اللہ ان لوگوں پر بھی صحابی کا اطلاق آیا ہے پھر وہ زمانہ ہنوز
نہ آیا تھا کہ انکو یقین کامل حاصل ہو کیونکہ وہ مر گئے اور تمام تحقیق اپنے مقام پر مذکور ہے یہ مقام تفسیر کی طرف رجوع کرنے کا ہے قولہ تعالیٰ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ
عَقِبَيْهِ ط اور جس قبلہ پر تو پہلے تھا اسی کو ہمنے قبلہ نہیں بنایا مگر اسی واسطے کہ ہم جانیں ہر ایسے کو جو رسول کی اتباع کرتا ہے
ایسے سے جو اپنی ایڑی کے بل پھر جاتا ہے یعنی ثابت قدم مومنوں کو منافقوں سے امتیاز کریں اسمیں دو مقام ہیں مقام
اول یہ کہ القبلۃ التی کنت علیہا سے کون قبلہ مراد ہے اور مقام دوم یہ کہ الا لنعلم من یتبع الخ سے اللہ تعالیٰ کے جاننے سے کیا مراد ہے پس
میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دونوں کو بیان کرتا ہوں (مقام اول) مفسر [illegible] نے القبلۃ سے [illegible] مراد رکھا [illegible]
ہے دو مفعول لیا پس مفعول اول القبلۃ اور مفعول دوم مقدر جسکی صفت التی کنت علیہا ہے یعنی الجہۃ التی کنت علیہا اور نہیں بنایا ہم نے
قبلہ وہی جہت جسپر تو تھا اور مقصود یہ ہے کہ ہمنے ایسا نہیں کیا مگر اس جاننے کے واسطے یعنی اس جاننے ہی کے واسطے ایسا کیا [illegible] اور نہیں
کر دیا ہمنے تیرے لیے قبلہ اب اسی جہت کو جسپر تو پہلے تھا اور وہ کعبہ تھا اور یہ بنا بر اس قول کے ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جب مکہ میں تھے تب کعبہ کیطرف نماز پڑھتے تھے اور اسمیں دوسرا قول یہ ہے کہ مکہ میں بھی صخرہ بیت المقدس کیطرف پڑھتے تھے اور
اسکا بیان آتا ہے پس مفسر رحمہ نے قول اول اختیار کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کیطرف مکہ میں پہلے پہل نماز پڑھا کرتے تھے پھر جب مدینہ
میں ہجرت کر کے آئے تو سولہ یا سترہ مہینہ تک یہودیوں کی تالیف قلوب کے واسطے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور
ظاہر سے بھی یہی ہے کیونکہ آپ خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے کما فی الصحاح اور روایۃ علی بن ابی طلحہ سے جو ابن عباس رضی سے اوپر گذری یہی
معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں آنے کے بعد بیت المقدس کیطرف استقبال کا حکم جدید ہوا اور نیز تالفا للیہود کی وجہ بھی اسی پر شاہد ہے
کیونکہ علت مذکورہ مدار حکم ہے اور وہ کعبہ میں نہ تھی کیونکہ وہاں کے سب لوگ مشرک تھے اور یہی بعض نے اختیار کیا ہے اور اسپر وارد ہوتا ہے
کہ نسخ دو مرتبہ واقع ہوا اول کعبہ سے بیت المقدس کیطرف پھر بیت المقدس سے بیت اللہ کیطرف فافہم۔ اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر میں کہا کہ حاصل یہ ہے
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صخرہ بیت المقدس کیطرف استقبال کرنے کا حکم پہلے پہل ہی اسیطرح دیا گیا تھا کہ جب مکہ میں
تھے تو دونوں رکنوں کے درمیان نماز پڑھتے کہ کعبہ آپ کے سامنے ہوتا اور آپ صخرہ بیت المقدس کا استقبال کرتے پھر
جب مدینہ میں آئے تو دونوں میں جمع کرنا متعذر ہوا پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف توجہ کرنے
کا حکم دیا قال المترجم محصول یہ ہے کہ القبلۃ سے مراد بیت المقدس ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا قبلۃ لک الا
لنعلم الخ یعنی نہیں کر دیا تھا ہم نے بیت المقدس جس کی طرف تو نماز پڑھتا تھا تیرے لیے قبلہ مگر اسواسطے کہ ہم جان لیں الخ آخرہ یعنی اصل قبلہ تیرا تو وہی بیت اللہ
ہے مگر چند روز کے واسطے جو ہم نے بیت المقدس کو تیرے لیے قبلہ کر دیا تھا تو اس جاننے کے لیے کیا تھا اور ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ قرآن
میں جو اول نسخ ہوا وہ قبلہ ہے اور کہا ابن عباس رضی نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کیطرف نماز پڑھتے اور کعبہ آپ کے
سامنے ہوتا اور مدینہ میں ہجرت کرنے کے بعد بھی سولہ مہینہ ایسا ہی کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کعبہ کیطرف پھیر دیا اور شیخ ابن کثیر
نے کہا کہ اس قول ابن عباس کے مانند جمہور مفسرین کا قول ہے قال المترجم اور وہ جو ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ نے روایت کی کہ
مدینہ میں آنے کے بعد آپ کو بیت المقدس کے استقبال کا حکم دیا گیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ خالی بیت المقدس ہی کی طرف استقبال
کرنیکا بدون اسکے کہ کعبہ آپ کے سامنے ہو کیونکہ دونوں کا جمع ہونا متعذر ہو گیا تھا اور مکہ میں امامت جبرئیل بجانب کعبہ حدیث میں
بھی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ کعبہ سامنے تھا اور اصل استقبال بیت المقدس کا تھا اور ہجرت کے وقت جو آپ فراق کعبہ سے روئے
وہ مخصوص انوار و فیوض خانہ کعبہ کی وجہ سے تھا بالجملہ ابن عباس اور جمہور مفسرین کے نزدیک ابتدا میں اور بعد ہجرت کے مدینہ
میں سولہ یا سترہ مہینہ تک آپ بیت المقدس کی طرف استقبال کرتے تھے ولیکن ان علماء نے اسمیں اختلاف کیا ہے کہ مکہ میں آپکو بیت المقدس
کے استقبال کا حکم ہوا تھا یا آپ نے اجتہاد سے ایسا کیا تھا اسمیں دو قول ہیں ابن کثیر نے کہا کہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں عکرمہ و ابو العالیہ
و حسن بصری سے نقل کیا کہ بیت المقدس کی طرف توجہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے کی تھی اور مقصود یہ ہے کہ مدینہ میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال بیت المقدس کیطرف اسی حال پر قریب ڈیڑھ برس کے مستمر رہا اور ظاہر قول ابن عباس سے
معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں آپ کو حکم ہوا تھا اور اول نسخ قرآن بھی اسی پر دلالت ہے اور اسپر دو بار نسخ ہونا بھی لازم نہیں آتا ہے اور شیخ
ابن کثیر نے اسی کو اختیار کیا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کا استقبال کرتے ولیکن تضرع و دعا کرتے کہ کعبہ کیطرف جو قبلہ
ابراہیم علیہ السلام تھا متوجہ کیے جاویں پس اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور خانہ کعبہ کیطرف جو بیت عتیق و بیت اللہ ہے توجہ کا حکم دیا پس آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور لوگون کو اس سے آگاہ فرمایا اور پہلی نماز جو کعبہ کیطرف پڑھی وہ نماز عصر تھی جیسا کہ روایت صحیحین مین
پہلے گذرا اور نسائی کی روایت مین ابو سعید بن المعلے سے آیا ہی کہ وہ ظہر تھی اور کہا کہ مین اور میرے ساتھی نے اول کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہی
اور شیخ سیوطی رح نے مقدمۂ اتقان مین اسکو مشرح بیان کیا ہی اور ابن کثیر نے فرمایا کہ اکثر مفسرین وغیرہ نے ذکر کیا کہ قبلہ کی تحویل آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر اُس حال مین نازل ہوئی کہ آپ ظہر کی دو رکعتین پڑھ چکے تھے اور یہ مسجد بنی سلمہ مین واقع ہوا اسی سبب اُسکو
مسجد القبلتین کہنے لگے اور حدیث نویلہ بنت مسلم مین ہی کہ اُنکے پاس یہ خبر آئی درحالیکہ وہ ظہر کی نماز مین تھے پس پھر گئے اسطرح
کہ مرد لوگ عورتون کی جگہ ہوگئے اور عورتین مردون کی جگہ ہوگئین ذکرہ الشیخ ابو عمر بن عبد البر النمری اور اہل قبا والون کو دوسرے روز
کی نماز فجر تک خبر نہین ہوئی جیسا کہ صحیحین مین ابن عمرؓ سے روایت آئی ہی کہ اس بیچ مین کہ لوگ مسجد قبا مین صبح کی نماز مین تھے
کہ ایک آنے والا آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کو قرآن اُترا اور البتہ آنکو حکم دیا گیا ہی کہ کعبہ کا استقبال کرین پس
سبھون نے کعبہ کا استقبال کیا اور اُنکے منھ شام کیطرف تھے پس گھوم پڑے کعبہ کیطرف۔ شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ اگلے کچھ دن پر
رات کا اطلاق مجازاً واقع ہوا ہی۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمین دلیل ہی کہ ناسخ کا حکم جبھی سے لازم ہوتا ہی کہ جب سے اسکا علم حاصل ہو اگرچہ
اسکا نزول پہلے ہولیا ہو کیونکہ مسجد قبا والون کو عصر و مغرب و عشا گذشتہ کو اعادہ کرنے کا حکم نہین کیا گیا واللہ اعلم اور جب ایسا واقع
ہوا تو منافقون و یہودیون کو شک و گمراہی نے گھیرا اور اسکی اللہ تعالے نے پہلے خبر دی کہ سیقول السفہاء من الناس ما ولٰھم عن قبلتھم
التی کانوا علیہا۔ ویسا کہنے لگے جیسا کہ اوپر بیان گذرا پس قولہ تعالے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الخ کے یہ معنی ہین کہ اے محمد ہم نے
پہلے تمہارے لیے بیت المقدس کو قبلہ کیا پھر اُس سے کعبہ کی طرف پھیر دیا یہ اسی واسطے کیا تاکہ ہم معلوم کرین کہ کون تیری اتباع
کرتا اور اطاعت کرتا ہی اور جدھر تو استقبال کرے تیرے ساتھ استقبال کرتا ہی اور کون اُلٹے پانوُن دین سے پھر کر مرتد ہو جاتا
(مقام دوم) یہ کہ اللہ تعالے کا علم ازلی ہی اور وہ ہر چیز کو اُسکے وقوع سے پہلے جانتا ہی پس یہان جو فرمایا الا لنعلم تاکہ ہم جان لین
اس سے کیا مراد ہی کیونکہ اللہ کا جان لینا ایسا واقع ہونے پر نہین ہی اسکا جاننا کسی چیز کی ثابت نہین ہوسکتا پس اسکا جواب کئی وجہ
سے دیا گیا اول وہ جو ابن عباس سے مروی ہی کہ قولہ الا لنعلم ای الا لنمیز اہل الیقین من اہل الشک یعنی مگر اسواسطے کہ تمیز کردین ہم ایمان والون کو
منافقون شک والون سے یعنی تاکہ ظاہر ہو جاوے تمیز مخلص کی عاصیون نافرمانون سے اور یہی ہمارے شیخ مفسر دہلوی رح نے ذکر کیا ہی
پس یہان مجازاً تمیز پر علم کا اطلاق کیا بعلاقہ سبب و مسبب کیونکہ علم سبب ہی اور تمیز مسبب ہی اور شیخ ابو حیان نے کہا کہ یہان تمیز
کے ساتھ علم کا متعدی ہونا بھی اسی کا مؤید ہی اس واسطے کہ علم کا لفظ من سے متعدی نہین ہوتا الا اسی صورت مین کہ علم بمعنی تمیز ہو
اور بیضاوی نے کہا ہی کہ یہ مثل قولہ تعالے لیمیز اللہ الخبیث من الطیب کے ہی اور اسی کی شاہد ہی وہ قرأت جس مین لنعلم کی جگہ لیعلم
(تاکہ تمیز کر دے اللہ تعالے خبیث کو پاک سے ۱۲)
بصیغہ غائب مجہول پڑھا گیا ہی کیونکہ بر بناے مجہول ہونا اس امر کا شاہد ہی کہ یہ مقصود نہین کہ اسکو ایک ہی شخص معین جانے
بلکہ جانا جاوے یعنے ہر شخص جسکو جاننے کی لیاقت ہی اسکو جان لے اور یہ ظاہر ہی کہ یہ تبھی ہوگا کہ اللہ تعالے خارج مین جدے جدے رہنے
والون مین اور نکلنے والے اہل یقین والون مین اسطرح تمیز کردے کہ کسی پر پوشیدہ نہ رہے۔ دوم یہ معنی ہین تاکہ جان لین ہم اسکو حادث موجود ہونے
کے ساتھ بھی اگرچہ یہ علم ازلی واقع تھا۔ سوم لنعلم سے یہ معنی تاکہ ہم امتحان مین مبتلا کرین [illegible]
رازی نے کبیر مین فرمایا۔ یعنے وہ علم جس سے ثواب و عذاب متعلق ہوتا ہی کیونکہ [illegible] اللہ تعالے [illegible] عالم الغیب ہی اُس سے ثواب و عذاب

نہیں بلکہ اسی سے متعلق ہوتا ہے جو پائے جانے کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہو سکتا کہ جانیں ہم وہ جاننا جس کے موافق عمل کرنے والا ثواب یا عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور اسی کی نظیر ہے قولہ تعالےٰ ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم ویعلم الصابرین ۰ مترجم کہتا ہے کہ مفسر سیوطی رحمۃ نے بھی علم ظہور سے تفسیر کی اور شاید مراد یہی معنی ہوں جو رازی نے ذکر فرمائے ہیں یعنی لنعلم اے لیعلم الرسول والمومنون تاکہ رسول صلعم اور مومنین جان لیں ولیکن اپنی طرف علم کی نسبت کر لی کیونکہ یہ لوگ اُسکے خاص بندے ہیں یا تم لنعلم اے فعلنا فعل من یرید ان یعلم یعنی ایسا فعل کیا جیسا وہ شخص کرتا ہے جو جاننا چاہتا ہے پس یہ کلام بر سبیل تمثیل ہے تفسیر ابن کثیر میں ہے لیظہر حال من یتبعک ویطیعک ممن ینقلب علی عقبیہ مرتداعن دینہ یعنی تاکہ ظاہر ہو حال اُسکا جو تیری اتباع و اطاعت کرے ایسے سے جو اُلٹے پاؤں پھر جاوے یعنی اپنے دین سے مرتد ہو جاوے ۔ قولہ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۚ اور یہ محنت بیشک بڑی ہے سوائے ان لوگوں کے جنکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی ف یہ اِن مخففہ ہے در اصل انہا تھا اور ضمیر راجع بجانب مدلول جملہ ماقبل ہے اے الفعلۃ یعنی پھیر دینا قبلہ کا بیت المقدس سے کعبہ کی طرف اور لکبیرۃ کا لام ہی اِن مخففہ و نافیہ میں فرق کرتا ہے ۔ اور بعض نے نافیہ لیا اور لام بمعنے الا ہے لیکن شیخ عکبری نے رد کر دیا کہ یہ خلاف لغت و قیاس ہے اور بعض اہل تفسیر نے اشارہ کیا کہ انہا کانت آی ان القبلۃ یعنی الصلوٰۃ الیہا پس معنی یہ ہونگے کہ نماز اس قبلہ کیطرف بھی ان مرتدوں پر ثقیل تھی الا انھیں پر ثقیل نہ تھی جنکو اللہ نے ہدایت کی یعنی اُنکے دلوں کو تیری تصدیق کیواسطے کھول دیا کہ جو کچھ رسول لایا وہ سب حق ہے اسمیں شک کی گنجائش نہیں اور یقین دے دیا کہ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو حکم چاہتا ہے دیتا ہے اسکو اختیار ہے کہ اپنے بندوں کو جس امر کیواسطے چاہے مکلف کرے اور جو چاہے نسخ کرے ہر ایک میں پوری حکمت موجود ہے بلکہ جب آیت اُترتی ہے تو انکا ایمان بڑھتا ہے چنانچہ فرمایا فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا بخلاف منافقوں کے کہ وہ اپنے اوہام کے پابند جب کوئی امر پیدا ہوا پھر گئے اور جب آیت آئی منکر ہو کر گمراہ ہوئے کما قال تعالیٰ واما الذین فی قلوبہم مرض فزادتھم رجسا الی رجسہم پس چونکہ یہ امر عظیم تھا کہ اسمیں بہتیرے مرتد ہو گئے لہٰذا اس واقعہ میں جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و اتباع میں ثابت رہے اور بلا شک و شبہہ کے جدھر اللہ تعالےٰ نے حکم کیا پھر گئے وہ سرداران صحابہ ہیں سے ہیں اور بعضے اسطرف گئے ہیں کہ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار جنکو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وہی لوگ ہیں جنھوں نے دونوں قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے اور بخاری نے اس آیہ کی تفسیر میں ابن عمرؓ سے روایت کی کہ اس بیچ میں کہ لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز میں تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رات قرآن اُترا ہے اور البتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ کعبہ کا استقبال کریں پس فوراً لوگوں نے کعبہ کا استقبال کیا کہ اسکی طرف سب متوجہ ہو گئے اور ترمذی و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مسجد قبا والے صحابہ رکوع میں تھے پس اسی حالت میں وہ کعبہ کی طرف گھوم پڑے درحالیکہ وہ رکوع میں رہے اور یہ دلیل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول کے فرمانبرداری و اتباع میں کمال ہی ثابت قدم تھے رضی اللہ عنہم اجمعین پھر منافقوں و یہودیوں نے مومنوں کو شک دلانا شروع کیا تو نازل ہوا قولہ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۰ اور اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ تمہارے ایمان یعنی نمازوں کو ضائع فرماوے ۔ اللہ تعالےٰ تو لوگوں پر رؤف رحیم ہے ف معالم میں مذکور ہے کہ حیی بن اخطب یہودی اور اُسکے لوگوں نے مومنوں سے شک ڈالنے کو کہا کہ تم ہمیں بتلاؤ کہ تمہاری نماز بیت المقدس کیطرف کیسی تھی اگر ہدایت تھی تو تم اُس سے پھر گئے

اور اگر گمراہی تھی تو تحقیق اللہ تعالیٰ کا گناہ مٹایا اور جو تم میں سے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے کی حالت میں مرا ہے وہ گمراہی پر مرا پس
مومنین نے جواب دیا کہ ہدایت وہی ہے جسکا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور گمراہی وہی ہے جس سے ممانعت فرمائی پس جب یہ ایمان کا جواب پایا
تو تلبیس سے بولے کہ تمہارے پاس ان لوگوں کے حق میں کیا شہادت موجود ہے جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ میں
مرے ہیں اور حال یہ گذرا تھا کہ خانہ کعبہ کی طرف تحویل کا حکم آنے سے پہلے مسلمانوں میں سے اسعد بن زرارہ و ابو امامہ قبیلہ بنی النجار
سے اور براء بن معرور قبیلہ بنی سلمہ سے اور دیگر لوگ شہید ہو چکے تھے پس اُن لوگوں کے قرابتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قبلہ ابراہیم کیطرف پھیرا پس ہمارے ان بھائیوں کا کیا حال ہوگا جو بیت المقدس
کیطرف نماز پڑھتے تھے اور اسی حال میں مر گئے پس اللہ تعالیٰ نے اتارا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم یعنی صلوٰتکم الی بیت المقدس
(نہیں ہے اللہ کہ ضائع کرے تمہارا ایمان)
یعنی تمہاری نماز کو جو بیت المقدس کیطرف تھے۔ اور بخاری میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ ایک قوم نے انتقال کیا تھا جو بیت
المقدس کیطرف نماز پڑھتے تھے پس لوگوں نے کہا کہ انکا حال اس معاملہ میں کیا ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے اتارا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم
بخاری کی دوسری روایت براء سے ہے اور تھے کچھ لوگ کہ مر گئے تھے بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے حال پر قبل اسکے کہ کعبہ کیطرف تحویل ہو
پس ہم نہیں جانتے تھے کہ انکے حق میں کیا کہیں پس اترا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم الآیہ اور ترمذی نے اسکو ابن عباس سے روایت کیا
اور صحیح کہا اور مانند اسکے امام احمد و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن حبان و طبرانی و حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے
اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں کہا کہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں اُتری جو مر گئے درحالیکہ بیت المقدس کی
طرف نماز پڑھتے تھے پس نماز کو ایمان فرمایا اس لیے کہ اسمیں ایمان کی ضروریات نیت و قول و عمل سب موجود ہیں اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ
محمد بن اسحاق نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم اے بالقبلۃ الاولی یعنی پہلے قبلہ کیطرف تمہارے ایمان کو
اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و اتباع کرنے کو دوسرے قبلہ کیطرف توجہ کرنے میں ضائع نہ کریگا بلکہ کل ثواب عطا کریگا
قولہ ان اللہ بالناس لرؤف رحیم الناس سے مراد خاصۃً مومنین ہیں بالف لام عہد بقرینہ لرؤف رحیم پس رؤف مبالغہ از مصدر
رافت اور رحیم مبالغہ از مصدر رحمت ہے اور اول بنسبت ثانی کے زیادہ بلیغ ہے جیسے مصدر اسکا بنسبت دوسرے کے مصدر کے مبالغہ
رکھتا ہے کیونکہ رافت یعنی شدت رحمت ہے پس اگر کہا جاوے کہ غیر بلیغ سے ابلغ کیطرف ترقی ہونی مناسب تھی یعنی رحیم مقدم ہوتا تو بیشتر مفسرین نے
مانند دیگر مفسرین کے جواب کا اشارہ کر دیا کہ فاصلہ کی رعایت سے رحیم کو موخر کیا یعنی صراط مستقیم کے مناسب لرؤف رحیم رکھا لیکن رؤف
تمام قرآن میں رحیم سے مقدم ہوا ہے باوجود اسکے اس میں معنوی مناسبت بھی ہے وہ یہ ہے کہ رافت ایک خاص رحمت میں مبالغہ ہے یعنی ضرر
دور کرنے میں اور رحمت عام ہے لیکن چونکہ دفع ضرر ایک اہم امر ہے اسلئے رؤف مقدم کیا گیا یہاں بلکہ تمام قرآن میں اور حدیث میں رافت
رحمت الٰہی کی ایک تمثیل بادنیٰ مناسبت بیان ہوئی ہے چنانچہ صحیح میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی عورتوں میں سے
ایک عورت کو دیکھا جسکا بچہ اسکے پاس سے جدا ہو گیا تھا وہ عورت اپنے بچہ کو تلاش کرتی پھرتی اور قیدیوں میں سے جو کوئی بچہ پا جاتی
اسکو لیکر اپنے سینہ سے لگا لیتی پھر جب اس عورت نے اپنا بچہ تلاش کر پایا تو اپنے سینہ سے ملا کر چمٹ لیا اور اپنی چھاتی اسکے منہ میں دیدی پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا تم جان سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دینے والی ہو درحالیکہ وہ قدرت رکھتی ہو کہ اسکو آگ میں نہ ڈالے
تو صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ تو فرمایا کہ پس قسم ہے واللہ کی البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس عورت کے اپنے بچہ پر مہربان ہونے سے

زیادہ مہربان ہے ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالیٰ وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیه
جو لوگ مرتد ہوئے انکے ساتھ حال یہ ہوا کہ امتحان ہونے کے وقت جبکہ چاہیے یہ تھا کہ خط تسلیم پر سر جھکاتے اور امر کو امر میں مشاہدہ کرتے
جیسے اچھے لوگوں نے کیا تھا انہوں نے گردن کو موڑا اور مکر قدیم سے انکو اسطرف پھیر دیا کہ یہ فعل کے دیکھنے میں پڑ گئے حالانکہ اس سے ارادہ متعلق
تھا اور یہ بات اس وجہ سے تھی کہ علم قدیم کے اسباب ظاہر ہو جاویں اور اسکے علم قدیم میں یہ بات پہلے ہو چکی تھی کہ یہ لوگ گمراہی کے
میدانوں میں کفر کو لاتے ہوئے خاک چھانتے پھرینگے اور بعض نے کہا کہ یہاں الا لنعلم جو فرمایا یہ خطاب لوگوں کے عقلوں کی مقدار پر
ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ آخر آیت میں اسکی علت صاف فرمائی کہ وما انت بتابع قبلتهم اور نہیں ہے تو کسی طور انکے قبلہ کا تابع ہونے والا یہ
اپنی طرف سے اپنی صنعت و حکمت کا احکام ہے یعنے مضبوطی کا اظہار ہے یعنی آخر میں اپنی صنع محکم و مضبوط کا صاف بیان کر دیا کہ جو علم الٰہی
اسکی تقدیر میں منضبط و جاری ہو چکا ویسا ہی ضرور واقع ہوگا پس یہاں جو فرمایا کہ الا لنعلم تاکہ ہم جان لیں یہ لوگوں کی سمجھ کے موافق انکے
خطاب مقصود ہے اور وہاں خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور آپ کو علم اولین و آخرین بدرجہ کمال تھا پس وہاں صاف کہہ دیا
اور بات ٹھیک یہی ہے کہ بول چال اور محاورات تمام بندوں کی تعلیم و فہمائش میں اسی طور پر واقع ہوئے جن سے وہ مانوس ہیں اور جو انکی عقلوں سے
باہر نہیں کیا نہیں دیکھتے کہ حدیث میں ہے کہ لوگوں سے انکی عقل کے موافق باتیں کرو اور صحابہ رضہ جو پہلے تمام عرب کی مانند جاہل تھے انکو ابتدا
میں بلند خطاب نہ کیے گئے بلکہ چندے آداب و کلام سے لائق فیض کر کے جب انوار سے پر کر دیا تو خود انکی آنکھیں ہو گئیں یعنی صفات
الٰہی کے ساتھ دیکھنے و سننے لگے اور پہلی وہی آنکھیں جاتی رہیں کیا تم نے توجہ نہیں کی کہ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے
حالات زمانہ جاہلیت کے خاص جلسہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بیان کرتے اور ہنستے یعنی کمال خوشی سے جب انکی حالت اور
تب کی حالت میں فرق دیکھتے تھے پھولے نہ سماتے اور ہنستے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے ساتھ مسکراتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا کہ قبلہ کعبہ ہم و کل حرم تم کی جانب متوجہ فرمایا اور فرمایا

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ
(ہم دیکھتے ہیں پھر پھر جانا تیرا منہ آسمان میں سو البتہ پھیرینگے تجھکو جس قبلہ کیطرف سو تو راضی ہوگا اب پھیر منہ اپنا طرف)

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ
(مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منہ اسی کی طرف اور جنکو ملی ہے)

اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ۝
(کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے انکے رب کیطرف سے اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو کرتے ہیں)

ف قرطبی نے کہا کہ علماء مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت سیقول السفہاء سے پہلے اتری ہے اور معالم میں ہے کہ یہ آیت اگرچہ تلاوت
میں پیچھے ہے مگر معنی میں پہلے ہے کیونکہ یہی شروع قصہ ہے کما قال تعالیٰ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ
البتہ ہم دیکھتے ہیں تیرے چہرہ کو آسمان میں منقلب ہوتے دیکھا ف یعنی بار بار بکثرت بطور اشتیاق کے آسمان کی جانب نظر اٹھانا اس امید پر
کہ اب شاید وحی آوے کہ جانب قبلہ اعظم و اقدم کعبہ کے منہ کر و ہم نے اسکو بہت دیکھا لہذا ہم نے تجھکو جانب قبلہ محبوب راجع فرمایا واضح
ہو کہ شیخ مفسر رحمہ نے اختیار کیا کہ قولہ قد نری ہم تحقیق کے لیے ہے اور اسی کا موید ہے کہ نری بلفظ مستقبل ہے اور تبیان عکبری میں تصریح کی کہ

مراد اس سے ماضی ہو یعنی قد رأینا اور یہ ماضی و مستقبل بلحاظ بندون کے ہو ورنہ جناب باری تعالی مین سب حاضر ہو اور صاحب
کشاف و بیضاوی نے کہا کہ قد نرٰی بمعنی ربما نرٰی یعنے بکثرت ہمنے دیکھا اور کہا کہ قد واسطے تقلیل کے موضوع ہو مثل رب کے مگر دونون
تکثیر کے لیے آتے ہین بطور استعارہ کہ لفظ کو ہر دو نقیضین مین سے ایک کے واسطے استعارہ کیا پس دفع ہوگیا اعتراض ابوحیان کا کہ مضارع کے
ساتھ قد بمعنی کثرت موضوع نہین ہے خواہ مضارع سے معنی ماضی مراد ہون یا نہون حالانکہ خود کہا کہ قد بمعنی بکثرت کو سیبویہ و ابن ہشام نے
ذکر کیا ہو اور اسیکو زمخشری نے اختیار کیا پھر یہان قد کو بمعنی تقلیل اس وجہ سے نہ لیا کہ جسنے ایک مرتبہ بھی نظر آسمان کو اٹھائی اسکو یہ نہین
کہتے کہ تقلب بصرہ الی السماء بلکہ یہ جبھی کہتے ہین کہ بار بار ایسا کیا ہو پس کثرت کے معنی لفظ تقلب سے سمجھے گئے ہین جو تقلیب کا مطاوع ہو چنانچہ
بولتے ہین کہ قلبتہ فتقلب یعنی مین نے اُسکو تقلیب کیا تو وہ متقلب ہوگیا یعنے پھیرا تو پھر گیا پس تقلیب پھیرنا اور تقلب پھیرنے پر پھیر جانا
فی السماء آسمان مین بحذف مضاف ای فی جہتہ السماء اسلیے کہ تقلب آسمان مین نہین تھا اور معنی یہ ہین کہ البتہ ہم نے دیکھا تجھے بکثرت اپنا منھ
پھیرتے ہوے یا بار بار اپنا منھ پھیرتے آسمان کیطرف **واقعہ** حال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ایسا کرتے تھے کہ بشوق استقبال
کعبہ و بہ انتظار وحی کے شاید آپ اس کا حکم آجاوے بار بار منھ بجانب آسمان اٹھاتے گویا آپکے پاک دل مین یہ توقع پڑ گئی تھی کہ اللہ پاک
مجھے کعبہ کیطرف متوجہ کر دیگا اور یہ شوق اس وجہ سے تھا کہ وہ قبلہ ابراہیم علیہ السلام ہو جو حنیف مسلم تھے یہودی و نصرانی نہ تھے اور
خانہ کعبہ سب سے مقدم قبلہ ہو اور عرب والون کے ایمان لانے کا زیادہ باعث ہو اور عرب ہی اس دولت لازوال سے سرفراز ہوے کیونکہ یہودی
تو غضب الٰہی مین گرفتار ہو چکے تھے چنانچہ ابتداء سورہ مین گذرا پس بیت المقدس کو قبلہ کرنے مین انکا ایمان مقصود نہ تھا بلکہ انپر حجت
الٰہی عز وجل سب طرح پوری کی گئی جس سے انپر غضب مکرر ہوگیا اور نصاری سفیہ جاہل گمراہ تھے لیکن انکو بیت المقدس سے سروکار
نہ تھی بلکہ جو نصاری بکثرت اسلام لائے وہ خوشی خوشی خانہ کعبہ کیطرف راجع ہوے چنانچہ سورۂ آل عمران مین انشاء اللہ تعالی بیان ہوگا بالجملہ
آنحضرت صلعم اصل قبلہ کے لیے حکم الٰہی عز وجل کے منتظر رہتے اور کمال شوق مین بار بار نظر اوپر اٹھاتے۔ اور اسمین آپ کے کمال ادب کا بیان ہے
کہ انتظار کرتے رہے اور سوال نہ کیا لیکن تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ علی ابن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ اول جو چیز قرآن سے منسوخ ہوئی
وہ قبلہ ہو اور بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کو ہجرت فرمائی اور مدینہ کے رہنے والے بیشتر یہودی تھے
پس آپکو اللہ تعالی نے حکم کیا کہ بیت المقدس کا استقبال کرین پس یہودی خوش ہوئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بضعۃ عشر
یعنے سولہ یا سترہ مہینہ بیت المقدس کیطرف نماز پڑھی حالانکہ آپ چاہتے تھے کہ میرا قبلہ وہ ہو جو قبلہ ابراہیم ہو پس اللہ تعالی سے دعا
کرتے اور آسمان کیطرف نظر اٹھاتے پس اللہ تعالی نے اُتارا قد نری تقلب وجہک فی السماء تا قولہ فولوا وجوہکم شطرہ الآیہ پس اس
سے یہود نے مکاری و فریب کا دھوکا کیا اور کہا ما ولٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا۔ پس اللہ تعالی نے اُتارا۔ قل للہ المشرق والمغرب اور
فرمایا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اور فرمایا اللہ تعالی نے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ الآیہ
اور اس روایت سے ثابت ہو کہ یہ آیت پہلے اتری ہو کیونکہ ما ولٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا۔ مربوط ہے ساتھ ما قبل یعنے سیقول السفہاء من الناس سے
پس وہ سب پیچھے اُتری لیکن اس صورت مین سیقول اخبار بالغیب نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے مفسر سعد و ملا جی و غیرہ نے پہلے بیان کیا ہو پس توجیہ
یہ ہو کہ آیۃ تحویل یعنی قد نری تقلب وجہک الآیہ پہلے اتری اور اسکے عمل کے بعد ہنوز یہودیون و غیرہ نے طعن و ارتیاب نہ کیا تھا کہ اللہ تعالی نے
سیقول السفہاء الخ اُتارا کہ وہ انکی طعن کا جواب ہو جاوے پس یہ اس نوع کا قرآن ہوگا جو سبب واقع ہونے سے پہلے اترا فافہم اور الٰہی

جمہور مفسرین و علماء کے اقوال سے موافق ہوگی کہ آپ نے سوال نہین کیا ۱۲ م

روایت سے یہ بھی نکلتا ہے کہ قولہ تعالیٰ وما جعلنا القبلۃ التی الی اخرہ کے یہ معنی ہین کہ اصل قبلہ تیرا خانہ کعبہ ہے اور چند روز کے واسطے جو ہم نے
بیت المقدس کو تیرا قبلہ کیا وہ اسی واسطے تاکہ ظاہر ہو جاوے حال سچے مومنین کا کیسے وجھوٹے منافقین وغیرہ سے کہ ایسے لوگ الٹے پانون پھر کر
مرتد ہو جاوینگے فافہم پھر بطلہ تکریم الٰہی عزوجل اپنے حبیب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف کس شان عظمت سے ہے کہ فرمایا ہمنے بار بار تیرا تقلب دیکھا
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا پس ہم تجھے ایسے قبلہ کیطرف متوجہ کرتے ہین کہ تو اسکو پسند کرتا ہے ف دیکھو کیونکر
بے مانگے مراد عطا فرمائی اور آپکی خوشی پوری کی لنولین میون تاکید یا تو ماخوذ از ولایت ہے بمعنی تصرف کرنا اور قابو پانا پس معنی یہ ہین کہ البتہ
قابو دلاوینگے ہم تجکو اسکی طرف استقبال کرنے کا یا ماخوذ از ولی بمعنی نزدیک ہونا اور بولتے ہین کہ ولیہ لے نزدیک ہوا اس سے اور ولیتہ ایاہ
از باب تفعیل یعنی مین نے اسکو نزدیک کر دیا پس معنی یہ ہوے کہ البتہ کر دینگے ہم تجکو کہ نزدیک ہوگا تو کعبہ سے لیکن نفس کعبہ سے نزدیکی جو نکہ
خود مقصود نہین لہذا مضاف حذف ہوگا یعنے نزدیک ہوگا تو جہت کعبہ سے اور قول مفسرح نحو انکہ از تحویل ظاہرا بیان مراد ہے ولیکن قبلۃً تقدیر
الی قبلۃٍ ہوگا کیونکہ حوّل متعدی بمفعول ثانی بدون الی کے متضمن معنی تصییر ہوتا ہے اور یہان یہ مراد نہین کہ ہم تجکو قبلہ کر دینگے بلکہ ہم تجکو یعنے
تیری توجہ کو تحویل کر دینگے طرف قبلہ کے فافہم اور جسنے کہا کہ یہ ماخوذ از تولی ہے اُسنے سہو کیا فتدبر بالجملہ اسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے
بشارت ہے اور اسمین حضرت سرورِ عالم صلعم کی طینت طیبہ وکمال علو مرتبہ ظاہر ہے کہ حضرت صلعم کا شوق جو اس قبلہ کیطرف کو پیدا ہوا
وہ ایسا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت مرضیہ وحکمت کاملہ کے موافق واقع ہوا پس اللہ تعالےٰ نے اُسکا فرض حکم دیدیا بقولہ تعالےٰ فَوَلِّ
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پس متوجہ کر دے منہ اپنا طرف مسجد حرام کے ف اسمین خود اشارہ ہے کہ یہ نماز
کی حالت مین واقع ہوا اور قریب اسکا بیان آتا ہے اور یہی اسکا قرینہ ہوا کہ حکم کو حالت نماز کے ساتھ مقید بیان نہ کیا اگرچہ مراد یہی ہے کہ حالت نماز
مین اپنا منھ کعبہ کیطرف پھیر اور یہ نہین مراد ہے کہ ہر وقت نماز وغیر نماز مین اسی طرف منھ رکھ اگرچہ اتنے پر تو دلیل عقلی سے بھی تخصیص ہوگی کہ
نماز وغیر نماز سب حالت مین یہ حکم مراد نہین ہے اصول الفقہ کی بحث سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ یہان قول وجہک مین صیغہ امر ایک مرتبہ
تعمیل کرنے سے پورا ہوتا ہے لیکن جیسے نماز برابر مکرر ہر روز مستمر ہوتی ہے اسی طرح استقبال قبلہ بھی ہر نماز مین دائمی مستمر حکم ہے پھر شطر المسجد الحرام
بروایت ابن عباسؓ کے میزاب الرحمۃ ہے (ابن مردویہ) اور یہی قول عبداللہ بن عمرو بن العاص ہے (رواہ ابن ابی حاتم والحاکم) بیضاوی نے کہا
کہ شطر در اصل اسکو کہتے ہین جو شئی سے جدا ہوا پس شطر الشی وہ ہے جو اس شئی سے جدا ہو پھر شئی کیجانب مین مستعمل ہوا اگرچہ جدا نہو اور
مین کہتا ہون کہ کئی معانی مین اسکا استعمال آیا ہے چنانچہ بعض نے نقل کیا کہ بمعنی ناحیہ وجہت آیا ہے اور بمعنی بعض مطلقاً اور بمعنی نصف شئی
کما قیل فی شطر اللیل اور بولتے ہین کہ شطر الیہ اسے اقبل پھر جاننا چاہیے کہ شطر المسجد سے یہان کعبہ مراد ہے اور قرطبی نے نقل کیا
کہ اجماع ہے کہ جو شخص کعبہ کو معاینہ کرتا ہو اسپر عین کعبہ کا استقبال فرض ہے اور اجماع ہے کہ جسکی آنکھ سے کعبہ کا معاینہ نہین یعنی غائب
دور ہو اسپر استقبال جہت کعبہ فرض ہے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شطر سے جانب کعبہ لیا (رواہ الحاکم) اور یہی
قول ابو العالیہ ومجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وقتادہ وربیع بن انس وغیرہم اکثر علماء کا ہے مین کہتا ہون کہ مشاہدہ کرنے والے پر عین کعبہ کا
استقبال بفرض ہونے پر تو ائمہ اربعہ کا اجماع ہے اور جو شخص کے پیش نظر کعبہ نہین اسمین امام ابو حنیفہ وامام احمد کا مذہب یہ ہے کہ اسپر جہت کی رعایت
فرض ہے اور زمخشری نے کشاف مین کہا کہ مسجد الحرام کہنے اور کعبہ نہ کہنے مین دلیل ہے کہ دور والے پر کعبہ کی رخ کی رعایت واجب ہے نہ عین
کعبہ کی اور شافعیہ مین اختلاف ہے چنانچہ عراقیون وقفال نے کہا کہ یہ اصابت عین کعبہ ہے اور اکثر خراسانیون نے کہا کہ جہت کعبہ سے اور

احیاء العلوم مین اسی کو ترجیح دی اور یہی بیضاوی نے اختیار کیا اور امام مالکؒ کے نزدیک یون ہی کہ کعبہ تو اہل مسجد الحرام کا قبلہ ہے اور
مسجد الحرام اہل حرم کا قبلہ ہی اور حرم قبلہ دنیا ہی اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ بیت یعنی خانہ کعبہ اہل مسجد کا قبلہ ہی اور مسجد
اہل حرم کا اور حرم میری امت کے اہل مشارق و مغارب کا قبلہ ہی۔ قرطبی نے اسکو ابن جریج کی اسناد سے حدیث ابن عباسؓ سے ذکر کیا۔ اور
یہی ابن عباسؓ کا مذہب بھی مروی ہی اور دوسرون نے کہا کہ قبلہ یہی کعبہ ہی بدلیل حدیث کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے روبرو دو رکعتین
پڑھین اور کہا کہ یہی قبلہ ہی (الصحیحین)۔ قال المترجم میزاب کعبہ۔ عمر بن زیاد الکندی نے علیؓ بن ابی طالب سے روایت کی کہ قولہ فول وجہک
شطر المسجد الحرام یعنے تو اسکے سامنے متوجہ ہو (الحاکم) اور حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ مین گزرا کہ جسنے آنحضرت صلعم کے ساتھ نماز پڑھکر
راہ مین ایک مسجد والون کو خبر دی کہ مین نے نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کیطرف پس پھر گئے وہ لوگ جیسی ہیأت پر تھے
بیت یعنے کعبہ کیطرف کو۔ قال المترجم یعنے طرف کعبہ مراد ہی نہ عین کعبہ۔ اور ابو سعید بن المعلی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین ہم اگلے وقت مسجد کیطرف جایا کرتے پس اسمین نماز پڑھتے پس ایک روز ہم گزرے درحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے پس
مین نے کہا کہ البتہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہی پس مین بیٹھ گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی قد نری تقلب وجہک فی السماء
فلنولینک قبلۃ ترضٰھا یہانتک کہ آیت سے فارغ ہوئے پس مین نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ ہم تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اترنے
سے پہلے دو رکعتین پڑھ لین تاکہ ہم ہی سب سے اول اسطرف پڑھنے والے ہوجاوین پس ہمنے پوشیدہ ہوکر دو رکعتین پڑھ لین پھر نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اترے اور اُس دن ظہر کی نماز لوگون کو پڑھائی (رواہ النسائی و روی ابن مردویہ عن ابن عمرؓ) پھر مشہور یہ ہی کہ پہلے نماز جو حضرت صلعم
کعبہ کیطرف پڑھی وہ نماز عصر ہی اسی سے اہل قبا کو خبر پہونچنے مین نماز صبح تک دیر ہوئی۔ خویلہ بنت مسلم سے روایت ہی کہ ہمنے ظہر یا عصر کی نماز مسجد
بنی حارثہ مین بیت المقدس کیطرف پڑھنا شروع کی پس دو رکعتین پڑھی تھین کہ اتنے مین ایک شخص بیان کرنے والا آیا جسنے ہم لوگون کو کہا
کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت الحرام کا استقبال کیا ہی پس ہم سب پھر پڑے حتی کہ عورتین مردون کی جگہہ پر آگئین اور مرد عورتون
کی جگہہ پر ہوگئے پس ہمنے باقی دو رکعتین بیت الحرام کی طرف استقبال کرکے پڑھین پھر بنی حارثہ کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہم لوگون کے حق مین فرمایا کہ یہی ایسے لوگ ہین جو غیب پر ایمان لائے ہین۔ (ابن مردویہ) عمارہ بن اوس سے روایت ہی کہ ہم لوگ
بیت المقدس کیطرف نماز مین رکوع مین تھے کہ ایک پکارنے والے نے دروازے پر سے پکارا کہ البتہ قبلہ پھیر دیا گیا کعبہ کیطرف۔ کہا کہ پس مین گواہی
دیتا ہون اپنے امام پر کہ گھوم پڑا وہ اور دیگر مرد مقتدی ولڑکے کعبہ کی جانب کو درحالیکہ یہ سب رکوع مین تھے (ابن مردویہ) بالجملہ ان روایات سے
کعبہ کیطرف استقبال ثابت ہی۔ اور یہی سیوطی کی تفسیر سے ظاہر ہے پھر جاننا چاہیے کہ کعبہ کیطرف تحویل واقع ہونے کے وقت مین فی الجملہ روایات
ہین چنانچہ اکثرون کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مین آنے کے سترھوین مہینہ پر آدھا ماہ رجب گذرا تھا کہ دوشنبہ کے روز
بعد زوال کے جنگ بدر واقع ہونے سے دو مہینے پہلے درحالیکہ آپ اپنے اصحاب کو مسجد بنی سلمہ مین ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے اور دو رکعتین پڑھ چکے
تھے کہ کعبہ کیطرف تحویل کا حکم آیا پس آپ نماز ہی مین پھر گئے اور میزاب کعبہ کا استقبال کیا اسی وجہ سے یہ مسجد بنی سلمہ مسجد القبلتین کے نام
سے مشہور ہوئی ہی اور بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ نماز ظہر سے پہلے حکم آیا اور بعض سے معلوم ہوتا ہی کہ ظہر و عصر کے درمیان حکم ہوا اور توجیہ
یہ ہے کہ مسجد بنی سلمہ مین عین نماز مین حکم ہوا پھر آپ نے بعد نماز کے منبر پر آیات سنائین پھر نماز عصر پڑھی اور کبھی عصر کو بنام ظہر بولتے
ہین جیسے مذہب کو عشاء اول کہتے ہین واللہ تعالےٰ اعلم پھر آپکے ساتھ آپکی جمیع امت کو حکم دیا فولوا وجوہکم شطرہ

له یعنی اول وقت [illegible]

مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ؕ اور تم لوگ جہاں کہیں ہو تو اپنے چہروں کو مسجد الحرام کی جانب متوجہ کرو یعنے نماز میں اور یہ خطاب امت کو ہے پس پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب میں خاص فرمایا جسمیں سب سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کا اظہار ہے اور نیز آپ کی رغبت کا جو قبلہ ابراہیم کیطرف تھی ایجاب ہے پھر خطاب کو عام کر کے فرمادیا تاکہ تصریح ہو جاوے کہ حکم عام ہے اور کعبہ کیطرف استقبال کرنے کے حکم میں تاکید بھی ہو جاوے اور امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر آمادگی ہو جاوے کہ مرضی الٰہی عز وجل اسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و طریقہ پر مستعدی سے چلیں پس فرمادیا کہ حیث ما کنتم یعنے تم لوگ جہاں کہیں ہو خشکی میں یا سمندر میں اور کعبہ سے پورب یا پچھم یا اتر یا دکھن یا کسی جہت و طرف میں ہو تمپر واجب ہے کہ کعبہ کی جہت کا استقبال کرو۔ اور اوپر بیان ہوا کہ یہی امام ابو حنیفہ و امام احمد و اکثر شافعیہ کا مذہب ہے کہ جو لوگ خانۂ کعبہ سے دور ہوں اُسکو آنکھ سے نہ دیکھتے ہوں انپر عین کعبہ کا استقبال واجب نہیں حتی کہ مصلے سے خانہ کعبہ تک خط مستقیم ضرور در خانہ کعبہ تک منتہی ہو بلکہ جہت کعبہ کا استقبال واجب ہے کہ جس سمت کعبہ ہے اُسی طرف استقبال کعبہ کی نیت کرے اور اسمیں وسعت ہے چنانچہ ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ ما بین المشرق والمغرب قبلۃ یعنے مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے اخرجہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح اور یہ صریح ہے کہ جہت مراد ہے نہ اصابت عین کعبہ اگرچہ نیت استقبال کعبہ کی ہر حال میں ہوگی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ فرمایا یہ اہل مدینہ اور تمام ان لوگوں کے واسطے ہے جو خانہ کعبہ سے شمال یعنی اُتر کیجانب ہیں اور ہمارے ملک ہندوستان میں مابین شمال و جنوب کے پچھم رخ کو قبلہ ہے اور جہت کسی قدر اس صوبہ او دھ اور اسکے سیدھ والے ملکوں سے دکھن کیطرف جھکی ہوئی ہے اور عبد اللہ بن المبارک نے اہل مرو کے لیے تیاسر اختیار کیا کما رواہ الترمذی۔ شیخ رح نے لکھا کہ اسی حکم سے ہر نماز میں خانہ کعبہ کا استقبال فرض ہے اور اسمیں سے کچھ مستثنیٰ نہیں سوائے سفر کی نفلوں کے سواری پر جدھر وہ جاتی ہو پڑھتا جاوے اگرچہ دل بجانب کعبہ ہو اور سوائے مسابقۂ قتال کی صورت کے اور تحری سے نماز پڑھنے والے کے کیونکہ تحری میں کبھی خطا ہوتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ عین قتال میں ہمارے فقہا حنفیہ کے نزدیک نماز نہیں ہے اور واضح ہو کہ جب کسی کو قبلہ معلوم نہو تو جدھر اسکا دلی تیقن واقع ہو وہی اُسکے لیے عین قبلہ ہے تو معلوم ہوا کہ اسکا قبلہ خاصۃً جہت کعبہ معظمہ نہیں ہے بلکہ وسعت ہے بحکم قولہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ لیکن قصد تیقنی بجانب کعبہ ہونا چاہیے فافہم (مسئلہ) مالکیہ نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ مصلی اپنے سامنے دیکھتا رہے نہ اپنے سجدے کی جگہ کو کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا فول وجہک شطر المسجد الحرام پس سامنے نظر ہونا چاہیے کہ یہی توجہ جانب مسجد الحرام ہے۔ اور اگر وہ اپنے سجدے کی جگہ نظر ڈالیگا جیسا مذہب امام ابو حنیفہ و شافعی و احمد کا ہے تو ضرور ایک طرح کی جھکاؤ کی طرف تکلف کرنے کا محتاج ہوگا اور یہ پوری طرح کھڑے ہونے کے منافی ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ مصلی اپنے قیام کی حالت میں اپنے سینہ کی طرف نگاہ رکھے اور شریک بن القاضی رح نے کہا کہ مصلی اپنے قیام کی حالت میں اپنے سجدے کی جگہ پر نگاہ رکھے جیسا کہ جمہور نے کہا ہے اس واسطے کہ اسمیں خضوع بلیغ اور خشوع زائد ہے اور اسمیں ایک حدیث بھی آئی ہے اور رہا اپنے رکوع کی حالت میں سو اپنے قدموں کی جگہ پر نگاہ رکھے اور اپنے سجدے کی حالت میں اپنی ناک کی جگہ پر اور بیٹھنے کی حالت میں اپنی گود پر نظر رکھے (ابن کثیر) بالجملہ جب اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو خانۂ کعبہ کیطرف متوجہ فرمایا تو وہ بشارت و اشارت پوری ہوئی کہ خاتم المرسلین پہلے بیت المقدس کیطرف پھر خانہ اقدس اقدم کعبہ کی طرف متوجہ کیے جاوینگے لہذا فرمایا وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ اور البتہ جن لوگوں کو کتاب سمانی دی گئی وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ تحویل قبلہ تو برحق ہے یعنے اپنے موقع پر ٹھیک ہے۔ سدی رح سے مروی ہے کہ اہل کتاب سے یہود

مراد ہین اور کتاب سے توریت مراد ہو کیونکہ توریت مین تحویل کا مفصل حال نازل ہوا تھا اور معالم ہین مذکور ہو کہ یہودیون نے کہا کہ یہ تحویل قبلہ
کچھ بات نہین سوا اسکے کہ تم اپنے دل سے نکالتے ہو پس کبھی بیت المقدس کا استقبال کرتے ہو اور کبھی خانہ کعبہ کا اور اگر تم ہمارے قبلہ پر
ثابت رہتے تو ہمکو امید ہوتی کہ تم وہی نبی ہو جنکا ہم انتظار کرتے ہین مترجم کہتا ہو کہ یہ خبیث لوگ اس کلام سے عرب کو دھوکا دیتے اور
مکر باندھتے تھے۔ علما نے کہا کہ اہل کتاب لفظ عام ہو جو علماے یہود و نصاری دونون کو شامل ہو اور لفظ کتاب بھی شامل توریت و انجیل ہو
اور بقول سدی رح معنی یہ ہین کہ یہود جنھون نے کعبہ کیطرف استقبال کرنے سے انکار کیا خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالی اس نبی حق یعنے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو تھوڑے ہی دنون بعد کعبہ کیطرف متوجہ فرما دیگا کیونکہ انکی کتابون مین اُنکے انبیا علیہم السلام سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و
آپ کے امت کی نعت و صفت و خصائص کرامات و کمالات شریعت سب موجود تھے ولیکن حسد سے پوشیدہ کرتے تھے ضمیر (انہ) راجع ہو
مدلول کلام سابق کیطرف یعنی کعبہ کیطرف تحویل ہونا اور بیت المقدس کا استقبال منسوخ ہو جانا اور قولہ من ربہم صفت الحق ہو یعنی الحق
الثابت من ربہم اور شاید سدی رح نے اُسی سے نکالا کیونکہ یہ توریت مین نازل کیا گیا تھا لیکن مترجم کہتا ہے کہ اتباع توریت تو نصرانیون پر بھی فرض
ہو سواے چند احکام مانند جہاد و حرمت شراب و گوشت شتر وغیرہ کے کہ یہ البتہ انجیل کے ذریعہ سے منسوخ کیے گئے اور باقی احکام توریت انپر لازم رکھے
گئے تو وہ نصرانیون پر بھی لازم ہو۔ الحاصل یہود و نصارے کے کتاب پڑھے ہوے خوب جانتے ہین کہ پیغمبر آخر الزمان صلعم کی یہی نشانی ہے
کہ وہ کعبہ کی جانب متوجہ کیے جائینگے لیکن شیطانی حسد و عداوت سے جھوٹ افترا باندھتے ہیں لہذا تہدید کی بقولہ تعالی وَمَا اللّٰہُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اور اللہ تعالے کچھ بھی غافل نہین ان حرکات سے جنکو تم کرتے ہو ف۔ اے یہودیو یا اے یہود و نصرانیو۔
اور اگر تم کو اللہ تعالے کے جاننے مین شک ہو تو بدتر جاہل ہو۔ یہ بنا بر قرأت ابن عامر و حمزہ و کسائی رح تعملون۔ بتاء فوقیہ خطاب ہو اور بعض نے
کہا کہ خطاب اہل ایمان کو بطور بشارت ہو یعنی اے مومنو تم جو کچھ تابعداری کرتے ہو اللہ تعالے خوب جانتا ہو وہ تمکو اجر عظیم عطا فرماوے گا
لیکن قوی تفسیر یہ ہو کہ یہود و نصارے کو تہدید شدید ہو جیسے دوسری قرأت یعملون۔ بیا تحتیہ جو قرأت جمہور ہین ہو کہ جسکے یہ معنی ہوے
کہ اللہ تعالے کچھ بھی غافل نہین ان حرکات سے جو یہ لوگ کرتے ہین پس ان منکر یہودیون و نصرانیون کے واسطے تہدید و وعید عذاب ہے
اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے پر سہو و غفلت کا وہم نہین مگر ثواب یا عذاب ہین تاخیر ایک میعاد تک ہو اور نیز یہود کو جو منکر ہین دنیا و آخرت مین
عذاب دیگا پس یہ یہودیون کے حق مین سخت تہدید ہو (مسئلہ) استقبال کعبہ مین عمارت کا قصد نہ کرے کیونکہ عمارت کوئی چیز
قبلہ نہین ہو بلکہ وہ مقام قبلہ ہو خواہ عمارت پیش نظر ہو یا نہو (مسئلہ) علماے مجتہدین نے جن مسائل میں اجتہاد کیا انمین کسی جانب
غلطی کا حکم نہین ہو سکتا جیسے کسی جانب قطعی صواب کا حکم نہین ہو سکتا ہو اسی واسطے بقول امام جصاص رازی رح کے حنفیہ و شافعیہ
و مالکیہ و حنبلیہ باہم ملکر ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھین اگرچہ شافعی امام رح نے مثلا خون نکلنے سے وضو نہ کیا ہو بخلاف اسکے اگر قبلہ
مخفی ہوا اور امام نے تحری سے ایکطرف قبلہ لیا اور مقتدی کی تحری برعکس واقع ہوئی تو نماز باطل ہو کیونکہ یہان تحری کی جہت اسکا قطعی قبلہ ہو
مگر جبکہ اندھیری رات مین اقتدا کی اور مقتدی کو اختلاف معلوم نہوا تو نماز ہو گئی اور مترجم نے عین الہدایہ مسئلۃ التحری مین مفصل بیان
کیا ہو ف۔ بعض اشارات عرائس مین ہو کہ قولہ قد نرے تقلب وجہک فی السماء الآیۃ سے واضح ہوا کہ عالم اصغر انسانی مین خود نقطہ
قبلہ حق و سماء کے باطنا مبطن موجود ہین اور اسکو ارباب کمال مقام قرب مین بروجہ حال جانتے ہین جہان مقال کا کام نہین کرتا اور اشارات
کا مفاد سہولت طلی سے نازل ہو چنانچہ مقدمہ مین گذرا پس اس مقام پر اشارت ہو کہ چشم سری کو آسمان ملکوتیت مین قبلہ کی

طلب مین متوجہ دیکھا تاکہ مشاہدہ بچشم دید اور قبلۂ قربت خاص حاصل ہو اور صفت کا زوال صفت مین اور خطاب خاص کا سننا گوش خاص مین نصیب ہو جس سے عین الجمع کا مقام سب وجہ سے تمام ہو قال المترجم خلاصہ یہ ہو کہ سر باطن یعنی سر السر سے یہ خواہش ہوئی کہ حضرت ذات عزوجل اسکا قبلہ ہو اور بالعیان مشاہدہ رہے وہ اسطرح پر کہ صفت امکان صفت قدم مین مٹ جاوے تاکہ سماع ازل سے کلام حق کا استماع نصیب ہو کیونکہ اس خطاب ازل کا سماع بصفت ازل ہو نہ بگوش امکانی اسلئے کہ وجوب کی صفت کو امکان نہین اُٹھا سکتا ہو اسلیے صفت امکان کے زوال کی خواہش کی کہ حضرت او تعالے متکلم اور سمیع وبصیر ہے پس خطاب قدیم خاص کا سننا بھی سمع قدیم خاص سے چاہا اور اس خواہش کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرح سے مقام عین الجمع حاصل ہوجاوے۔ واضح ہو کہ یہ مقام نسبت بسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور آپ بندہ خاص افضل الخلق بالاختصاص ہین لہذا کسی فرد بشر کو اس قرب مین ادراک کی مجال نہین ہوسکتی ہے لیکن اولیاے امت مین سے جنھنے دیدار مشاہدہ کا اطلاق کیا تو یہ مراد نہین کہ وعدۂ آخرت کے مانند عیاناً حاصل ہو بلکہ حجاب النور سے ظہور بچشم باطن ہو چنانچہ خود شیخ رحمۃ اللہ تعالے نے قولہ والو متشابہا۔ کے تحت مین اس مشاہدہ کو بیان کرکے کہا کہ آخرت مین جب دیدار موعود دیکھینگے تو ویسا ہی پاوینگے جیسا کہ کشف ومشاہدہ مین دیکھ چکے تھے پھر یہان مراد تقلب سے حرکت سری اور وجہ سے سر مذکور اور فی السماء سے مقام ہویت جو محل حصول عین الجمع ومشاہدہ ذات ہو نظائر اشارات ہین واللہ تعالیٰ اعلم (م) بعض مشائخ نے کہا کہ پہلے اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کردیا کہ تو ایسی جگہ ہو جہان تجکو حق عزوجل دیکھتا ہو یعنے قد نریٰ سے فرمادیا تاکہ ہوشیار رہین اور جو آداب کہ حضرت حق عزوجل کے لائق ہین اُنھین سے آراستہ رہین چنانچہ یہی حسن آداب دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کیجانب نظر اُٹھائی اور درخواست نہ کی اور اسی نظر پر انکی مراد پوری کی گئی قولہ تعالے فلنولینک قبلۃ ترضٰھا اشارہ ہو کہ ہم تجکو خوش کرینگے کہ قبلہ حق کشف فرماوینگے تاکہ پھر خطرات نفس سے بالکلیہ نجات ہو قال المترجم کیونکہ جب توجہ بقبلہ حق عین مرضی ہے تو پھر توجہ بخواہش نفس کی کوئی راہ نہین رہی اور یہ اشارہ ہو کہ جس شخص نے کسی جانب توجہ کی وہ اُسکا قبلہ ہو اور اس توجہ مین جو خواہش مقصود ہو وہی اُسکا معبود ہو اگرچہ حکم الشرک اسمین سے صرف کھلے ہوے ظاہر سے متعلق ہوتا ہو اور تفصیل یہ کہ توجہ جسمی بجانب قبلہ کعبہ ہو حتی کہ اگر کوئی عمداً ترک کرکے جانب بیت المقدس یا مزار ولی وغیرہ استقبال کرے تو بوجہ صاف ظہور کے تکفیر کیا جائیگا اور اگر طواف کعبہ کیطرح کہین طواف کرے تو امام نووی وملا علی قاری وغیرہ نے مناسک مین خوف کفر کی تصریح کی ہے اور باطنی توجہ واقبال کسی چیز کی جانب دیکھا جاوے کہ اگر وہ بحکم شریعت ورضاے حق عزوجل ہو تو رضاے حق اسکا قبلہ مقصود اور حق عزوجل معبود ہو اور اگر دنیا وغیرہ مقصود ہو تو یہ بحسب فعل کے کبھی گناہ کبھی شرک خفی ہوگا اور اسکا اثر خرابی قلب ہو اعاذنا اللہ تعالے فافہم۔ (م) اسمین یہ بھی اشارہ ہو کہ مین قبلہ ہون جدھر تو توجہ کرے تاکہ تو میری طلب مین عالم وجود مین بلاجہت ہو جاوے یعنی تجھے معلوم ہو کہ طلب الٰہی سبحانہ تعالی کسی جہت سے متعلق نہین بلکہ خود بلاجہت ہو جاتا یہی وصال ہو اس سے اللہ تعالے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب سکھلایا تاکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تمام وکمال سواے حضرت باری عزوجل کے امر دیگر نہو۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد پوری کرنے مین اُنکو آگاہ فرمایا کہ تیری مراد ہماری مراد سے مخالف نہین واقع ہوئی اس لیے کہ ہماری مراد بھی تھی کہ ہم تجکو کعبہ کیطرف پھیر دین اور اسی پر تجھے ثابت رکھین اور پہلے سے ہمنے اسکو تیرے لیے اور تیری امت کے لیے قبلہ کر دیا تھا تاکہ تو جان لے کہ تیری پسند ہماری پسند سے متوافق ہو قولہ تعالی فول وجہک شطر المسجد الحرام۔ حرام بمعنی ممنوع اور مسجد الحرام اس وجہ سے کہلاتی ہو کہ اسمین قتال ممنوع ہو یا کہ ظالمون کے تعرض سے ممنوع ہے

اپنے سینہ کے مراقبہ کی طرف اپنا منھ پھیر کیونکہ وہی انوار حقائق کی مسجد ہے اور وہ وسواس و تعلقات کے غبار سے منزہ ہے اور اسی میں
قلب ہے اور وہی کعبۂ النفس ہے اور اسی میں آیات بینات بر تجلیات حق عزوجل ہے - قال المترجم یعنی کعبۂ ابراہیم کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا - فیہ آیات
بینات مقام ابراہیم الآیہ - جس میں کھلی نشانیاں مقام ابراہیم ہے پس اشارہ کیا کہ آیات میں سے آثار ہیں اور آثار میں میری صفتوں کے انوار ہیں لہذا
چہرہ ظاہر جب متوجہ کعبۂ معظمہ ہو تو آیات بینات کے پردہ میں ظہور دیکھے پس ظاہری آنکھ تو ان نشانیوں سے پرنور ہے اور چشم باطن سے
صفات کا مشاہدہ حاصل ہے - مترجم کہتا ہے کہ اسی دیدار سے احادیث صحاح و آثار میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق جمال کعبہ و حزن فراق
ہجرت مذکور ہے یعنی مراقبوں نے فرمایا کہ کعبہ کی طرف بدن سے متوجہ ہونے میں تو جسم و قالب اور قلب سے مشاہدہ میں استغراق ہے کیونکہ تن کو واسطے
جیسے کعبہ کو قبلہ کر دیا ہے اسی طرح سینہ سے گویا قلب کے لیے ظہور قبلہ ہے - واضح ہو کہ کعبۂ معظمہ ظاہر ایک مکان ہے کہ کانیت کی راہ سے اسکا التباس ہے اور باطن
میں اسکے انوار و آیات ہیں جنکا اشارہ قولہ تعالیٰ - فیہ آیات بینات مقام ابراہیم الآیۃ - ہے و اہل کشف مختلف ہیں کہ کعبہ اشرف ہے یا موضع مزار
شریف و اسیطرح موضع مزار شریف افضل ہے کہ عرش اور مترجم نے خاتمہ زیارات حج عین الہدایہ میں لکھا ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ یہیں بھی آویگا
شیخ ابن العربی نے اشارہ میں کہا کہ قولہ تعالیٰ - قد نریٰ تقلب وجہک فی السماء - اسے آسمان روح کہ مقام جمع میں وحدت کے اندر مستغرق ہونے اور حق کے
ساتھ خلق سے محجوب ہونیکے وقت دیکھا لیکہ وزیر نبوت اور مقام دعوت خلق تجھپر گران تھا اسلیے کہ تیرا التفات کثرت کی طرف نہ تھا اور اسیلیے
حال میں فرق کے بعد بقا حاصل ہونے پر خلق کی طرف رجوع ہونا تجھپر مشکل تھا کیونکہ اس سے پہلے حق کی طرف توجہ بہت قوی تھی - فلنولینک قبلۃ ترضاہا
یعنی البتہ کر دینگے ہم تیرے رخ کو کہ نزدیک ہوگا قبلہ تیرا جیسے اس طرح کہ سینہ کھول دینگے جیسے فرمایا - الم نشرح لک صدرک و وضعنا عنک وزرک
الذی انقض ظہرک - پس تجھ کو ایسا قبلہ ہوگا کہ تو پسند کریگا اسلیے کہ یہاں قلب کی صورت میں جمع کا حال ہے اور یہاں کثرت وحدت میں کچھ حجاب نہیں ہے
پس تو اس قبلہ کو ضرور چاہیگا کیونکہ مشاہدہ وحدت باقی ہوگا باوجود تو خلق کو حق عزوجل کی طرف ہدایت کر سکتا ہے - قولہ تعالیٰ - فول وجہک
شطر المسجد الحرام - یعنی اپنے سینہ کی طرف جو کھول دیا گیا ہے اور منشرح کیا گیا کہ اس تک نفس کے صفات ردیہ اور ہواے نفس و شیطان نہیں پہنچ
سکتے ہیں قولہ تعالیٰ - و حیث ما کنتم - یعنی تم جہاں کہیں ہو اے ایمان والو اور مقام تحقیق حاصل کرنے والو خواہ مستغرق روح میں ہو یا سفر نفس میں ہو فولوا
وجوہکم - اے اپنے منھ پھیر دو اسکی جانب تاکہ اگر روح کے روشن مقام میں ہو تو تمپر شیطان کا سونا پینا اور پہنا سونا ممنوع کرنا آسان ہے اور اگر مقام
نفس میں ہو تو اپنے حال و مقام سے ترقی کرنا اور خواہش نفسانی و شیطانی سے محجوب ہونے سے بچنا آسان ہو (تمام ہوئی) کلام - مترجم کہتا ہے کہ اسمیں سے
یعنی جلی افادات میں سے اول یہ ہے کہ بندہ کو آرزو سے خیر کی خواہش میں جو قرآن یا حدیث میں منقول ہو معلوم ہوا وہ جانب آسمان نظر اٹھانا کہ قبول
فرمائی جاوے جائز ہے - دوم قبلہ کعبہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ ہے اور اسکا بیان و فضل قولہ تعالیٰ - و للہ علی الناس حج البیت الآیۃ میں آچکا
سوم اس آیت میں قطعی دلیل ہے کہ اہل کتاب علماء یہود و نصاریٰ کے پاس اس امر کے قبلہ کعبہ کی تحقیق دلالت تھی کیونکہ قرآن مجید نازل ہوا اور
انہیں سے کسی نے اس سے انکار نہ کیا اور قرآن مجید اب تک برابر متواتر ہے تو گویا آج ان لوگوں سے کہا گیا کہ تم جان بوجھکر انکار کرتے ہو اور دو
میں تو معجزہ و حجت قطعی ہو گیا کہ اشارت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ سابق متواتر ہو چکی لیکن انکار کیا ہے اور دو انکار کی اولیٰ محقق کو سانح یا القرآن

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا

اور اگر تو لاوے کتاب والوں پاس ساری نشانیاں نہ چلینگے تیرے قبلہ پر اور نہ تو مانے ان کا قبلہ اور نہ

بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ

[illegible]

ف ـ ہر منکہ بحث ادلی کو ضرور عجب ہوگا کہ واے برحال یہود ونصاری کہ کس قدر دنیاوی فریب مین مغرور ہوے کہ باوجود علم آثار نبوت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا کو چھوڑ کر آپ کی اتباع سے جو بیشک دنیا چھوڑ کر آخرت کے درجات دائمی کی کرامات ہین منکر ہو گئے اور آخر چند روز کے بعد خواہ مخواہ ملک اُنکے کے قبضہ تھرمین جان دینی پڑی امام ابن کثیر رہ نے لکھا کہ اللہ تعالے خبر دیتا ہو کہ یہودیون نے کیونکر کفر وعناد کیا اور اپنے علم سے برخلاف منکر ہو گئے یعنے شان رسول صلی اللہ علیہ وسلم مین صدق نبوت وقطعی افضلیت کو پہچانکر اسکی مخالفت کرتے تھے اور اللہ تعالے اپنی سلطنت کبریائی وعظمت الوہیت کی حکمت بالغہ تقدیری سے آگاہ فرماتا ہو کہ جن پر اسنے کفر مقدر فرمایا اگر اسکے لیے ہر طرح ہزار دلیلین کوئی قائم کرے تو بھی ہرگز اتباع نہ کرینگے اور اپنی باطل خواہش نہ چھوڑینگے جیسے فرمایا۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یومنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتے یروا العذاب الالیم۔ یعنی وہ لوگ جنپر ٹھیک ہولیا کلمہ تیرے پروردگار کا ہرگز ایمان نہ لادینگے اگرچہ اُنکے پاس ہر معجزہ آوے یہانتک کہ عذاب دردناک دیکھین اسی طرح یہان فرمایا۔ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ یعنے اگر اہل کتاب کے پاس تو بالفرض کل معجزات لاوے تو بھی وہ تیرے قبلہ کی اتباع نہ کرینگے

ف ـ مترجم کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ تو عین قبلہ حق ہی پس جب یہ یہود ونصاری اسکو نہ مانین تو لا محالہ اللہ تعالی سے منھ موڑ کر دوسری جانب اپنا خدا بنا دینگے پس قطعاً کافر ہین۔ قولہ لئن۔ بلام قسم وحرف ان شرطیہ ہو اور قولہ ما تبعوا الخ جواب قسم وجزاے شرط دونون کو محتمل ہو لیکن اصح یہی ہو کہ جواب ہو (سیوطی بیضاوی عکبری وغیرہ) مراد اوتوا الکتاب سے یا تو فقط یہود ہین یا عام یہود ونصاری ہین اور یہ اولی ہو کہ لفظ عام ہو اور کتاب جنس ہے توریت وانجیل پر صادق ہوگی فافہم اور بکل آیۃ یعنے ہر معجزہ وحجت وبرہان اور معنے یہ کہ کعبہ کے قبلہ برحق ہونے پر اگر تو ہر حجت وبرہان لاوے تو بھی تیرے قبلہ کا اتباع نہ کرینگے پس ما تبعوا سے لا یتبعوا پس وہ ماضی بمعنی مستقبل ہو اور چونکہ لفظ ماضی تھا لہذا ما داخل ہوا اور اسی وجہ سے جواب قسم پر سے فا دور حذف ہوئی اور فراء رح نے کہا کہ ان اس مقام پر معنی لو ہو اسی واسطے ما اسکے جواب مین آیا اور یہ بعید ہو اسواسطے کہ ان واسطے زمانہ مستقبل کے اور لو واسطے ماضی کے ہو۔ پھر ما تبعوا بلفظ ماضی اسواسطے فرمایا کہ اسکا وقوع متحقق تھا جیسے۔ اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ۔ یعنی ہو آیا امر الہی (قیامت) پس تم اسکو مانگنے مین جلدی مت کرو۔ یعنے قیامت چونکہ قطعی آویگی لہذا نہایت قرب اور تحقیق وقوع سے کہدیا کہ پلک مارتے تو آتا ہو جیسے فرمایا۔ وما امر الساعۃ الا کلمح البصر۔ قیامت کا معاملہ تو گویا پلک مارنے کا ہو مترجم کہتا ہو کہ دار الآخرۃ کی مدت کروڑ دن کی بے انتہا کے مقابلہ مین یہ چند روزہ زندگی دنیاوی پلک مارنے سے بھی بہت کم ہو جسکو عقل کا ذرہ بھی ملا وہ صاف سمجھ سکتا ہو پھر جب ما تبعوا جواب قسم ہو تو جزاے شرط کہان ہو جواب یہ کہ یہی جملہ جو جواب قسم قائم مقام جواب شرط ہو گیا اور معنی یہ ہین کہ انھون نے تیرا قبلہ کسی شبہہ کی وجہ سے نہین ترک کیا جو دلیل روشن وحجت واضح سے زائل ہو جاوے بلکہ انکی مخالفت تیرے ساتھ محض مکابرہ وعناد ہو کیونکہ تیرے حق ہونے اور کعبہ کیطرف پھیرے جانے کو وہ لوگ اپنی کتاب سے بخوبی جانتے تھے تو انکا منکر ہونا انکی تقدیر مین غضب الہی عزوجل کے حجاب ہین۔ پھر مراد اس خبر دینے سے یہ نہین ہو کہ تیری متابعت بالکل نہ کرینگے یعنی متابعت کی نفی بتاکید مقصود نہین بلکہ مراد یہ ہو کہ حجت وبرہان انہین بالکل تاثیر نہین کرنگی اسواسطے کہ دے لوگ تو جانتے ہی ہین اور حجت واضح تو اسکو مفید ہوتی ہو جسکو کچھ شبہہ پڑ گیا ہو اور انکا انکار شبہہ سے نہین بلکہ عناد سے ہو تو معجزہ واضح انکو نہ فائدہ کریگا بلکہ وہ چیز فائدہ کریگی جو انکے مرض عناد کو زائل کردے اور یہ صد اخالق عزوجل کے کسی کے اختیار مین نہین ہو حالانکہ اسنے تنبیہ فرمائی کہ جتنے یہودیون کو قیامت تک غضب الہی سے مین خوار ورسوا کیا ہو نعوذ باللہ من غضبہ تعالی۔ وقولہ تعالے وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ اور تو بھی کبھی انکے قبلہ کا تابع ہونے والا نہین ہو

ف ـ یہ کلام بظاہر نفی ہو اور محاورہ مین نہی تکریری کی جگہ بھی بولتے ہین جیسے کسی مکرم سے کہو کہ آپ مہربانی سے ایسا نہین کرینگے یعنی مت کیجیے پس یہان احتمال ہو کہ معنی نہی ہو یعنی اللہ تعالے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے قبلہ کی اتباع سے ممانعت کردی اور احتمال ہو کہ اپنے ظاہر پر ہو اور مقصود یہ ہو کہ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طمع انکے اسلام سے قطع کردی کہ یہ لوگ علم خالق عزوجل مین ایمان لانے والے

نہین ہین اسی طرح کافرون کی طمع بھی منقطع کر دی حتی کہ کافرون نے جان لیا کہ اس حکم کے بعد کبھی وہ ہمارے قبلہ کیطرف رجوع نہ کرینگے کیونکہ حکم استمراری ہے بلکہ الامام ابن کثیر رح نے خوب فرمایا کہ حق عزوجل نے آگاہ فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کی متابعت مین بہت مضبوط اور شدید ہین اور جیسے وہ لوگ اپنی باطل خواہشون کے اوپر اڑے ہین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری واطاعت ومرضیات کے بخوبی تمام پابند ہین اور یہ صریح اخبار ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب حالون مین سے کسی حال مین بھی ان کافرون کی خواہش کی پیروی نہین کرتے تھے جیسے کافرون نے جہالت سے وہم کیا تھا کہ جاری خوشی کے لیے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی دائمی شان سے اہل ایمان وغیرہ سب کو آگاہ فرمایا کہ بیت المقدس کیطرف آپکا متوجہ ہونا کچھ اسوجہ سے نہ تھا کہ وہ یہود کا قبلہ ہے بلکہ یہ فقط اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری تھی وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ط اور یہ بعض بھی قبلہ بعض دیگر کے تابع نہین ف بلکہ اپنی مختلف راے وہوسات کے بندہ ہین پھر اللہ تعالیٰ نے تحذیر کی اور ڈرایا ہے ایسے عالم کو جو اپنے علم سے خلاف کرے اسلیے کہ عالم پر حجت بہ نسبت غیر عالم کے زیادہ قائم ہوتی ہے لیکن آپ کی امت کے علما سب آپکے روے مبارک کی دیکھنے والے ہین اور سب بدل وجان آپکے تابع ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ۝ یعنے بقسم اگر بعد اس علم کبیر کے جو تیرے پاس آچکا ہے تو ان گمراہون کی خواہشون کی پیروی کرے تو بیشک اب تو ظالمون سے ہے ف یہ تو قطعا معلوم ہے کہ آپ پیغمبر افضل الانبیا معصومون مین بھلا جب عزوجل نے آپکو محفوظ فرمایا تو آپکے حق مین خطاب مذکور صرف یون ہوا کہ اگر بفرض محال تو کبھی ایسا کرے لیکن آپ کی امت کے علما البتہ جھجھک کر ہوشیار ہوے اور جناب باری تعالیٰ مین ہر وقت التجا کرنے لگے کہ الٰہی سبحانہ تعالیٰ ہم بندون کو بطفیل اپنے حبیب معصوم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امر سے محفوظ فرمایا جاوے کہ ہم کسی حال مین بھی کبھی کافرون وگمراہون کے اہوا کی پیروی کرین - واضح ہو کہ یہ کلام بہت بلیغ تاکید ہے جیسے ماتبعوا کا کلام بھی بلیغ ہے لیکن یہ جملہ بہ نسبت ما تبعوا قبلتک کے کئی وجہ سے زیادہ موکد ہے از انجملہ یہ جملہ اسمیہ ہے اور اسمین اَم مکرر ہے پھر اظہار فرمایا کہ کفار اپنی مختلف خواہشون کے بندے ہونے سے باہم مختلف ہین بقولہ تعالیٰ وما بعضهم بتابع قبلة بعض - اور یہ لوگ باہم بعض تابع قبلہ بعض دیگر نہین ہین ف کیونکہ جب نفس کے بندہ ہین تو اختلاف لازم ہوا اور اسمین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے تسلی ہے کہ انکا عناد کچھ حضرت صلعم کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ انکی حالت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے قبلہ کی اتباع نہین کرتے کیونکہ یہودی تو صخرہ بیت المقدس کا استقبال کرتے اور نصاریٰ مطلع الشمس کا استقبال کرتے ہین پس جیسے انکی آپسمین موافقت نہین ویسے تیرے ساتھ موافقت کی امید نہ کرنی چاہیے کیونکہ ہر ایک اپنی خواہش نفس پر اڑا ہوا ہے جاننا چاہیے کہ قبلہ نصاریٰ مطلع شمس ہونے کی کشاف وبیضاوی وغیرہ مفسرین نے تصریح کی ہے مگر بعض کتب مین ہے کہ قبلہ عیسیٰ بھی بیت المقدس تھا مترجم کہتا ہے کہ یہی بات ٹھیک ہے کیونکہ توریت مین حکم قبلہ برابر نصرانیون پر لازم رہا اور انجیل مین ناسخ نہین ہوا لیکن امت عیسیٰ نے اپنی اپنی راے سے احکام نکالے ہین لیکن شیخ ابن القیم رح نے بدائع الفوائد مین لکھا ہے کہ اہل کتاب کا قبلہ کچھ اللہ تعالیٰ کی وحی اور واقف کرانے سے نہ تھا بلکہ مشورہ واجتہاد سے تھا پس نصاریٰ کیواسطے تو کچھ شک نہین کہ اللہ تعالیٰ نے انجیل وغیرہ مین انکو مشرق کے استقبال کا حکم نہین دیا اور وہ اقرار بھی کرتے ہین کہ مسیح کا قبلہ وہی ہے جو بنی اسرائیل کا قبلہ یعنی صخرہ ہے اور یہ قبلہ مشرق ہمارے واسطے ہمارے پیشواؤن (پوپ) نے مقرر کر دیا ہے پس وہ یہود کے ساتھ اس امر پر متفق ہین کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا استقبال اپنے رسول پر مشروع نہین کیا اور رہے یہود تو توریت مین صخرہ کے استقبال کا حکم نہین ہے بات یہی ہے کہ وہ تابوت آسمانی کیطرف نماز پڑھتے اور جہان جاتے تابوت کو ساتھ لیجاتے اور ہر جگہ نماز نہین پڑھتے تھے پس اسکو رکھکر اسکی طرف نماز پڑھتے پھر جب آتے تو اسکو صخرہ پر رکھدیتے اور اسکی طرف نماز پڑھتے اور جہان نماز پڑھنا فرض تھا وہین پھر جب وہ تابوت اُٹھا لیا گیا تو انھون نے اسکی جگہ کی طرف نماز پڑھنی شروع کی - مترجم کہتا ہے کہ فرعون کے عہد مین بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بحکم الٰہی الآیة اجعلوا بیوتکم قبلة الآیہ - چنانچہ اعراف مین منصوص ہے پس

ہمکو اس تفتیش سے کوئی فائدہ نہیں لیکن یہ معلوم ہو کہ یہ لوگ صخرۂ بیت المقدس کا استقبال کرتے تھے اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قبلہ فرمایا۔ کہ ما انت بتابع قبلتہم۔ یعنے تو انکے قبلہ کا تابع نہیں حالانکہ تم ان روایات سے انکے دو قبلہ بتلاتے ہو تو جواب یہ ہے کہ اب چونکہ دونوں باطل ہوگئے ہیں تو دونوں یکسان ہیں لہٰذا ایک ہی فرمایا یا قبلہ نصاریٰ بھی دراصل وہی ہے جو بنی اسرائیل کا قبلہ تھا لہٰذا قبلہ واحد فرمایا اور ما بعضہم بتابع قبلۃ بعض یعنی ام قبلہ میں وہ آپس میں ایک دوسرے کی پیروی نہیں کرتے بلکہ خواہش نفسانی سے اپنا اپنا قبلہ بناتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ ظاہر امریم رضی اللہ عنہا نے بحکم قولہ تعالیٰ مکانا شرقیا الآیہ کے مشرق کی جانب مکان کر لیا تھا تو نصاریٰ نے اُسی جانب مطلع الشمس مشرق کو قبلہ بنالیا تھا کہ یہود سے مخالفت ہو کیونکہ باہم دونوں فریق میں اسوجہ سے عداوت سخت کا باعث موجود ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ و مریم کے حق میں کوئی دشمنی نہیں چھوڑی تو دوستان عیسیٰ علیہ السلام انکے ضرور دشمن ہیں جیسے اہل ایمان بھی سب یہودیوں کے دشمن ہیں۔ قولہ تعالیٰ۔ ولئن اتبعت اہواءہم الآیہ۔ میں حرف ان شرطیہ ہے جو ہمیں شرط ہے کہ مشکوک ممکن پر داخل ہو اور قطعی چیز پر شرط نہیں ہوتی لیکن جاننا چاہیے کہ حرف ان کبھی ایسے جملہ پر داخل ہوتا ہے جسکے واقع ہونے کی امید ہو شک کے ساتھ جیسے۔ ان اردت بدکان خیرالک۔ اگر زید تیری مدد کرے تو تیرے واسطے بہتری ہے حالانکہ زید کی مدد ممکن ہے اور کبھی ایسے جملہ پر داخل ہوتا ہے جس سے مراد محض فرض و تقدیر ہوتی ہے یعنی اگر بالفرض ایسا ہو تو ایسا ہوگا جیسے کوئی کہے کہ آسمان قبل قیامت کے نہیں ٹوٹیگا در حقیقت دیکھ مرجاویں پھر کسی احمق نے کہا کہ شاید ٹوٹ پڑے تو جواب دینے والے نے کہا کہ اگر بالفرض ایسا ہو تو بیشک سب دب مرینگے اور اسی طرح یہاں فرمایا کہ اگر بالفرض تو انکی باطل خواہشوں کی پیروی کرے تو تو ظالمین سے ہوگا اور قولہ تعالیٰ۔ من بعد ما جاءک من العلم۔ تاکید ہے بس درحقیقت یہ تہدید ہے تمام لوگوں کو جو اپنے علم سے خلاف کریں خواہش نفسانی اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ خطاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد آپکی امت ہے اور معنی یہ ہیں کہ اگر تم لوگ بعد اس علم کے جو تمکو وحی الٰہی سے جو اپنے رسول پر پہنچی ہے حاصل ہوچکا پھر باطل خواہشوں کی پیروی کروگے تو تم ظالمین سے ہوگے اور حضرت کو خطاب کیا تاکہ تاکید بلیغ ہو جاوے کہ اگر بالفرض انبیاء بھی ایسا کریں تو وہ بھی ایسے ہی ہیں اور بیضاوی نے فرمایا کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے تہدید کو بتاکید بلیغ فرمایا اول لام آیا جو توطیہ قسم ہے دوم قسم مضمر سوم حرف تحقیق یعنے انک میں ان۔ چہارم ترکیب انک اذا جملہ اسمیہ پنجم ضمیر پر لام آیا لمن اور ششم الظالمین پر الف لام جو استغراق کا ہے اور نیز ظالمین سے جو کہ دیا کہ استغراق سے ایہام تمام انواع ظلم سے ظالم ہونے کا ہے ہفتم علم حاصل ہونے کے بعد کہنے سے۔ تاکید بغرض تعلیم حق معلوم اور تحریض اتباع حق و تحذیر از متابعت ہوا و تشنیع بصدور گناہ از انبیاء اسیواسطے کہا گیا کہ انبیاء سے گناہ صادر ہونا محال ہے کہ وہ معصوم ہیں اور یہی قطعی حق اجماعی ہے اور اذا حرف ہے اور نون اسمیں اصلی ہے اور جواب ہی میں مستعمل ہوتا ہے اور یہاں اسکا کچھ عمل نہیں کیونکہ عمل فعل میں ہوتا ہے اور یہاں فعل نہیں ہے ذکرہ العکبری۔ واضح ہو کہ عالم سے گناہ کی شناعت آئندہ اپنے موقع پر بکثرت آویگی۔ پھر حاصل یہ معلوم ہوا کہ یہودی و نصرانی وغیرہ کوئی عالم ہو جب اسنے دنیا کی طرف دل جھکایا اور شیطان اسپر مسلط کیا گیا تو وہ کتا ہو گیا یا بوجھ لادنے والا گدھا ہوتا ہے بقولہ تعالیٰ کمثل الحمار یحمل اسفارا حتی کہ امت اسلامیہ بعد فساد کے جاہل سے بدتر عالموں کی پیروی کرنے لگی حتی کہ انکی شناعت اقوال و افعال بھی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کی ضروری چیز ہوگئی اور معجزۂ حدیث شریف صادق آیا کہ یہ لوگ بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم برابر گئے کہ بہتر سے تہتر فرقہ ہوجاوینگے اور احادیث و آیات میں جو کیفیات و حرکات یہود و نصاریٰ کے عالموں کی منقول ہیں وہ عبرت ہیں حتی کہ افسوس ہے دنیا کے لالچ میں حضرت افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع چھوڑی اور اس سے زیادہ عجب یہ ہم لوگوں پر ہے کہ قرآن و حدیث اور بخوبی تمام جاننے کے بعد کسطرح مرتد کے مانند کافر سے جاتے ہیں اللہم اعذنا من الزیغ بعد الایمان و ثبتنا علی دینک الحق و سنۃ نبیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسوقت کے سچے اہل کتاب علماء یہود و نصاریٰ کا حال بیان فرمایا جنھوں نے اپنی جان دی اور آپ کی شہادت کھلم کھلا ادا کی جیسے ابن قیناطر رومی عالم نصرانی رضی اللہ عنہ حضرت صادق ہو گئے جنکو خبیث نصرانیوں نے مار ڈالا اور جیسے عبد اللہ بن سلام یہودی زبردست عالم تھے جو فوراً ایمان لائے اور یہودیوں نے

دشمنی سے انکو چھوڑ دیا رضی اللہ عنہ پس حق تعالےٰ نے انکی مدح مین نازل فرمایا

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ

جنکو ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہین اسکو جیسے پہچانتے ہین اپنے بیٹون کو اور ایک فرقہ انمین سے چھپاتے ہین

الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ ع

حق کو حالانکہ وہ جانتے ہین حق وہی ہی جو تیرا رب کہے پھر تو نہو شک لانے والون مین سے

ف بیان اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کی جان بوجھکر ہٹ دھرمی بیان کی۔ گویا دیدہ و دانستہ اپنے پاؤن مین کلہاڑی ماری۔ یہ دلیل ہی کہ انکے دلون پر ایسی سختی آگئی تھی کہ آخرت کو سچ نہین مانتے تھے کما قال تعالےٰ۔ فطال علیہم الامد فقست قلوبہم الآیہ۔ یعنے زمانہ دراز گذرنے سے دل سخت پڑ گئے اور یہی ہر امت کا حال ہوتا ہی حتی کہ مسلمانون کی کیفیت آخر یہی ہوئی جیسے حدیث شریف مین خود خبر دی گئی ہی۔ اسی طرح اہل کتاب نے باوجود صریح اخبار و بشارات کچھ نفع نہین پایا اور پیغمبر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ جن لوگون کو ہمنے کتاب سابق دی تھی وہ اسکو ایسے پہچانتے ہین جیسے اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین ف الذین اسم موصول ہی جس سے مراد علماے اہل کتاب ہین خواہ عام یہود و نصاریٰ جیسا کہ بعض علما نے کہا یا فقط علماے یہود جیسا کہ دوسرون نے کہا اور یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علماے توریت و انجیل پہچانتے ہین وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ مگر انمین سے ایک فریق چھپاتا ہی حق کو حالانکہ خوب جانتے ہین ف بعض نے زعم کیا کہ موصول سے مراد مومنین اہل کتاب ہین مثل عبداللہ بن سلام و انکے ساتھیون کے گویا کتاب انھین کو دی گئی کیونکہ اس سے بہرہ مند ہوے اور دوسرے مثل السحار ہیچل اسفارا۔ مانند گدھے کے ہین کہ کتابین لادے ہون کیونکہ وہ اس سے کچھ نفع نہین پاتا ہی لیکن اس صورت مین اظہر یہ ہوگا کہ من الذین اتیناہم الکتاب۔ تقدیر ہو کیونکہ آگے منہم کی ضمیر راجع ہی۔ فافہم اور قولہ یعرفونہ۔ اسکی ضمیر مفعول مین اختلاف ہی زمخشری و بیضاوی و بغوی وغیرہ ایک جماعت نے کہا کہ یعرفونہ ای یعرفون محمدا۔ اگر کہا جائے کہ مرجع مذکور نہین ہی تو بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ اگرچہ سابق مین ذکر نہین مگر دلالت کلام سے مرجع نہین ہی اور نیز مرجع مین بیان سے التباس و تردد نہین ہی اور بعض نے جواب دیا کہ نہین بلکہ بلفظ الرسول دو مرتبہ پہلے ذکر کیا گیا ہی اور بیضاوی وغیرہ کی مراد یہ ہی کہ اس خاص کلام مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین وارد ہی پہلے مرجع نہین مذکور ہی کہا گیا کہ یعرفونہ ای یعرفون نبوتہ۔ یہ مجاہد و قتادہ و ایک گروہ اہل علم سے نقل کیا گیا۔ قال المترجم نبوت کی طرف ضمیر مذکور بلا تاویل کیونکر راجع ہوگی اگرچہ بطریق بیان معنی کا صحیح ہے کہ یعرفونہ ای یعرفون محمدا لکونہ نبیا حقا۔ قول سوم یہ کہ یعرفونہ ای یعرفون ان ما جاء بہ الرسول ہو الحق۔ چنانچہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالےٰ نے خبر دیتا ہی کہ علماے اہل کتاب جو چیز محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے اسکے صحیح ہونے کو ایسا جانتے ہین جیسے انمین سے ہر ایک اپنے بیٹے کو پہچانتا ہی اور عرب والون کا قاعدہ تھا کہ کسی چیز کے صحیح ہونے کی مثال یون ہی بیان کرتے تھے چنانچہ حدیث مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ساتھ ایک چھوٹا لڑکا دیکھکر پوچھا کہ یہ تیرا بیٹا ہی اسنے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ آپ اسکے شاہد رہین آپنے فرمایا کہ آگاہ رہ یہ تجھپر پوشیدہ ہوسکتا ہی اور نہ تو اسپر پوشیدہ ہوسکتا ہی قال المترجم شیخ ابن کثیر نے مرجع عام لیا یعنے سب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ازانجملہ تحویل قبلہ بھی ہی اور بعض نے تحویل قبلہ صحیح ہونے کی طرف ضمیر پھیری اور مولف فتح البیان نے کہا کہ اسی طرف مفسرین کی ایک جماعت گئی ہی اور صاحب کشاف نے قول اول کو ترجیح دی اور میرے نزدیک یہ اخیر قول یعنے تحویل قبلہ کیطرف ضمیر راجع ہونا قول راجح نہین ہی بلکہ راجح وہی قول اول ہی چنانچہ قولہ تعالےٰ کما یعرفون ابناءہم اسپر شاہد ہی۔ قرطبی نے کہا کہ عمر سے روایت کیا جاتا ہی کہ انھون نے عبداللہ بن سلام

کہا کہ بھلا تو نے پہچانا محمد کو جیسا کہ تو اپنے فرزند کو پہچانتا ہو تو عبد اللہ نے کہا کہ ہاں بلکہ اس سے بڑھکر اور سراج وغیرہ میں نقل کیا کہ عمر بن الخطاب رض نے عبد اللہ
بن سلام سے کہا کہ یہ پہچان کیونکر تھی تو عبد اللہ نے کہا کہ اے عمر البتہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا جیسے میں اپنے فرزند کو پہچانتا ہوں بلکہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا پہچان لینا اپنے بیٹے کے پہچاننے سے زیادہ بڑھکر تھا تو عمر رض نے کہا کہ یہ کیونکر تو عبد اللہ نے کہا کہ اسلیئے کہ مجھے محمد صلعم میں کسی طرح کا
شک ہی نہیں رہا کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جنکی بشارت توریت میں ہے اور رہا میرا فرزند تو شاید اسکی ماں نے خیانت کی ہو تو عمر رض نے کہا کہ اے ابن سلام اللہ تعالیٰ
تجھے توفیق کثیر عطا فرمائے کہ البتہ تو نے تصدیق کی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث تو صحیح بخاری وغیرہ کی روایت سے موجود ہے پھر ظاہر ہے کہ صحابہ رض میں یعنی آیت کے
اسی طرح تھے اور ضمیر راجع بجانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ بجانب نبوت اور نہ بجانب تحویل قبلہ ولیکن چونکہ سبب نزول پر نص نہیں ہے پس یہ حدیث بمنزلہ سبب
نزول کے بسبب ایسے صحیح ہونے امر اول کے ہوگی اور باقی داخل نزول ہیں واللہ اعلم اور مولف فتح البیان نے خلاف بلاغت قول کو مرجح ٹھہرایا پھر بھی عجب خبط کیا
چنانچہ لکھا یعنی یعرفون ان القبلۃ التی صرفتہ الیہا اے قبلۃ ابراہیم کما یعرفون اولادہم قال ابن سلام لقد عرفتہ حین رایتہ کما اعرف ابنی ومعرفتی بمحمد اشد-
الا انہ قول ابن سلام رضی اللہ عنہ صریح دلیل قول اول ہے- اور یہ تقریر خبط سے خالی نہیں بھر جاننا چاہیے کہ بیٹوں کی خصوصیت کی اور اولاد نہیں فرمایا
اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کے زیادہ ساتھ رہتا ہے اور بہت دل کو لگا ہوتا ہے اور قولہ- وان فریقا منہم الخ- یعنے باوجود ایسے یقین کے وہ لوگ حق کو چھپاتے ہیں یعنے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو جو انکی کتاب میں ہے پوشیدہ کرتے ہیں اور انکی نعت سے یہ بھی مذکور ہے کہ وہ بیت المقدس و کعبہ دونوں کی طرف نماز پڑھینگے پھر یہ
سخت گناہ ہے کہ جانکر چھپاتے تھے۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ- حق تو تیرے رب کیطرف سے ہے پس تو شکیوں میں سے
مت ہوجیو ف یہ نہیں کہا کہ شک مت کیجیو- کیونکہ آدمی کبھی شکی ہوتا ہے مگر شک نہیں کرتا- زیادہ بلیغ یہ کہ تو شکیوں کی قسم سے مت ہوجیو- الحق مبتدا
خبر ہے یعنی حق یہی ہے جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے ثابت ہوا ہے پس تو قائم ہو اور وہ نہیں جو نافرمان کافر لوگ بکتے ہیں پس تو شک کرنے والوں کی قسم سے ہو اور یہ
شک سے پوری طہارت ہے پھر یہ اگرچہ معنی نہی ہے ولیکن بصورت خبر ہے آور۔ لاتمتر بصیغہ نہی اسواسطے نہ فرمایا کہ مقصود کمال طہارت ہے- یہ خطاب اگرچہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مومنین کو تعلیم ہے کہ انکو ثابت کرایا اور جتایا کہ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم لائے یہی حق ہے کہ پروردگار کی طرف سے ثابت ہے جس میں
بالکل شک و شبہہ نہیں ہے- اگر کہا جاوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شک نہ تھا پس ممانعت کیونکر فرمائی ہے تو جواب یہ کہ ممترین کا مصدر امترا ہے یعنی مریہ
لینے شک حاصل کرنا پس معنی یہ ہیں کہ شک مت لینا تو موجود ہونا ثابت ہی نہیں ہے- اگر کہا جاوے کہ حضرت اسکے محل ہی نہ تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

آپ کو معصوم کیا تھا تو جواب یہ ہے کہ پیغمبر اور امت کو تعلیم ہے جیسا کہ بیان ہوا لہذا آئندہ امت کو خطاب ہے-

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۭ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور ہر کسی کو ایک طرف ہے کہ منہ کرتا ہے اس طرف سو تم سبقت چاہو نیکیوں کو جس جگہ تم ہوگے کر لا دیگا اللہ اکٹھا بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے

یہ آیت مضمون سابق کی تقریر و توضیح ہے کہ ہر قبلہ والا دوسرے کے قبلہ کی اتباع نہیں کرتا ہے وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا اور ہر ایک کیلیے ایک
جہت ہے وہ اسی جہت کیطرف مڑنے والا ہے فیہا اسی کا متولی ہے- فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ پس تم لوگ بھلائیوں کی طرف سبقت حاصل کرو ف کہ نیکیاں
اصل میں خواہ کسی جہت اسلام سے ہوں جبکہ امر توحید پر استقامت ہوا اور خالی رسم کی پابندی فضول ہے کیونکہ مرجع اللہ تعالیٰ کیطرف ہے- اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ
بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا تم جہاں کہیں ہوگے اللہ تعالیٰ تم سب کو لاویگا ف اور ہر ایک کو اسکے اعمال کا نتیجہ پہنچاویگا- اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ تعالیٰ
ہر چیز پر قادر ہے ف- تو اسکی توحید والو تم پر مستقیم ہو کر عمل کرو حتی کہ جو کچھ وہ حکم کرے وہی حکم ہے بعض نے کہا کہ مقصود یہ ہے کہ قبلے کے بارہ میں جھگڑا نہ کرنا چاہیے تاکہ جو امر
اہم ہے اسکا اہتمام کرنا ہے یعنی خیرو طاعات کیطرف جلدی کرنا وہ ہاتھ سے نجانا رہے اور اظہر یہ مراد ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک جہت ہے جسکی طرف وہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے

اللہ تعالیٰ کی شریعت سمجھکر منھ کرتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ حکم الٰہی کی فرمانبرداری ہے پس کسی کو اسمین جھگڑا لائق نہین ہے پھر جب یہ امر تعین ہوا کہ سب
سے بہتر قوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین تو قبلہ وہی ہوگا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ ہے کیونکہ آپکی رسالت اور دعوت عام ہے پس یہ کلام مانند دلیل اور حجت قاطعہ کے
ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ جو غور نظر سے دیکھے وہ اس سے نور پاوے۔ حاصل یہ ہے کہ ہر قبلہ والا جب یہی سمجھکر دوسرے کے قبلہ کیطرف منھ نہین کرتا
کہ یہ جہت جسمین ہون اللہ تعالیٰ نے مشروع کردی ہے اور دوسرے کے لیے دوسری جہت مشروع کی ہے پس مرجع اسکا حکم الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اب حق کے ساتھ بھیجا جسکو اہل کتاب بخوبی جانتے ہین تو جس قبلہ کا آپکو حکم کیا اسی سب کا قبلہ ہے اور غرض قبلہ سے
مرضیات الٰہی وطاعات ہین تو اسمین تردد وتامل بیجا ہے۔ نیکیان کماؤ جلد ہر پاؤ۔ پس قولہ ولکل ای لکل امۃ۔ جیسا کہ مفسر نے کہا اور تنوین لکل کی عوض
اضافت کے ہے اور یہ خبر واقع ہے۔ وجہۃ مبتدا موخر ہے اور یہ مصدر ہے بمعنے متوجہ الیہ یعنے جسکی طرف توجہ کیجا دے جیسے خلق بمعنی مخلوق اور یہان مراد قبلہ ہے کہ اسکی
طرف توجہ کیجاتی ہے اور قیاس سے لفظ جہت مثل عدۃ وزنۃ ہے لیکن وجہۃ اپنی اصل پر آیا پس واو زائد نہین ہے اور یہ مصدر محذوف الزوائد ہے
اسواسطے کہ فعل اسکا توجّہ یا اتجہ۔ اور مصدر نیز زائد توجیہ یا اتجاہ ہے مگر وجہۃ سے فعل مستعمل نہوا جیسے وعُدۃ سے وَعَدَ آیا ہے ذکرہ العکبری اور ضمیر ہو
راجع بجانب کل امۃ ہے اور بعض نے کہا کہ جائز ہے کہ بجانب اللہ تعالیٰ راجع ہو اگرچہ لفظ مین مذکور نہین ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے اسکو قبلہ کردیا ہے لیکن یہ تکلف ہے علاوہ
ازین اوپر مذکور ہوا کہ قبلہ نصاریٰ و یہود بحکم الٰہی نہین یعنے انکا منصوص نہین ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب مسلمانون کو ہے اور معنی یہ ہین کہ مسلمانون میں سے
ہر قوم کے واسطے ایک جہت بجانب کعبہ ہے اسے مشرق والون کی جہت بجانب کعبہ مغرب رخ اور مغرب سے مشرق رخ علی ہذا شمالی وجنوبی مگر اصح
یہ ہے کہ خطاب عام ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا اور مولیہا اسے مولی الیہا۔ اور ضمیر مؤنث بجانب جہت ہے اور متعدی بنفسہ ہے اور یہ ایک مفعول ہے اور وجہہ
دوسرا مفعول محذوف ہے اسے وہ گروہ پھیرنے والا ہے اپنا منھ اس جہت کو اور ابن عامر کی قراءۃ مین مولّٰہا آیا ہے یعنی مُوَلّٰی بصیغہ مفعول ہے اور معنی یہ ہین کہ
کہ وہ فریق پھرا ہوا ہے اس جہت کو خواہ بطور حق یا بطور باطل کیونکہ اکثرون نے اپنے زعم سے ایک جہت مقرر کرلی ہے جیسے نصاریٰ کہ انکا قبلہ مطلع
شمس ہے مترجم کے نزدیک عیسائیون کو مصر کی طرف عافیت ملی اور وہان رہے اور وہان سے بیت المقدس بجانب مشرق ہے پس جہت وہی تھی
جو پیچھے متبعون کی جہالت سے مطلع شمس ہوگئی یا حضرت مریم نے مکان شرقی لیا تھا وہ مطلع شمس پڑتا تھا تو نصرانیون نے صلیب کی طرح اسکو قبلہ
بنالیا واللہ اعلم اور تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی۔ ولکل وجہۃ سے مراد اس سے مختلف دینون کے لوگ ہین اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ ہر گروہ کے واسطے ایک قبلہ ہے جسکو اسنے پسند کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قبلہ وہی ہے جسطرف مومنون نے توجہ کی اور شیخ ابو العالیہ نے
فرمایا کہ یہود کیواسطے ایک قبلہ ہے کہ وہ اس جہت کو اپنا منھ پھیرتے ہین اور نصرانیون کا ایک قبلہ ہے کہ وہ اسطرف اپنا منھ پھیرتے ہین اور تمکو اسے امت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبلہ کی ہدایت کی کہ وہی قبلہ ہے اور مجاہد وعطا وضحاک وربیع بن انس وسدی سے اسی کے مانند مروی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر
ہوا کہ یہ خطاب مسلمانون کو ہے اور معنی یہ ہین کہ ہر قوم نے ایک ایک جہت پسند کر رکھی ہے کہ اس طرف منھ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لطف فرمانے سے
کسی نے راہ نہ پائی کیونکہ انھون نے ایک جہت نکالی اور وہی انپر لازم کی گئی جیسے یہود نے سنیچر کا دن عبادت کے لیے نکالا تھا اللہ احمد
نہ پایا اگرچہ تحقیق جمعہ تھا پس تم اسے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے قبلہ کیطرف اللہ تعالیٰ کی لطف سے ہدایت کیے گئے پس
ہدایت کیے گئے تمکو چاہیے کہ خیرات کی طرف سبقت کرو اور خیرات جمع خیرۃ ہے یعنے ہر چیز جو افضل ہو افضل قبلہ کے مانند ہر افضل عمل کی طرف
اگر کہا جاوے کہ الخیرات الف لام استغراق کے ساتھ ذکر ہے پس جمیع خیرات کی فرمانبرداری لوگون کو کہان ممکن ہے تو جواب یہ ہے کہ خیرات
انکی طرف سبقت کرو خواہ ادا کرسکو یا نہین بلکہ انکی طرف سبقت کرنے کا حکم ہے اور ابن زید نے فرمایا کہ مراد اعمال صالحہ ہین سبقت کرو

ہیں یہ اشارہ ہو گیا کہ موت مقدر کم و زیادہ نہیں اور فرصت کم ہے تو موت آنے سے پہلے جلدی کرو تو مناسبت ما بعد خوب ظاہر ہو گئی کہ۔ اینما تکونوا یات
بکم اللہ جمیعا۔ یعنی کلام کا بیان حالت بعد موت کیطرف کھنچ گیا اور ظاہر آیت سے شافعی کی دلیل ہے کہ اول وقت نماز فریضہ ادا کرنا افضل ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے
یہ نہیں نکلتا ہے فافہم یہ تو اس صورت میں کہ خطاب مسلمانوں کو ہو اور اگر خطاب عام ہو جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں مذکور ہے تو مجاہد اور حسن بصری نے
فرمایا کہ ہر قوم کو حکم دیا کہ کعبہ کیطرف نماز پڑھا کریں قال المترجم یعنے اللہ تعالی نے عام خطاب فرمایا کہ ہر قوم نے اپنی ایک ایک جہت مقرر کر لی اور اسی پر جا ہے
انکو چاہیے کہ جو قبلہ اللہ تعالی نے مقرر فرمادیا اسی کی طرف سبقت کریں کہ وہ استقبال کعبہ ہے کہ ہر قبلہ سے افضل ہے اور ڈریں کہ وہ جہاں کہیں ہونگے اللہ تعالی انکو
جمع کریگا یعنے خواہ انکے اجزا مجتمع ہوں یا متفرق ہوں خواہ موافق ہوں یا مخالف ہوں سب کو حشر کر کے محشر میں جمع کریگا کیونکہ ان اللہ علی کل شئ قدیر
پس جب ہر چیز پر قادر ہے تو موت دینے اور زندہ کر کے جمع کرنے پر بھی قادر ہے وقال ابن کثیر حضرت ابن عباسؓ وابو جعفر باقر و ابن عامر نے مولاہا پڑھا ہے اور
یہ آیت مشابہ ہے قولہ تعالی لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فیما اتاکم فاستبقوا الخیرات الی اللہ مرجعکم جمیعا۔ یعنی ہر ایک گروہ کے
واسطے تم میں سے ہمنے راہ و طریق کر دیا ہے اور اگر چاہتا اللہ تعالی تو تمکو ایک ہی امت کر دیتا ولیکن نہ کیا تاکہ تمکو امتحان کرے اس چیز میں جو تمہارے لئے ہیں
آ دی ہیں سبقت کرو خیرات کی طرف۔ تم سبکے لوٹ جانے کی جگہ اللہ تعالی ہی کیطرف ہے قال المترجم یہ موید تفسیر ثانی ہے ف۳ عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالے
ولکل وجہۃ ہو مولیہا فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا ہر روح کے واسطے وجود ذات و حقیقت صفات کی طرف ایک ایک راہ ہے اور ہر ایک کا
ایک ایک قبلہ ہے پس ارواح قدسیہ کا قبلہ عین العیان ہے اور ارواح جلالیہ کا قبلہ خاص صفات ہیں اور ارواح عزہ کا قبلہ عین القدم ہے اور ارواح بقائیہ کا قبلہ
عین الابد ہے اور ارواح شائقہ کا قبلہ انوار المشاہدہ ہے یعنے جو روحیں شوق الٰہی میں بھری ہوئی ہیں انکی توجہ مشاہدہ کے انوار پر رہتی ہے جیسے بلند درجہ والی
کی ارواح کی توجہ ذات یا صفات خالص پر رہتی ہے اور ارواح موالسہ کا قبلہ حسن الصفات ہے اور ارواح روحانیہ کا قبلہ غیب کے باغات ہیں اور قولہ ہو
مولیہا۔ یہ ارواح روحانیہ اپنے قبلہ کیطرف قصد کرنے والی اور الوہیت اور صمدیت کے مقام کیطرف مجذوب ہیں اور انہیں سے ہر ایک کیواسطے ایک مطلع
و منبع ہے پس بعض ارواح تو والہات ہیں یعنے بالکل از خود رفتہ ہیں اور بعضی شائقہ ہیں کہ شوق میں بھری ہوئی ہیں اور بعضی عاشقہ ہیں اور بعضی موانسہ ہیں یعنی انس سے
پر ہیں اور بعضی فانیہ ہیں یعنے اپنے سے فنا ہیں اور بعضی باقیہ ہیں یعنے فنا ہو کر بقائے قدم سے باقی ہیں اور بعضی صاحیہ ہیں یعنے شوق و جذب کے نشہ سے بعد فنا
ہوش کے بقائے قدم سے باقی ہو کر ہوشیار ہیں اگرچہ یہ ہوش پہلا نہیں بلکہ بقائے قدم کا ہوش ہے اور بعضی سکارہ ہیں یعنی سوز نشہ عشق میں بیہوش ہیں یعنی ادب
الٰہی کے مقامات اور مشاہدات و معاینات کے کشف ہونے کے خوف سے اور غیب کے علوم سے بادب ہو کر خوفناک و بیہوش ہیں قال المترجم یہ ایسا ہے جیسے
اللہ تعالی نے فرمایا۔ وتری الناس سکاری وما ہم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید یعنے قیام قیامت تو لوگوں کو دیکھیگا بیہوش حالانکہ نہیں ہیں وہ
نشہ میں ولیکن عذاب اللہ تعالی کا سخت ہے۔ اور جیسے فرمایا۔ وہم من خشیۃ ربہم مشفقون۔ اور وہ لوگ ہیبت سے اپنے پروردگار کے خشم سے لرزتے
ہیں یعنے باوجود کہ وہ قابل خشم کیے جانے کے نہیں اور نہ انپر خشم کیا گیا مگر مقتضائے قدر و عظمت و جبروت ہے فافہم قولہ۔ فاستبقوا الخیرات جسکے
اعلی مقام فنا و توحید و تفرید ہے اور وہ ان کو حاصل ہے جو طریقہ سنت پر مستقیم ہیں اور قولہ۔ اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا آہ اہل معرفت نے خواص لوگ اور عوام
باقیوں کی روحیں جو ازل میں موجود ہو کر خطاب کی گئی ہیں اس طور کہ انکو عالم صفات کی سیر میسر ہوئی ہے تو وہ اپنی مقادیر ازل کے موافق حضوری میں
سجدہ میں ہیں قولہ ان اللہ علی کل شئ قدیر پس وہ قادر ہے اس بات پر کہ سبقت کرنے والوں اور ثابت قدم رہنے والوں کی ارواح کے لیے مقام استقامت سے شرافت
عطا کرے۔ اقول حاصل یہ کہ اہل استقامت کا مرجع اور قبلہ خاص ذات باری وحدہ ہے اور یہ جب ہی حاصل ہوتا کہ پہلے ابتدائی ایمان معرفت حاصل ہو پھر طبیعت نفس
کے تعلقات تقیدی سے نکل جاوے اور وہ نور میں آجاوے اور ہر حال میں عنایات الٰہی کا ظاہر و باطن لحاظ رکھے حتے کہ کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے کہ وہی قبلہ ہو جاوے

لہذا آیندہ ارشاد فرمایا بقولہ تعالے

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ

اور جس جگہ سے تو نکلے منھ کر طرف مسجد الحرام کے اور یہی تحقیق ہے تیرے رب کیطرف سے اور اللہ بے خبر

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ

نہین تمھارے کام سے اور جہان سے تو نکلے منھ کر طرف مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو

فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا

منھ کرو اُسی کی طرف کہ نہ رہے لوگون کو تم سے جھگڑنے کی جگہ مگر جو ان مین سے بے انصاف ہین سو اُنسے مت

تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ

ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اسواسطے کہ پورا کرون تمپر فضل اپنا اور شاید تم راہ پاؤ جیسا بھیجا ہمنے تم مین رسول تمھین مین کا

يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا

پڑھتا ہوا تمھارے پاس آیتین ہماری اور تمکو سنوارتا اور سکھلاتا کتاب اور تحقیق بات اور سکھاتا تم کو جو تم

تَعْلَمُونَ ۝ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝

نہ جانتے تھے تو یاد رکھو مجھے مین تمھین یاد رکھونگا اور میرا شکر کرو اور ناشکری مت کرو

واضح ہو کہ پہلے حضر مین قبلہ جانب کعبہ متعین ہوا پھر اب سفر مین بھی وہی قبلہ محکم کر دیا بقولہ تعالی وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور جہان سے تو نکلے اپنا منھ مسجد الحرام کی طرف متوجہ کر ف بعض نے ذکر کیا کہ ظاہر یہ ہے کہ مِن یہان ابتدائیہ ہے بمعنی جہان سے اور اقرب یہ ہے کہ مِن بمعنی فی یعنے فی ای مکان مسافرت یعنی جونسی جگہ تو سفر مین ہو وقال العکبری حَيْثُ یہان شرط کے لیے نہین ہو سکتا کیونکہ اسکے ساتھ ما نہین ہے اور شرط کے لیے چاہیے ہوتا ہے پس یہ متعلق ہوگا فَوَلِّ سے اور مسجد الحرام خانہ کعبہ کی مسجد کا نام ہے جسکی وجہ اوپر مذکور ہو چکی۔ اور شطر بمعنی جہت و نصف و کچھ کم وغیرہ کئی معنے مین ہے اور یہان مراد سب کعبہ کیطرف منھ کرنا یعنے رخ کرنا مراد ہے اور یہ اُس مسئلہ کے منافی نہین جو امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ مصلی اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے جیسا کہ اوپر گذرا پھر بالاتفاق استقبال کعبہ کا فرض ہے حالانکہ یہان مسجد الحرام فرمایا تو مراد کعبہ ہے الحاصل سفر مین مثل حضر کے استقبال کعبہ فرض ہے لیکن یہ فرائض مین اجماعی ہے اور سفر مین جانور سواری پر بہر طرف نفل پڑھنا یا خوف کی حالت یا ازدحام جنگ کی حالت کا حکم اس سے باحادیث مشہورہ مستثنی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا قولہ تعالی وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ اور یہی تیرے رب کیطرف سے حق ہے اور اللہ تعالے کچھ غافل نہین ہے جو کرتے ہین یا تم کرتے ہو ف انہ کی ضمیر بجانب تولی ہے جو فول کے ضمن مین مذکور ہے اور للحق مین لام تاکید ہے اور من ربک۔ یا تو حال ہے متعلق کائنا یا للحق الکائن من ربک صفت واقع ہے تعملون الخ یعنے تو سمجھ ہو جو تم کرتے ہو۔ اے ایمان والو پس تمکو بڑا ثواب دیگا اور بڑا ثواب ہمنے اسواسطے کہا کہ جملہ مین تاکید سخت ہے جو اس امر کا مظہر ہے کہ ثواب عظیم ہو جیسے یعملون بصیغہ غائب کی صورت مین معنی ہین کہ یہ جو منکر لوگ کرتے ہین یعنے انکار قبلہ و طعن اور حق چھپانا وغیرہ پس انکو عذاب سخت دیگا پھر فرمایا قولہ تعالے وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔ اور جہان تو نکلے تو اپنا منھ مسجد الحرام کے رخ متوجہ کر اور تم لوگ جہان ہو تو اپنے چہرون کو اسی کی جانب پھیرو ف جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے اسکو مکرر فرمایا

بلکہ تیسری مرتبہ حکم ہو پس علماے مفسرین نے اس تکرار کی حکمت سمجھنے وبیان کرنے مین اختلاف کیا ہو اگرچہ اسپر سب کا اتفاق ہو کہ قرآن مجید مین کوئی کلمہ
اس طرح مکرر نہین کہ اسکا فائدہ نہو اور بیان جو مکرر کا اطلاق کیا وہ مجازا بنظر ظاہری تکرار ہو تو بعض نے کہا چونکہ یہ پہلا نسخ تھا جو اسلام مین واقع ہوا جیسا کہ
ابن عباس وغیرہ سے صریح مذکور ہوچکا اور یہودی وغیرہ نسخ سے جاہل تھے اور سوائے ذکی عارف کے اسکے فوائد سے کم لوگ آگاہ ہوتے ہین پس فتنہ مین
پڑجاتے ہین اور شبہہ پڑجاتا ہو پس اسکو اول مرتبہ فرمایا تو بیجا یک دل مین خیالات اور دلہم کا اثر پڑا اور بھتیرے شبہہ مین پڑے سوائے انکے جنکو معرفت
حاصل ہوگئی تھی اور ہدایت الہی سے انکا یقین بجانب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حال خاص کے ساتھ پورا اور قلب سلیم انکو حاصل تھا پھر بیچ مین
وہ امور بیان فرمائے جنسے امر دین اور امر قبلہ کی سمجھ حاصل ہو اور اہل کتاب جو عناد سے بہکاتے تھے انکا فتنہ فرو ہوا اور ظاہر ہوجاوے کہ یہ حکم ازلی وتحقیقی اگلی
کتابون مین مذکور تھا پھر وہی حکم مکرر سہ کرر فرمایا تاکہ پے درپے ملنے سے جو خلجان ہو وہ بھی دور ہوجاوے۔ اور بیضاوی مین ہو کہ اللہ تعالے نے اس حکم کو مکرر
نہین فرمایا بلکہ ہر آیت کی علت الگ الگ ہو کیونکہ اللہ تعالے نے تحویل قبلہ کی یعنی بیت المقدس سے کعبہ کیطرف پھیر دینے کی تین علتین بیان
فرمائین ایک تو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پوری کرنے کو اسکی تکریم کے لیے چنانچہ فرمایا۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰہا پس علیہ
قول وجہک شطر المسجد الحرام الی آخرہ کی جیساکہ۔ قول کی فاء اسپر شاہد ہو اور دوم اپنی عادت پاک اسطرح جاری ہونے کو کہ ہر ملت والے کو ایک طرف استقبال
کرنے کا حکم دے چنانچہ فرمایا ولکل وجہۃ ہو مولیہا الخ پس مومنون کو کعبہ کیطرف اصلی استقبال کا حکم دیا اور اسپر اس بزرگ قبلہ کیطرف ہدایت کرنے کا پورا احسان
رکھا اور اسکے ضمن مین نسخ کو شروع کیا اور اسپر کمال آسانی کی اور غیب کی خبر دی کہ اگلی کتابون مین مذکور ہو چنانچہ فرمایا۔ فاستبقوا الخیرات
سوم مخالفون کی حجت دفع کرنے کو جیساکہ۔ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ۔ سے واضح ہو ہان بات اتنی ہو کہ اول دونون جگہ علت کو مقدم کیا اور تیسری
جگہ معلول کو مقدم کیا اور علت کو پیچھے بیان فرمایا جسکے بیان مین اعجاز نظم ظاہر ہو پھر ان تینون علتون کے بیان کے ساتھ ہر دفعہ اسکے معلول کو بھی ساتھ بیان
فرمادیا جیسے کہ ایک مدلول کے ساتھ چند دلائل ہوتے ہین اور ہر دلیل کے ساتھ اسکے مدلول کو اس غرض سے ساتھ بیان کردیتے ہین کہ سمجھنے مین خوب آوے اور ذہن
مین جم جاوے باوجود اسکے بیان تو یہ بات بھی پائی گئی کہ نسخ کے ساتھ ہو لونسخ سرسری نظر والون کے فتنہ وشبہہ مین پڑنے کی چیز ہے پس اور زیادہ لائق تھا
کہ ہر علت کے بیان کے ساتھ اسکے معلول کا ذکر مکرر کیا جاوے اور بار بار اعادہ کیا جاوے تاکہ دہشت والون کی وحشت دور ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ کلام بیضاوی
جو مین نے تنقیح کے ساتھ نقل کیا ہو کلام متین واچھا ہو اور اول توجیہ اس توجیہ کا جزو ہوگئی اور اسی کے قریب ہے جو ابن کثیر نے بعض سے نقل کی کہ ہر جگہ چونکہ اس کلام کو اپنے
ماقبل یا مابعد سے سیاق کی راہ سے ایک جدا تعلق تھا اسلیے بار بار فرمایا چنانچہ اول فرمایا قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰہا۔ تا قولہ وان الذین
اوتوا الکتاب لیعلمون انہ الحق من ربہم وما اللہ بغافل عما یعملون۔ پس اس مقام پر تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش قبول کرنے کی وجہ سے ذکر فرمایا اور حکم دیا کہ جس قبلہ
کیطرف توجہ کو محبوب رکھتے اور چاہتے ہو اس طرف توجہ کرو اور دوم فرمایا۔ ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام وانہ للحق من ربک وما اللہ بغافل عما تعملون
پس اس مقام پر ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے حق ہو اور پہلے مقام سے جو ظاہر تھا کہ وہ رسول صلعم کی مرضی کی موافقت سے تھا اسپر اور
ترقی ہوگئی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند ایسی خوب ہو کہ وہ اللہ تعالے کی پسند ورضا سے موافق ہوئی کہ اللہ تعالے نے بھی اسکو ازل سے پسند
کر دیا ہو اور سوم جو ذکر فرمایا اسمین حکمت قطع حجت مخالفان ہو کہ یہود اپنے قبلہ کیطرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کی حجت لاتے حالانکہ اپنی
کتابون کے ذکر سے جانتے تھے کہ رسول صلعم عنقریب کعبہ کیطرف پھیرے جاوینگے جو قبلہ ابراہیم ہو اور یونہی مشرکین عرب کی حجت قطع ہوئی کہ قبلہ
یہود سے آپ قبلہ ابراہیم کی طرف متوجہ ہوئے جنکی ملت پر ہونے کے مدعی تھے اور خود مشرکین عرب اس قبلہ کی تعظیم کرتے اور انکو حضرت صلعم کا یہ طرف
استقبال کرنا خوش معلوم ہوا پس اس قطع حجت کی حکمت بیان کرنے کے سیاق مین حکم کو ذکر کردیا قال المترجم یہ توجیہ خوب ہو خواہ بطریق بیان بیضاوی ہو

یا اس طرح سے ہو ولیکن فرق بعض الفاظ اس سے ظاہر ہوا کہ اول مین یون فرمایا۔ فول وجہک شطر المسجد الحرام اور دوم وسوم مین فرمایا۔ ومن حیث خرجت
فول وجہک الخ۔ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین یون توجیہ کی کہ اسکا نزول چند امر ان پر ہے پس اول اس شخص کے واسطے ہے جو کعبہ کے پاس
حاضر ہوا اور دوم اسکے واسطے جو کعبہ سے اوٹ مگر مکہ مین ہو اور سوم اسکے واسطے جو مکہ سے باہر ہو۔ اور قرطبی نے کہا کہ اول اس شخص کیواسطے جو مکہ مین ہو اور دوم
اس شخص کے واسطے جو دیگر شہرون مین ہو اور سوم اس شخص کے لیے جو سفر مین نکلا ہو اور قرطبی نے اسی توجیہ کو ترجیح دی ہے قال المترجم مجھے ان دونون
توجیہون مین تامل ہے اسلیے کہ اول کا نزول بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کعبہ کے واسطے ہوا بلکہ بعض روایت کے موافق نماز کی حالت مین
ہوا جیسا کہ اوپر گذرا اور اسمین کوئی خلاف نہین کہ آپ اسوقت مدینہ منورہ مین تھے پھر یہ توجیہ کیونکر ہو سکتی ہے اور مفسر سیوطی نے یہ اختیار کیا کہ اول تو حکم حضر بیان کرنیکے
لیے نازل ہوئی اگرچہ حضر وسفر دونون کو شامل عام ہے ولیکن تصریح نہ تھی پس دوسری مرتبہ حکم سفر بیان کرنے کیواسطے نازل ہوئی یعنی معلوم ہو جاوے کہ حکم سفر وحضر
یکسان ہے اور اسپر ایک قرینہ لفظ خرجت موجود ہے بلکہ صریح نص ہے اور حیث بیان ظرف مکان کیلیے ہے اور تیسری مرتبہ کے نزول کو مفسر نے تاکید پر محمول کیا اور
تاکید کی توجیہ کمالین مین یون مذکور ہے کہ تاکید کے لیے اسوجہ سے مکرر فرمایا کہ یہ اول نسخ ہے جو اسلام مین واقع ہوا تھا جیسا کہ ابن عباس وغیرہ نے تصریح فرمادیا ہے
اور نسخ مظنہ فتنہ وشبہہ ہے پس سزاوار ہے کہ بار بار اسکی تاکید کیجاوے اور پے در پے اسکا ذکر کیا جاوے۔ قال المترجم یہ توجیہ تتمہ تقریر سے بیان دی ہے اور وہان بیان ہے
لیکن یہان خوب چسپان نہین ہے کیونکہ یہ مفسر کا بیان ہے کہ یہ سفر کے بارہ مین اتری تا کہ حکم سفر وحضر یکسان ظاہر ہو جاوے۔ پھر ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام
وحیث ما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ۔ کو تاکید کے لیے مکرر فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ تکرار نسخ نہین بلکہ تکرار حکم سفر ہے پس اولی میرے نزدیک یہ ہے کہ قول مفسر کی یہ توجیہ کیجاوے
کہ دوسری بار جو تساوی حکم سفر وحضر کیواسطے۔ ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام وانہ للحق من ربک وما اللہ بغافل عما یعملون۔ فرمایا تھا اُس سے
صرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر مین بھی کعبہ کیطرف استقبال کا حکم صریح ثابت ہوتا تھا اور امت کیواسطے تصریح نہ تھی لیکن چونکہ امت والے قبلہ مین آپ کے
تابع تھے لہذا انکے واسطے بھی سفر وحضر کا حکم ضمنا یکسان ثابت تھا مگر تیسری بار تصریح کر کے اس امر کی تاکید کردی کہ امت والے استقبال قبلہ مین حضر وسفر
دونون مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہین بلکہ بیان علت سے عظیم فائدہ ہے کما سیاتی اور میرے اس بیان سے مفسر پر بھی یہ وارد نہین ہوتا کہ جیسے
اُنھون نے اول کو بیان حکم حضر پر اور دوم کو بیان حکم تساوی سفر وحضر پر محمول کیا ویسے سوم کو امت والون کیلیے تصریح حکم سفر پر کیون نہین محمول کیا الا انھی
پھر جاننا چاہیے کہ تمام توجیہات جو اس مقام پر مفسرین نے بیان کی ہین جنکو امام رازی نے اپنی چوڑی تقریر سے نقل کیا ہے ان سب مین بھی تین توجیہین عمدہ ہین
اور میرے نزدیک یہ سب توجیہین ایسی ہین کہ بجاے خود مکرر بیان فرمانے کی حکمت کے لیے کافی اور باہم منافی نہین ہین پس اولی یہ ہے کہ مکرر بیان کی حکمت کے لیے ان
سب کا مجموعہ ایک توجیہ بیان کیجاوے ولیکن اصل توجیہ یہ ہے جو مفسر نے بیان کی ہے اور اقتران معلول ببیان ہر علت وانقضاے سیاق ماقبل وما بعد ودفع وحشت
ببیان مکرر وغیرہ فوائد زوائد ہین اور اس بیان سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ اسکا نام تکرار رکھنا محض بنظر سرسری مجازا ہے کیونکہ یہان تکرار نہین ہے بالجملہ آپکے ساتھ مومنون
کو عموما حضر وسفر مین برابر استقبال قبلہ کا حکم فرما کر اسکی علت سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالے لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ
ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ تاکہ تم لوگون پر جاہلون کی کوئی
حجت نہ رہے سواے انہین سے ایسے جاہلون کے جنھون نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے پس تم اُنسے مت ڈرو اور مجھی سے خوف رکھو اور تاکہ مین تم پر اپنی نعمت
پوری کرون اور تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔ ف جاننا چاہیے کہ یہ فولوا وجوہکم کی تعلیل ہے یعنی تم لوگ جہان کہین ہو سفر وحضر مین اپنا منہ کعبہ کیطرف پھیرو تا
لوگون کی حجت تم پر ثابت نہو یعنی یہودی یا مشرک کی حجت تم پر نہ چلے پس نفی اسکی ہے کہ تم پر حجت نہ چلیگی یعنی ایسی حجت نہ ہوگی جو تم پر چل سکے اور حجت جاہلانہ کی نفی نہین ہے
قال العکبری لئلا یکون لام متعلق بمحذوف ہے ای فعلنا ذلک لئلا یکون ۔ اور حجت اسم یکون اور للناس اسکی خبر ہے اور علیکم در اصل صفت حجت ہے چونکہ مقدم کیگئی

تو بنابر حالیت کے منصوب ہو گئی اور یہ جائز نہیں کہ حجت کے متعلق ہوتا کہ یہ لازم نہ آوے کہ مصدر کا صلہ مصدر پر مقدم ہو گیا مترجم کہتا ہو کہ شاید مقدم
کرنے میں یہی حکمت ہو کہ موخر ہونے کی تقدیر پر متعلق حجت ہو سکتا تھا اور متعلق ہونے سے معنی فاسد کا وہم ہوتا ہو پس وہ دراصل صفت حجت ہو اور یہ حجت اس
طرح تھی کہ یہودی کہتے کہ ہمارے دین کا انکار کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ کا اتباع و استقبال کرتے ہیں یعنے پس استقبال کعبہ سے یہ حجت باقی نہ رہی اور مشرکین حجت لاتے
ہیں کہ ملت ابراہیم کے مدعی ہیں اور انکے قبلہ کا یعنے کعبہ کا استقبال نہیں کرتے ہیں اور بہر حال اس امر کو جاننا ہو کہ ان گمراہوں کی یہ حجت درحقیقت حجت نہ تھی یعنی
ایسی دلیل نہیں جس سے حق غالب ہو کیونکہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا بحکم الٰہی اگر ہو تو اس سے یہ کیونکر لازم ہوا کہ یہود کی کفریہ باتوں کی تصدیق کرے
حضرت عیسیٰ کا تحقیقی یہی قبلہ تھا حالانکہ انھیں یہود گمراہوں کی ہدایت کو آئے تھے اور علیٰ ہذا ملت ابراہیم کا اتباع یہی ہے مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرمانبردار
ہونے میں ہر جدھر متوجہ فرماوے اسی طرف بسر و چشم متوجہ ہو جاویں قبلہ تو اسکے حکم کی پابندی پر ہو اگر دن میں ہزار طرف متوجہ ہونے کا حکم دیتا تو اسلام یہی
کہ فوراً اسکے حکم پر متوجہ ہو جاوے اور یہی ملت ابراہیم ہی قبلہ ابراہیم کے اتباع کی امین کیا تھا ہی پس درحقیقت یہ حجت نہ تھی جیسا کہ مفسرین نے مجادلہ اسکی تفسیر کرکے اشارہ
کر دیا ہی لیکن چونکہ یہ لوگ اس ناسمجھی کی تقریر کو حجت کی جگہ پر لاتے تھے لہذا حجت فرمایا اور نیز بات یہ ہو کہ ان گمراہوں کے نزدیک تو یہ حجت ہی تھی لیس انکے اعتقاد
پر بھی اسکو دور کیا تاکہ اسے سمجھیں اور راہ پر آویں کہ مقصود اصلی ہدایت ہو اور شیخ ابن کثیر کی تقریر ہے فی الجملہ حجت کی صورت یہ نکلی ہو کہ للناس سے مراد اہل کتاب ہیں
پس وہ لوگ اپنی کتابوں سے جانتے تھے کہ امت محمدی کی صفت سے یہ ہوگا کہ وہ کعبہ کی طرف توجہ کیا کرینگے پس جب تک یہ بات نہوتی تو بسا اوقات وہ
مسلمانوں پر حجت لاتے کہ تم وہ لوگ نہیں ہو جو پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی امت ہونگے اسلیے کہ انکی تحقیقی صفت ہو کہ وہ کعبہ کیطرف توجہ کرینگے یا یوں کہ امت محمدی ہمارے
ساتھ قبلہ میں شریک نہونگے تم وہ لوگ نہیں ہو تو یہ حجت اصلی ہو اور وہ بھی منقطع ہو گئی۔ اور شیخ ابو العالیہ نے فرمایا کہ للناس سے مراد اہل کتاب مع مشرکین
عرب ہیں چنانچہ خانہ کعبہ کی طرف توجہ ہونے کے وقت اہل کتاب بولے کہ یہ پیغمبر اپنے باپ کے گھر اور قوم کے دین کی طرف مشتاق ہوا اور عرب والے کہنے لگے کہ
عنقریب ہمارے دین کی طرف رجوع کرینگے جیسا کہ ہمارے قبلہ کیطرف پھرے۔ شیخ ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند مجاہد و عطاء و ضحاک و ربیع بن انس و قتادہ و
سدی سے مروی ہو قال المترجم اس تفسیر سے ظاہر ہوا کہ حجت کا اطلاق محض مجادلہ کرنے و طعن وغیرہ پر ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وحاجہ قومہ یعنی ابراہیم
سے اسکی امت نے جھگڑے کی گفتگو کی۔ قال اتحاجونی فی اللہ وقد ہدان۔ بولا کیا تم مجھسے اللہ تعالیٰ میں جھگڑتے ہو حال یہ کہ اسنے مجھے راہ دی ہو۔ قال المترجم
بلکہ شاید محاجہ بھی مجادلہ عام ہو کہ جو ہر طرح روکنے و باز رکھنے کو شامل ہو اور معالم میں مذکور ہو کہ بعض نے کہا کہ۔ الا الذین۔ استثنا منقطع ہو یعنی لکن الذین
ظلموا یجادلونکم بالباطل۔ یعنے جو لوگ ظالم ہیں وہ تم سے باطل گفتگو کے ساتھ مجادلہ کرینگے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن۔ یعنی علم نہیں
لیکن ظن کی پیروی ہو ایسا ہی یہاں کہ حجت نہیں مگر مجادلہ باطل ہو قولہ تعالیٰ۔ فلا تخشوہم واخشونی۔ یعنے انکے طعنوں سے خوف نہ کرو کیونکہ اس سے
تمکو ضرر نہیں اور مجھی سے ڈرو کہ میرے حکم کے خلاف نہ کرو اور نیز میری فرمانبرداری سے رضامندی حاصل ہونے پر میں ہی حجت و نصرت پر قادر ہوں تمکو انپر
غالب کرونگا اور گویا یہ اشارہ ہو کہ اس قبلہ کا حج و طواف نہ حاصل ہونیکا خوف نہ کرو کیونکہ کعبہ اس وقت میں قریش کے سرکشوں کے قبضہ میں تھا پس اشارۃ
نصرت و غلبہ ہو۔ اور قولہ تعالیٰ لاتم نعمتی علیکم ولعلکم تہتدون۔ یہ عطف ہو لئلا یکون پر یعنے میں نے تمھارے لیے استقبال کعبہ جو شروع کیا تو اس لیے
کہ شریعت کو سب وجہ سے تمھارے لیے پورا کروں اور شاید کہ راجح صاحب کشاف کے نزدیک یہ ہو کہ مقدر پر عطف ہو گویا یوں ہو۔ واخشونی لاوفقکم
ولاتم نعمتی علیکم یعنے مجھی سے ڈرو تاکہ تمکو توفیق دوں اور تاکہ تمپر اپنی نعمت پوری کروں محی السنہ نے سعید بن جبیر سے نقل کیا کہ مسلمان پر نعمت پوری
نہیں ہوتی الا جب ہی کہ جنت میں داخل ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تمام نعمت یہ ہے کہ اسلام پر موت آوے قال المترجم اس اثر کو ترمذی کے
ہاتھ اسناد سے روایت کیا ہو یہ گویا تائید ہو مقدر پر عطف ہونے کی واللہ تعالیٰ اعلم و قولہ ولعلکم تہتدون۔ اے لکی تہتدوا الی ما ضلت عنہ الامم۔ یعنے تاکہ

تم پا جاؤ اسکو جس سے اور امت والے بھٹکے اور وہ کعبہ کی طرف استقبال ہے۔ اور لعل اور عسی کا لفظ اللہ تعالے کی طرف سے بمعنی تحقیق ہوتا ہے ذکرہ البغوی
اور اسمین اشارہ ہے کہ لعل دراصل علی ہے قولہ تعالے كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ ۔ جیسے بھیجا تم مین ایک رسول اعظم تمھین
مین سے بھیجا ف ۔ یہ تشبیہ کمال نعمت پوری کرنے مین ہے چنانچہ معالم مین مذکور ہے کہ یہ کاف تشبیہ بعض نے کہا کہ اپنے ماقبل کیطرف رجوع کرتا ہے اور معنے
یہ ہین ۔ لاتم نعمتی علیکم کما ارسلنا فیکم یعنی تاکہ تمپر اپنی نعمت کامل پوری کرون جیسے مین نے تم مین رسول بھیجا ۔ اور ابن جریر نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے دو
دعائین چاہی تھین ایک یہ کہ ۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک ۔ اور دوسری یہ کہ ۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم پس اللہ تعالے
نے یہ رسول بھیجا وہ کیسا بزرگ جسکے لیے دو پیغمبرون بزرگ نے دعا مانگی وہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور دوسری دعا کی قبولیت یہ ہے
طور کہ ابراہیم کی ذریات سے ایک گروہ کو مسلمان کردے تو فرمایا جیسے ابراہیم کی دعوت رسول بھیجنے کی پوری کی گوئی ہے ابراہیم کی دعا دوسری پوری کرون
کہ انکو اسکے دین کی ہدایت کرون اور انکو مسلمان بنادون اور اپنی نعمت تمپر اسطرح پوری کر دون کہ ملت حنفیہ ابراہیم کے شرائع تمھارے لیے بیان کر دون
اور مجاہد و عطاء و کلبی نے کہا کہ یہ اپنے مابعد سے متعلق ہے اور وہ قولہ تعالے ۔ فاذکرونی اذکرکم ۔ ہے اور معنی یہ ہین کہ ۔ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم فاذکرونی الآیۃ یعنی
جیسے مین نے تم مین ایک رسول تمھین مین کا بھیجکر انعام کیا پس شکر اتم مجھے یاد کرو قال المترجم اور یہی قول ابن عباس سے ظاہر ہوتا ہے اور عنقریب بیان ہوگا
اور بغوی نے کہا کہ یہ خطاب اہل مکہ و عرب کو ہے یعنی جیسے تم مین رسول تمھین سے بھیجا اے گروہ عرب قال المترجم و زمخشری کہ ... مختار ... ہے
سے منقول ہوا کہ لاتم سے متعلق ہے اور کہا ... مصدریہ ہے ... کارسالنا یعنی ۔ لاتم نعمتی علیکم ببیان الشرائع کارسالنا فیکم الرسول یعنی تاکہ تمپر اپنی نعمت
شرائع ملت حنفیہ بیان کرکے ویسی ہی پوری کر دون جیسے مین نے تم مین رسول موصوف بھیجا اور یہ اوصاف ایسے ہین کہ نعمت پوری کی ابتدا ہے یہ کہ نعمت کی تفسیر
بدعاے ابراہیم ہے جیسے ابن جریر نے کہا اور دعا کو نعمت سے تعبیر کیا کیونکہ ... کی دعا تھی وہ بڑی نعمت ہے اور رسولا کی تنوین تعظیم ہے اور تنکیرہ ... رکھا
کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھین ہین کیونکہ منکم کے معنی یہ ہین کہ تمھین مین سے ... صفت رسولا ہی کا منکم اور مابعد کے جملے صفات ہین یا حال ہین یعنی قولہ تعالے
يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا یعنی درحالیکہ وہ رسول معظم تمپر ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے ف ۔ جیسے توریت و انجیل مین اسکی صفت ذکر ہے کہ خاتم
النبیین کی زبان وحی شریعت ہوگی یا اس رسول معظم کی صفت یہ کہ وہ تمپر ہماری آیات تلاوت کرتا ۔ وَيُزَكِّيْكُمْ اور وہ تمکو پاک کرتا ہے ف ۔ نجاست
بت پرستی و کفر یہودیت و شرک نصرانیت سے پھر اعلے مراتب معرفت کیلیے پاک کرتا ہے وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور تمکو کتاب و حکمت
تعلیم کرتا ہے ف ۔ جس سے پاکیزگی ملتی ہے وہ قرآن و حدیث ہے بقول قتادہ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اور تمکو وہ چیز سکھلاتا ہے جو تم
نہین جانتے تھے ف ۔ کیونکہ معرفت حق بدون اس تعلیم کے ملنا غیر ممکن ہے حتی کہ اگر فرض کرو کہ کسیکو آفتاب مل جاوے تو یہ ممکن ہے لیکن معرفت بدون
اسکے ملنا غیر ممکن ہے اور یہ معرفت تمام دنیا و آخرت بلکہ ہزار اپنی جان سے بہتر ہے ۔ جاننا چاہیے کہ ان دونون آیتون سے عرب کی فضیلت ظاہر ہے لیکن
انہین سے وہ لوگ خارج ہونگے جو مسلمان نہ ہوے بقولہ تعالے ۔ لاینال عہدی الظالمین ۔ بلکہ وہ لوگ غیر عرب والون سے بھی بدتر ہونگے اگرچہ مسلمان نہون اسیلیے کہ نزول
نعمت اول انپر تھا جسکو انہون نے ... تعالے قولہ تعالی فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ تو تم یاد رکھو مجھکو مین یاد رکھون
تمکو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو فَاذْكُرُوْنِيْ یاد کرو مجھکو ف ۔ نماز سے اور تسبیح سے اور اسکے مانند باتون سے اَذْكُرْكُمْ مین تمھین یاد
رکھونگا ف ۔ بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ مین ثنا و ثواب دونگا و فی الحدیث عن اللہ من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی ومن ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء
خیر من ملائکہ ۔ اور حدیث مین اللہ تعالے عزوجل کا فرمان مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ جسنے مجھے یاد کیا اپنے جی مین تو مین بھی اسکو اپنے نفس مین یاد
کرتا ہون اور جسنے مجھے ایک جماعت مین یاد کیا تو مین بھی اسکو ایک جماعت مین جو اسکی جماعت سے اچھی ہے یاد کرتا ہون (الصحیحین)

شکر — کفر — ذکر

وَاشْكُرُوا لِي - اور میرا شکر کرو ف یعنے شکر کرو میری نعمت کا اسطرح کہ میری فرمانبرداری کرو گے۔ وَلَا تَكْفُرُونِ - اور میری ناشکری مت کرو ف یعنے ناشکری نہ کرو میری اسطرح کہ نافرمانی کرو یہ تین آیتین جنکا خاتمہ یہ آیت ہے اُن لوگون کے لیے جو مقام ذکر وشکر و تفکر مین ہین خواہ ابتدا مین ہون یا اس مقام کے انتہا مین بہت نعمت ہین چنانچہ اکابر کے بیان کو فی الجملہ مین ذکر کرتا ہون اس سے طالبان حق انشاء اللہ تعالے نفع پاوینگے پس اول اسکی تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون - اوپر بیان ہوا کہ بعض کے نزدیک قوله تعالے - كما ارسلنا فيكم مین کاف تشبیہ متعلق ما بعد اسے فاذکرونی ہو وقال العکبری محققین کی ایک جماعت نے کہا کہ تقدیر عبارت یون ہو - فاذکرونی کما ارسلنا - پس بنا برین کما ارسلنا منصوب ہوگا او صفت ذکر واقع ہوگا اسے فاذکرونی ذکرا مثل ارسالی اور فا ر فاذکرونی ایسے تعلق سے مانع نہوگی جیسا کہ باب شرط سے مانع نہین ہوتی ہو اور ما مصدریہ ہے قال ابن کثیر اسمین اللہ تعالے اپنے بندگان مومنین کو وہ نعمتین یاد دلاتا ہو جو اُنپر انعام فرمائی ہین جنمین سے بڑی یہ نعمت ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کر کے مبعوث فرمایا کہ اُنپر اللہ تعالی کی کھلی آیات روشن پڑھتے ہین اور پاک کرتے ہین انکو اخلاق رذیلہ اور نفسون کے میل کچیل اور زمانہ جاہلیت کے افعال سے اور انکو کفر وجہالت کے اندھیرے سے ایمان وہدایت کی روشنی مین نکالے لاتے ہین اور سکھاتے ہین انکو کتاب کہ وہ قرآن ہو اور حکمت کہ وہ سنت ہو اور سکھاتے ہین انکو وہ باتین جو نجانتے تھے پس زمانہ جاہلیت مین وہ جاہل سفیہ تھے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ایسے اولیاء اللہ ہوئے کہ تمام دنیا کے لوگون سے باعتبار علم کے بہت عمیق اور باعتبار درستی قلب کے سب سے بہتر اور تکلف مین بہت قلیل یعنے بناوٹ سے کچھ نہین بلکہ اصلی حالت ایسی ہی ہوگئی اور زبان کے بہت سچے چنانچہ اور جگہ اللہ تعالے نے فرمایا - ولقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم الآیہ - اور جن لوگون نے اس نعمت کی قدر نہین پہچانی انکی مذمت مین فرمایا - الم تر الی الذین بدلوا نعمة اللہ کفرا واحلوا قومہم دار البوار جہنم یصلونہا وبئس المصیر کیا تونے نہ دیکھا ان لوگونکو جنھون بدل ڈالا اللہ تعالی کی نعمت کو ناشکری سے اور لا ڈالا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم مین کہ اسمین پہونچینگے اور یہ جا پڑنے کی بُری جگہ ہو - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نعمة اللہ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین لہذا اللہ تعالے نے مومنون کو اس نعمت کے اقرار کرنے پر مندوب کیا اور ارشاد فرمایا کہ اس نعمت کے مقابلہ مین ذکر وشکر کرین اور فرمایا - فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون - اور مجاہدؒ نے تفسیر قولہ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم مین کہا کہ فرماتا ہو کہ جیسے مین نے یہ کیا پس تم مجھے یاد کرو - وفی البیضاوی فاذکرونی - بالطاعة اذکرکم بالثواب یعنے بندے کا اللہ تعالے کو یاد کرنا بطاعت ہو اور اللہ تعالی کا بندے کو یاد کرنا یہ ہو کہ اسکو ثواب عطا فرماوے اور تفسیر کبیر وغیرہ مین ہو کہ ذکر کبھی زبان سے ہوتا ہو مانند تسبیح وتحمید وغیرہ اذکار ماثورہ کے اور کبھی قلب سے ہوتا ہو اور وہ فکر کرنا اللہ تعالی کی وحدانیت مین اور اسکی عجائب صنعت ودلائل قدرت مین - اور کبھی جوارح سے ہوتا ہو اور وہ مستغرق ہونا اُن کامون مین جنکا حکم دیا گیا ہو مثل نماز وغیرہ تمام طاعات کے جنمین جوارح کو دخل ہو - اور تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ حسن بصریؒ نے اسکی تفسیر مین کہا فاذکرونی - یاد کرو مجھے ان باتون کے بجا لانے سے جو مین نے تمپر فرض کی ہین - اذکرکم - مین یاد کرونگا تمکو وہ چیز دینے سے جو مین نے تمھارے لیے اپنے اوپر واجب کر لی ہو - اور سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ فاذکرونی اذکرکم مین مجازات کے معنی ہین اور کہا کہ - فاذکرونی - یاد کرو مجھے میری طاعت کے ساتھ یاد کرونگا مین تمکو اپنی مغفرت کے ساتھ اور ایک روایت مین ہو اپنی رحمت کے ساتھ - اور ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر مین مذکور ہو کہ اُنھون نے بیان کیا کہ اللہ تعالی کا تمکو یاد کرنا بہت عظیم ہو بہ نسبت تمھارے اللہ تعالے کو یاد کرنے کے - مترجم کہتا ہو کہ ان اقوال سے مجازات کے معنے تو ثابت ہوتے ہین یعنے تم مجھے یاد کرو مین تمکو جزا و بدلا و ثواب دونگا مگر ہمارے مفسر کے نزدیک کسی قدر یہ تاویل دبی ہوئی ہو اور شاید وجہ یہ ہو کہ کثرت سے احادیث مین اللہ تعالے کا بندے کو ذکر کرنا وارد ہوا ہو اور ذکر مین جو زبان وغیرہ کی شرط ہو وہ اُس ذکر کے لیے ہو جو بندہ کرتا ہو اور اللہ تعالے کا ذکر کرنا بندے کو وہی خوب جانتا ہو کہ وہ کیونکر ہو لہذا یہ تاویلین جو مذکور ہوئین اگرچہ تفسیر مین ولیکن چہ قطع وجزم کر لینا کہ واذکرکم - سے یہی مراد ہو نہین چاہیے بلکہ یہ ایمان لانا چاہیے کہ اللہ تعالے بندے کو یاد فرماتا ہو اگرچہ اسکی کیفیت نہین معلوم

جیساکہ آیات صفات مین ہو اور منجملہ احادیث کے جو اللہ تعالےٰ کے بندے کو ذکر کرنے مین آئی ہین ایک وہ جو مفسر رحمہ اللہ نے لکھی اور دوسری روایت بخاری مین و مسند امام احمد وغیرہ مین قتادہ عن انس سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قال اللہ عزوجل یا ابن آدم ان ذکرتنی فی نفسک ذکرتک فی نفسی وان ذکرتنی فی ملاء ذکرتک فی ملاء من الملائکۃ او قال فی ملاء خیر منہ وان دنوت منی شبراً دنوت منک ذراعا وان دنوت منی ذراعا دنوت منک باعا وان اتیتنی تمشی اتیتک ہرولۃ۔ اور بغوی کی روایت مین عن الحسن عن انس زیادہ ہو۔ وان ہرولت الی سعیت الیک وان سالتنی اعطیتک وان لم تسالنی غضبت علیک۔ اور ایک روایت بغوی من طریق البخاری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالےٰ۔ انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ۔ پھر آخر تک مثل حدیث قتادہ عن انس روایت کی اور بغوی نے ابوہریرہ سے روایت کی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عزوجل انا مع عبدی ما ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ اخرجہ البخاری ومسلم اور بخاری کی روایت قتادہ مین ہو کہ قتادہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بہت قریب ہے بندہ سے اپنی رحمت کے ساتھ قال المترجم یعنے اللہ تعالےٰ کی قربت یعنی رحمت آلٰہی کی قربت ہو اور حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مثال اُس شخص کی جو یاد کرتا ہو اپنے پروردگار کو اور جو نہین یاد کرتا ایسی ہو جیسے زندہ اور مردہ اخرجہ البخاری ومسلم اور عبداللہ بن بشر مازنی سے روایت ہو کہ ایک اعرابی آیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کون عمل سب مین افضل ہو تو فرمایا کہ تو دنیا چھوڑے ایسے حال مین کہ تیری زبان اللہ تعالےٰ کی یاد سے تر ہو۔ اور ابن ابی حاتم نے مکحول سے روایت کی کہ مین نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہین کہ ناحق قاتل نفس اور شراب خوار و چور و زناکار یاد کرے اللہ تعالےٰ کو اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فاذکرونی اذکرکم۔ تو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ جب ایسا شخص اللہ تعالےٰ کا ذکر کرے تو اللہ تعالےٰ اسکو اپنی لعنت سے یاد کرتا ہو یہانتک کہ یہ شخص چپ ہووے۔ قال المترجم یہ محمول ہو کہ ایسے مرتکب گناہ دینے حالت گناہ مین اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا تو مستوجب لعنت ہوا اور سپر اتفاق ہو کہ مثلاً شراب پیتے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا کفر ہو اگر عمداً ہو۔ قولہ واشکروا لی ولا تکفرون۔ الحمد کی تفسیر مین شکر کی تفصیل گذر چکی اور فراء نے کہا شکرتک و شکرت لک۔ ایک ہی ہو اور ابن عطیہ نے کہا کہ دوم یعنے استعمال بلام افصح زیادہ ہو اور شکر پہچاننا احسان کا اور بیان کرنا اور تفسیر ابن کثیر مین زید بن اسلم سے روایت ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار مین تیرا شکر کیونکر کرون تو پروردگار تعالےٰ نے موسیٰ کو کہا کہ تو مجھے یاد کر اور نہ بھول پس جب تو نے مجھے یاد کیا تو تو نے شکر کیا اور جب تو مجھے بھولا تو تو نے کفر کیا یعنے ناشکری کی اور حسن بصری و ابوالعالیہ وسدی وربیع بن انس نے فرمایا کہ البتہ اللہ تعالےٰ یاد کرتا ہو اسکو جو اللہ تعالےٰ کو یاد کرے اور نعمت بڑھا دیتا ہو پھر جو اسکا شکر کرے اور عذاب دیتا ہو اسکو جو اسکے ساتھ کفر کرے اور بعض سلف سے فی قولہ تعالےٰ۔ اتقوا اللہ حق تقاتہ۔ مروی ہو کہ یہ تقویٰ اسطرح ہو کہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرے پس اسکی نافرمانی نہ کرے اور اللہ تعالےٰ کو یاد کرے پھر نہ بھولے اور اسکا شکر کرے پس کفران نعمت نہ کرے۔ قال المترجم حسن بصری وابوالعالیہ وغیرہ سے جو قول روایت کیا وہ ماخوذ ہو من قولہ تعالےٰ واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ اور ابورجاء العطاردی سے روایت ہو کہ ہم لوگ منتظر تھے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نکلے اس حالت سے کہ انپر خز کی ایک مطرف تھی جو ہمنے اس سے پہلے انکے بدن پر نہین دیکھی اور نہ اسکے بعد دیکھی پس فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص پر اللہ تعالےٰ نے اپنی نعمت سے انعام کیا تو اللہ تعالےٰ اس امر کو دوست رکھتا ہو کہ اپنے بندہ پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے اخرجہ الامام احمد مترجم کہتا ہو کہ نعمت آلٰہی کے اظہار کی غرض سے عمدہ پوشاک جو شرعاً مباح ہو پہننا مستحب ہو لیکن اسی وقت تک کہ اسکی محبت دل مین سماوے اور نہ عجب و فخر اور نہ اسکے لیے کوشش کرنی ہو یہ تکلف ہو اور نہ روا نہین ہو فافہم اور پوشیدہ نہین کہ ذکر کے باب مین احادیث بہت ہین اور حدیث صحیح مین یہ مضمون ہو کہ بھلا وہ شخص ہو جسنے تنہائی مین اللہ تعالےٰ کو یاد کیا پس اسکی آنکھون سے آنسو جاری ہوئے اور ذکر کے اقسام و انواع موافق حالات ذکر کرنے والے کے متفاوت ہین ف۔ شیخ نے عرائس مین بیان کیا فی حقائق قولہ تعالےٰ۔ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ○ یاد کرو مجھے زبان

اسرار سے مین تمھین اسطرح یاد کرونگا کہ اپنے انوار سے کشف کرونگا اور خالص بندگی کرنے سے میرا شکر کرو اور اپنی معرفت سے میری جناب مین کفر نہ کرو
قال المترجم یعنے زعم نہ کرو کہ مین نے معرفت حاصل کی اسلیے کہ جو شخص جانتا کہ مین نے پہچانا وہ جاہل ہے مجھے یاد کرو اسطرح کہ خلق سے اعراض کرو مین تمھین
یاد کرونگا اسطرح کہ درمیان سے دوری اٹھادونگا اور شکر کرو میرا بدل اشباح اور نہ کفر کرو مجھسے بتعذیب ارواح قال المترجم ببذل اشباح یعنے تن بدن
کو میری طاعات و عبادات مین خرچ کرو اور ارواح کو عذاب مین ڈالکر میری نعمت کی ناشکری و کفر نہ کرو اور یہ اس بنا پر ہے کہ تن کا پالنا روح کا مارنا ہے
پس جسنے اپنے تن کو پالا اور ناز و نعمت مین رکھا اسکو عبادات و طاعات کی مشقت مین نہ ڈالا اسنے جیون جیون تن پروری کی روز بروز روح کو مارا
اور عذاب دیتا گیا یا یہ مراد ہے کہ جو تن پروری مین رہا اور خدا سے غافل رہا اسنے عاقبت مین اپنی روح کو عذاب مین ڈالا لیکن اول اسمین یہ بحث ہے
بات کہ اسمین کفران نعمت کیونکر ہے تو بات یہ ہے کہ آدمی کا بدن و حیات وسیلہ طاعات و تحصیل کمالات ہے اسکے حواس کو بجائے خود رکھکر اس سے روح کے
کمالات بتدریج ظاہر کیے جاتے ہین جیسے جیسے یہ بتدریج کامل ہوتا ہے ویسے ویسے روح درجہ بدرجہ اپنے کمالات سے متصف و ظاہر ہوتی ہے اور
ہر چیز مین متعلقات بدن کی ایک کیفیت ہے کہ اسکا زوال بھی باعث زوال و نقصان کمال روح ہے لہذا اسلام مین رہبانیت منع ہے اور نکاح سنت و کھانے پینے کے
لیے بغرض تحصیل عبادات و قوت تن کمائی کرنا بھی عبادت ہے اور غذا اسقدر کہ بدن کو عبادت پر قوت دے ثواب ہے اور نہ کھانا پینا اور پورا روزہ رکھنا
جس سے حواس مختل ہون یا آدمی ہلاک ہو حرام ہے اور جسنے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و آیات کتاب مجید مین نیک نظر کی وہ ان مدارج کو خوب جانتا ہے
پس جسنے بدن سے یہ کام نہ لیا اور روح کو کمال تک نہ پہونچایا بلکہ برعکس کیا تو ظلم کیا حالانکہ شکر منعم واجب تھا پس ناشکری کی اور امام غزالی نے احیاء
مین ہر چیز و بدن کے کام اور انکے صرف کا طریقہ مفصل بیان کیا ہے فارجع الیہ - اور نیز یاد کرو تم مجھے زمانہ غفلت مین یاد کرونگا مین تمکو اپنی رحمت نازل
کرنے کے ساتھ اور شکر کرو میرا اسطرح کہ تمھارا مقصد یہی رہے کہ اللہ تعالی کی نزدیکی و رضامندی حاصل کرین اور مجھسے کفر نہ کرو اسطرح کہ بشریت کی برائیان
عمل مین لاؤ قال المترجم زمانہ غفلت سے مراد وہ وقت ہے جسوقت عادت کے موافق انسان کو غفلت ہوتی ہے مثلا عالم شباب یا جوانی یا ہر روز رات کو
وقت کہ نیند کے مزے مین غرق ہوتا ہے اور بشریت کی برائیان یہ ہین کہ بشر جو عقل و شہوت سے مرکب ہے اسمین شہوت کی خواہشین پوری کرے جو سراسر
گناہ ہین اور عقل کی موافقت بالکل لحاظ نہ رکھے یا اس طرح لحاظ رکھے کہ وہ مثل نہ لحاظ رکھنے کی ہے فافہم اور نیز یاد کرو مجھکو ساتھ دیکھنے میری یاد کے اپنے کو
ازل مین قبل اسکے کہ تم میری یاد کرو تو یاد کرونگا مین اپنے آپ کو تمھارے لیے ایسے ذکر سے جو میرے لیے لائق ہو اسلیے کہ تمکو یہ طاقت نہین ہے کہ تم مجھے میری
حقیقت ذات و صفات سے یاد کر سکو اور کیونکر حادث چیز جسمین حدوث کی صفت ہے وہ صفات قدیم کو ذکر کر سکتی ہے حال یہ ہے کہ زبانین اسکی تعریف سے
گونگی ہین اور آنکھین اسکے جمال کو پانے سے پتھرائی ہوئی ہین اور اسرار قلبی اسکی عظمت کی کنہ کو پہونچنے سے فانی ہین - اور میرا شکر یون کرو کہ شکر ادا کرنے کی
عاجزی کا اقرار کرو اور میرے ساتھ یون کفر نہ کرو کہ اپنے مجھے یاد کرنے کو دیکھو اسلیے کہ میرا یاد کرنا تم پر واجب ہے مگر تمھارا یہ دیکھنا کہ تمنے مجھے یاد کرلیا یہ کفر خفی ہے
واسطی نے فرمایا کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ ذکر سے اعراض کرے اور اسکو بھول جاوے اور جسکو ذکر کیا ہے اسکے ساتھ قائم ہو قال المترجم یہ مطلب نہین ہے کہ ذکر
چھوڑ دے کہ یہ تو سخت گناہ ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر دم کے ذکر کو یہ کبھی نہ سمجھے کہ دریافت فطرۃ بھی ادا ہوا پس ایسے ذکر کا وجود ہی کیا ہوا لہذا حقیقت ذکر الہی چھوڑ
بیان ہے سبب مجاز بھی دریافت فطرۃ نہین ہے تو عاجزی کے ساتھ اس ذکر کا عذر بیان کرے اور جسکا ذکر کیا ہے حق عز و جل پر نظر رکھے کہ اسیکا کرم امیدگاہ ہے
بعضے عراقیون نے فرمایا کہ قولہ فاذکرونی اذکرکم - ظاہر و سر دونون کا مظاہر بھی وہی حق عز و جل کی طرف سے باعث ہوتا ہے اور یہان اسکا ذکر کرنا تمکو بھی
باعث ہے اگر وہ مجھے ذکر نہ فرماتا تو تجھے کبھی اسکے یاد کی توفیق نہ ہوتی - اور بعض نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ یاد کرو مجھے اپنی کوشش و طاقت
بھر تاکہ مین اپنے آپکو خود یاد کرنے کو تمھارے ذکر مین ملادون پس تمھارے لیے ذکر کا ثبوت ہو اور اہل حق حقیقت ذکر اسکو کہتے ہین کہ ذکر کرنے والا

ہر چیز کو سواے اسکے جسکا ذکر کرتا ہو بھول جاوے حتی کہ ذکر کو بھی تا کہ جسکا ذکر کرتا ہو اسمین مستغرق ہو پس اسکے تمام اوقات سب ہی ذکر ہو جا دین اور یہ شعر پڑھا ؎ لا لانی انساک اکثر ذکراک ✽ ولکن بذاک یجری اسانتا ✽ یعنی نہین ہو کہ تجھے بھول کر بہت تجھے یاد رکھتا ہون ولیکن بات یہ ہے کہ اسپر میری زبان خود بخود چلی جاتی ہو۔ اور بعضے بغدادیون نے فرمایا کہ ذکر ایک عذاب ہو اسلیئے کہ یہ غفلت کا راندنا ہو اور جب تک غفلت نہو تو ذکر کے معنی کیا ہونگے قال المترجم مطلب یہ ہو کہ اہل غفلت کے اندر جو غفلت ہو اسکے لیے عذاب یعنے موجود ہونے اور بے جگہ چلے آنے کی سزا یہ ذکر ہو کہ جب ذکر کام مین لایا گیا تو غفلت اسکے جاری ہوتے سے بھاگ گئی اور یہ مطلب نہین ہو کہ آدمی کے واسطے ذکر ایک عذاب ہو فافہم اور اہل خراسان مین سے بعضے متاخرین نے فرمایا کہ کیسے ذکر کیا جا سکتا ہو حق عزوجل ایسی عقلون کے ذکر سے جو بنائی ہوئی ہین اور ایسے اوہام جو مطبوع ہین اور کیسے ذکر کیا جائیگا زمانہ کے ساتھ وہ پاک و بے مانند جو زمانہ سے پہلے تھا اس شان سے جسپر وہ اب بھی ہو اسواسطے کہ حق عزوجل ہر مذکور سے پہلے ہو اور بعض نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ مجھے ہمیشہ برابر یاد کرو تاکہ میرے ساتھ تمھارے دل مطمئن ہون کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہو۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یعنے آگاہ رہو کہ اللہ تعالے کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہین۔ اور بعضون نے کہا کہ پورا ذکر جب ہو کہ مذکور کا تجھے یاد کرنا تیرے لیے ہمیشہ یاد کرنے کے ساتھ شاہد ہو کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہو۔ فاذکرونی اذکرکم۔ قال المترجم یعنے اللہ تعالے نے جب یہ فرمایا کہ تم مجھے یاد کرو مین تمھین یاد کرونگا تو تیرے ہمیشہ یاد کرنے کے ساتھ گواہی حق عزوجل کی تجھے یاد کرنے کو پورا کرتی ہو اور شاید یہ معنی ہون کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ تم مجھے یاد کرو مین تمھین یاد کرونگا تو تیرے دوام ذکر حق عزوجل کا تیرے ذکر کے لیے شاہد ہونا ہی تیرے ذکر کو پورا کرتا ہو یعنے تیرا ذکر اس سے ذکر ہو سکتا ہے اگرچہ خالی تیری طرف منسوب ہونے سے تو وہ کچھ بھی نہین ہو واللہ تعالے اعلم۔ شیخ ابن عطاؒ نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ تم مجھے یاد کرو اس شان کی حیثیت سے کہ مین ہون مین تمکو یاد کرونگا اس شان کی حیثیت سے کہ مین ہون اور تم مجھے اس مقام کی راہ سے کہ تم ہو یاد نہ کرو کہ جسکا نتیجہ یہ ہو کہ تمھارا یاد کرنا مجھسے پرے ہی منقطع ہو جائیگا قال المترجم شاید مراد یہ ہو کہ یون کہو۔ انت کما اثنیت علی نفسک۔ تو ویسا ہی جیسا تو نے خود اپنا وصف بیان کیا ہو اور لا الٰہ الا اللہ و دیگر اذکار مرویہ ماثورہ اسی قبیل سے ہین اور اپنی رسائی عقل سے جو وصف بیان کروگے وہ کبھی اس شان بے مانند کے لائق نہوگا پس بالکل نہ پہونچیگا اور دور ہی قطع ہو جائیگا واللہ اعلم۔ اور بعضون نے کہا کہ تم مجھے یاد کرو میری توحید کے ساتھ مین تمھین یاد کرونگا اپنی بقاء و بدار عطا کرنے کے ساتھ اور تم مجھے یاد کرو میری بندگی کرنے سے مین تمھین یاد کرونگا درجات عطا کرنے سے اور تم مجھے یاد کرو توبہ کرنے کے ساتھ مین تمھین یاد کرونگا محبت اور تم مجھے یاد کرو نعمت نے مین تمھین یاد کرونگا اس نعمت کے بڑھا دینے سے۔ اور تم مجھے یاد کرو اپنی خوشی کی حالتون مین مین تمھین یاد رکھونگا تمھاری سختی کی حالتون مین۔ اور بعضون نے فرمایا کہ یاد کرنے والون کے کئی مرتبہ ہین چنانچہ ایک تو ایسے لوگ ہین کہ انھون نے اللہ تعالے کو اپنی بولتی زبانون اور عارف دلون سے یاد کیا ہیانتک کہ یاد کرنے کی حلاوت انکو حاصل ہوئی اور ایک قوم وہ ہین جنھون نے اللہ تعالے کو خالص نیت کے کامون اور پسندیدہ طاعتون سے یاد کیا حتے کہ اپنے آپکو بھول گئے اسلیے کہ وے وہان پہونچ گئے جہان انکے دل اڑکر پہونچے اور ایک قوم وہ ہین جنھون نے اللہ تعالے کو اپنے حالات کے ساتھ ذکر کیا ہیانتک کہ وہ حیا کے سمندر مین جا پڑے کیونکہ انکی نظر اس ذکر پر پڑی جو انکے سوالے نے انکو ازل مین یاد فرمایا تھا اور انھون نے اسکے ذکر کو اپنے او پر ابد تک باقی دیکھا پس انھون نے اپنے ذکر کے دونون طرف دو بڑے ذکر عظیم دیکھے پس شرم سے پانی پانی ہو گئے پس اپنا ذکر انکے نزدیک ہوائی ہو گیا قال المترجم اہل عرفان کے مقامات و حالات مختلف کے موافق انکے ذکر کے درجات بھی مختلف ہین کبھی زبان سے کبھی دل سے کبھی سر سے کبھی سر السر سے مطابق درجات روح کے اور اکثر اکابر نے تصریح کر دی کہ بسا اوقات کہ زبان و دل کو اس سے خبر نہین ہوتی اور ایسا ذکر کہ ذاکر کو اس سے آگاہی نہین ہوتی اور یہ ایسا امر ہو کہ خاموش اپنے دل یا د سے سب بر قیاس

کرسکتا ہو ورنہ واصل تو عارف ہو فافہم واللہ اعلم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ

اے ایمان والو قوت پکڑو ثابت رہنے سے اور نماز سے بیشک اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں کے اور نہ کہو جو کوئی

يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝

مارڈالا جاوے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں

جب اللہ تعالیٰ نے ذکر و شکر کا حکم فرمایا تو بمقتضائے لطف وصبر کے خصلت استعانت کے لیے ارشاد کیا بقولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ اے ایمان والو مدد چاہو صبر و نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے صرف صلوٰۃ کی طرف ہدایت کی کہ وہ جامع ذکر و شکر وصبر و خصائل خیر ہے۔ اور ابن کثیر نے کہا کہ اسلیے کہ بندہ یا تو نعمت کی حالت میں ہوگا پس اسپر شکر کریگا یا تنگی میں ہوگا پس اسپر صبر کریگا چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایماندار کا حال خوب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے لیے کوئی بات جاری نہیں فرماتا مگر اسمیں اسکے لیے بہتری ہی ہوتی ہے پس اسکو خوشی پہونچے اور اسنے شکر کیا تو اسکو ثواب ملا اور اگر برائی پہونچی پس اسنے صبر کیا تو اسکو ثواب ملا اور اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر کر دیا کہ مصائب و تکالیف برداشت کر جانے کے لیے سب سے عمدہ صبر و صلوٰۃ کا اختیار کرنا ہے جیسا کہ اوپر بھی گذرا قولہ تعالیٰ۔ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔ اور حدیث میں بھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر ناگوار پیش آتا تو نماز کی طرف مبادرت فرماتے تھے اور صبر دو ہیں ایک تو حرام اور گناہ کی چیزیں ترک کرنے پر صبر کرنا اور دوسرا صبر طاعتوں اور قربتوں پر ہے اور یہ دوسرا ہی زیادہ ثواب کا ہے اسواسطے کہ یہی چیزیں مقصود ہیں اور رہا تیسرا صبر یعنے مصیبتوں و سانحوں پر صبر کرنا سو وہ بھی واجب ہے اور عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ صبر دو باب میں ہے ایک صبر کرنا اللہ تعالیٰ کے واسطے ان امور کے ساتھ جنکو وہ پسند فرماتا ہے پس ان امور کی درستی میں قوی ہے اگرچہ نفس و بدن پر یہ گراں گذرے اور دوم صبر کرنا اللہ تعالیٰ کے واسطے ان امور کے ترک میں جنکو وہ مکروہ فرماتا ہے اگرچہ نفسانی خواہشیں ان امور کی طرف کھینچیں پس جو شخص اسطرح دونوں صبروں پر قائم ہو وہ البتہ صابروں میں سے ہے جنکا انجام سلامتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اور علی بن الحسین یعنے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سب اگلوں و پچھلوں کو جمع کریگا تو ایک پکارنے والا آواز دیگا کہ صبر والے لوگ کہاں ہیں تاکہ وے جنت میں حساب سے پہلے داخل ہوں فرمایا کہ پھر آدمیوں میں سے کچھ گردنیں اٹھینگی پس فرشتے انسے ملینگے اور کہینگے کہ کہاں جاتے ہو اے بنی آدم پس یہ لوگ جواب دینگے کہ جنت کو تو بولینگے کہ حساب سے پہلے ہی تو کہیں گے کہ ہاں تو فرشتے کہیں گے کہ تم ہو کون تو جواب دینگے کہ ہم صابر لوگ ہیں تو کہیں گے کہ تمہارا صبر کیا تھا تو جواب دینگے کہ ہمنے اللہ تعالیٰ کی بندگی بجا لانے پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی معصیت چھوڑنے پر صبر رہا یہانتک کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے وفات دی تو فرشتے کہینگے کہ تم ایسے ہو جیسا کہتے ہو جنت میں داخل ہو یہ جنت کا مقام ایسے کام کرنے والوں کا اچھا ثواب ہے قال ابن کثیر اس کلام امام زین العابدینؑ کے واسطے شاہد ہے قول اللہ تعالیٰ کا۔ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب۔ یعنے یہی بات ہے کہ بھرپور دیے جاوینگے صبر والے اپنی اجرت بغیر حساب کے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ صبر یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو پہونچا مانند دکھ وغیرہ کے اسکو اللہ تعالیٰ کے واسطے اٹھاوے اور اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے ثواب کی امید رکھے اور کبھی آدمی باوجود کرارے ہونے کے گھبراجاتا ہے کہ سواے صبر کے کوئی چارہ نہیں دیکھتا۔ قال المترجم علماء نے کہا کہ صبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے نفس کو ان چیزوں پر روکے رہے جو نفس پر گراں گذرتی ہیں خواہ وہ طاعات و عبادات کی مشقت میں ہو یا ممنوع چیزوں سے نفس کی خواہشوں کے روکنے میں ہو یا مرکا اکراہ و اقاربت تلف اموال وغیرہ مصیبتوں میں ہو۔ اور جزع و فزع سے باز رہے۔ اور حدیث میں ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ایک قبر پر زاری کرتے دیکھا تو فرمایا کہ صبر کر اسنے نہ پہچانا اور کہا کہ اپنا راستہ لے کہ تجھ پر مصیبت ہو پھر جب اس سے کہا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آپکو نہ پہچانا میں اب صبر کرتی ہوں تو فرمایا کہ صبر پہلے وقت تھا یعنے اب ثواب صبر کچھ نہیں ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ مصیبت چاہنا مکروہ ہے کیونکہ وہ محل امتحان ہے جسمیں ہر ایسے ویسے کے حق میں خوف فتنہ ہے اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے دعا میں صبر مانگا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ اے شخص تو اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کر کہ تو نے اس سے مصیبت مانگی ہے پس آدمی ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرے اور اگر مقدر سے اسکو مصیبت پہونچے تو تقدیر اللہ عز وجل جانکر اسپر مضبوطی سے صبر کرے اور تحقیق فرمایا ان اللہ مع الصابرین۔ پس اپنی مصیبت میں صبر کرنے والوں کے لیے تسکین ہے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو یعنے اسکے حال کے ساتھ مدد و نصرت الٰہی شامل ہو وہ کسی سختی سے نہ گھبرائیگا اگرچہ پہاڑ کے مانند ہو اور یہ معیت یعنے مدد و نصرت الٰہی شامل حال ہونا متقیوں و نیکوکاروں و صابروں کے ساتھ مخصوص ہے اور علم و قدرت سے ساتھ ہونا تو ہر نیک و بد کے حق میں عام ہے جیسے اللہ تعالیٰ نیکوں کے ساتھ علم و قدرت سے ہے کہ انکے حال سے دانا ہے ویسے ہی بدوں کے حال سے بھی دانا ہے۔ واسال اللہ العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ لی ولسائر المسلمین۔ اور اس آیت میں اشارہ کیا کہ جہاد وغیرہ میں مضبوط رہیں اور نیز اشارہ ہے کہ مجاہدہ و عبادات خصوص نماز میں نفس کے ساتھ زیادہ سخت ہے بہ نسبت کافروں کے ساتھ لڑائی میں جہاد کرنے کے لہذا صحیح ہوا کہ کافروں کے ساتھ لڑائی جہاد اصغر ہوا اور عبادات میں صبر پور قائم رہنا جہاد اکبر ہوا اور نیز اسمیں اشارہ ہے کہ نماز سب نیکیوں سے بڑھکر ہے اور اسمیں ایک خاصیت ہے کہ جو اسپر پورا قائم ہوا وہ سب نیک کاموں میں پورا اتریگا اور جو اسمیں کچا ہے وہ سب میں خام ہے اسی لیے جہاد میں نماز سے مدد یوں حاصل کرنیکو فرمایا وقولہ تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ۔ اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مقتول ہوا ان لوگوں کو مردے مت کہو بلکہ وے زندہ ہیں۔ ف۔ پس لمن یقتل فی سبیل اللہ متعلق قول ہے اور اموات مقولہ ہے آگے ہم اموات اور ضمیر ہم راجع بجانب مَن باعتبار معنی ہے یعنے ہر کوئی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا اسکو میت نہ کہو اسیواسطے میت بلفظ مفرد نہیں فرمایا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ مخصوص کسی کے واسطے ہے اگرچہ فصیح تھا کما قالہ العکبری اور قولہ بل احیاء ای بل ہم احیاء جیسا کہ مفسر نے تفسیر کی اور اشارہ کیا کہ لفظ احیاء عطف اموات پر نہیں ہے اور بل اضراب ہے لا تقولوا سے کیونکہ معنے یہ نہیں ہیں کہ لا تقولوا اموات بل قولوا احیاء بلکہ یہ مقصود ہے کہ انکے زندہ ہونے کو ثابت و ظاہر فرمایا جاوے یعنے شہید لوگ زندہ رہتے ہیں مردہ نہیں ہیں انکو مردہ مت کہو اگرچہ اس سے یہ خود ثابت ہے کہ انکو زندہ کہنا بھی صحیح ہے اور عکبری نے کہا کہ قولہ بل احیاء ای بل قولوا ہم احیاء۔ اور یہ جید نہیں ہے کیونکہ لوگوں سے شہدا کو زندہ کہلانا مقصود نہیں بلکہ انکے زندہ ہونے کی خبر دینا مقصود ہے قال ابن کثیر اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ شہید لوگ اپنی برزخ میں زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں اور معالم میں مذکور ہے کہ بدر کے شہیدوں کے حق میں اتری اور وہ چودہ شخص تھے انمیں سے چھ آدمی مہاجرین کے اور آٹھ آدمی انصار کے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتا لوگ اسکو کہتے کہ فلان مرگیا اور اس سے دنیا کی نعمت و لذت جاتی رہی پس اللہ تعالیٰ نے اُتارا ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الآیہ قال المترجم یعنے نزول اگر صحت کو پہونچا تو اسکے کہنے والے منافق و مشرک ہونگے جیسا کہ بعض حواشی بیضاوی میں ہے کہ یہ رد ہے مشرکوں کا جو کہتے کہ محمد کے ساتھی بے فائدہ اپنے آپکو قتل کراتے اور دنیا کے عیش چھوڑ جاتے ہیں ورنہ اہل ایمان دنیا کی زندگی کے واسطے ایسا نہ کہتے اور حدیث میں ہے کہ عیش کا وجود نہیں مگر آخرت ہی میں اے اللہ میرے بخش دے مہاجرین و انصار کو الحدیث فی صحیح البخاری وغیرہ اور اللہ عز وجل نے صریح فرمایا۔ ومنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر یعنے صحابہ میں سے بعضے تو وہ ہیں کہ اپنے نحب کو پورا کر چکے یعنے شہید ہوگئے اور بعضے وہ ہیں کہ منتظر ہیں۔ قال ابن کثیر صحیح مسلم میں آیا ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز چڑیوں کے پوٹوں میں جنت میں جہاں چاہتی ہیں کھاتی پھرتی ہیں پھر ایسی قندیلوں میں آجاتی ہیں

جو عرش کے نیچے لٹکتی ہین پس ظاہر ہوا انپر پروردگار تعالے کی شان کا ظاہر ہونا اور فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو یہ شہدا بولے کہ اے ہمارے پروردگار اور ہم
کیا چاہینگے حال یہ ہے کہ تو نے ہمکو وہ دیا ہے جو اپنے مخلوق مین کسیکو نہین دیا پھر پروردگار نے اسی مانند انپر اعادہ فرمایا پس جب انھون نے دیکھا کہ ہمسے پوچھا
ہی جاتا ہے تو کہا کہ ہم چاہتے ہین کہ تو ہمکو دار دنیا مین پھر لوٹا دے پس ہم تیری راہ مین لڑین یہانتک کہ دوبارہ قتل ہون یہ انکی خواہش اسوجہ سے تھی جو انھون نے
اللہ کی راہ مین شہید ہونیکا ثواب دیکھا پس اللہ تعالے فرماتا ہے کہ یہ تو مین نے لکھدیا ہے کہ وہ پھر دار دنیا مین لوٹائے نجاوینگے قال المترجم علماء نے کہا کہ
سبز چڑیون کے پوٹون مین ہونے سے یا تو یہ مراد ہے کہ قالب انکے سبز چڑیان ہو جاتی ہین یا یہ مراد ہے کہ وہ خود اس صورت کے بن جاتے ہین جیسے فرشتہ بصورت
آدمی ہو جاتا ہے اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اسکی کیفیت و تاویل اللہ و رسول کو معلوم ہے چونکہ آدمی اسکی نظیر سے دنیا مین واقف نہین لہذا اسکی کیفیت سے
واقف نہین ہو سکتا اور یہ حق ہے اور اسپر ایمان فرض ہے اور منکر اسکا جاہل مردود ہے اور یہ شہید جسکا یہ درجہ ہے حدیث مین آیا ہے کہ جو فقط اسواسطے
لڑا کہ اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہو یعنے دنیا کا مال وغیرہ یا دلیری دکھانا وغیرہ کوئی مقصد نہو صرف یہی نیت ہو کہ اللہ تعالے کا نام بلند ہو اور کفر و شرک کا
فساد دور ہو اور یہ جو اللہ تعالی کا پوچھنا مذکور ہے اس سے ان لوگون کا اطمینان ہے کہ اس نعمت سے کبھی خارج نہ کیے جاوینگے اور دار محنت و الم
مین نہ ڈالے جاوینگے واللہ اعلم اور واضح ہو کہ حدیث مین ہے کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہین سوائے قرض کے اعاذنا اللہ منہ اور یہ جو حدیث مین ہے کہ
جنت مین جہان چاہتے ہین کھاتے پھرتے ہین شاید یہ ان نیکون کے راہ خدا و جہاد مین اپنے نفس کو حبس کرنیکا بدلا ہے کہ یہان اسکو بجبر قید کیا مگر چونکہ
شہادت مقدر تھی شہید ہوا پس وہان وہ چھوٹا ہوا ہے اور یہی اسکے لیے مزید کرامت ہے ورنہ نیک ایمان والون کی روحین سب طائر جنت ہین چنانچہ ابن کثیرؒ
نے اصح حدیث نقل کی کہ امام احمدؒ نے امام شافعی سے انھون نے امام مالک سے انھون نے زہری سے انھون نے عبد الرحمن بن کعب بن مالک سے انھون
نے اپنے باپ حضرت کعب بن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نسمۃ المومن طائر تعلق فی شجر الجنۃ حتے یرجعہ الیٰ جسدہ
یوم یبعثہ۔ یعنے مومن کی روح ایک طائر ہے جو درخت جنت سے متعلق ہے یہانتک کہ جس دن اللہ تعالے مبعوث کریگا اسکو اسکے بدن مین لوٹا دے گا
(پرندہ ۱۲ — یعنے روز حشر ۱۲)
قال المترجم اسناد اس حدیث کی بہت جید ہے واللہ اعلم اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس حدیث مین عام مومنون کے لیے بھی زندہ ہونے کی دلالت ہے
اگرچہ قرآن مجید مین شہیدون کو خاص کرکے انکی تکریم و بزرگی ظاہر کرنے کو ذکر فرمادیا قال المترجم انبیاء علیہم السلام بالاتفاق زندہ ہین بلکہ انکے بدن پاک
کو زمین نہین کھا سکتی ہے حالانکہ وہ قرآن مین منصوص نہین اور وہ بہ نسبت شہدا و صدیقون کے اولے ہین فافہم۔ قولہ تعالے۔ وَلٰكِن
لَّا تَشْعُرُونَ ۝ لیکن تم نہین جانتے ہو ف وہ جس حال مین ہین اور مفسر سیوطیؒ نے لاتشعرون کو لاتعلمون سے اسواسطے تفسیر کی کہ
شعور کا استعمال ان امور مین ہوتا ہے جو حواس سے دریافت کیے جاوین اور یہان ادراک حال کی نفی ہے جو علم کے استعمال کا مقام ہے ولیکن شعور کو
اللہ تعالے نے جو اس مقام پر فرمایا اسمین اشارہ ہے کہ اہل حق و صاحبدل کے نزدیک انکی اس زندگی کا حال ایسا ظاہر ہے کہ جیسے حواس سے دریافت
کرنیکی چیز ظاہر ہوتی ہے پس یہ ادراک شعور قلبی ہے جس سے یہ لوگ بے بہرہ تھے آیا نہین دیکھتے کہ اہل حق کے عقائد مین سے یہ بات ہے کہ شہدا زندہ
ہین اور انبیاء علیہم السلام کا جسم پاک تک باقی ہے اور بیضاوی نے فرمایا کہ اسمین تنبیہ ہے کہ انکی زندگی جسم کے ساتھ کی زندگی کے مانند نہین اور نہ اس
جنس سے ہے جو حیوانات مین محسوس ہوتی ہے یعنے اسی لیے ان گمراہون کو جو مثل جانورون کے صرف حواس ظاہری کے پابند ہین اسکا شعور نہین ہوتا ہے اور
بعضے محشیون نے تنبیہ کی یہ توجیہ بیان کی کہ جب انکے لیے زندگی ایسی حالت مین ثابت کی کہ بدن مٹ گیا اور ترکیب جاتی رہی اور مزاج باطل ہوا
تو تنبیہ کی کہ انکی زندگی بدن کے ساتھ کی زندگی کے مانند نہین ہے قال المترجم میرے نزدیک تنبیہ لفظ لاتشعرون بجائے لاتعلمون کے استعمال سے ہے جیسا کہ مین نے اشارہ کیا
اور حاصل یہ ہے کہ چونکہ تم لوگ انکی ارواح نکل جانے کے بعد انکے بدنون کو ظاہری نظر سے دیکھتے ہو تو انپر مردہ و نیست ہو جانے کا حکم کرتے ہو حالانکہ در واقع

وہ ایسے نہین ہین بلکہ کامل زندگی سے زندہ ہین جیسا کہ شہداء احد کے حق مین فرمایا۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم
یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ الآیۃ۔ یعنے اور نہ خیال کر تو اُن لوگون کو جو قتل کیے گیے اللہ کی راہ مین مردے بلکہ وہ زندہ ہین اپنے پروردگار کے پاس رزق
دیے جاتے ہین درحالیکہ دل خوش ہین اُس چیز سے جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے کرامت کی تا آخر آیت پس وہ لوگ زندہ ہین ایسی زندگی سے اگرچہ
تن سے روح باہر ہوجانے کی راہ سے انکو مردہ کہا جاسکتا ہو اور حسن بصریؒ سے روایت ہو کہ شہید لوگ اللہ تعالے کے نزدیک زندہ ہین انکے رزق انکی روحون پر
پیش کیے جاتے ہین پس انکو خوشی و فرحت پہونچتی ہو جیسے فرعون اور اسکے ساتھیون پر صبح و شام آگ پیش کیجاتی ہو پس انکو درد و تکلیف پہونچتی ہو قال المترجم
فرعون و اسکے ساتھیون پر آگ پیش کیے جانے سے مقابلہ و مثال مراد نہین بلکہ یہ دلیل کے مانند ہو کہ فرعونیون پر صبح و شام آگ کا سامنا ہونا نص قرآنی سے ثابت ہو
پس اہل کرامت پر نعمت کا پیش ہونا ثابت ہے جیسے امام مالک نے قولہ۔ فما بکت علیہم السماء والارض۔ یعنے کافر کے مرنے پر آسمان و زمین کوئی نہین رویا اس قول الٰہی سے
استدلال کیا کہ اس سے ثابت ہوا کہ ایمان والے موحد کے مرنے پر آسمان و زمین روتا ہو اور البتہ حدیث صحیح سے یہ صریح ثابت ہوا ہو اور بالجملہ آیات و احادیث سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے
کہ وہ لوگ بالفعل زندہ ہین اور بعض معتزلہ وغیرہ نے جو تاویل کی کہ باعتبار آئندہ یعنے قیامت مین زندہ کیے جاوینگے تو یہ تاویل مہمل و مردود ہو پھر جاننا چاہیے کہ کعب بن
مالک کی مرفوع حدیث مین ہو کہ شہیدون کی روحین سبز پرندون کے پوٹون مین ہین اسکو امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث
صحیح ہو اور عبد الرزاق نے اپنی مسند مین روایت کی کہ سپید پرندون کی صورت پر ہین اور قتادہ سے روایت ہو کہ ہم لوگون کو یہ خبر پہونچی ہو کہ سپید پرندون کی
صورت پر ہین اور ابن ابی حاتم و بیہقی نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ سبز پرندون کی صورت پر ہین قال المترجم ان روایتون مین کوئی تناقض نہین کیونکہ
مختلف حالتون پر ہین اور اوپر لکھا گیا کہ انکی تاویل تحقیق علم الٰہی مین ہو پھر جاننا چاہیے کہ گروہ معتزلہ کے نزدیک روح ایک عرض ہو کہ بدن بدن کے ساتھ اسکا قیام نہین
جب بدن سے نکلی نیست ہو گئی اور یہ بڑی جہالت ہو بلکہ کفر ہو اگر تاویل نہ کیجاوے اور میرے گمان مین شاید معتزلہ ایسا نہ کہتے ہون بلکہ کوئی فرقہ
کے قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اسکو رد کر دیا کہ ان نصوص مین دلیل ہو کہ روحین [illegible] جوہر ہین جو بذات خود قائم ہین جسمون پر موقوف نہین [illegible]
یہ بدن جو محسوس ہوتا ہو اس سے مغایر ہین اور بعد موت کے بھی انکا ادراک رہتا ہو یعنے دکھ درد و خوشی و لذت جو حال انکو پہونچے اسکا ادراک ہوتا [illegible]
[illegible] ہو کہ روح کے لیے حیات ثابت کی کہ جو عرض [illegible] اگر روح [illegible] عرض کا قائم ہونا لازم آویگا اور یہ باطل ہو کہ قیام العرض
بالعرض کا بطلان اپنے موقع پر ثابت ہو لیا ہو قال المترجم ان عقلی دلیلون کی طرف رجوع کرنا [illegible] ایمان بالغیب کے خلاف ہو [illegible]
لازم ہو کہ یون کہا [illegible] اللہ و رسول [illegible] فرمایا [illegible] قیام عرض بالعرض باطل ہو یا نہو [illegible] عقلی دلیل [illegible] بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
ثابت ہونے پر [illegible] روح کا ادراک باقی رہنا [illegible] رضی اللہ عنہم کا مذہب [illegible]
باطل ہین [illegible] قال الشیخ [illegible] ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات [illegible] عشق کی راہ مین شوق کی تلوار سے قتل [illegible]
مردہ مت گمان کرو بلکہ وہ [illegible] زندہ ہین قال المترجم شیخ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] استدلال کیا [illegible]

؎ عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا ٭ یافتند از عشق او کار و کیا ٭ یعنے باضافت ادر یہ دلیل مغائرت ہے اور بحر العلوم نے شرح مثنوی مین دونون قول کی تفصیل کی ہے اور سیدھی راہ یہ ہے کہ اسمین بحث لغو ہے خود عارف اپنے عرفان سے محمود ہوتا ہے نہ خالی باتین جاننے سے فافہم لیکن بیان اتنی تنبیہ ضرور ہے کہ محبت و عشق ان اکابر کے نزدیک قریب قریب ہین اور اقسام محبت ہم اپنے موقع پر مشرح بیان کرینگے انشاء اللہ تعالے اور مبتدین موحد لیکن مدار کو واجب ہے کہ کبھی عشق الٰہی کا مدعی نہو کیونکہ مرتبہ عشق محض عرفان ہے اور عارف مدعی دروا قع جاہل ہے اور شبلیؒ سے منقول ہے کہ جو شخص حق عزوجل کا محب و عاشق ہے وہ دنیا کی ہر چیز سے تنہا و مجرد ہو جاتا ہے کہ ظاہر حال محتاج و مفلس بے نوا ہوتا ہے اور جو شخص کہ حق عزوجل کے نزدیک محبوب ہے وہ قتل کیا جاتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مخصوص ہو بقطب وقت فافہم واللہ اعلم اور محب و محبوب کا اطلاق باشتقاق کلام پاک و حدیث سرور اعظم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے کما لا یخفی اور جاننا چاہیے کہ لوگ صوفی مشرب اس مقام پر اپنے آپ کو بتکلف مخلوقات کا عاشق بتاتے اور بہتر تصور کرتے ہین حالانکہ یہ عین گمراہی ہے مولوی رومؒ نے فرمایا ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود ٭ این خمار خوردن گندم بود ٭ اور کمال جہالت سے یہ لوگ مولوی کا کلام ؎ عشق من گزین سر گردان سرست ٭ عاقبت ما ابدان سر رہبر است ٭ دلیل لاتے ہین اور اسکے معنی سے بے خبر ہین جیسا کہ ہم اسکی تحقیق انشاء اللہ بیان کرینگے اور یہ نہین دیکھتے کہ مولوی رومؒ علیہ الرحمۃ نے صاف کہدیا ؎ عاشق صنع خدا با فر بود ٭ عاشق مصنوع او کافر بود ٭ اور متقیان شرع متین اپنی عاقبت خراب کیونکر طعن کرتے ہین کہ ؎ زان طرف کہ عشق می افزود درد ٭ بو حنیفہ شافعی درسے نکرد ٭ حالانکہ یہ بے محل ہے اور کمال نادانی ہے نہین جانتے کہ بالاتفاق ان اکابر نے تصریح کردی کہ عشق جسکی تعریف ہے محض اللہ عزوجل کا فضل ہے جسکو عطا فرمائے پس منتظر رہو عنقریب اسکی زیادہ توضیح آویگی انشاء اللہ تعالے قال الشیخ قولہ تعالے ولکن لا تشعرون۔ اسواسطے تمکو انکی حیات کا شعور نہین کہ تم موجود وعدم کے درمیان مین قید ہو اور وے لوگ قدم کے بقا کے ساتھ ہمیشہ کے لیے باقی ہین اور جسنے اپنے نفس کو چار مقام سے ذبح کیا تو اسکو چار لباس حاصل ہوتے ہین چنانچہ جسنے اپنے حرص کے سر کو جو اسکو دنیا کے ساتھ تھی تیغ تفرید مین کاٹ دیا اور اپنی امید کے سر کو جو اسکو اپنے زندہ موجود رہنے کے ساتھ تھی شمشیر تجرید مین کاٹ دیا اور اپنے ریاست کے سر کو جو اسکو مخلوق کے ساتھ تھی خنجر توحید مین کاٹ دیا اور اپنی خواہش کا سر جو اسکو دار آخرت کی طرف تھی مقتل تحقیق مین کاٹ دیا یعنے آدمی کا مقصد حقیقی دار آخرت یعنے جنت وغیرہ نہین بلکہ رضاے حضرت خالق عزوجل ہے تو جسنے ان چار مقام سے اپنے نفس کو ذبح کیا اسکی روح کو اللہ تعالے چار مقام مین چار لباسون سے پیراستہ کرتا ہے ایک تو اس مقام مکاشفہ مین نور معرفت کے لباس سے آراستہ کرتا ہے اور دوم مقام مشاہدہ مین صفاے محبت کے لباس سے پیراستہ کرتا ہے اور سوم مقام قربت مین ضیاء عزوجل کے لباس سے آراستہ کرتا ہے اور چہارم مقام مخاطبت مین کشادگی و غلبہ کے ساتھ انوار انانیت کے لباس سے آراستہ فرماتا ہے اور جب وہ شخص اس صفت پر ہو گیا تو موت کے سکرات سے اسنے نجات پائی اور صفتون کے باقی ہونے کے ساتھ زندہ ہو گیا۔ قال المترجم یعنے انکے زندہ ہونے کی تحقیق یہ ہے جو بیان ہوئی۔ اور بعض نے فرمایا کہ اسواسطے وہ لوگ مقتول فی اللہ ہین اور جو شخص مقتول فی اللہ ہو وہ بحیات الٰہی زندہ ہوتا ہے۔ ولکن لا تشعرون۔ اے جسنے جہاد کی طرف تدبیر کی آنکھ سے دیکھا نہ رضامندی کی آنکھ سے تو وہ اسکو نہین جانتا ہے قال المترجم شاید مراد یہ ہے کہ جہاد کی طرف دو وجہ سے نظر ہوتی ہے ایک یہ کہ یہ تدبیر ہے یعنے کما قال تعالے۔ وقاتلوا حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ۔ یعنے جہاد کرو یہانتک کہ نہ رہے فتنہ اور ہووے دین واسطے اللہ تعالے کے پس جسکی نظر اسی پر ہے وہ اس سے شعور نہین رکھتا اور جسکی نظر مین جہاد کے ضمن مین رضاء حق عزوجل ہے کہ مجلس فراق سے قرب وصال مین آجاوین وہ اس بھید کو جانتا ہے اور اسکی طرف بھی اشارات موجود ہین بعکس۔ پھر راہ حق مین جسنے جان و مال فدا کیا وہ مرتبہ عالی پر پہونچا لیکن یہ دعوی سے پورا نہ ہوگا بلکہ حق تعالے نے امتحان مین ڈالا چنانچہ فرمایا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ

اور البتہ ہم آزماوینگے تمکو کچھ ایک ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالون و جانون و میوون کے اور خوشی سنا

الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ

ثابت رہنے والون کو جوایسے ہین کہ جب پہونچے انکو کچھ مصیبت کہین ہم اللہ کا مال ہین اور ہمکو اُسیطرف پھر جانا ہے ایسے لوگ ہین

عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۛ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝

انھین پر شاباشین ہین انکے پروردگار کی اور مہربانی اور وہی ہین راہ پر

اس آیت مین تفسیری علوم ومقامات اور حقائق کے اشارات ہین پس اول ہم تفسیر کیطرف رجوع کرین قال تعالے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط اور البتہ ہم تمکو امتحان کرینگے کچھ خوف وبھوک سے اور ناقص کرنے مالون اور جانون وپھلون سے ف قولہ لنبلونکم معطوف ہے قولہ یا ایہا الذین آمنوا پر مگر عطف مضمون ہے اور دونون مضامین مین ربط یہ ہے کہ اول مین صبر سے قوت لینا اور دوسری مین صبر کے مقامات کا بیان ہے قال فی السراج اور لام واسطے جواب قسم کے ہے تقدیر عبارت یون ہے واللہ لنبلونکم اور مضارع بلام ونون تاکید مبنی ہے اور معنی۔ لنبلونکم کے لنختبرنکم ہین اور اختبار بمعنی امتحان ہین پس قول مفسر۔ فننظر اتصبرون ام لا۔ یعنے پھر ہم دیکھینگے کہ تم صبر کرتے ہو یا نہین" نتیجہ اس امتحان کا ہے اور بیان تاویل ضرور ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے کوئی چیز ازل سے ابد تک ایسی نہین جسکو نجانتا ہو پس اسکا امتحان اپنے جاننے کے واسطے نہین ہوسکتا کیونکہ قبل سے دانا ہے پس کہا گیا کہ لنختبرنکم کے معنے یہ ہین کہ تمھارے ساتھ وہ برتاؤ کرینگے جیسا امتحان لینے والا کرتا ہے یعنے البتہ مصیبت پہونچادینگے ہم تمکو پہونچانا ایسے شخص کا جو تمھارے حال کا امتحان لینا چاہے کہ تم بلا پر صبر کرتے ہو اور قضا پر صابر رہتے ہو کہ نہین وقال فی السراج الابتلاء اظہار المطیع من العاصی۔ یعنے امتحان ابتلاء سے مقصود بیان یہ ہے کہ فرمانبردار و نافرمان مین تمیز ہو جاوے ذکرہ فی المعالم اور قولہ بشئ من الخوف آہ تنوین بیان تقلیل کے واسطے ہے ای بشئ قلیل پس قلیل جو فرمایا تو بہ نسبت اس مصیبت کے جس سے انکو بچالیا تاکہ اپر ہلکی معلوم ہو اور انکو بتلادیا کہ اس مصیبت مین رحمت الٰہی انسے جدا نہین ہے یا قلیل بہ نسبت اس مصیبت کے فرمایا جو انکے دشمنون کو آخرت مین پہونچیگی اسواسطے کہ وہ سخت درد ومصیبت ہے کہ اللہ تعالے اس سے ہم مسلمانون کو بچاوے پس جو مصیبت ودرد دنیاوی ہے سب اسکی نسبت بہت آسان ہے اور قبل وقوع کے انکو خبر اسلئے دیدی تاکہ نفس کو اچانک مصیبت پہونچنا سخت ناگوار نہو اور نیز یہ خیال نہو کہ رحمت الٰہی نیکو کارون سے قریب نہتی ہے پھر یہ مصیبت کیونکر پہونچی اور معالم مین ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ خوف سے بیان خوف دشمن مراد ہے اور جوع سے قحط اور نقص اموال سے اموال تلف ہونے خواہ مواشی ہون یا روپیہ وذخیرہ یا اور چیز خواہ مرنے سے ضائع ہون یا چوری وآگ لگ جانے وغیرہ سے وقال العکبری من الاموال صفت محذوف ہے تقدیر یون ہے نقص شئ من الاموال کیونکہ نقص مصدر متعدی بمفعول ہے اور مفعول حذف کیا گیا اور اخفش کے نزدیک روا ہے کہ من زائدہ ہو اور جائز ہے کہ نقص کی صفت ہو واسطے نقص الشئ من الاموال اور یہ جو اموال کی تفسیر عام لی گئی اولی ہے بہ نسبت اسکے کہ اموال جمع مال بمعنے گلہ شتر لیا جاوے اور قرینہ والانفس سے بھی خلاف پڑتا ہے کیونکہ مقابلہ مال بمعنے عام کا نفس سے ہے اور مفسر سیوطی نے نقص الانفس کو عام لیا کہ خواہ بالقتل ہو یا بامراض ہو یا بموت ہو اور امام ابن کثیر نے تفسیر مین کہا کہ نقص من الاموال ای بعض مال جاتے رہنے سے والانفس مانند دوست احباب اقارب کے مرنے کے اور مفسر کے کلام مین بموت سے مراد عام ہے اور قولہ والثمرات اے نقص ثمرات آہ ثمرات جمع ثمرہ بمعنے پھل پس اگر حقیقی معنے مراد ہین تو مقصود یہ ہوگا کہ پھلون کی پیداوار مین کمی آویگی جیسا کہ رجاء بن حیوۃ سے مروی ہے کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا کہ درخت خرما مین ایک ہی چھوارا آویگا یا یہ مقصود ہوگا کہ پھلین گے مگر جوائح سے تباہ ہو جاوینگے اور جوائح جمع جائحہ کی وہ آسمانی آفت جو پھلون کو پہونچتی ہے جس سے وہ سب خراب ہو جاتے ہین اور ثمرات بھی منجملہ مال کے ہین پس بنا بر مذکور کے اموال پر ثمرات کا عطف بطریق عطف خاص بر عام ہوگا اور بعضون نے اسی وجہ سے ثمرات کو اولاد کے معنے مین لیا اور معالم مین مذکور ہے کہ امام

شافعیؒ سے روایت ہے کہ انھون نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ خوف سے مراد خوف اللہ تعالے اور جوع سے مراد روزہ رمضان اور نقص اموال سے زکوٰۃ و
صدقات اور نقص الانفس سے امراض اور نقص ثمرات سے موت اولاد مراد ہے اسواسطے کہ آدمی کی اولاد اوسکے دل کا پھل ہوتی ہے پھر بغویؒ نے اپنی اسناد سے
ابوسنان سے روایت کی کہ مین نے اپنے بیٹے سنان کو دفن کیا اور ابوطلحہ خولانیؒ قبر کے کنارے پر تھے پھر جب مین نے نکلنا چاہا تو انھون نے میرا ہاتھ پکڑ کر نکال لیا
اور فرمایا کہ کیا مین تجھے خوشخبری نہ سناؤن پس یہ خوشخبری سنائی کہ ضحاک بن عرزبؒ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مجھسے روایت کی کہ ابوموسیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی کا فرزند مرتا ہے تو اللہ عزوجل اپنے ملائکہ سے فرماتا ہے کہ تمنے میرے بندے کا فرزند قبض کر لیا وہ عرض کرتے ہین کہ ہان
پھر فرماتا ہے کہ تمنے اسکے دل کا پھل قبض کر لیا وہ عرض کرتے ہین کہ ہان پھر فرماتا ہے کہ پھر میرے بندے نے کیا کہا تو عرض کرتے ہین کہ اسنے استرجاع کیا یعنی
انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور تیری حمد کی تو فرماتا ہے کہ اسکے لیے جنت مین ایک گھر بناؤ اور بیت الحمد اسکا نام رکھو (الترمذی) قال المترجم یہ قرینہ اس تفسیر کا
ہے اور نیز شافعیؒ سے تفسیر مذکور ہے اسپر قبل واقعہ کے اللہ تعالے کا خبر دینا بھی دلالت کرتا ہے ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے بعض مفسرین سے یہی تفسیر نقل کر کے کہا
کہ فی ہذا النظر واللہ اعلم اور حق یہ ہے کہ تفسیر عام ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور جو شافعیؒ سے مذکور ہے وہ داخل تفسیر ہے فافہم بالجملہ یہ سب امور ایسے ہین کہ ایسی
چیزون سے اللہ تعالے اپنے بندون کا امتحان فرماتا ہے پس جو نا امید ہوے صبر ہوا اسپر عذاب دنیاوی یا اخروی آتا ہے اور جسنے صبر کیا وہ ثواب پاتا ہے چنانچہ
فرمایا وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ - اے علی ما یصیبہم من المکروہ یعنے خوشخبری دے صابرون کو اس چیز پر جو انکو مکروہ ہو [illegible] یعنے جسکو وہ گرانی
سے اُٹھاتے تھے قال التفتازانی یہ عطف ہے لنبلونکم پر مگر یہ عطف مضمون پر مضمون ہے اور معنے یہ ہین کہ ابتلاء تمھارے لیے ثابت ہے اور اسی طرح
بشارت تمکو ثابت ہے مگر مخصوص اسکو جسنے صبر کیا پھر صابرون کو بیان فرمایا کہ کون لوگ ہین پس کہا الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ
راجعون - اور اسی لیے شیخ سیوطیؒ نے ہم الذین کی تقدیر سے اشارہ کیا کہ الذین مرفوع بمدح ہے اور صابرین کی صفت نہین ہے اور وجہ یہ ہے کہ اگر صفت
قرار دیا جاوے تو بشارت مذکور ایسے صابرون کے واسطے مخصوص ہو جائیگی جو انا للہ وانا الیہ راجعون کہین حالانکہ بشارت تمام صابرون کیواسطے
ہے پھر قولہ الذین مین کسکو حکم ہے کہ بشارت دے جواب یہ کہ بشارت دینے کا خطاب یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور آپ کی تبعیت مین اورون
کو ثابت ہوا اور یہی ارجح ہے یا مراد ہر وہ شخص ہے جو بشارت دینے کی صلاحیت رکھتا ہے پھر مصیبت کسکو کہتے ہین جواب یہ کہ مصیبت شامل ہے ہر مکروہ
کو جو کہ انسان کو پہونچے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو کیونکہ ابو داؤد نے اپنی مراسیل مین روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ کل ما ساء المومن فہو مصیبۃ یعنی ہر
ایسی چیز جو مسلمان پر ناگوار پیش آوے وہ مصیبت ہے اور طبرانی نے ابوامامہؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کا قبالہ ٹوٹ گیا پس آپنے
انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ مصیبت ہے یا رسول اللہ تو فرمایا کہ جو مومن کو پہونچے اس چیز سے کہ اسکو مکروہ جانے وہ مصیبت ہے اور لفظ
اذا اصابتہم مصیبۃ مین اشارہ ہے کہ مصیبت پہونچنے کے وقت ہی یون کہے اور حدیث مین بھی صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصبر
عند الصدمۃ الاولی یعنے صبر وہی ہے جو صدمہ اولے کے وقت ہو اگر دیر استرجاع کا ثواب اسکے بھی ملتا ہے جیسا کہ عنقریب آتا ہے قال البیضاوی پھر [illegible]
ساتھ استرجاع کے یہ معنے نہین ہین بلکہ زبان و دل دونون سے ہو بایطور کہ جسکے لیے پیدا کیا گیا ہے اسکو تصور کرے اور یقین کرے کہ وہ پروردگار کیطرف رجوع
کرنیوالا ہے اور اللہ تعالے نے جو اسپر نعمتیں بخشی ہین انکو یاد کرے تاکہ اسکو معلوم ہو کہ جو اسپر باقی ہین وہ بمراتب زیادہ ہین اس چیز سے جو اس سے پھیر لی گئی [illegible]
اسکے نفس پر مصیبت آسان ہوگی اور [illegible] انا للہ وانا الیہ راجعون کہے
ہین کہ یہ واسطے اللہ تعالے کے ہین [illegible] اسپر کچھ [illegible]
[illegible] طبرانی و ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو اگلی

امتون مین سے کسی امت کو نہین دی گئی تھی اور وہ یہ کہ میری امت والے مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون- کہتے ہین کیا تو نے قول یعقوب علیہ السلام کا یوسف کے گم ہوجانے کے وقت نہین سنا کہ کہا یا اسفٰی علی یوسف- اور یہ روایت سعید بن جبیر سے انکا قول بھی مروی ہو قال البیضاوی جس چیز کے ساتھ بشارت ایسے لوگون کو دی گئی وہ بیان نہین ہو محذوف ہو کیونکہ اسپر دلالت کرتا ہو قولہ تعالے- اولٰئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولٰئک ہم المہتدون- ابن عباسؓ سے مروی ہو کہ صلوات یہان بمعنی مغفرت ہو اور ترمذیؒ نے حضرت سفیان الثوری وغیرہ سے نقل کیا کہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہی- اور کشاف مین ہو کہ صلوٰۃ بمعنی رحمت وتعطف ہو پس بجاے رافت کے یہ لفظ رکھا گیا اور صلوٰۃ ورحمت کے درمیان جمع کیا گیا جیسے رافت ورحمت ورؤف رحیم- اور معنی یہ ہین کہ اپر رافت بعد رافت ہو اور رحمت بعد رحمت ہو اور بیضاوی نے کہا کہ صلوات کو جمع فرمایا اس تنبیہ کیواسطے کہ اسکے انواع واقسام بہت ہین اور رحمت سے مراد لطف واحسان ہو- وقال ابن کثیرؒ پس اللہ تعالے نے جو کچھ انکو استرجاع کہتے وقت اس کا اعتقاد مضبوط رکھنے پر عطا کیا اسکی خبر دیدی اور فرمایا- اولٰئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ- یہ اپر اللہ تعالیٰ کی طرف تعریف ہو اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ اسکو عذاب سے بخوف کر دیا اور فرمایا- واولٰئک ہم المہتدون- مفسر سیوطیؒ نے اتقان مین فرمایا کہ لفظ رحمت قرآن مجید مین جو ۱۳ معانی کے واسطے آیا ہو اور یہان مراد نعمت ہو اور یہ قول جید ہو جیسا کہ متدبر پر پوشیدہ نہین ہو اور مہتدون اے راہ یافتہ ہین طرف حق وصواب کے- قال ابن کثیرؒ اور حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ نعمت العدلان ونعمت العلاوہ- یعنے کیا اچھے ہین دونون عدل- اور کیا اچھی ہو علاوہ پس اولٰئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ دونون عدل ہین اور اولٰئک ہم المہتدون علاوہ ہو اور علاوہ وہ بار ہو جو دونون گونون کے بیچ مین بیچ مین رکھ دیا جاتا ہو پس ایسے اچھے لوگ ہین کہ اپنا ثواب دے گئے اور اسپر ادبر بھی دیا گیا قال المترجم اور اسمین اشارہ ہو کہ ثواب اسقدر زیادہ دیا گیا کہ شل بوجھ کے ہو اور تفسیر ابن کثیرؒ مین ہو کہ مصائب کے وقت- انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے ثواب مین بہت احادیث آئی ہین چنانچہ امام احمدؒ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک روز ابو سلمہ رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے اور کہا کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی جس سے مین بہت خوش ہوا کہ آپنے فرمایا کہ مسلمانون مین سے کسی کو کوئی مصیبت نہین پہنچتی کہ وہ اس مصیبت کے استرجاع کرے پھر کہے کہ- اللّٰہم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہا- یعنے اے میرے رب پناہ دے تو مجھے میری مصیبت مین اور میرے لیے اسکے پیچھے تو اس سے بہتر کردے جو نعمت جاتا رہا مگر کہ اللہ تعالے اسکے ساتھ ایسا ہی کرتا ہو- کہا ام سلمہؓ نے کہ مین نے اس سے یہ حدیث حفظ کر رکھی تھی پھر جب ابو سلمہؓ نے وفات پائی تو مین نے اس مصیبت مین استرجاع کیا اور کہا- اللّٰہم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہا- پھر مین نے اپنے دل کیطرف رجوع کی اور کہا کہ مجھے ابو سلمہؓ سے بہتر کہان سے ملیگا پھر جب میری عدت کے دن پورے ہوے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی اور مین اسوقت اپنے ایک چمڑے کو دباغت کر رہی تھی پس مین نے قرظ سے اپنے ہاتھ دھوڈالے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے کی اجازت دی اور آپکے بیٹھنے کو ایک چمڑے کا گدا جسکے اندر لیف خرما بھرا تھا ڈالدیا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسپر بیٹھے پس آپ نے اپنے واسطے مجھے خطبہ کیا یعنے پیغام دیا پھر جب آپ کہہ چکے تو مین نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کیا ہو کہ آپ کیطرف رغبت نہووے ولیکن مین ایسی عورت ہون کہ مجھ مین سخت غیرت بھری ہو پس مجھے خوف معلوم ہوتا ہو کہ آپ مجھ سے کوئی ایسی بات دیکھین جسکے سبب سے مجھے اللہ تعالے عذاب کرے اور مین ایسی عورت ہون کہ سن بھی میرا آچکا اور مین عیال دار ہون تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو تو نے غیرت کا حال بیان کیا تو قریب ہو کہ اسکو اللہ تعالیٰ دور کر دیگا اور یہ جو سن کا ذکر کیا تو میرا سن بھی ایسا ہی پہونچا ہو جتنا تیرا ہو اور یہ جو تو نے عیال کا ذکر کیا تو تیرے عیال وہ میرے عیال ہونگے پس ام سلمہؓ نے اپنا کام حضرت کے سپرد کیا پس حضرتؐ نے ام سلمہؓ سے نکاح کیا پھر ام سلمہؓ نے بعد کو بیان کیا کہ مجھے اللہ تعالے نے ابو سلمہؓ سے بہتر بدلے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو دیا-اور صحیح مسلم کی روایت مین ام سلمہؓ سے اس حدیث مین اختصار کے ساتھ استرجاع کا حکم یون مروی ہو کہ مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا پس شاید کہ ابو سلمہؓ سے پہلے سُنا تھا پھر خود بھی حضرت سے سنا یا پوچھ لیا ہو اور امام احمد نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین ہو کوئی مسلمان مرد یا عورت کہ کسی مصیبت مین مبتلا ہو پس اسکو یاد کرے اگرچہ اسکا زمانہ دراز گذر چکا ہو پس وہ اسکے واسطے از سر نو استرجاع کہے مگر یہ کہ اللہ تعالے اسکو ایسا کرنے پر نئے سر سے ویسا ہی اجر دیگا جیسا کہ مصیبت پہونچنے کے روز اسکو اجر دیا تھا اور ابن ماجہ نے اسکو اپنے سنن مین بھی بسند جید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہو اور امام احمد نے من طریق حماد بن سلمہ عن ابی سنان روایت کی کہ ابو سنان نے کہا کہ مین نے اپنا ایک بیٹا دفن کیا اور مین ہنوز قبر کے اندر تھا کہ ابو طلحہ خولانی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے باہر نکال لیا اور مجھسے کہا کہ کیا مین تجھے بشارت نہ دون تو مین نے کہا کہ ہان بشارت دو تو کہا کہ مجھسے حدیث بیان کی ضحاک بن عبد الرحمن بن عوزب نے ابو موسیٰؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے ملک الموت تونے میرے بندے کا فرزند قبض کیا تونے اسکا قرۃ العین اور اسکے دل کا پھل قبض کیا تو ملک الموت نے عرض کیا کہ ہان تو اللہ عز وجل نے فرمایا کہ بندے نے کیا کہا تو ملک الموت نے عرض کیا کہ تیری حمد کی اور استرجاع کیا تو اللہ عز وجل نے فرمایا کہ اسکے واسطے جنت مین ایک گھر بناؤ اور بیت الحمد اسکا نام رکھو-اور امام احمد نے اسکو من طریق عبد اللہ بن المبارک روایت کیا جسمین یون ہی مذکور ہو اور ایسا ہی ترمذی نے سوید بن نصر عن ابن المبارک اسکو روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن غریب ہے اور ابو سنان کا نام عیسیٰ بن سنان ہو-اور امام بغوی نے اپنی اسناد سے ابو ہریرہؓ سے مرفوعا روایت کی کہ جسکے ساتھ اللہ تعالے خیر چاہتا ہو اسکو کچھ مصیبت دیدیتا ہے-اور امام بخاری رحمۃ اللہ کے طریق سے ابو ہریرہؓ سے مرفوعا روایت کی کہ نہین پہونچتا ہے مسلمان کو نصب اور نہ وصب اور نہ ہم سے اور نہ حزن سے اور نہ اذی سے اور نہ غم سے حتی کہ ایک کانٹے سے جو اسکو چبھ جاوے مگر اللہ تعالے اس مصیبت کے بدلے اسکے گناہون کو کفارہ کر دیتا ہو-اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعا روایت کی کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی جسکے لمم تھا پس اسنے عرض کیا یا رسول اللہ آپ میرے لیے اللہ تعالے سے دعا فرماوین کہ اللہ تعالے مجھے اس سے شفا دے تو فرمایا کہ اگر تو چاہے تو مین تیرے لیے اللہ تعالے سے دعا کرون کہ تجھے شفا دے اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور تجھپر کچھ حساب نہین تو وہ عورت بولی بلکہ مین صبر کرتی ہون اور مجھپر حساب نہو اور ابو ہریرہؓ سے مرفوعا روایت کی کہ مومن مرد اور عورت کو برابر بلا اسکی جان و مال و اولاد مین پہونچتی رہتی ہو یہانتک کہ وہ ملتا ہو اللہ تعالے سے ایسے حال مین کہ اسکے گناہون سے کچھ نہین ہوتا ہو-اور سعد بن ابی وقاصؓ سے مرفوعا روایت کی کہ مومن کا بھلا حال ہو کہ اگر اسکو بھلائی پہونچی تو اسنے اللہ تعالی کی حمد کی اور شکر کیا اور اگر اسکو مصیبت پہونچی تو اللہ تعالے کی حمد کی اور صبر کیا پس مومن اپنی ہر بات مین اجر دیا جاتا ہو یہانتک کہ اُس لقمہ کا بھی اسکو ثواب ملتا ہو جو اپنی جورو کے منہ مین دیتا ہو-ف-شیخ نعمۃ اللہ کی البیان مین کہا کہ قولہ تعالے-ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات-خوف اس مقام پر سات اقسام سے ہو ایک نفس سے خوف دوم شیطان سے سوم کفار سے چہارم دوزخ سے پنجم فراق و قطیعہ سے ششم خوف قیامت ہفتم خوف تعظیم و جلال پس سب ان خوفون کی تفصیل اسطرح ہو کہ خوف نفس وہ طبیعت کی مردی کا جو بشریت کی کمزوری کی لازمی ہوئی ہو جسکو بندگی کے مقام پر بندے کے امتحان کیلیے اللہ عز وجل کا قہر ہیجان مین لاتا ہو تاکہ اسکی بشریت کی رعونتون سے اسکی محبت کی سچائی ظاہر ہو جاوے اور ہمیشہ سے یہ خوف اسکی تمام عمر مین زائل نہین ہوتا اسلیے کہ یہ اسکے نفس کی صفت ہو اور نفس پر جبالت کا اولیت مولی کی وعدون و وعید کی سچائی پہچاننے کی قوت کا ٹھہراؤ الابہی بیانہین ہوتا ہو کہ صفت تمکین کے ساتھ یقین کے آفتاب کی روشنی مین اسکو حقیقت حال نظر آوے اور غالب ایسا مقام پر خطرات پیچ و تاب مین اور اس خوف نفس کی تفصیل یہ ہو کہ اسکو رزق جاتے رہنے کا ناحق خوف لگا رہتا ہو اور مجاہدہ سے اسکی نفرت کرنیکا خوف ہوتا ہو اور آخرت کے معاملات مین اللہ تعالے کے وعدون مین مضطرب ہونے کا خوف ہو-زیادہ خوف جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہو وہ یہ ہو کہ یہ دشمن ایسے بندے کو جو حق کا طالب ہو اسکو دنیا ترک کرنے مین اور فقیری اور

امراض و درد کا اور مجاہدہ کرنے مین تلف نفس کا اور دنیا کے بلند درجے جاتے رہنے کا خوف دلاتا ہے اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے اپنے نیک بندون کے
لیے امتحان ہے تاکہ انکے لیے وہ ثواب دے جو اپنے دشمن سے انکے لڑنیکا بدلا اپنے کرم سے مقرر فرمایا ہے اور انکی سچی نیتین اپنے مقامات مین ظاہر ہون یعنے
اپنی اپنی نیت کے موافق ہر ایک کا مقام و درجہ ہو - اور رہا خوف کفار کا تو وہ اسطرح ہے کہ اگر لڑائی مین قتل ہووے تو صورت زایل ہو جائیگی اور زندگی
منقطع ہو جائیگی اور چوٹ اٹھانے مین صورت بگڑ جائیگی اسواسطے کہ انسان اپنی زندگی کو بہت چاہتا ہے اور اپنی موت سے بھاگتا ہے پس اللہ تعالے
اسکو کافرون کے خوف سے امتحان لیتا ہے تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ کون شخص ملاقات الہی کو اپنی زندگی سے زیادہ چاہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا فتمنوا الموت
ان کنتم صادقین یعنی پس تمنا کرو تم موت کی اگر تم سچے ہو - اور رہا خوف دوزخ کا تو وہ نفس امارہ کے لیے لگام ہے کہ اگر ایسا کیا تو قہر حق کی سخت گرفت مین گرفتار
ہونگا اور یہ خوف لگا ہوا ہے تاکہ آداب افعال مین گستاخی نہ کرے اور برے اخلاق سے دور رہے اور عوارض بشری و طبیعت کی پلیدی و شہوتون کی [illegible]
اور کبیرہ گناہون مین پڑنے کی برائی سے بچے اور نیز اللہ تعالے نے اسکو دوزخ کا خوف دیکر امتحان کیا اسلیے کہ دوزخ کا خوف بھی اُن پردون مین سے ایک پردہ ہے
جو بندہ اور پروردگار عزوجل کے درمیان ہین قال المترجم اشارہ یہ ہے کہ بندہ کا خلوص اللہ تعالے کے واسطے جب ہی تمام ہو کہ اسی کے واسطے عبادت کرے
بلا اسکا ہو رہے جسمین کوئی لگاؤ کسی قسم کا کسی چیز کیطرف نہو پس جب ایک شخص نے دوزخ کے خوف سے عبادت کی تو اسکی بندگی مین ایک داغ
رہا بخلاف اسکے جسنے خالص رضاے الہی کے واسطے عبادت کی اور یہ مرتبہ آخر مین حاصل ہوتا ہے کیونکہ اول مین اللہ تعالے و اسکے رسول کی تصدیق
کی کہ جو انھون نے فرمایا ہے کہ نیکوکارون کو جنت اور بدکارون کو دوزخ ہے اور یہ امر واقعی ہے پھر اسکو صفات الہی کی تعلیم سے اصل حقیقت لا الہ الا اللہ
معلوم ہوئی اور یہی مقام شہادت بشری کا ہے پس ملکوتیت کا مقام عبادت بدون خوف دوزخ ہے کیونکہ وہ شہوتون سے بالکل پاک ہین پس انکی
عبادت و خوف محض جلال ذات عزوجل کے واسطے خالص ہے فافہم - اور رہا خوف فراق تو یہ خوف بندون کے دلون مین جبتک وہ دنیا مین موجود ہین
برابر لگا رہیگا قال المترجم یعنے نیک بندون کو یہ خوف برابر رہتا ہے کہ ایسا نہو کہ کوئی امر خلاف ادب سرزد ہو جس سے وہ صراط مستقیم سے مردود کیے
جاوین اور ولی نزدیک ہونیکا مرتبہ جو انکو ایمان لانے سے حاصل ہوا ہے اس سے دور کر دیے جاوین اور یہ خوف اپنے اپنے مرتبہ پر جدا ہے جو لوگ کم ایمان ہین
انکو کم خوف ہے اور جسقدر ایمان کامل و تقرب زیادہ ہے اسیقدر انکو خوف بے انتہا ہے اور حدیث مین ہے کہ مزہ ایمان کا اسی نے پایا جو اسکے جانے سے ایسا ڈرتا ہے
جیسے وہ شخص جو آگ سے نکالا گیا ہے پھر آگ مین ڈالے جانے سے ڈرتا ہے اور امام بخاری کے متعلق روایت کا مضمون ہے کہ بہت سلف الیسے تھے کہ اپنے اوپر یہ خوف
کرتے تھے کہ ہم منافق تو نہین ہین اور اس باب مین ایک جماعت سلف کی حکایات ہین اور جنید رحمۃ اللہ سے حکایت ہے کہ ایک بھوکے پیاسے کتے کو روٹی پانی
دیا اور رو کر فرمانے لگے کہ اگر جنید کا خاتمہ بخیر ہو تو وہ اس کتے سے بہت اچھا ہوگا اور اگر خدا نخواستہ ایمان دنیا سے جاوے تو وہ اس کتے سے کہین بدتر ہوگا
کہ باوجود اس نجاست کے کتے کو آگ مین نہ ڈالینگے اور حدیث مین آیا ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک فاحشہ عورت تھی جسنے اسی طرح بدحال کتے کو پانی دیا تو وہ
اپنے وقت کے پیغمبر کی زبان پر بخشی گئی اور دوسری حدیث مین ہے کہ ایک عورت نے ایک بلی کو بند کر رکھا [illegible] عذاب مین گرفتار ہوئی [illegible]
خوف فراق بڑا خوف ہے قال الشیخ اور یہ اللہ تعالے کی طرف سے بڑا امتحان ہے تاکہ مراد کی طلب کرنیوالے اپنی جان تک صدقہ کرنے کو مشتاق کرین اور
تمام مخلوقات سے الگ ہو جاوین تاکہ بدون صفات نفسانی اور عوارض بشری کے اس کے مقام مین ہو کر رہ جاوین - رہا خوف حجاب تو وہ [illegible]
عنایت ربانی رعایت کے ساتھ اہل محبت کے اسرار کو پہچان [illegible] تاکہ وہ لوگ [illegible] اس خوف سے [illegible]
جو عزوجل کیطرف بھاگتے ہین کیونکہ وہ جانتے ہین کہ ہم [illegible] عزوجل کی طرف سے امتحان کیے گئے ہین - رہا خوف [illegible]
[illegible] عزوجل کی طرف سے امتحان ہے تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ [illegible] مقام [illegible] کی حالت مین اور [illegible]

قہر کبریائی کی صورت میں مخلوقات سے باز رہتے ہیں یا نہیں اور رہا خوف جوع یعنے بھوک سو یہ ایسا ہے کہ اللہ تعالے اس سے اپنے اولیاء کا امتحان فرماتا ہے تاکہ انکو بشریت کی کدورتوں اور طبیعت کے میل کچیل سے پاک کرے اور انکے نفسانی پردون کو جلا دے جو انکے دلوں کے اور اسرار آخرت کے درمیان پڑے ہیں حالانکہ یہ اسرار آخرت ایسے ہیں کہ ظاہری آنکھوں کے دیکھنے سے پوشیدہ ہیں پس یہ خوف جوع انپر لازم کر دیا تاکہ ان کی نیتوں کے عنوان سے انکی رضاے الٰہی کی سچی چاہ کھل جاوے اور نیز اس رجوع کی حقیقت اس مقام پر عارفوں کے نزدیک قلب کی بھوک ہے جو بندہ وصال کے نہ ہونے کے وقت مشاہدہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہے پس انکو اپنے مشاہدہ کیطرف بھوکا کر دیا اور اپنے شوق کی پیاس سے انکے جگر جلادیے تاکہ وصال کو چاہتے ہوے جبروت کے خیموں کے دروازوں پر جلد آویں اور عالم ملکوت سے انوار قدم میں جل جاویں- اور رہا نقص اموال تو یہ نقصان اس چیز کا ہے جو انھوں نے اپنے مالک کے ساتھ تجارت کرنے میں حاصل کیا یعنے بلند درجے اور مقامات اور حالات کیونکہ حقیقت سے عارفوں کا مال یہی ہے قال المترجم فرمایا اللہ تعالے نے- ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ- الآیۃ- خریدا اللہ نے مومنوں سے انکے مالوں و جانوں کو اس عوض پر کہ انکے واسطے جنت ہے اور بعض محققین نے فرمایا کہ جنت سے جو ظاہر نعمتوں کا تبادر ہوتا ہے اسکے مقابلہ میں فرمایا وہ جنت میں اعلی نعمت رضاے الٰہی ہے قلت حدیث میں یہ مضمون ہے کہ آخر میں ان نعمتوں کے بعد اہل جنت سے فرماویگا یعنے حق عز وجل کہ تمہارے لیے یہ نعمت ہے کہ میں تم سے راضی ہوا کبھی غصہ نہ ہونگا اور اس سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے- اور قولہ الحسنی وزیادۃ- کی تفسیر میں متواتر اخبار و آثار سے دیدار الٰہی ثابت ہے فافہم- رہا نقص الانفس سو یہ نقصان نفس مطمئنہ کا حق یعنی یقین کرنے میں مشاہدہ قربت تک پہونچ جانے سے معاملہ آخرت میں نعمت قربت الٰہی کے ساتھ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نفس امارہ کا نقصان مراد ہو کہ وہ اپنی الفت کی چیزوں سے ٹوٹے میں رہے اور اپنے حق میں یہ نقصان کرے کہ مولے نے جو اسپر احسانات کیے ہیں انکو نہ دیکھے اور خود جس نقص میں ہے اسکو پروردگار کی طاعت میں مجاہدہ کرنے سے رنج میں ڈالے- اور رہا نقص ثمرات سو یہ ثمرات یعنے پھل اُن درختوں کے ہیں جو کرامات عالیہ اور مقامات و درجات سنیہ کے بلند درخت ہیں اور یہ سب امتحانات اللہ تعالے کی طرف سے اپنے اولیاء کے حق میں اسوقت ہوتے ہیں جب وہ ازلیت کے جنگل اور وحدانیت کے میدانوں میں اپنے اسرار سے سیر کرتے اور مقامات طے کرتے ہیں پس انکو ان امور مذکورہ سے امتحان فرمایا تاکہ مشاہدہ حق عز وجل کی طلب میں انکا سچا ارادہ ظاہر ہو جاوے اور اس سے یہ ہوتا ہے کہ سچوں کے شوق کی آگ اور بھڑک اٹھتی ہے اور جذبہ حق کی خوشبو دار ہوا اور وصل کی ٹھنڈی ہلکی ہوا انکو لیے جاتی ہے پس حال یہ ہو جاتا ہے کہ وے لوگ اپنے مقصود کی طلب میں اس آگ میں جلکر فنا ہو جاتے ہیں اسلیے کہ حقیقت قربت حاصل ہونے کی شرط یہ ہے کہ سابقین و مقصدین کی روحیں جلال مشاہدہ کے انوار میں جل جاویں- قولہ تعالے وبشر الصابرین- یعنے بشارت دیدے صابروں کو کہ میرے امتحان میں پورے اُترنے کے بعد وے اپنے مقصود کو پا جاوینگے- قولہ تعالے الذین اذا اصابتہم مصیبۃ- یعنے ان مصیبتوں میں سے جب کوئی مصیبت انکو پہونچی تو میرے قہر سے بھاگے بھی تو میرے لطف کی گود میں اور انھوں نے اپنی جانوں کو مجھے سونپ دیا کہ جو چاہوں وہ انکے حق میں حکم دوں اور یہی اللہ عز وجل نے اپنے خاص بندوں کی حکایت فرمایا- قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون- امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خوف یہاں دشمن کا خوف ہے اور جوع سے رمضان کی بھوک ہے اور نقص اموال یہ زکوۃ ہے اور نقص انفس بیماریاں ہیں اور ثمرات دیگر صدقات ہیں اور بشر الصابرین یعنے خوشخبری دیدے جنت کی انکے ادا کرنے صبر کرنے والوں کو قولہ تعالے- اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ- یعنے انپر مشاہدہ حق تعالے کے انوار کی برکتیں ہیں اور انسے امتحان دور ہونے کی رحمت ہے قولہ تعالے- واولئک ہم المہتدون اور وہی راہ پائے ہوے ہیں مقام انس کی طرف خالص اور قدس وصاف حجلۂ انس میں حالانکہ اس سے پہلے اس مقام سے ادھر میں پڑے تھے عکس- بالجملہ اللہ تعالے اپنے بندگان صالحین کو انواع مصائب میں امتحان فرماتا ہے اور یہ درحقیقت اسکے تہذیب

قدرت کی تطورات ہیں تا کہ صدق ظاہر ہو اور یہ عادت قدسی متوارث ہے حتی کہ حضرت ابراہیمؑ کو آزمایا کہ اپنی عمر کے اکلوتے فرزند حضرت اسمعیلؑ کو قریب بیت العتیق کے بے آب و گیاہ مقام میں ڈال جاویں اور انھوں نے بھی کیا اور حضرت ہاجرہ انکی والدہ نے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا تھے کہ اسمعیلؑ پیاس سے تڑپ کر جان دینے لگے اور اسوقت اس مقام متبرک کے مشاعر قدرت سے کچھ آگاہی نہ تھی تھے کہ انھوں نے صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سعی کو مشکور فرما کر مشروع کر دیا اور مصیبت کو اس نعمت عظیمہ سے بدل دیا اور کل خوف دور ہو گیا اور چونکہ صحابہ انصار رضی اللہ عنہم اس حال سے واقف نہ تھے تو انھوں نے بتوں کے خیال سے حج میں صفا و مروہ کی سعی کو گران جانا تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ تم پر یہ شرع

ایک امتہ صالحہ کی مصیبت ہولناک پر رحمت کا آئینہ شروع ہوئی ہے قال تعالیٰ

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا

صفا اور مروہ جو ہیں نشانی ہیں اللہ کی پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت کرے تو گناہ نہیں اسپر کہ طواف کرے ان دونوں میں

وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ

اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدردان ہے سب جانتا

جاننا چاہیے کہ خانہ کعبہ بیت عتیق ہے کہ حضرت آدمؑ نے اسکا حج کیا اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد سے لوگ برابر اسکا حج کرتے تھے اور حضرت موسیٰ نے بھی اسکا حج کیا ہے پس اسکا بیت اللہ عز و جل ہونا کبھی نہیں گیا کہ بیت المقدس قبلہ ہونے کی حالت میں بھی باقی تھا بخلاف بیت المقدس کے کہ اب اسکا طواف نہیں جائز ہے پس حضرت ابراہیمؑ کے بعد جب لوگ برگشتہ ہوے تو انھوں نے حج میں جاہلیت کی بہت سی باتیں شامل کر دیں جس سے تمیز نہ رہی کہ کون اصلی مناسک ہیں اور کون رسوم جاہلیت ہیں از انجملہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا بھی مسلمانوں پر مشتبہ ہوا پس اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ یہ دونوں شعائر اللہ سے ہیں حیث قال عز و جل۔ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ البتہ صفا و مروہ تو شعائر الٰہی سے ہیں ف یعنی معالم التعظیم ہیں اگرچہ بت پرستوں نے بجاے توحید کے یہاں بت رکھے اور انکی تعظیم قرار دی پس تم لوگ بتوں کو دور کر کے بدستور تعظیم الٰہی عز و جل ادا کرو فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔ پس جو کوئی حج کعبہ کرے یا عمرہ کرے تو اسپر گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے ف امام احمد نے مسند میں من طریق الزہری عن عروہ عن عائشہؓ روایت کی کہ عروہ نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آیا آپ دیکھتی ہیں کہ اللہ نے فرمایا کہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ پس واللہ کسی پر گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان طواف نہ کرے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے میری بہن کے لڑکے تو نے بڑی بری بات کہی کیونکہ اگر آیت میں یہی مراد ہوتی جو تو نے تاویل کی ہے تو یوں ہوتا فلا جناح علیہ ان لا یطوف بہما۔ پس تحقیق بات یہ ہے کہ انصار لوگ مسلمان ہونے سے پہلے منات طاغیہ کے لیے اہلال کرتے جسکو پوجتے تھے جو کہ مشلل کے پاس رکھا تھا اور جو کوئی اسکے واسطے اہلال کرتا تھا وہ گناہ جانتا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے پس انھوں نے بعد اسلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو دریافت کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ جاہلیت کے زمانہ میں صفا و مروہ دوڑنا گناہ جانتے تھے پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان طواف کرنیکو شرع مقرر فرما دیا ہے پس کسی کو روا نہیں ہے کہ ان دونوں کے درمیان طواف کو چھوڑے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور زہری کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے یہ حدیث شیخ ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ البتہ یہ علم ہے کہ میں نے اسکو نہیں سنا اور میں نے چند اہل علم سے سنا جو بیان کرتے تھے کہ لوگ سوا ان لوگوں کے

جنکا ذکر حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہی یون کہتے کہ ان دونون پتھرون کے درمیان ہمارا طواف کرنا امر جاہلیت مین سے ہے اور دوسرون نے جو انصار مین سے تھے یون کہا کہ ہمکو تو بیت اللہ کے طواف ہی کا حکم دیا گیا ہی اور ہمکو صفا و مروہ کے درمیان طواف کا حکم نہین دیا گیا ہی پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ۔ شیخ ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث نے کہا کہ پھر شاید یہ آیت ان لوگون اور ان لوگون دونون فریق کے حق مین اُتری ہی اور امام بخاریؒ نے عاصم بن سلیمان سے روایت کی کہ مین نے انس بن مالکؓ سے صفا و مروہ کو پوچھا تو کہا کہ ہم لوگ جانتے تھے کہ یہ امر جاہلیت ہی سو جب زمانہ اسلام آیا تو ہم انکے درمیان سعی کرنے سے رُک رہے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا کہ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ۔ اور قرطبی نے اپنی تفسیر مین ابن عباس سے روایت کی کہ شیاطین تمام رات صفا و مروہ کے درمیان پھیلے رہتے اور ان دونون کے درمیان بت رکھے تھے جنکو جا کر مسح کرتے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو لوگون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونون کے بیچ مین طواف کرنے کو دریافت کیا تب یہ آیت اُتری قال المترجم شاید کہ سبب نزول اس آیت کا یہ سب سوال ہوے ہین اور مفسر سیوطیؒ نے مقدمہ مین بیان کر دیا ہی کہ ایک آیت کے سبب نزول کئی واقعے ہو سکتے ہین پس ایسی ہی آیتون مین سے یہ بھی ہی واللہ اعلم اور معالم مین ہی کہ صفا جمع صفاة مثل نواة ونوی وحصاة وحصی وغیرہ۔ وقال ابو البقا اسکا الف مبدل از واو ہی لقولہم صفوان۔ اور لغت مین اسکے معنے چکنا کڑا پتھر اور مروة واحد ہی اسکی جمع مروات و مرو آتی ہی اور معنے اسکے نرم پتھر ہین اور بعض نے کہا ہی کہ دونون کے لغوی معنے ایک ہین اور بغوی نے کہا کہ یہان اللہ تعالیٰ نے ان دونون لفظون سے دو پہاڑ مراد لیے ہین جو مکہ مین اس نام سے معروف ہین اسیواسطے ان پر الف لام داخل ہوا ہی اور شعائر جمع شعیرة بمعنے علامت پس جو جگہ ایسی ہو جسمین اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب ہوتا ہی مثل دعا و نماز و قربانی وغیرہ کے وہ شعیرة ہی لہذا طواف و وقوف و قربانی کی جگہین سب شعائر اللہ ہین اور شعائر سے مراد یہان وہ مناسک ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت کے لیے اعلام قرار دیا ہی پس صفا و مروہ انھین مناسک مین سے ہین کہ انکا طواف کرنا طاعت و تقرب ہی اور قرطبی نے ذکر کیا کہ صفا کو مذکر فرمایا کیونکہ آدم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہی اور مروہ کو مونث کیا کہ حوا علیہا السلام کے کھڑے ہونے کا مقام ہی اور اس بیان بالا سے کچھ حاجت نہین رہی کہ تقدیر کلام مین طواف الصفا والمروة یا سعی الصفا والمروة نیجا و کما قال ابو البقا فتامل اور تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ صفا و مروہ کے درمیان طواف منجملہ شعائر اللہ کے ہی یعنے ان چیزون مین سے ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے لیے مناسک حج مین مشروع کر دیا تھا اور اوپر حدیث ابن عباسؓ مین گذر چکا ہی کہ اس طواف کی اصل حضرت ہاجرہ والدہ اسمٰعیل علیہ السلام سے ماخوذ ہی کہ جب حضرت ابراہیم ان دونون کو یہان چھوڑ گئے اور یہان کوئی نہ تھا اور انکے پاس جو دانہ پانی تھا سب خرچ ہو گیا اور حضرت ہاجر کو اپنے فرزند کے تلف ہونیکا خوف ہوا تو وہ صفا و مروہ کے درمیان نہایت متردد و مضطر و خائف اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین محتاجی کے ساتھ ملتجی دوڑتی تھین یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے رحم سے انکی سختی و تکلیف و غربت کو دور کیا پس جو شخص ان دونون کے بیچ مین دوڑے اسکے پیش نظر اپنی فقیری و ذلت و محتاجی اس امر کے ساتھ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اسکو راہ راست کی ہدایت کرے اور اسکے دل کو صلاحیت دے اور گناہ عفو کر دے اور بد خصلتین اس سے دور کر دے اور اپنی مرضی پر ثابت رکھے قال المترجم مفسرین نے کہا کہ اہل اسلام کا اسپر اجماع ہی کہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا مشروع ہی مگر اختلاف اسمین ہی کہ رکن ہی یا واجب ہی یا مستحب ہی پس شافعیؒ نے کہا کہ رکن ہی یعنے ایسا واجب ہی کہ اسکے جاتے رہنے سے حج نہ ہوگا اور کسی طرح جبر نقصان نہین ہو سکتا اور دلیل انکی وہ حدیث ہی کہ جسمین آیا ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمپر سعی لکھدی ہی اسکو بیہقی و امام احمد و ابن المنذر و ابن القانع و ابن سعد نے حبیبہ بنت ابی تجزاة سے روایت کیا اور طبرانی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمپر سعی لکھدی ہی پس سعی کرو اور مسلم وغیرہ نے عائشہؓ سے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مجھے اپنی عمر کی قسم کہ نہ پورا کیا اللہ تعالیٰ نے حج ایسے شخص کا جسنے صفا و مروہ کے بیچ مین سعی نہ کی اور نہ ایسے شخص کا عمرہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ

اور نیز حدیث حضرت عائشہؓ ہے جو سبب نزول کے بیان مین گذری اور یہی مذہب مشہور امام مالک کا اور ایک روایت امام احمد سے ہے قال المترجم بعض نے
کہا کہ فلا جناح پر ختم کلام اور علیہ ان یطوف سے شروع ہے ذکرہ ابو البقا پس اسمین بھی دلیل ہے کہ یہ طواف اسپر واجب ہے مگر محققین نے اس طرح
قرأت پر طعن کیا ہے انھین مین سے شیخ ابن الجزریؒ ہین اور حق یہ ہے کہ تقدیر کلام یون ہے۔ فلا جناح علیہ فی ان یطوف بہما۔ اور اس تقدیر پر اس کلام سے یہ ثابت
ہوتا ہے کہ جسنے حج یا عمرہ کیا اسپر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے مین گناہ نہین ہے یعنے وہ مختار ہے اور چونکہ بالاتفاق یہ سعی مباح نہین ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ من شعائر اللہ۔ تو یہ سعی مندوب و مستحب ہو گی جیسا کہ مذہب ابن عباسؓ و انسؓ و ابن عمرؓ کا ہے اور امام احمد و مالک سے ایک روایت مین ثوریؒ و
شعبی و ابن سیرین سے یہی قول مذکور ہے اور بیضاوی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے اسواسطے کہ گناہ کی نفی اس جواز پر دلالت کرتی ہے جو معنی وجوب مین
داخل ہے پس اس سے وجوب باطل نہین ہوتا ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ واجب ہے حرام نہین ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے بعضون نے استحباب کا قول نقل کیا مگر
اصح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ واجب ہے رکن نہین ہے چنانچہ اگر اسکو عمداً یا سہواً ترک کیا تو قربانی دیکر جبر نقصان ہو سکتا ہے اسلیے
کہ آیت تو مستلزم بجز ہے اور حضرت عائشہؓ و انسؓ سے جو سبب نزول مروی ہے اس سے بھی وجوب نہین ثابت ہوتا ہے ہان وہ حدیث جو شافعیؒ وغیرہم
نے روایت کی دلیل وجوب ہے لیکن چونکہ خبر احاد سے ہے اس سے رکن ہونا نہین ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ رکن تو قطعی دلیل سے ثابت ہوتا ہے پس اگر مان لیا
جاوے کہ حدیث مذکور بحسب المعنی قطعی ہے تو بحسب قطعی نہین جس سے رکن ہونا ثابت نہین ہوتا پس ہمنے آیت و حدیث کو جمع کرکے کہا کہ صفا و مروہ کے
درمیان طواف کرنا واجب ہے مگر ایسا واجب کہ اگر فوت ہو جاوے تو قربانی دیکر جبر نقصان کر دیا جا سکتا ہے اور حج وعمرہ تمام ہو جائیگا پس یہ
شافعی کے معارض ہے قول اجلہ صحابہ مثل ابن عباسؓ و ابن عمرؓ و انسؓ وغیرہ کا جیسا کہ ظاہر ہوا۔ پھر جاننا چاہیے کہ یہ سعی پہلے صفا سے شروع کرے
جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث طویل جابرؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف بیت سے فارغ ہوے تو رکن کیطرف پھر آئے اور اسکو استلام
کیا پھر باب صفا سے نکلے اور پڑھتے جاتے تھے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ پھر فرمایا کہ مین اُسی سے شروع کرونگا جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع
کیا ہے یعنے صفا سے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ نسائی کی روایت مین ہے۔ ابدأوا بما بدأ اللہ بہ۔ یعنے تم لوگ اس سے شروع کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع
کیا ہے قال المترجم اور مفسر سیوطیؒ نے اسکو بھی دلیل وجوب مین شامل کیا شاید با این استدلال کہ جسکا شروع کرنا واجب ہو وہ چیز بدلیل اقتضاء خود
واجب ہو گی اور بیان صفا سے شروع کرنا بدلیل صیغہ امر جو وجوب کیواسطے ہے واجب ہوا تو طواف واجب ہے اور یہ غایت توجیہ ہے وفیہ تامل۔ اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جو صفا و مروہ کے طواف کو جاتے ہوے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ پڑھتے جاتے تھے اسمین جدید تنبیہ و اظہار تھا کہ ان دونون کی سعی بسبب
شعائر اللہ ہونے کے ہے نہ بسبب بتون کے کیونکہ پہلے ان دونون پر بت تھے جیسا کہ ابن عباس کے اثر سے ثابت ہوتا ہے مثل اساف و نائلہ یہ دونون انکے
مشرکون کے نزدیک بڑے ہو نگے اور شعبیؒ نے کہا کہ صفا پر اساف تھا اور مروہ پر نائلہ تھی اور جاہلیت مین لوگ طواف مین انھین دونون کو چوم
جاتے تھے پس بعد اسلام کے ان دونون کے درمیان طواف کرنے سے رکے پس یہ آیت اتری اور بعض نے ذکر کیا کہ اساف مرد کی صورت اور نائلہ
عورت کی شکل تھا اور یہ دونون قریش کے بت تھے اور انکو عمرو بن لحی نے یہان لاکر رکھا تھا اور محمد بن اسحاق نے کتاب السیر مین ذکر کیا کہ اساف و نائلہ عورت
مرد تھے اور قریش مین بہت نیک مشہور تھے ان دونون نے کعبہ کے اندر باہم زنا کیا پس مسخ کرکے پتھر کر دیے گئے پس قریش نے انکو کعبہ کے سامنے
رکھدیا تھا تاکہ لوگ انکو دیکھکر عبرت پکڑین پھر جب زمانہ دراز گذر گیا تو ذریات اولاد انکی پرستش کرنے لگے پھر دونون کو صفا و مروہ پر اٹھا لائے
اور یہان نصب کیا اور صفا و مروہ کی سعی مین انھین کو استلام کرتے تھے۔ اگر کہا جاوے کہ اس سے تو دلیل ہے کہ فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔
اللہ تعالیٰ نے انکے اس خیال کو دفع کیا جو سمجھتے کہ صفا و مروہ کی سعی جاہلیت اور گناہ ہے سو فرمایا کہ گناہ نہین ہے اور وجوب سعی اپنے حال پر رہا تو

جواب یہ ہے کہ ہان یہ سب اس حجت کے جو وجوب پر لائی جاتی ہے تاکید ہے اور ہار کن کی دلیل سوائے اس حدیث صحیح کے اور نہیں اور ہمنے بیان کر دیا کہ اسکی سند باوجود صحت کے ظنی ہے لہذا رکن ہونا ثابت نہ ہوگا پس واجب ہونا ثابت ہوا اور بعض نے کہا کہ عدم وجوب کی دلیل آخر آیت بھی ہے فرمایا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ اور جسنے نیکی کو رغبت سے ادا کیا تو اللہ تعالے شاکر علیم ہے ف قرطبی نے استدلال ذکر کیا یعنے - ومن تطوع بالسعے بینہما - اور خیراً صفت مصدر محذوف ہے اور تطوع نفل ہوتا ہے تو وجوب نہوا اور جواب یہ ہے کہ طوع بمعنے انقیاد اور عرف مین تطوع وہ امر خیر کہ جسکو اپنی رغبت سے بجالاوے ایسے امور مین سے جو اسپر واجب نہین کما ذکرہ فی الکبیر پس یا تو یہ معنی ہین کہ فعل طاعۃ فرضاً کان او نفلاً یعنے طاعت کا فعل کیا خواہ فرض ہو یا نفل ہو یا یہ معنے ہین کہ زاد علی ما فرض علیہ من حج او عمرۃ - یعنے جو اسپر حج یا عمرہ فرض ہے اسپر زیادہ کیا اور حج وعمرہ مین سعی مذکورہ واجب ہے پس تطوع نہوئی اور تقدیر کلام بلا ضرورت مسلم نہین ہے فافہم فـ فی العرائس قولہ تعالے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ. صفا اور مروہ دونون مخصوص با نوار تجلی ہین کیونکہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا - جاء اللہ من سیناء واستعلن بساعیر واشرق من جبال فاران یعنے آیا اللہ تعالے سیناء سے اور ظاہر ہوا ساعیر سے اور چمکا فاران کے پہاڑون سے - اور یہ دونون آفتاب عزت کے اشراق سے متلبس ہین اور جو شخص ان دونون پر چڑھا اسکو چاہیے کہ ان دونون مین لباس قدرت کا نور جال مشاہدہ کے نور مین مستغرق ہوکر دیکھے اور ان دونون پر نظر ڈالکر بشریت کی کدورتون سے پاک ہوجاوے اور صفائی معرفت کے ساتھ اسمین اچھے اخلاق ظاہر ہون - اور نیز صفا و مروہ کے ذکر مین سرادق ملکوت اور جبروت کی طرف اشارہ ہے اسلیے کہ صفا و مروہ دونون مکہ کے واسطے حجاب ہین اور مکہ حجاب ہے حرم کا اور حرم حجاب ہے بیت اللہ کا اسی طرح خیمہ حضوری تک پردے ہین - اور نیز صفا کا اونچا مقام ان عارفون کے چڑھنے کا پہاڑ ہے جو مشاہدہ طلب کرنے کی غرض سے اپنی ارواح کو نور معرفت سے صاف کرنا چاہتے ہین اور مروہ کا مقام ان زاہدون کے چڑھنے کا پہاڑ ہے جو معاملہ آخرت کی طلب مین اور جزا و ثواب حاصل کرنے کے واسطے اپنے اشباح یعنے صورتون کو ندامت کے آنسوؤن سے پاک کرنا چاہتے ہین اور نیز صفا اشارہ ہے ازل سے اور مروہ اشارہ ہے ابد سے کیونکہ یہ دونون شعائر اللہ تعالے سے ہین - اور نیز صفا وہ روح ہے اور مروہ قلب ہے - اور بعض اکابر نے فرمایا کہ جو شخص حج وعمرہ کرنے مین صفا پر چڑھا اور اسکا سِرّ واسطے اللہ تعالے کے صاف نہوا تو شعائر حج مین سے اسپر کچھ بھی ظاہر نہوا اور جو شخص مروہ پر چڑھا اور حقائق مغیبات مین سے اسکو کچھ نظر نہ آیا اسکے لیے شعائر حق سے کچھ نہ کھلا اور بعض نے فرمایا کہ صفا حضرت حق عزوجل کے فردوس مین پہونچنے کا مقام ہے سو جو وہان پہونچکر مصافات حق کے واسطے خالص نہوا اسکو جان لینا چاہیے کہ حج مین اسکی کوشش برباد اور وقت ضائع ہوا - شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے کہا مین نے منصور بن عبد اللہ سے سُنا کہ کہتے تھے یعنی ابو القاسم سے سنا کہتے تھے کہ مین نے ابو جعفر سے سنا کہ وہ علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن جعفر روایت کرتے تھے کہ حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ صفا وہ روح ہے کیونکہ وہ صفا القلون کی پلیدی سے صاف ہوتی ہے اور مروہ نفس ہے کیونکہ وہ اپنے مولی کی خدمت مین قائم ہونے مین مروت کا برتاؤ کرتی ہے اور فرمایا کہ صفا وہ صفائے معرفت ہے اور مروہ وہ مروت عارف ہے قال المترجم جاء اللہ من سیناء الی آخرہ جو حدیث کی لفظ سے نقل کیا یہ روایت اسرائیلیات ہے اور مرفوع ثابت نہین ہے توریت یا انجیل مین ہے اور یہ اشارات ہین اور اصل توریت سے بشارت نبوت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی ہے اور سیناء سے مراد کوہ طور موسی اور ساعیر کوہ شام عیسی اور فاران کوہسار مکہ ہین چنانچہ سابق مین مفصل ذکر ہوا ہے اور کتب توریت و انجیل مین فاران سے ظہور نبوت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین صریح مذکور تھا اور یہی صفا و مروہ بھی ہین جنکو شعائر الہی فرمایا و لیکن یہود وغیرہ نے چھپایا لہذا اللہ تعالے نے فرمایا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ

جو لوگ چھپاتے ہین جو کچھ ہمنے اتارا صاف حکم اور راہ کے نشان بعد اسکے کہ ہم انکو کھول چکے لوگون کے واسطے کتاب مین

اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ

انکو لعنت دیتا ہے اللہ اور لعنت دیتے ہین سب لعنت دینے والے مگر جنھون نے توبہ کی اور سنوارا اور بیان کر دیا تو انکو معاف کرتا ہون

عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

اور مین ہون معاف کرنے والا مہربان

شیخ ابن کثیر وغیرہ کی تفسیر مین ہو کہ جو شخص ایسی چیزون کو چھپا دے جسکو اللہ تعالے نے پیغمبرون کے ساتھ بھیجا ہو یعنی کھلی دلیلین جو مقاصد صحیحہ پر دلالت کرتی ہین اور نیک ہدایتین جو قلوب کی اصلاح کے لیے کافی ہین انکو جو شخص چھپا دے اسکے لیے یہ سخت وعید ہو کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ - جو لوگ ان بینات اور ہدی کو چھپاتے ہین جو ہمنے نازل فرمائین بعد ازانکہ ہمنے انکو کتاب سابق مین بیان کر دیا ایسے ہی لوگ ہین جنکو اللہ تعالے لعنت کرتا اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہین ف حتی کہ فاران پہاڑون کے فضائل جو متعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت عظیمہ ہین بیان نہین کرتے ہین - شیخ ابو العالیہ و ایک جماعت سلف نے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق مین اُتری جنھون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو چھپایا پس اہل کتاب مین یہود و نصاری دونون شامل ہین کہ صفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چھپانے مین دونون شریک ہین اگرچہ یہود اس مذمت کے زیادہ لائق ہین کیونکہ انکی کتاب مین صفت مشرح تھی اور انھون نے سوا اسکے دیگر احکام مثل آیت رجم وغیرہ کے بھی چھپائے تھے اور شاید اسی سے مفسر سیوطی رہ نے یہود کو مخصوص کیا پھر اصح یہ ہو کہ یہ آیت ہر ایسے شخص کے واسطے عام ہے جو علم حق کو چھپا دے اس واسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہو خصوص سبب کا نہین کما تقرر فی الاصول - اور حدیث مین ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہو کہ جس کوئی علم پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت مین آگ کی لگام سے لگام دیا جائیگا اور یہ حدیث کئی طریق سے روایت کی کہ بعض کی بعض تقویت کرتا ہو اور صحیح مین ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ کہا تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہ نے اکثار کیا یعنے حدیثین بہت روایت کرتا ہو اور قسم ہو اللہ تعالے کی کہ اگر کتاب اللہ تعالے مین ایک آیت نہوتی تو مین کسی سے کچھ حدیث نہ بیان کرتا اور پڑھی - ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات الآیۃ - اور صحیحین مین حدیث دیگر بھی ہو پس یہ تقویت ظاہر ہو کہ حکم آیت عام ہو قال المترجم عام ہونے سے اگر یہ مراد ہو کہ مسلمان اگر علم کو چھپا دے تو مستحق لعنت ہوگا تو دلائل اسکے واسطے شاہد نہین اور حدیث ابو ہریرہ مین یہ مذکور ہو کہ قیامت مین اسکے منھ مین آگ کی لگام دیجائیگی اور اگر یہ مراد ہو کہ مطلق مذمت مین سب شامل ہین گو نوع عذاب مین فرق ہو تو اسمین کوئی شبہہ نہین ہو - اگر کہا جاوے کہ حضرت ابو ہریرہ جنھون نے حدیث کتمان علم روایت کی خود بھی چھپایا ہو چنانچہ بخاری مین حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو وعاء علم یاد کیے ایک تو مین نے تم مین پھیلا دیا اور رہا دوسرا پس اگر اسکو مین تم مین پھیلاؤن تو میرا نرخرا کاٹا جاوے تو جواب یہ ہو کہ نہ چھپانے کا حکم انھین علوم مین ہو جو بینات و ہدی ایسے ہون کہ اللہ تعالے نے انکو لوگون کے واسطے ظاہر فرمایا ہو جیسا کہ کہا ہو کہ یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب - اور جو ایسا نہو اسکے چھپانے مین مضائقہ نہین خصوص جبکہ قتل کا خوف ہو اور یہین سے معلوم ہوا کہ اکابر شراح نے جو اس حدیث ابو ہریرہ مین دوسرے وعاء علم کی تاویل مین کہا کہ وہ فتن و مشاجرات تھے ایک تحقیق ہو کہ حذیفہ رضہ بھی ایسا علم رکھتے تھے اور حضرت عمر رضہ بھی جانتے تھے جیسا کہ کنایات سے انکی گفتگو باہمی درباب شہادت عثمان و ترقی فتنہ تا قیامت کی حدیث بخاری سے واضح ہو اور وہ جو بعض عوام صوفیہ نے اسکو علم حقیقت پر محمول کیا ہو ضعیف ہو کما لا یخفی اگر کہا جاوے کہ الکتاب واحد ہے یا توریت یا انجیل ہوگی یہود و نصاری دونون کے حق مین عموم کیونکر ہوسکتا ہو تو جواب یہ ہو کہ کتاب اسم جنس ہو اور الف ولام کلے سے وہ شامل جمیع کتب کو ہو گیا اور

بعض نے کہا کہ مراد توریت ہی - جاننا چاہیے کہ اسمین اختلاف ہی کہ علوم دین کا ظاہر کر دینا فرض کفایہ ہی کہ بعض کے اظہار سے باقیون کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور کوئی نہ ظاہر کرے تو سب گنہگار ہونگے یا فرض عین ہی کہ ہر جاننے والے پر اظہار کر دینا فرض ہی اور اصح یہ ہی کہ بعض کے اظہار سے اگر کل اسکو پا سکتے تو پوشیدہ کرنے کی وعید نرہیگی پھر جاننا چاہیے کہ اہل کتاب جنکے حق مین یہ آیت ہی بڑا چھپانا چھپایا اور کفر اختیار کیا اسی سے اللہ عزوجل نے فرمایا - اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون - پس اللہ تعالے کی لعنت تو یہ ہی کہ انکو رحمت سے دور کر دیا اور مراد رحمت خاصہ آخرت ہی اور جسکو چاہے دنیا مین بھی راندے اور لاعنون کی تفسیر مین اختلاف ہی پس ابو العالیہ و ربیع بن انس وقتادہ نے کہا کہ مراد ملائکہ و مومنون ہین پس مومنون مین مسلمان انسان وجن دونون داخل ہونگے اور بصیغہ عقلاء جمع ہونا بھی اسکے موئید ہی اور یہی قول زجاج کا ہی اور ابن عطیہ نے اسکو ترجیح دی ہی اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ لاعنون سے مراد سوائے جن وانس کے سب ہین پس صیغہ عقلاء سے جمع ہونا بسبب تغلیب ملائکہ کے ہی اور اسکے موید ہی وہ حدیث جو براء بن عازب رضؓ نے روایت کی کہ ہم لوگ ایک جنازہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ کافر کی دونون آنکھون کے بیچ مین ایک سخت ضرب ایسی ماری جاتی ہی کہ اسکو ہر دابہ سوائے جن و انس کے سنتا ہی پس ہر دابہ جسنے اسکی آواز سنی اُس کافر میت کو لعنت کرتا ہی پس یہی ہی قول اللہ تعالےٰ کا اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون - یعنے زمین کے دواب[1] رواہ ابن ابی حاتم وابن ماجہ وابن المنذر - اور مجاہد رح نے فرمایا کہ جب زمین مین خشک سالی ہوتی ہی تو بہائم کہتے ہین کہ یہ آدمیون کے گناہون کی وجہ سے ہی اللہ تعالے آدمیون مین کے نافرمانون پر لعنت کرے پس ان لعنت کرنے والون کی لعنت کے یہی معنی ہین کہ اللہ تعالے سے دعا کرتے ہین کہ انپر لعنت کرے امام ابن کثیر رح نے فرمایا کہ غور سے دیکھو کہ حدیث مین آیا ہی کہ عالم کیواسطے ہر چیز استغفار کرتی ہی یہانتک کہ چیونٹیان اپنے سوراخون مین اور مچھلیان دریاؤن مین اور پرندے ہوا مین پس یہ یہودی و نصاری کے عالم لوگ بخلاف علماء کے ہین کہ انپر اللہ تعالے وملائکہ ولوگون کی لعنت ہی - پھر یہ لعنت یا تو بزبان مقال ہی یا بزبان حال ہی اور شیخ ابو العالیہ سے روایت ہی کہ یہ قیامت کے دن ہوگی قال المترجم اصح یہ ہی کہ یہ لعنت بنا بر تفسیر ابن عباس رضؓ کے ہر ایک جاندار کی طرف سے تحقیقی ہی اگرچہ بعض کا ہمکو شعور ہی اور بعض کا نہین ہی اور اسکی تحقیق ہم تحت تفسیر قولہ تعالے - وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ - بیان کر چکے ہین فتذکر پھر اللہ تعالے نے ان یہود و نصاری کے علم چھپانے والون سب مین سے ایسون کو استثنا کیا جنھون نے توبہ کی پس فرمایا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سوائے ان کتاب والون کے جنھون نے توبہ کی اور اصلاح کی اور صاف بیان کر دیا تو ایسے بندون پر مین رجوع فرماتا ہون اور مین تواب رحیم ہون ف اس استثنا مین اختلاف ہی کہ متصل ہی یا منقطع ہی جیسا کہ شیخ ابو البقاء نے ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ استثناء متصل ہی اور مستثنیٰ منہ وہ ضمیر ہم فی قولہ یلعنہم ہی اور بعض نے فرمایا کہ استثنا منقطع ہی اسواسطے کہ جنھون نے چھپایا تھا وہ قبل توبہ کرنے کے لعنت کیے گئے اور استثناء فقط اس بیان کے واسطے ہی کہ توبہ کرنے والون کی توبہ قبول ہوئی اور اسواسطے نہین ہی کہ چھپانے والون مین سے ایک قوم پر لعنت نہین کی گئی قال المترجم تحقیق یہ ہی کہ استثناء متصل ہی اور چھپانے والون مین سے جنکا انجام مردود اور جنکا مغفور ہوگا سب علم الٰہی مین تھا فافہم اور تابوا سے مراد یہ ہی کہ انھون نے ہر کفر و شرک و بدعات سے توبہ کی جسمین سے امر حق کا چھپانا بھی ہے کیونکہ خالی چھپانے سے توبہ کر لینے سے لعنت انپر سے نہ جائیگی جبتک کہ ایمان نہ لاوین اور ہر ایسی چیز سے توبہ نہ کرین جس سے توبہ کرنا واجب ہی دفع لعنت کے لیے اور اسی سے فرمایا واصلحوا یعنے اپنے اعمال ظاہری وافعال باطنی نیک کیے اور جو خرابی کر ڈالی تھی اسکا تدارک کر دیا اور منجملہ مفسدات کے کتمان حق تھا اسی سے فرمایا - وبینوا - یعنے جو انھون نے امر حق کو چھپایا تھا اسکو خوب مبالغہ سے ظاہر کر دیا تو وہ اس جزاء و ثواب کے مستحق ہونے کو - فاولئک اتوب علیہم - یعنے ایسے لوگون کی توبہ قبول کرتا ہون اور یہ محض صفت رحمت و توابی کا مقتضا ہے اسی لیے فرمایا - وانا التواب

[1] دواب جمع دابہ ہر جاندار جو زمین پر چلتا ہو یا رینگتا ہو ۱۲ م

الرحیم- اور یہ صفت مخصوص اسی امت مرحومہ نبی الرحمۃ علیہ الصلوۃ والسلام ہے ظاہر ہوئی کہ دلی ندامت وبیان سے توبہ ہو شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگلی امتون مین سے ایسے لوگون کی توبہ اسطرح نہین قبول ہوتی تھی اور اس کلام مین دلالت ہے کہ جو شخص کسی بدعت یا کفر یا شرک کی دعوت کر چکا ہو اگر اسنے سچی توبہ کی اور مرد صالح ہو گیا اور پہلے کی غلطی کو ظاہر کر دیا تو اللہ تعالے اسکی توبہ قبول فرما ویگا اور جو مرتے دم تک کافر رہے انکا انجام بیان فرمایا بقولہ تعالے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ

جو لوگ کافر ہوئے اور مرگئے اسی حال مین کہ وہ کافر تھے انھین پر ہے لعنت اللہ کی اور فرشتون کی اور لوگون کی سب کی

اَجْمَعِيْنَ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○

رہ پڑے اوسمین نہ ہلکا کیا جائیگا انپر سے عذاب اور نہ انکو فرصت ملے گی

واضح ہو کہ توحید ایمان صرف ایک راہ مستقیم ہے اور ورائے توحید کے بیشمار راہین کفر ہین جیسے دو نقطہ کے بیچ مین خط مستقیم صرف ایک ہو سکتا ہے اور کج خطوط غیر متناہی نکلتے ہین لیکن یہ سب کفر ہین اسواسطے کہا گیا کہ کفر ملت واحدہ ہے۔ بالجملہ بیشمار راہین کفر پر جو کوئی مرگیا اسکا انجام یہ ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ- البتہ جو لوگ کافر بنے اور اسی حالت پر مرے کہ کافر تھے ف بیضاوی نے اشارہ کیا کہ آیت مین حق چھپانے والے کا فر مراد ہین چنانچہ بیضاوی نے تفسیر مین کہا کہ اے من لم یتب من الکاتمین حتے مات۔ یعنے حق چھپانے والون مین سے جسنے توبہ نہ کی یہانتک کہ مرگیا۔ھ۔ شاید یہ تخصیص اس نظر سے ہوگی کہ ماقبل کے ساتھ خوب منتظم ہو ورنہ کوئی وجہ تخصیص کی نہین جیساکہ اورون نے کہا کہ کافر خواہ حق چھپانے والے ہوے یا اور وجہ سے اور یہی کلام مفسر سیوطیؒ سے ظاہر ہے اور یہی ارجح ہے اسلیے کہ معنی کی راہ سے شامل تر ہے اور اس شمول کے ساتھ ماقبل سے منتظم ہونا خود ظاہر ہے وقولہ وہم کفار۔ جملہ حال اور واو حالیہ ہے اور زمخشری نے کہا کہ اسکا حذف شاذ ہے۔ بالجملہ جس کسی کافر نے مرتے دم تک توبہ نہ کی اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ- تو یہی لوگ ہین کہ انپر اللہ تعالے وملائکہ وجمیع لوگون کی لعنت ہے ف یہ جملہ اسمیہ خبر ان واقع ہے اور یہ دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے کہ لعنت مذکور اس حالت پر مرنے والون سے کبھی الگ نہو گی بخلاف اوپر کی آیت کے کہ اسمین یلعنہم اللہ۔ جملہ فعلیہ فرمایا کہ اسکی دلالت وقوع پر ہے باوجود اسکے تاکید شدید فرمائی بقولہ تعالے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ- یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے انسے عذاب تخفیف نہوگا اور نہ وے لوگ مہلت دیے جاوینگے ف یہان چند مقام ہین اول لعنت کیونکر ہے دوم سب آدمیون مین یہ کفار خود داخل ہین یا نہین سوم ضمیر خالدین فیہا سے اللعنۃ یا فی النار۔ اور بیان یہ ہے کہ خدا تعالے کی لعنت کرنے کے یہ معنے ہین کہ دھتکارا اور اپنی رحمت سے دور کر دیا اور یہ سوائے خدائے تعالے کے اور کسی سے ممکن نہین ہے اور فرشتون وتمام لوگون کی لعنت کرنے کے یہ معنی ہین کہ یون بد دعا کرین کہ اللہ تعالے ایسے کافر پر لعنت کرے اور شیخ ابوالعالیہ وقتادہ سے روایت ہے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا کہ قیامت کے روز کافر کھڑا کیا جائیگا پس اللہ تعالے اسپر لعنت کریگا پھر ملائکہ اسپر لعنت کرینگے پھر سب آدمی اسپر لعنت کرینگے۔ اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ کسی خاص معین زندہ کافر پر لعنت کرنا نہین جائز ہے اسواسطے کہ اسکا حال اسکی موت کے وقت معلوم نہین اور ایک جماعت علماء اسی طرف گئی ہین کہ معین زندہ کافر لعنت نہ کیا جاوے مگر مطلق کافر پر لعنت کرنا علی العموم روا ہے اسمین کوئی خلاف نہین ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور انکے بعد کے خلفاء وائمہ اسلام قنوت وغیرہ مین مطلقا کافرون پر لعنت کیا کرتے تھے اور اگر کہا جاوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معین کافرون پر نام بنام لعنت فرمائی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوتا تھا اور کسی کو معلوم نہین ہو سکتا علاوہ ازین اللہ تعالے نے آپکو اس سے منع بھی کر دیا جیساکہ آیندہ تفسیر قولہ لیس لک من الامر شیء مین آویگا۔ اور بعض نے کہا کہ کافر معین

لعنت کرنا بھی ظاہر پر عمل کرکے جائز ہے جیسا کہ اسکے ساتھ قتال کرنا جائز ہے اور اسی کو فقیہ ابوبکر بن العربی نے اختیار کیا ہے۔ اور قرطبی نے فرمایا کہ کافر پر
لعنت کرنا کفر سے زجر کرنے کے طریق پر نہین ہے بلکہ یہ اسکے کفر کی جزا ہے اور اسکے قبح کفر کا اظہار ہے خواہ کافر عاقل ہو یا مجنون ہو اور سلف مین سے ایک
جماعت نے فرمایا کہ کافرون مین سے جو مجنون ہوگیا یا مرگیا اسپر لعنت کرنیکا کچھ فائدہ نہین ہے نہ بطور جزا کے اور نہ بطور زجر کے اور کہا کہ اس قول کی دلالت
یہ ہے کہ آیہ کریمہ مین اس امر کی خبر دی ہے کہ اللہ تعالےٰ اور ملائکہ اور سب لوگ ایسے کافرون پر لعنت کرتے ہین اور آیت کریمہ مین لعنت کرنیکا حکم نہین دیا ہے
شیخ ابوبکر بن العربی مالکی نے فرمایا کہ گنہگار معین پر لعنت کرنا بالاتفاق نہین جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور مین ایک شراب خوار کئی بار لایا گیا اور
ہر بار اسپر حد ماری جاتی تھی پس ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالےٰ اسپر لعنت کرے کسقدر بار بار لایا جاتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی پر شیطان کے
مددگار نہ بنو اور حدیث صحیحین مین ہے اور بعض روایت مین ہے کہ فرمایا کہ اسکو لعنت مت کر کیونکہ وہ اللہ و اسکے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اسی سے
بعض نے استدلال کیا کہ جو شخص اللہ و رسول کو دوست نہ رکھتا ہو مثلاً کوئی کافر کہ وہ معین ہو تو اسپر لعنت کرنا جائز ہے۔ اور قولہ والناس اجمعین۔ یعنے لوگ کے
سب اور اجمعین یہ وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے والناس اجمعین فرمایا حالانکہ ناس مین مسلمان و کافر سب شامل ہین اور کافر کے دین والے کافر کو لعنت نہین کرتے ہین اور
نیز ناس اجمعین مین وہ کافر خود شامل ہے حالانکہ اپنے آپ کو لعنت نہین کر سکتا ہے اور اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول آنکہ کل مراد ہین لیکن یہ قیامت مین ہوگا
جیسا کہ ابوالعالیہ و قتادہ سے اوپر گذرا دوم آنکہ الناس اجمعین سے مراد خاص وہ لوگ جنکے لعنت کرنیکا اعتبار ہے اور وہ مومنین ہین یہ ایک روایت قتادہ
سے بھی ہے اور یہی حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے اور اس صورت مین یہ کلمہ عام اور مراد خاص ہے اور تائید قول اول یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا۔
یلعن بعضکم بعضا۔ یعنے بعضے کافر دوسرون کو لعنت کرینگے۔ اور فرمایا کہ۔ کلما دخلت امۃ لعنت اختہا یعنے ہر بار جب ایک گروہ آگ مین داخل ہوگا
تو اپنے ساتھی گروہ پر لعنت کریگا۔ سوم آنکہ اکثر کی طرف سے لعنت ہونے پر کل کی طرف سے تغلیباً لعنت کا اطلاق ہے بوجہ اسکے کہ اکثر کا حکم اقل پر بھی
ہو گویا سبھی نے لعنت کی چہارم آنکہ وہ لوگ ظالمون و کافرون پر لعنت کرتے ہین حالانکہ وہ بھی ظالم و کافر ہین پس جب اسنے ظالم و کافر پر لعنت کی تو اپنے
اوپر لعنت کی قال المترجم اولیٰ یہ ہے کہ اجمعین تاکید مفردات ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی اور ملائکہ کی اور لوگون کی سب کی لعنت ہے پس الناس سے مراد
اہل ایمان ہین بنا بر آنکہ الف لام عہد کا ہے اور بعض نے جواب دیا کہ لعنت کرنے سے مراد عام ہے کہ بزبان مقال ہو یا بزبان حال ہو پس بزبان
حال ہر کافر دوسرے پر بلکہ اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور بعض نے حق جواب کی طرف یون اشارہ کیا کہ معنے یہ ہین کہ انپر اللہ تعالےٰ و ملائکہ و
لوگون کی سب کی لعنت ہے یعنے ایسے کافر جو کفر پر مرے ہین وہ اس طرح لعنت کے مستحق ہین خواہ وہ اپنے اوپر اپنی زبان سے یا
اپنے ساتھیون پر اپنی زبان سے لعنت کرین یا نہ کرین پس یہ کلام ایسا ہے کہ گویا فرمایا کہ انپر افراد لعنت کے تمام و کمال ہین اور وہ قدرت
الٰہی مین واقع و متحقق ہین فافہم۔ اور قولہ تعالےٰ خالدین فیہا ضمیر مونث فیہا کی لعنت کی طرف راجع ہے یا نار کی طرف راجع ہو مگر اس صورت
مین اضمار قبل الذکر ہوگا جسپر لعنت ہونا دلالت کرتا ہے پس یہ تہویل (ہول دلانا ۱۲) و تخویف (خوف دلانا ۱۲) و تعظیم شان کے طور پر ہے اور قولہ تعالےٰ ولا ہم
ینظرون۔ یہان ینظرون (مہلت دیا جانا ۱۲) یا تو انظار سے ہے یا نظر سے ہے اور نظر یا تو بمعنے دیکھنے کے ہے یا بمعنے انتظار ہے پس شیخ ابوالعالیہ نے فرمایا کہ لاہم ینظرون
ای لا ینظرون لیعتذروا۔ انکو مہلت نہ دی جائیگی تاکہ عذر کرین اور حضرت ابن عباسؓ سے اسی کے مانند روایت ہے یعنے تاخیر و مہلت نہ دیے
جاوینگے اور بعض نے فرمایا کہ لاہم ینظرون یعنے انکی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھا جائیگا اور مفسر سیوطی رح نے تاویل ابن عباسؓ کو اختیار فرمایا اور انظار
بمعنے امہال لیا اور حق یہ ہے کہ کفار جو کفر پر مرے حیات دنیا ہی مین خود اپنے اوپر لعنت کرتے تھے سوائے اسکے کہ انکے حواس لعنت کو ادراک نہین کرتے ہین اور قیامت
مین انکی زبان ہاتھ پاؤن وغیرہ سب انپر لعنت کی گواہی دینگے حتی کہ مرتے ہی ظہور ہو جاوے گا اور کفر خود امر شدید ہے مگر اللہ تعالےٰ کی شان ارحم الراحمین ہے تو مخلوق

عذاب سے نہین بچ سکتی اور اسکے جامع کمال صفات مین طاعت و معصیت کو دخل نہین اور الوہیت کسی فرد مین سوائے حق تعالےٰ کے محال قطعی ہی لہذا اسم اعظم کی صفت سے تنبیہ فرمائی بقولہ تعالےٰ

١٩ ع ١١

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ

اور معبود تمھارا اللہ واحد ہے نہین کوئی معبود مگر وہی وہ رحمن و رحیم ہے

شان نزول شیخ سیوطی رح نے لکھا کہ لوگون نے عرض کیا کہ ہمارے رب عزوجل کا وصف فرمایئے تو نازل ہوا قولہ تعالےٰ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ تمھارا آلہ واحد ہے اسکے سوائے کوئی الوہیت والا نہین وہی رحمن رحیم ہے فقط اور یہی معالم مین مذکور ہے اور خطیب وغیرہ نے اسی کی پیروی کی اور سراج مین کہا کہ جب کفار قریش نے کہا کہ اے محمد وصف کرو ہمارے لیے اپنے پروردگار کو اور نسبت بیان کرو ہمارے لیے تو سورۂ اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد اور یہ آیت اتری والٰہکم الٰہ واحد اور واحد وہ ہے جسکا نظیر نہو اور شریک نہو

اقول یعنے واحد سے یہان یہ مراد نہین جو معروض وحدت ہو کہ اللہ تعالےٰ اس سے برتر ہے کہ کوئی چیز اسکو عارض ہو اور نیز وحدت وغیرہ عددی عوارض کمیات کے اوصاف ہین پس اللہ تعالےٰ کے واحد ہونے کے وہ معنی نہین ہین جو اور چیزون کے واحد ہونے مین تصور کیے جاتے ہین کہ اس چیز کو وحدت لگی ہوئے ہے جو تثنیہ و جمع کے مقابل ہوتی ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ اسکی ذات پاک ایسی ہے کہ کوئی اسکا نظیر نہین اور اپنی صفات مین فرد ہے کہ کوئی چیز اسکے مشابہ کسی وجہ سے نہین اور اپنے افعال مین واحد ہے کہ کوئی اسکے ساتھ شریک نہین اور یہی فقہ اکبر مین امام اعظم سے مروی ہے اور شرح مثنوی مین ملا بحر العلوم نے ذکر کیا ہے اور اکابر اہل تصوف نے ایک اور معنی بیان کیے ہین جو اپنے مقام پر مذکور ہونگے ۔ قال البیضاوی والٰہکم خطاب عام ہے یعنے مسلمانون و کافرون سب کیطرف خطاب ہے اور مراد یہ ہے کہ تمھاری طرف سے عبادت کیے جانے کا مستحق آلہ واحد ہے پس کافرون کے بت وغیرہ اگرچہ آلہ بنائے ہوئے تھے مگر وہ کوئی مستحق عبادت نہ تھے بلکہ بتان باطل تھے اور یہ درحقیقت آلہ کے معنے ہین کہ جو مستحق عبادت ہو اسیواسطے بیضاوی رح نے حرفاً سے تفسیر کی اور یہ توجیہ نہین ہے جیسا کہ بعض نے وہم کیا پس کافرون نے جو اپنے بتون وغیرہ کو آلہ قرار دیا اسمین نام رکھنے مین غلط کیا جیسے کوئی اندھے کو آنکھیارا کہنے لگے اور معنی مین غلط کیا کہ غیر مستحق کو مستحق بنالیا ۔ قال العکبری الٰہ خبر ہے اور واحد اسکی صفت اور مقصود بیان صفت ہے اسواسطے کہ الٰہکم واحد نفیہ اور فرمایا قل ہو اللہ احد اور بعض محققین نے کہا کہ آحد اور واحد ایک معنی مین ہین ۔ اور قولہ لا الٰہ الا ہو ۔ یہ اللہ عزوجل کی وحدانیت کی تقریر ہے اور لا کے تحت مین آلہ نکرہ کی نفی سے بالکل آلہ کی نفی ہوئی الا ہو ۔ استثنا سے فقط اللہ عزوجل کی الوہیت ثابت رہی پس اس سے یہ وہم بھی دفع ہوگیا کہ شاید آلہ موجود ہون اگرچہ مستحق عبادت نہون تو فرمادیا کہ کسی کا وجود ہی نہین ہے اور ابو البقا نے ذکر کیا کہ الا ہو مستثنی موضع رفع مین ہے اور لا کے موضع سے بدل ہے کیونکہ لا آلہ کا موضع یعنے لا مع اپنے معمول کے موضع ابتدا مین ہے پس مرفوع المحل ہے پس بدل بھی مرفوع المحل ہے اور اگر موضع نصب مین ہوتا تو الا ایّاہ ہوتا اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ آلہ ہونے کا مقام فقط اللہ عزوجل کا ہے اور غیر اس مقام سے نفی کیا گیا ہے ۔ الرحمن الرحیم ان دونون پاک نامون کی تفسیر اول سورۂ فاتحہ مین گذری اور مقدمہ مین مفصل بیان ہے اور یہ دونون یا تو الٰہکم کی خبر دوم و سوم ہین یا مبتداء محذوف کی خبر ہین ای ہو الرحمن الرحیم اور یہی مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا ہے اور الا ہو مین مستثنی سے صفت نہین ہوسکتے ہین اسواسطے کہ ضمیر کا وصف نہین آتا اور نہ ضمیر سے کسی کا وصف کیا جاتا ہے اور اس سے خبر بھی نہین ہوسکتی ہین اسواسطے کہ مستثنی اس مقام پر جملہ نہین ہے ذکرہ العکبری اور بیضاوی مین فرمایا کہ یہ ان دونون پاک نامون کا وحدانیت پر دلیل دینے کے مانند ہے کیونکہ جب اللہ تعالےٰ اصول و فروع چھوٹی و بڑی سب نعمتون کا مولی ہے اور جو چیز سوائے اللہ تعالےٰ ہے وہ یا نعمت ہے یا وہ ہے جسکو نعمت دی گئی تو کوئی اسمین نہ ٹھہرا پس اسکے سوائے کوئی بھی مستحق عبادت نہین ہے اور حدیث شریف مین اسماء بنت یزید بن السکن سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے۔ والٰھکم الٰہ واحد لآ الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔ اور۔ الٓمٓ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم اس حدیث کو ابن ماجہ و دارمی و ابو داؤد و امام احمد و ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے اور کچھ بیان اسکا اول فاتحہ میں گذرا اور عنقریب تفسیر قولہ تعالےٰ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیۃ۔ میں اشارہ آتا ہے۔ اور حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متمرد شیطانوں پر کوئی چیز زیادہ سخت ان آیتوں سے نہیں جو سورۂ بقرہ میں ہیں۔ والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔ اسکو دیلمی نے روایت کیا۔ پھر الوہیت خالق عزوجل اسقدر عیاں ہے کہ اُسی نے دلیل و برہان کو پیدا کیا اور اُسی نے معرفت کو پیدا کیا اور اُسی سے مخلوقات کا وجود ہے چنانچہ فرمایا

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا

آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات و دن ایک دوسرے کے پیچھے بدلتے آنے میں اور کشتی جو لیکر چلتی ہے دریا میں جو

يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا

چیزیں لوگوں کے کام آویں اور جو اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اس سے زمین کو اسکے مرے پیچھے اور چھٹکا دیے

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ

اُسمیں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے پھیرنے اور ابر کے پھیرنے میں جو حکم کا تابع ہے درمیان آسمان اور زمین کے ان میں نمونے ہیں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

عقلمند لوگوں کو

اس آیت کا شان نزول بھی مفسر سیوطیؒ و معالم وغیرہ نے یہ بیان کیا کہ جب مشرکوں نے حضرت باری تعالےٰ کے اوصاف مقدس کو سنا کہ وہ واحد فرد لاشریک لہ الرحمٰن الرحیم ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے تعجب کر کے دلیل مانگی پس یہ آیت اُتری۔ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ آسمانوں و زمین کی پیدائش میں وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور رات و دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ۔ اور کشتیوں میں جو لوگوں کی نافع چیزیں لیکر سمندر میں چلتی ہیں وَمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اور اس معاملۂ بارش میں کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان سے پانی اُتارا اسپر اسنے زمین کو بعد مردگی کے زندہ کیا۔ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ۔ اور زمین میں ہر قسم کے جاندار پھیلائے۔ وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ اور ہواؤں کے پھیرنے میں۔ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ۔ اور بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں ف۔ بالجملہ ان جمیع آثار میں لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔ بیشک دلالات قدرت ہیں ایسی قوم کے واسطے جو سمجھ رکھتے ہیں ف۔ برخلاف بیعقل کافروں کے جو اپنے حواس جسمی کے مردگی میں بےعقل ہو کر اسکا عقل نام رکھتے ہیں تو انکو کچھ نہیں سوجھتا اور کچھ بھی غور سے نہیں پاتے۔ بالجملہ اللہ عزوجل نے توحید کے ذکر کے بعد اسپر واضح دلیل بیان فرمائی اور وہ آٹھ باتیں ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں اور اس خوبی کے ساتھ ہیں کہ انکے ظاہر معنے کھلی دلیلیں ہیں کہ عوام و خواص سب بنظر انصاف سے دیکھکر وحدانیت الٰہی پر یقین کر سکتے ہیں اور خواص اسمیں جسقدر اپنی نظر عقلی و علمی سے غور کرتے ہیں انکو عجیب عجیب قدرت و کمال کے دلائل ملتے ہیں اور یہ منجملہ معجزات قرآن سے ہے اور وہ آٹھ باتیں یہ ہیں اوؔل خلق السموات والارض۔ دوؔم تعاقب اللیل والنہار سوؔم روانی کشتی و جہاز دریا و سمندر میں چہارؔم آسمان سے مینہ اوتارنا پنجؔم اُس سے زمین کو زندہ کرنا ششؔم اسمیں اسکے سبب جانداروں کو منتشر کرنا ہفتؔم تصریف ریاح ہشتؔم تسخیر سحاب پس الوہیت ایک ہے مثلاً پیدائش آسمان و زمین ہی ایک دلیل ہے کہ کسی عقل والے نے آجتک اسکا پایاں نہ پایا

اور حقیقت اسکی کسی پر منکشف نہوئی خواہ فلاسفہ متقدمین ہوں یا متاخرین سب اسکی حقیقت و ماہیت سے ناخبر ہین اور کمال فلاسفہ کا انکے قول پر یہ تھا کہ موجودات
کو ترتیب وجودی انواع کے ساتھ مع علت معلوم کرین مثلاً سب سے اول عقل اول پھر عقل دوم و فلک اول بعلت عقل اول پھر عقل سوم و فلک دوم بعلت عقل دوم
اسیطرح جیسے عقل دہم اور فلک نہم تک پھر عقل دہم نے تمام زمین و مافیہا کو پیدا کیا۔ یہ قول ہرچند کہ انکی جہالت او رمحض گمان ہے جسکو وہ تحقیق و علم جانتے ہین مگر ہماری مراد
اس واہی قول کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ جب کہا جاتا ہے کہ پھر عقل دہم نے کیا رھوین عقل اور دسوین آسمان کو کیون نہین پیدا کیا تو کہتے ہین کہ یہ ہم نہین جان
سکتے اسکو سوائے حق عزوجل کے کوئی نہین جانتا اور حکمت تو اسیقدر ہے کہ جو موجودات ہے ہم اسکی ترتیب علت کو اپنی عقل سے پاوین و دریافت کرین اور
یہ ہم نہین جانتے کہ ایسا کیون نہوا اور ویسا کیون نہوا۔ پھر جب کہا جاتا ہے کہ کنہ حقیقت آسمان کی کیا ہے تو کہتے ہین کہ آسمان تو دور رہا ایک گھاس کی جنس
و فصل ذاتی بھی معلوم ہونا دشوار ہے۔ یہ تو حال ہے پھر بھی یہ لوگ اور انکے مانند بہت اپنے تئین بڑھکر جاہل فرقہ ہین جو اپنے گمان پر اتراتے ہین اور حق بات جسکو اللہ
تعالےٰ واسکے رسول نے فرمایا ہے چھوڑتے ہین ایک ادنی بات یہ ہے کہ وہ اپنی حکمت کو علم قرار دیتے ہین یعنے جو باتین حکمت مین مذکور ہین وہ ضرور یون ہی ہاتی ہیں جیسے
ثابت کی گئین یا جنکو کہا گیا کہ یون نہین ہین وہ درواقع یون نہین ہین اب ہم کہتے ہین کہ فلاطون کہتا ہے کہ جسم محض صورت جسمانیہ کا ایک جزو ہی ہیولے
کوئی جزو نہین اور ارسطو والے کہتے ہین کہ جسم مرکب ہے صورت اور ہیولی دو جزو سے پس ہم یقیناً جانتے ہین کہ یا تو ہیولی نہ ہوگا جیسا کہ فلاطون کہتا ہے یا
ہوگا جیسا ارسطو کہتا ہے اور یہ نہین ہوسکتا کہ نہو اور ہو بھی پس قطعاً معلوم ہوا کہ ان دونون مین سے ایک جھوٹا ہے پس حکمت کے یہ معنی کہان رہے کہ
قطعی و یقینی ہے اور یون ہی ہے جیسے کہا گیا و ابوعلی بن سینا نے شفا مین حکمت و علم و یقین مین کہا کہ۔ ہوا نہ لیس لا کذا۔ حالانکہ یہ غلط ٹھہرا پس برادر
اسلام کو فرض ہے کہ ان خیالات مین اپنی اوقات ضائع نہ کرے اور جو اللہ عزوجل اور اسکے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ثابت و صحیح الروایۃ
معلوم ہوا اسپر دل سے یقین کرے اور اسی راہ سے اللہ عزوجل نے اپنے دلائل قدرت و کمال مین فکر کرنے کو ارشاد کیا ہے اسمین خوض کرے اور عجائب
قدرت کی باریکیان و علم حق سے فیض پاکر خوش ہو چنانچہ اس آیت مین اللہ عزوجل نے دلائل توحید کو بقدر کفایت ارشاد کیا اور مدارک و جصاص
مین ہے کہ روایت مین آیا کہ خرابی اسکی جسنے اس آیت کو پڑھا اور اسمین تفکر نہ کیا اور حدیث صحیح مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت اُٹھے اور اسکو
وضو سے پہلے پڑھتے رہے بالجملہ اگر ان آٹھون وجوہ مین سے ایک پر بھی شیطانی وسوسے چھوڑ کر غور کرے تو اسکو علم ربانی حاصل ہو کہ اسکا پیدا
کرنے والا وہی حق سبحانہ جامع اوصاف کمال ہے باوجود اسکے اسمین عجیب عجیب علوم مندرج ہین جو اسپر منکشف ہون انشاء اللہ تعالےٰ پھر سموات کو
جمع فرمایا اور ارض کو واحد تو کہا گیا کہ اسلیئے کہ آسمان کئی طبقات ہین اور ہر طبقے کے احکام جدا ہین لہذا جمع فرمایا اور زمین طبقہ واحدہ ہے اور رد کر دیا گیا
کہ زمین کے بھی وہی سات طبقے ہین چنانچہ فرمایا و من الارض مثلھن پھر توجیہ کی گئی کہ یہ زمین کے طبقات مثل پیاز کے تہ بتہ ہین کچھ آبادی وغیرہ نہین
پس مثل طبقات آسمان کے نہین ہوسکے بلکہ طبقہ واحدہ کے مانند ہوئے اور یہ بھی رد کیا گیا کہ حاکم نے من طریق ابی الضحی عن ابن عباسؓ روایت کی
جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر طبقہ زمین مین آبادی ہے اور ہر طبقہ کا آدم مانند ہمارے آدم کے اور موسیٰ مانند ہمارے موسیٰؑ کے اور عیسیٰ مانند ہمارے عیسیٰؑ کے اور محمد مانند
ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور ہمارے مفسر نے تدریب الراوی شرح تقریب النواوی مین کہا کہ مین حاکم کی
اس حدیث کو صحیح کہنے سے تعجب کرتا تھا یہانتک کہ مین نے بیہقی کو دیکھا کہ انھون نے کہا کہ اسکی اسناد تو صحیح ہے ولیکن یہ اول ہی راوی پر شاذ ہے یعنے فقط
ابو الضحی اسکے ابن عباسؓ سے راوی ہین مجھے کوئی انکا متابع نہین معلوم ہوا انتہی اور ابن المنذر وغیرہ نے اسکو دوسری وجہ سے بھی ابن عباسؓ سے روایت کیا پس ابو الضحی
کی متابعت موجود ہے اور چونکہ نصوص قرآن و حدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلق عالمین سے افضل و اکرم ہین اور طبقات بھی منجملہ عالم کے ہین
کیونکہ عالم ماسوائے ذات باری عزوجل ہے پس اگر یہ مانند ہمارے مشابہت ہو اس امر مین کہ انکی طرح ان مین انبیاء ہین جیسے ہم [illegible] ہین [illegible]

مثل و یکسان مراد نہین ہی بوجہ اسکے کہ ہمنے ذکر کیا کہ قطعی نصوص سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً افضل از خلق عالم ہونا جیسا ثابت ہی ویساہی دلالت واشارت سے بکثرت معلوم ہی اور بیان تخصیص کرنا میرے نزدیک جرأت وجہالت ہی- اور بیضاوی نے کہا کہ آسمان کو اسواسطے جمع فرمایا کہ وہ سب اجناس مختلفہ ہین ہر آسمان دوسرے آسمان سے غیر جنس ہی اور زمین کی جنس واحد یعنے خاک ہی اور اسکے جمع کی حاجت نہ رہی کہ محسوسات مین اعظم مخلوق آسمان ہے جب اسکو متعدد پیدا کر دیا جو لفظ جمع سے ظاہر ہی تو زمین سے ہزار دن ہو سکتے ہین حاجت جمع بیان کرنے کی کچھ نہین رہی- اور یہان ثابت ہوا کہ آسمان طبقات متعدد موجود ہی محض ہمارے نظر نہین ہی جیسا کہ اسوقت کے بعض ملاحدہ سے مسموع ہوتا ہی اسلیے کہ استعمال عرب مین خلق کو معدوم و ناپید کی طرف نسبت نہین کرتے ہین- اور مترجم نے مقدمہ مین اسکو دلیل عقلی و ریاضی سے مدلل رد کر دیا ہی اور آسمان مین جو نشانی قدرت ہین منجملہ انکے یہ ہی کہ اسکو بلا بندش و ستون کے اپنے حال پر مخلوق کر دیا اور اسمین سورج و چاند تارے وغیرہ جڑ دیے اور زمین مین منجملہ اسکی نشانیون کے اسکا پانی اپنی جگہ سے سائل نہین ہوتا اور سمندر سے جانب بالا یا زیر نہین بہ جاتا ہی اور اسپر خاک بھی ہی جسمین پہاڑ و دریا و کانین و جواہر و اشجار و اثمار کثیرہ ہین- اور یہان سے نکلا کہ پانی کی طرح قیامت مین پیشے کا ایک حال پر رہنا بمشیت ایزدی ہی جیسے سمندر کے پانی مین مشاہدہ ہی- قولہ واختلاف اللیل والنہار- اختلاف اس مقام پر اس محاورہ سے ہی کہ اختلف فلانٌ فلانًا- اے خلیفہ ہوا زید عمرو کا اور اختلاف ضد اتفاق یہان نہین ہی- پس اختلاف اللیل والنہار کے معنے یہ ہوے کہ باہم ایک دوسرے کا خلیفہ ہوتا ہی باین طور کہ ایک جاتا ہی اور دوسرا اسکے پیچھے آتا ہی اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے- وہو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ- اے وہی اللہ پاک ہی جسنے کر دیا رات اور دن کو خلفہ اے خلیفہ ہوجاتا ہی انمین سے ہر ایک بعد دوسرے کے- اور عطاء رح نے فرمایا کہ روشنی و تاریکی اور زیادتی و نقصان مین ان دونون کا اختلاف مراد ہی اور اس بنا پر اختلاف ضد اتفاق ہوگا- اور ابن الخطیب نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسمین تیسری وجہ یہ ہی کہ یہ دونون جیسے زمانہ مین مختلف ہوتے ہین ویسی جگہون مین بھی مختلف ہوتے ہین کیونکہ جو شخص زمین کو گول کہتا ہی پس جو ساعت تو مقرر کرے وہ زمین کے کسی مقام پر صبح ہوگی اور یہی ساعت دوسرے مقام پر ظہر ہوگی اور تیسری مقام پر عصر ہوگی اور کہین مغرب اور کہین عشا ہوگی- اور یہ اسوقت ہی کہ ہمنے طول کی راہ سے بلاد مختلفہ کو لیا اور اگر عرض کی راہ سے بلاد مختلفہ کو اعتبار کرین تو جس ملک کا عرض جانب شمال سے زیادہ ہوگا اسکی گرمی کے ایام بڑھکر ہونگے اور جاڑے کے ایام کم ہونگے پس ملکون کے طول و عرض کی راہ سے شب و روز مین ایسے مختلف حالات ایک امر عجیب ہی- کما قالہ الکرخی اور لیل جمع لیلۃ کی ہی اور لیالی اسکی جمع الجمع ہی اور نہار جمع نہر کی ہی اور لیل کو نہار سے مقدم کیا اسواسطے کہ وہ اقدم ہی جیسا کہ فرمایا- وآیۃ لہم اللیل نسلخ منہ النہار- یعنے نشانی ہی انکے لیے رات کھینچتے ہین ہم اس سے دن کو اور یہ بنا بر این کہ ظلمت مقدم ہی نور پر یہی قول اصح ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ نور مقدم ہی ظلمت پر- اور اس اختلاف سے ایک فائدہ نکلتا ہی وہ یہ ہی کہ جو رات ہی وہ آیا اپنے اگلے دن کے تابع ہی یا پچھلا دن اسکا تابع ہی پس اول قول کے موافق پچھلا دن اسکا تابع ہوگا اور دوسرے قول کے موافق اگلے دن کے تابع ہوگی پس یوم عرفہ پہلے قول کے موافق اصل سے مستثنی ہوگا کیونکہ اپنے پیچھے والی رات کا تابع ہی اور دوسرے قول پر اصل کے موافق ہی- اور طلوع فجر سے غروب شمس تک کے درمیان نہار ہی اور نضر بن شمیل نے کہا کہ شروع نہار کا طلوع شمس سے ہی اور اس سے پہلے نہار مین سے شمار نہین ہی اور یہی ثعلب و زجاج کا قول ہی- اور ابن الانباری نے زمانہ کی تین قسمین کی ہین ایک محض رات کو غروب آفتاب سے طلوع فجر تک ہی دوم محض نہار کہ طلوع آفتاب سے غروب تک ہی اور سوم مشترک درمیان لیل و نہار کہ طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہی کیونکہ کچھ تاریکی رات کی رہتی ہی اور کچھ دن کی روشنی ہوجاتی ہی اور یہ اصطلاح اہل لغت کے موافق بیان ہوا اور شرع مین روزے کیواسطے بالاتفاق نہار کا اعتبار طلوع فجر سے تا غروب آفتاب ہی اور صدقہ فطر کے واسطے اگر طلوع فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے لڑکا پیدا ہوا تو فقہ مین اسکا کلام معروف ہی- قولہ والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس- لفظ فلک بضم اول و سکون دوم جمع ہی اور اسکے معنے بڑی کشتیان اور اسکا مفرد و جمع ایک ہی لفظ ہی پس فرق یون بیان کیا گیا کہ اسکا واحد بروزن قفل ہی اور جمع بروزن اسد جمع اسد بضمتین اور اسی سے بعض نے

کہا کہ واحد فلک بھی بروزن اُسُد بضمتین ہی اور یہ تصرف فی اللغۃ بقیاس ہی اور یہ روا نہیں ہی اور محققین کے نزدیک فرق واحد وجمع مین باعتبار ضمہ کے ہی یعنے جو ضمہ کہ فا کو واحد مین ہی وہ غیر ضمہ جمع ہے اور اسکی دلیل یہ ہی کہ جمع کا ضمہ اسمین بھی ہوتا ہی جسکا واحد مضموم نہین مثل اُسد وکُتب کہ واحد اسکا اَسَد بفتحتین وکتاب ہی ذکرہ العکبری والبیضاوی- اور رضی مین ہی کہ ساکن العین ایسے الفاظ مین فرع مضموم العین کی ہی پس اصل مین فلک بضمتین ہوگا اور یہی بعض قراءۃ مین آیا ہی اور فلک کی تانیث یا تو اسوجہ سے کہ یعنے سفینہ ہی یا بوجہ جمع ہونے کے ذکرہ البیضاوی اور بعض نے کہا کہ کبھی اسکو مذکر لاتے ہین کما فی قولہ فی الفلک المشحون- اور کبھی مونث کما فی قولہ- والفلک التی تجری فی البحر- وقولہ حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بہم- ولیکن یہ قول وہم ہی اسلیے کہ اول مثال مین لفظ مفرد ہی اور دوم وسوم مین جمع ہی پس تذکیر بوجہ افراد کے اور تانیث بوجہ جمع کے ہو سکتی ہی پھر نشان قدرت اسمین یہ ہی کہ کشتی باوجود گرانبار ہونے ہو اسباب وآدمیون وغیرہ سے پھر پانی پر روان ہوتی اور نہین ڈوبتی ہی اور یہ اللہ تعالی کی نجات سے ہی اور اسکی قدرت کاملہ کا ظہور ہی ورنہ ایک کنکری ڈوب جاتی ہی اور ما فی قولہ بما ینفع مین موصولہ ہی مصدریہ نہین ہی علی ما قیل- اور قولہ- وما انزل اللہ من السماء من ماء- پہلا من ابتدائیہ اور دوسرا بیانیہ موصول ہی بغوی نے کہا کہ سماء سے مراد سحاب ہی کہ اللہ تعالی اسمین پانی پیدا کرتا ہی پھر اس سے نازل فرماتا ہی- اور بعض نے کہا کہ آسمان مراد ہی کہ اسمین پیدا کرکے پھر سحاب مین اُتار کے پھر زمین کو نازل فرماتا ہی اور سراج مین کہا کہ ہمارے شیخ قاضی زکریا نے فرمایا کہ اخبار مین یون ہی کہ سحاب تو جنت کے کسی درخت سے ہی اور مینہ عرش کے نیچے کے سمندر سے- مترجم کہتا ہی کہ اس بارہ مین حدیث صحیح مین کچھ نہین آیا البتہ اسرائیلی روایات ہین اور کلام اسمین پہلے گذر چکا اور ماء سے مراد مینہ ہی کہ جو اللہ تعالی کے حکم سے عالم کی زندگی کا اور پیداواری نباتات وارزاق کا باعث ہی- فاحیا بہ الارض بعد موتہا- موت سے مراد زمین کا خشک ہو جانا اور مجازاً اسکو موت فرمایا پس احیاء سے مراد یہ کہ زمین مین نباتات اُگائے یا اسکی تر وتازگی ہی اور یہ انزل پر عطف ہی اور قولہ وبث فیہا من کل دابۃ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دابہ سے مراد ہر جاندار ہی جو روے زمین پر چلے خواہ کوئی مخلوق ہو آدمی یا جانور یا کیڑے پتنگے وغیرہ جنکی صورتین مختلف ورنگ اور زبانین جدا جدا باوجود کثرت بیشمار کے اور باوجود اسکے کہ آدمی مثلاً ایک اصل کی طرف راجع ہین پھر بھی ہر مرد کی صورت امتیازی موجود ہی عقل مین نہایت عجیب ہی اور یہ عطف ہے احیاء پر کیونکہ احیاء ارض اور بث الدواب دونون اسی مطر کے سبب سے ہین اور کشاف مین کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ انزل پر عطف ہی اور شیخ ابوحیان نے فرمایا کہ انزل پر اسکا عطف صحیح نہین اور نہ احیاء پر بلکہ صواب یہ ہی کہ یہان موصول محذوف ہی اے وما بث فیہا- اور کہا کہ اسمین ایک زیادہ فائدہ یہ ہی کہ یہ ایک مستقل نشانی ہو جاتی ہی اور موصول کا حذف کرنا کلام عرب مین شائع ہی- قولہ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض- ریاح جمع ریح بمعنے ہوا اور یہ لفظ مذکر ومونث دونون پر بولا جاتا ہی اور تصریف ریاح سے مراد اسکو اسکے چلنے کے رخ سے بدل دینا مثل پُروائی وپچھیا ودکھنی واُتری کر دینا جسکو عربی مین قبول ودبور وشمال وجنوب کہتے ہین اور اسی قبول بالفتح کو صبا کہتے ہین وحدیث مین ہی کہ نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور مین مدد دیا گیا صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد ہوائے دبور سے اور شمال برخلاف اکرم جو اُتر کی طرف سے چلے اور جنوب اسکے برعکس ہی اور بعض نے کہا کہ صبا وہ کہ دو ہواؤن کے بیچ کے بیچ سے چلے اور ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ ریح وپانی اللہ تعالی کے لشکرون مین سے بڑے گروہ ہین اور حدیث مین ہی کہ ریح کی ہوا بدون کے ساتھ دی کرتی ہی جو درختون کے ساتھ کرتی ہی اور ابی بن کعب سے مروی ہی کہ قرآن مین جہان ریاح کا لفظ ہی وہ رحمت ہی اور جہان ریح ہی وہ عذاب ہی اور ہوا کو برا کہنے سے ممانعت مین احادیث وارد ہین اور سراج مین ہی کہ صبا وشمال وجنوب مین بشارت ہی اور دبور ہی ریح عقیم ہی اور بعض نے کہا کہ ریاح آٹھ ہین چار رحمت کیواسطے وہ مبشرات وناشرات وذاریات ومرسلات ہین اور یہ کلام مجید مین مذکور ہین اور چار عذاب کی ہین دو خشکی مین عقیم وصرصر اور دو تری مین عاصف وقاصف اور یہ بھی قرآن مین مذکور ہین اور ریح مین نشان یہ ہی کہ وہ ایک جسم لطیف ہی کہ نہ دکھلائی دیتا اور نہ ہاتھ مین آتا ہی اور باوجود اسکے اسمین نشانی [illegible]

ڈھا دیتی ہے اور باوجود اسکے وہ زندگی کا سبب ہے کہ اگر ایک طرفۃ العین معدوم ہو تو ہر ذی روح مرجاوے - اور جو چیز زمین پر ہے سڑ جاوے - اور لفظ سحاب مذکر و مونث دونوں آتا ہے اور سحاب یعنی غیم مسخر ہے درمیان آسمان و زمین کے پس بعض نے کہا کہ مسخر ہونا یہ کہ جہان چاہا اسکو بھیجدیا اور بعض نے کہا کہ بدون بندھن کے اسکا درمیان میں جمار ہنا بھی اسکا مسخر ہونا ہے و اقول تسخیر کے معنی تو معلوم ہیں یہ دونوں باتیں اور اسکے سوا اور اطاعت و فرمانبرداری کی باتیں سب اسمیں داخل ہیں اور سحاب میں نشانی یہ ہے کہ باوجودیکہ وہ اس کثرت سے پانی کو شامل ہے کہ بڑے بڑے دریا اس سے روان ہوتے ہیں پھر بھی آسمان و زمین کے درمیان بے روک ٹوک جاری رہتا اور پانی تھامے رہتا ہے اور اسمیں اور طرح طرح کی نشانیان ہیں جو ادنیٰ فکر سے ظاہر ہوتی ہیں پس یہ سب انواع دلائل حضرت خالق واجب قادر مختار وحدہ لاشریک لہ پر دال ہیں اور حق وہ ہے جو اکابر سے منقول ہے کہ حق عزوجل ہر چیز کی دلیل ہے اور امام اعظم رح نے ارشاد کیا کہ اگر انبیاء علیہم السلام نہ بھیجے جاتے تو کوئی شخص اس امر میں معذور نہ رکھا جاتا کہ میں نے اپنے خالق کو نہ پہچانا فتفکر قولہ لآیات لقوم یعقلون - یعنے اللہ سبحانہ کی وحدانیت اور کمال صفات کی طرف دلالتیں و نشانیاں ہیں ایسے شخص کے لیے جو آنکھ سے دیکھتا اور نورانی عقل سے فکر کرتا ہے جو اوہام کا پابند نہیں اور انکلون پر نہیں چلتا ہے اور بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ویل ہے اُس شخص کے لیے جسنے اس آیت کو پڑھا اور اسمیں فکر نہ کی - اور لفظ یہ ہیں - ویل لمن قرأ ہذہ الآیۃ فمج بہا - شیخ ولی الدین عراقی نے فرمایا کہ مجھے اس روایت پر وقوف نہیں حاصل ہوا یعنے کسنے روایت کی اور کیسی روایت ہے اور ہمارے مفسر رح نے فرمایا کہ اس لفظ سے یہ روایت نہیں مروی ہوئی اور کہا کہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھپر اس رات اُتاری گئی آیۃ - ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب - پھر فرمایا ویل لمن قرأہا ولم یتفکر فیہا - اے ویل ہے اس شخص کے لیے جسنے اسکو پڑھا اور اسمیں فکر نہ کی - شیخ اوزاعی رح سے پوچھا گیا کہ ان میں فکر کی حد کیا ہے تو فرمایا پڑھے اس آیت کو درحالیکہ اسکو سمجھتا جاوے انتہی و بیضاوی نے کہا کہ اسمیں علم کلام و اسکے جاننے والون کے حق میں اس آیت سے بزرگی نکلتی ہے - یہ تو بیضاوی رحمہ اللہ کا اجتہاد ہے اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ آدمی اگر اپنے پروردگار سے ہر گناہ کو لا دکر سوا ے شرک کے ملے تو اس سے بہتر ہے کہ علم کلام کے ساتھ اس سے ملے - اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ علم کلام والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور امام احمد رح نے حارث محاسبی کے حق میں اسی قسم سے مروی ہے اور ایک جماعت ائمہ سے اسکی مذمت مروی ہے شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں مع اسانید نقل کیا کہ حافظ ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قریش کے لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد ہم چاہتے ہیں کہ دعا کرو کہ تمہارا پروردگار صفا پہاڑ کو ہمارے واسطے سونے کا کردے کہ ہم اسکے عوض گھوڑے اور ہتیار خریدیں اور تمھارے ساتھ ہو کر لڑیں تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ وثیق عہد کرو کہ اگر میں نے پروردگار سے دعا کی اور اسنے تمھارے لیے صفا کو سونے کا کردیا تو تم ضرور ایمان لاؤگے پس انھون نے واثق وعدہ کیا پس آپ نے دعا کی پس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ پروردگار عزوجل نے انکو صفا پہاڑ کو سونے کا کردیا اس شرط پر کہ اگر یہ تیرے اوپر ایمان نہ لاوینگے تو انکو ایسا عذاب کریگا جو تمام عالم میں کسی کو نہیں کیا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ نہیں اے میرے پروردگار بلکہ تو انکو اور مجھے چھوڑ دے میں انکو روز بروز دعوت و نصیحت کرونگا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری - ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس الآیۃ - اور ابن ابی حاتم نے دوسری وجہ سے جعفر بن ابی المغیرہ سے اسکو روایت کیا ہے اور آخر میں اسقدر زیادہ کیا اور کیونکر وہ لوگ تجھسے صفا کا سوال کرتے ہیں حالانکہ وہ نشانیان ہیں جو وہ دیکھتے ہیں جو اس سے بڑھکر ہے - اور ابن ابی حاتم نے عطاء رح سے روایت کی کہ مدینے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اتری - والٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم تو کفار قریش نے مکہ میں کہا کہ کیونکر سب لوگون کو ایک واحد کافی ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس تا قولہ لآیات لقوم یعقلون - پس اس سے وہ جانینگے کہ وہ الٰہ واحد ہے اور وہ ہر چیز کا معبود ہے اور ہر چیز کا خالق ہے اور وکیع بن الجراح نے ابو الضحیٰ سے روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری - والٰہکم الٰہ واحد الآیۃ - تو مشرکون نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ہم کو کوئی آیت دو

پس اللہ عزوجل نے اتارا۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار تا قولہ یعقلون۔ اور آدم بن ابی ایاس نے دوسری وجہ سے اسکو ابو الضحیٰ سے
روایت کیا ہے۔ قال العکبری اس آیت میں کوئی وقف تام نہیں ہے ف۔ شیخ نے عرائس میں ذکر کیا۔ قولہ ان فی خلق السموات والارض۔ اسے آسمان و زمین کو
نئی طور پر ایجاد کرنے میں نور صفات کا نور افعال میں ظہور ہے پس نور افعال کا ظہور آیات کے مقام میں ہے اور نیز آسمان اشارہ ہے روح کی طرف اور زمین اشارہ
ہے قلب کی طرف۔ قولہ واختلاف اللیل والنہار۔ یعنے ان دونوں کی کمی اور زیادتی اور دونوں کے آنے اور جانے میں بقیاس طلوع آفتاب معرفت کے یعنے
لیل و نہار ظاہری اشارہ و دلیل ہیں باطن کے باین طور کہ جیسے نہار اس آفتاب کے طلوع سے اور لیل اسکے غروب سے ہوتی ہے ویسے ہی معرفت کا آفتاب
جب قربت کے مطلع سے نکلتا ہے تو وہ نہار حقیقی ہے اور جب مشاہدہ جاتے رہنے سے نکرت چھا جاتی ہے اور ڈوب جاتا ہے تو وہی رات ہے۔ اور نور وصل جاتے رہنے (یعنی معرفت ۱۲)
سے ہجر کی تاریکیاں چھا جانے سے رات ہے اور اہل محبت کے دلوں میں تجلی حق عزوجل کے انوار چمکنے سے اس تاریکی کا زائل ہو جانا یہی روز روشن ہے اور نیز اشارہ
ہے کہ بسط از انبساط کے دیکھنے سے اپنے حالات کو اسی پر قیاس کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ احوال بھی تصرفات قدرت ہیں کسی ولی کے اختیاری نہیں ہیں چنانچہ شیخ
سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ؎ بگفت احوال ما برق جہان است ۔ دمے پیدا و دیگر دم نہان است ۔ والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس
شیخ نے اشارہ کیا کہ فلک قلب عارف ہے اور بحر دریائے قدم و ابد ہے اور بما ینفع معرفت کے موتی اور ناس مریدین ہیں اور حاصل معنی یہ ہیں کہ عارفین کی
حال انکے قلوب کا قدم و ابد کے سمندروں اور دریائے صفات میں جاری ہونا اور پیرنا اس غرض سے کہ ذات کے سمندر میں غوطہ لگا کر تہ سے معرفت کے
موتی نکال لاویں جو مریدوں کے کام اسطرح آویں کہ آیات ملکوتیہ میں صفات جبروتیہ کو مشاہدہ کریں۔ قولہ وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا
بہ الارض بعد موتہا۔ عارفوں کے واسطے الغیب خاص ہے اس تفکر میں جو اللہ تعالیٰ قربت کے آسمان سے باران مشاہدہ نازل فرما کر ایسے قلوب مردہ کو
جو قربت و مشاہدہ نہ پانے سے مرگئے تھے زندہ کرتا ہے۔ قولہ وبث فیہا من کل دابۃ۔ عارفوں کے قلوب کو عالم ملکوت کی سیر میں جو اپنے اپنے مقامات کی راہ
مستغرق ہیں لطائف خطاب سے سرفرازی ہوتی ہے۔ قولہ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض۔ عارفوں کو تصریف ریاح اور تسخیر سحاب سے
معارف مشاہدہ خاص ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ کفار مردہ ان چیزوں کو بے جان خیال کرتے ہیں اور سورۃ الرعد میں انشاء اللہ بیان آویگا۔ قولہ لآیات لقوم
یعقلون۔ اے عزیز کی باتیں جاننے والوں کے لیے صفات قدرت کی نشانیاں ہیں باین طور کہ انکی عقل کی آنکھیں عجیب حکمتوں سے کچھ دریافت
کرجاتی ہیں لیکن کفار کچھ نہیں پہچانتے اور مخلوقات کو معبود بنا کر انکے شکر گذار و نہایت عاشق بن جاتے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى
اور بعضے لوگ جو پکڑتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو انکی محبت رکھتے ہیں جیسے محبت اللہ کی اور ایمان والوں کو اس سے بڑھی ہے محبت اللہ کی اور کبھی
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ
بے انصاف اسوقت کو جب دیکھینگے عذاب کہ زور سارا اللہ کو ہے اور اللہ کی مار سخت ہے جب الگ ہو جاویں جنکے
اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا
ساتھ ہوے تھے اپنے ساتھ والوں سے اور دیکھیں عذاب اور ٹوٹ جاویں انکے سب واسطے اور کہیں کے ساتھ پکڑنے والے کاشکے ہمکو
كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۭ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ
دوسری بار زندگی ہو تو ہم الگ ہو جاویں انسے جیسے یہ الگ ہو گئے ہم سے اسطرح دکھاتا ہے اللہ انکو کام انکے افسوس دلانے کو اور انکو
بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝
نکلنا نہیں آگ سے

ع

پہلے اللہ عزوجل نے وحدانیت آلہی کو پھر اسپر دلیل کو ذکر فرمانے کے بعد ان لوگون کا حال بیان کیا جو مشرک ہین بقولہ تعالے وَمِنَ النَّاسِ
مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ اور آدمیون مین سے ایسا ہے جو سواے اللہ تعالے کے انداد بناتا ہے جنکے
ساتھ اللہ تعالے کے مانند محبت کرتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ اور جو لوگ ایمان لائے وہ سب سے زیادہ شدید محبت اپنے اللہ
کے ساتھ رکھتے ہین ف پس کفار قابل لعنت ہین جو رب عزوجل کو چھوڑکر مخلوقات پر فریفتہ ہین آخر قیامت مین یہ سب باطل ہوگا اور عذاب شرک
مین پڑینگے وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ
اور اگر جانتے وہ لوگ جنھون نے شرک کیا جب عذاب دیکھین گے کہ قوت کل اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے اور اللہ تعالے شدید العذاب ہے ف تو ہرگز دنیا مین
شرک نہ کرتے کیونکہ جنکو انداد بنایا وہ محض مجبور مخلوق ہے جو قیامت مین ظاہر ہوگا - إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا
الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ جب تبرا کرینگے وہ لوگ جو پیشوا اتبدع بنائے گئے تھے ایسے لوگون سے جو انکے تابع بنے تھے درحالیکہ
یہ لوگ عذاب دیکھین گے اور انمین باہمی میل کٹ جائیگا ف یہ وقت پیروی کرنے والون پر حسرت وندامت کا ہوگا وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ
أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا - اور تابعداری کرنے والے باہم کہینگے کہ کاش ہمارے لیے لوٹنا ہوتا تو ہم بھی ان لوگون سے تبرا
کر لیتے جیسے انھون نے ہمسے تبرا کیا ف یعنے تمنا کرینگے کہ کاش ایکبے ہم دنیا مین بھیجدیے جاتے تو ہم بھی ان سردارون سے تبرا کر لیتے جیسے آج انھون نے
ہمسے کیا حالانکہ یہ لوگ جھوٹے ہین پھر اس جسم مین گرفتار ہوکر یہی کرتے كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُم
بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ یون ہی اللہ تعالے ان کافرون کو انکے اعمال شرک وکفر کو حسرتین دکھلاتا ہے اور یہ لوگ آگ سے باہر ہونیوالے نہین
ہین ف بلکہ یہ حسرت علحدہ عذاب ہے واضح ہو کہ قولہ من دون الله مین دون بمعنے غیر ہے اور انداد جمع ند کی بمعنے نظیر ہے اور مفسر سیوطی نے اصنام یعنے بتون
تفسیر کی یعنی سواے اللہ تعالے کے بتون کو شریک لائے اور بیضاوی مین ہے کہ بعض نے کہا کہ انداد یعنی وہ سردار لوگ جنکی اطاعت کرتے تھے سوجھ کہ آگے فرمایا
کہ - اذ تبرأ الذين اتبعوا من الذين اتبعوا - حالانکہ بیزاری کرنا بتون سے متصور نہین اور جو کوئی سواے حکم آلہی کے کسی کی بات مانتا ہے اسکو اپنا رب بنایا
چنانچہ قولہ تعالے - اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله مین بیان آویگا - اور شاید مراد عام ہے خواہ بت ہون یا ایسے لوگ ہون جنکی فرمانبرداری
خلاف حق تعالے بدون حکم شرعی اختیار کی تھی بلکہ وہ چیز مراد ہے جو اللہ تعالے سے مشغول کرے - اور یحبونهم سے مراد یہ ہے کہ تعظیم وخضوع مین مثل حب اللہ کے انکے
ساتھ برتاؤ کرتے ہین اور کحب الله مصدر مضاف بجانب مفعول ہے اور فاعل ضمیر راجع بجانب ان کافرون کے ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ کافر ان انداد سے ویسے ہی محبت
کرتے ہین جیسے اللہ تعالے سے محبت کرتے ہین یعنے محبت وطاعت مین اللہ تعالے اور انداد کو برابر رکھتے ہین اور بعض نے کہا کہ کحب الانداد کحب المؤمنين لله
یعنے بتون کو اسطرح مانتے ہین جیسے مومنین اپنے رب تعالے کے لیے محبت وخضوع کرتے ہین - اور بیضاوی مین ہے کہ محبت حب بالفتح بمعنے میل قلب ہے
پھر یہ دل کے سیاہ نقطہ کیواسطے جسکو حبۃ القلب کہتے ہین مستعار لیا پھر اس سے حُب بالضم کو ماخوذ کیا کیونکہ وہ دل مین اس نقطہ تک پہونچی اور اسمین جم
بیٹھی ہے - اور بندے کی اللہ تعالے سے محبت کرنے کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے کی طاعت کا ارادہ کرے اور اسکی مرضیات حاصل کرنے پر قصد رکھے
اور اللہ تعالے کا بندے کے ساتھ محبت کرنے کے یہ معنی ہین کہ اسکی کرامت کا ارادہ فرمائے اور اپنی طاعت مین اسکو لگادے اور معاصی سے
بچاوے اور حق یہ ہے کہ محبت صفت آلہی سبحانہ تعالے ہے - اور اشد حبا بصیغہ اسم تفضیل ہے اسے اشد ہین انکی انداد کو چاہنے کی بہ نسبت یا انکے اللہ تعالے کو چاہنے
کی بہ نسبت کیونکہ وہ لوگ کبھی اللہ تعالے کے مقر تھے اور سختی کے وقت اسی کیطرف رجوع کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان انکے بہ نسبت شدید ہوکہ کیسی حال مین اللہ
تعالے سے عدول نہین کرتے ہین اور صحیحین مین عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ کون گناہ سب سے بڑا ہے فرمایا یہ کہ تو اللہ تعالے کا ند بناوے

حالانکہ اسنے تجھے پیدا کیا ہے۔ و قولہ لو یری الذین ظلموا۔ مفسر سیوطیؒ نے تفسیر مین تری بتاء فوقیہ قراۃ اہل شام کی اختیار کی ہے پس رویت سے آنکھ کا دیکھنا
مراد ہوگا اور خطاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ہر مخاطب کو ہوگا اور معنے یہ ہین کہ اگر دیکھیگا تو اے محمد ان لوگونکو جنھون نے انداد بناکر اپنے اوپر ظلم کیا ہے
تو البتہ امر عظیم دیکھیگا۔ جواب لو محذوف ہے اور بعض نے کہا کہ ان القوۃ للہ جمیعا۔ یہی جواب ہے اے اگر دیکھے تو اے محمد ان ظالمون کو انکے عذاب دیکھنے کی
حالت مین تو تو جانے کہ قوت اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اسکو جانتے تھے لیکن خطاب آپکو کیا گیا اور مراد آپ کی امت والے
ہین۔ اور اہل مکہ کی قراۃ بیاے تحتانیہ ہے اور معنے یہ ہین کہ اگر دیکھین وہ لوگ جنھون نے ظلم کیا دنیا مین عذاب آخرت کو تو البتہ جان لین جس دم
دیکھین کہ قوت واسطے اللہ تعالے ہی کے ہے سب کی سب۔ اور یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے اور نحاس نے کہا کہ اہل تفسیر اسی قول پر ہین اور اس تفسیر پر بھی رویت
رویت بصر یعنے آنکھ کا دیکھنا ہے اور مبرد نے کہا کہ جو تفسیر ابو عبیدہ نے فرمائی وہ جید نہین ہے کیونکہ عذاب کی تقدیر بایں طور کہ۔ لو یری الذین ظلموا العذاب
ضروری ہے پس گویا مشکوک سی بات ہوگئی حالانکہ اسکو اللہ تعالے نے واجب کیا ہے پس احسن یہ ہے کہ یری بمعنی تعلیم لیا جاوے اور تقدیر عبارت یون ہو۔ ولو یری
الذین ظلموا ان القوۃ للہ لو یعلمون حقیقتہ قوۃ اللہ وشدۃ عذابہ۔ اور جواب لو محذوف ہے اے لتبینوا ضرر اتخاذہم الانداد۔ یعنے اگر مشرکین جان لین حقیقت
مین قوت کل اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے اور اسکا عذاب شدید ہے تو انکو کھل جاوے کہ انداد یعنے شریک بنانا نہایت سخت مضر ہے۔ اور اذ یہان بمعنی اذا ہے
اسواسطے کہ اذ موضوع ہے گذشتہ کے واسطے اور یہان مستقبلات پر داخل ہوا اس اعتبار سے کہ یہ چیزین متحقق ہونے مین ایسی یقینی ہین کہ مثل ماضی کے ہین
گویا واقع ہوگئین۔ اور یرون۔ بر بناء معروف جمہور کی قراۃ ہے اور بر بناے مجہول ابن عامر کی قراۃ از اراءۃ ہے اور بعضون نے ان القوۃ۔ مین ان مکسورہ
پڑھا ہے اور قوت سے جسمی قوت مراد نہین بلکہ قدرت الٰہیہ و غلبہ مراد ہے۔ اور جمیع در اصل فعیل از جمع ہے اور شاید وہ اسم جمع ہے اسیواسطے کبھی مفرد اسکے
پیچھے آتا ہے مثل قولہ نحن جمیع منتصر۔ اور کبھی جمع مثل جمیع لدینا محضرون اور حال قرار دیے جانے سے اسکو نصب ہوتا ہے اور کبھی کل کے معنے پر تاکید آتا ہے
اور مثل کل کے شمول پر دلالت کرتا ہے اور ایک وقت مین مجتمع ہونے پر دلالت نہین کرتا ہے۔ اور قولہ ان اللہ شدید العذاب۔ بیضاوی نے کہا کہ یا تو
جملہ مستانفہ ہے یا قول یہان مضمر ہے اور بعض نے کہا کہ ماقبل پر عطف ہے اور فائدہ اسکا تہویل ہے کیونکہ اللہ تعالے کے ساتھ قوت کی خصوصیت ہونا
شدت عذاب کو واجب نہین کرتا ہے اسواسطے کہ جائز ہے کہ باوجود قدرت ہونے کے اسکو ترک کرے اور عفو کر دے اور جب تصریح کی کہ شدت
عذاب دیگا تو خوف جم گیا۔ قولہ اذ تبرأ الذین اتبعوا۔ یہ اذ بدل ہے پہلے اذ سے یعنے اذ یرون العذاب سے۔ یعنے جب دیکھین گے انداد بنانے والے عذاب کو
جبکہ یہ حال ہوگا کہ بیزاری کرینگے متبوع جنکو انداد بنایا تھا اپنے تابعین سے اور چونکہ متبوع لوگون کا عذاب دیکھنا اوپر مذکور نہ تھا اسیواسطے دوبارہ
فرمایا کہ وہ لوگ بھی شدت عذاب کو معائنہ کرینگے۔ تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ بیزاری کرینگے ایسے لوگون سے ملائکہ جنکو وہ دنیا مین پوجتے تھے پس
کہینگے تبرأنا الیک ما کانوا ایانا یعبدون۔ ہم نے تیری طرف کو بیزاری کی ان احمقون سے یہ نہ تھے ہمکو پوجتے۔ اور کہین گے سبحانک انت ولینا من دونہم
بل کانوا یعبدون الجن اکثرہم بہم مومنون۔ تو پاک ہے تو ہی ہمارا مولی ہے نہ وہ لوگ بلکہ یہ لوگ تو جنون کو پوجا کرتے اور انمین اکثر ہین کہ جنون پر یقین لاتے
ہین۔ یعنے چونکہ عبادت غیر کی ایک سخت خوفناک چیز ہے پس ملائکہ باوجود عصمت کے خوف کھاوینگے اور اپنی طرف اس نسبت بطور باطل سے بھی ڈر جائینگے
اور جنون کی طرف بات ڈال دینگے۔ یعنے پاک ہے تو۔ تو ہی ہمارا ولی ہے یہ لوگ نہین ہین بلکہ یہ لوگ تو جنون کو پوجتے تھے اور اکثر انمین کے جنون پر ایمان لاتے
تھے۔ اور جن بھی انسے بیزار ہونگے اور انکی عبادت سے انکار کرینگے چنانچہ فرمایا۔ ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ وہم
عن دعائہم غافلون واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء وکانوا بعبادتہم کافرین۔ اور کون بڑھا گمراہ ہے ایسے شخص سے جو پکارے خدا کے سوا ایسے کو جو قیامت
تک اسکو اجابت نہ کرسکے اور وے لوگ انکی پکار سے غافل ہین اور جب سب لوگ حشر کیے جاوینگے تو وے ان لوگون کے دشمن ہونگے اور انکی عبادت

کرنے سے انکار کرنے والے ہونگے۔ اور فرمایا۔ واتخذوا من دون اللہ آلھۃ لیکونوا لھم عزا کلا سیکفرون بعبادتھم ویکونون علیھم ضدا۔ اور حضرت ابرہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔ انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا مودۃ بینکم فی الحیوۃ الدنیا ثم یوم القیامۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضا وماوٰکم النار وما لکم من ناصرین۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولو تری اذ الظالمون موقوفون عند ربھم یرجع بعضھم الی بعض القول یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مومنین قال الذین استکبروا للذین استضعفوا انحن صددناکم عن الھدی بعد اذ جاءکم بل کنتم مجرمین وقال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل مکر اللیل والنھار اذ تامروننا ان نکفر باللہ ونجعل لہ اندادا واسروا الندامۃ لما راوا العذاب وجعلنا الاغلال فی اعناق الذین کفروا ھل یجزون الا ما کانوا یعملون تا آنکہ شیطان تک انکار کریگا کہ مین نے تمکو بلایا تمنے قبول کر لیا تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپکو ملامت کرو چنانچہ کلام مجید مین مذکور ہے اور قتادہ سے بھی مروی ہے کہ شیاطین ہونگے کہ انسانون سے بیزاری کرینگے اور بعض نے کہا کہ مشرکین کے سردار اپنے تابعون سے بیزاری و دوری کرینگے وحق یہ ہے کہ یہ عام ہے جیسا کہ شیخ ابن کثیر کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے۔ قولہ تقطعت بھم الاسباب۔ بھم بمعنے عنھم ہے جیسا کہ تفسیر مین ہے اور شیخ ابوالبقا نے کہا کہ با سببیہ ہے اسے بسبب کفرھم یعنے انکے کفر کے سبب سے۔ اور اسباب جمع سبب ہے اور لغت مین ایسی رسی کو کہتے ہین جس سے باندھکر کوئی چیز کھینچی جاوے پھر ایسی چیز کو جو دوسری چیز کو کھینچے سبب کہنے لگے پس یہان اطلاق سبب کا مجازاً ہے اور معنی یہ ہین کہ ٹوٹ گئے اُنکے حیلہ و اسباب خلاصی کے کہ آگ سے نجات کا کوئی سبب نہ ملا۔ اور عطار نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے اسباب کی تفسیر مودت سے کی یعنے آپس کی دوستی اور ایسا ہی ابن ابی نجیح کی روایت مین مجاہد سے مروی ہے۔ اور نیز ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کہا یہ منازل ہین اور نیز کہا کہ یہ ارحام اسے ناتے ہین اور بعض نے کہا کہ یہ اعمال ہین اور روایت مودت کی اصح ہے یعنے قیامت مین کافرون وجھون وبتون سے مودت دوستی سب منقطع ہو جائیگی۔ قولہ لو ان لنا کرۃ۔ کرۃ پہلے حال کیطرف عود کو کہتے ہین اور لو یہان تمنا کے واسطے ہے اسے یالیت لنا کرۃ۔ کاشکے ہمارے واسطے دنیا مین ایک دفعہ لوٹنا ہوتا اور اسی واسطے فا جواب مین آئی کہ فرمایا فنتبرا منھم کما تبرءوا منا۔ یعنے ہم بیزار و دور رہتے ہین اُن لوگون اور انکی عبادت سے پس انکی طرف التفات نہ کرتے۔ بلکہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے حالانکہ وے لوگ اسمین بھی جھوٹے ہین قال تعالے۔ ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ وانھم لکاذبون۔ اور اگر وے پھیرے جاتے توبھی ضرور عود کرتے انھین کامون کے کرنے پر جنسے ممانعت کی گئی اور البتہ وہ جھوٹے ہین۔ قولہ۔ کذلک یریھم اللہ اعمالھم حسرات علیھم۔ اسے مانند اس عذاب دکھلانے کے دکھلائیگا انکو اللہ تعالے انکے اعمال کو حسرات انپر۔ پس یریھم ازارادۃ ہے اسے دکھلانا اور یہ دیکھنا اگر آنکھ سے ہے تو حسرات علیھم کو نصب بنابرحال ہونے کے ہے جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے ذکر کیا اور اگر قلبی دیکھنا ہے تو ارادۃ کا تیسرا مفعول ہے۔ اور معنے یہ ہین کہ انکے اعمال فاسدہ اللہ تعالے انکو دکھلائیگا پس وے انپر حسرتین وندامتین ہونگی یا یہ معنی کہ اللہ تعالے انکو اعمال صالحہ جو انپر واجب کیے تھے جنکو انھون نے ترک کیا دکھلاویگا پس یہ انپر حسرت وندامت ہوگی۔ اور حسرت اس غم کو کہتے ہین جو کسی چیز کے تدارک نہ ہونے پر ہو اور کل اعمال کفار کوئی بھی قابل ثواب نہین ہے اگرچہ دنیا مین بعض افعال کی جزا انکو دیدی گئی پس قابل آخرت کوئی نہین اور فرمایا اللہ تعالے نے۔ وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباء منثورا۔ اور فرمایا۔ مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف الآیۃ۔ یعنے جن لوگون نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اعمال انکے مثل ریگ کے کہ جسکو تیز ہوا والے دن مین ہوا کے جھونکے اڑا دیتے ہین۔ اور یہ فرمایا والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء الآیۃ۔ اور جو لوگ کافر ہوے اعمال انکے مثل سراب کے ایک چٹیل میدان مین کہ پیاسا اسکو دور سے پانی خیال کرے۔ اور فرمایا۔ لا یقدرون علی شیء مما کسبوا واللہ لا یھدی القوم الکافرین۔ نہ قادر ہونگے کسی چیز پر اسمین سے جو انھون نے کمایا اور اللہ نہین ہدایت کرتا قوم کافرین کو۔ اور قولہ وما ھم بخارجین من النار۔ جملہ اسمیہ ہے جو استمرار و دوام پر دلالت کرتا ہے حالانکہ وہ لوگ ابھی دوزخ مین نہین ہین پس مفسر سیوطی رح نے جواب دیا کہ مراد دوام واستمرار اسوقت سے ہے کہ جب داخل ہو جاوین بقرینہ آنکہ

خروج کسی شے سے اسمین داخل ہونے کی فرع ہے بس بعض داخل ہونے کے کبھی خارج ہونگے اور دراصل یہان جملہ فعلیہ ہواے وما ہم بخارجین من النار۔ تاکہ جملہ فعلیہ پر جملہ فعلیہ کا عطف مناسب ہو ولیکن جملہ اسمیہ کی طرف اسواسطے عدول ہوا کہ دوام و استمرار پر دلالت کرے پس اسمین دلیل واضح ہے کہ کفار ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور ترکیب سے ظاہر ہے کہ یہ مخصوص کفار کیواسطے بسبب ضمیر ہم اور خبر مشتق ہونے کے جیسا کہ علم بلاغت مین مقرر ہوا فافہم ف۔ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا۔ انداد کا لفظ ہر ایسی شے پر واقع ہے جو بندہ کو اپنے مالک کی خدمت سے مانع ہو از انجملہ نفس وہوی ہے کہ جب اسنے نفس وہوی کے تابع ہوکر اسکے حکم پر چلنا شروع کیا اور اللہ عزوجل کی خدمت سے باز رہا تو اسکو اللہ عزوجل کا ند و نظیر بنا لیا نعوذ باللہ منہ چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ کیا تونے دیکھ لیا اس شخص کو جسنے [خواہش نفسانی ۱۲] اپنا معبود بنا لیا اپنے ہوی کو۔ از انجملہ خلق ہے کہ ریاست کی خواہش سے اسکی فکر مین پڑے ہین یعنے خلق کو اپنا مسخر بنانے کی فکر کرتے ہین تاکہ وہ لوگ ہمکو بزرگ جانین اور ہم انکے رئیس و سردار بنین۔ اور از انجملہ دنیا و شیطان ہے کہ حصول دنیا کی فکر مین خالق سے باز رہتے ہین اور شیطان اپنے فریب مین لاکر انکو باز رکھتا ہے پس جسکی جہت سے خدمت الٰہی سے باز رہا اسکو اسنے گویا ند بنا یا معاذ اللہ منہ۔ قال تعالے يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ دوست رکھتے ہین انکو مثل دوست رکھنے اللہ تعالے کے اسوجہ سے کہ انکو معرفت الٰہی کا مزا اور اسکی محبت کی لذت نہین حاصل ہوتی ہے اور اسکے مشاہدہ کا نور نہین دیکھتے ہین اور اسکے وصال و قرب کے حقائق سے محروم ہین اور باوجود اسکے ان لوگون کی محبت خلق سے ایک محبت معلولہ ہے یعنے مطلب کی محبت ہے کیونکہ اگر اپنے محبوبون سے اپنی مراد نہین پاتے تو ایسے بھاگتے ہین جیسے لڑائی مین تلوار کے سامنے بھاگنے والا ہوتا ہے قال تعالے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ۔ کیونکہ اہل ایمان و توحید نے اسکا خطاب الست بربکم سابق ازل مین خاص کانون سے سنا ہے اور امتحانات واقع ہونے سے پہلے اسکے جلال کو مشاہدہ کیا ہے پس انکے دلون مین خطاب اور مشاہدہ کی لذت باقی رہیگی پس امتحان کی تلخی پاکر اسکو حق عزوجل کیطرف سے اس طرح قبول کرتے ہین کہ اپنے حظوظ نفسانی چھوڑتے اور اپنی جانین اسپر سے خیرات کرتے ہین اور اپنے محبوب کے بارہ مین اپنے سچے وعدون کو وفا کرتے ہین اور قاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معنی قولہ تعالے ومن الناس من یتخذ الآیۃ۔ کے یہ ہین کہ منجملہ ان لوگون کے جنکو ہمنے مخاطبت ایمان کے وقت خطاب خاص سے نکالا ہے چند قومین ایسی ہین کہ اپنی خواہشون کو انھون نے اپنا معبود بنا لیا اسی کی بندگی کرتے اور اسکو چاہتے ہین اور جو لوگ ایمان والے ہین وہ اللہ عزوجل کو ایسا چاہتے ہین کہ جسقدر وہ قومین اپنی خواہشون کو چاہتی ہین اس سے کہین بڑھا ہوا ہے کیونکہ ایمان والے تو بلا کو اللہ تعالے کی طرف سے نعمت جانتے ہین اور پھر پے در پے بلاؤن کا آنا انکو اپنے پروردگار کی محبت سے نہین روکتا ہے بلکہ اس سے انکی محبت بڑھتی ہے اسیواسطے فرمایا۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ اور شیخ شبلی رح نے کہا کہ جسنے اللہ تعالے کی محبت کا دعوی کیا اور اسکی یاد سے ایک پلک مارتے بھولا تو وہ ٹھٹھول اور اللہ تعالے پر بہتان باندھنے والا ہے پس اسکے ساتھ وہی کیا جائیگا جو مفتری کے ساتھ کیا جائیگا۔ حضرت جعفر صادق رض نے فرمایا کہ اللہ تعالے اپنی مخلوقات پر اس امر سے مباہات کرتا ہے کہ ایمان والے اسکو اشد محبت سے چاہتے ہین اور اشارہ فرماتا ہے کہ بندگی کرنے والے جن طریقون سے بندگی کرتے ہین ان سب مین سے محبت خاص طریقہ ہے۔ شیخ ابن عطاء نے کہا کہ مومنون نے دوست رکھا اللہ تعالے کو بوجہ دوست رکھنے اللہ تعالے کے اور اللہ تعالے کی دوستی امر باقی ہے کہ کبھی زائل نہین ہوسکتی پس مومنون کی دوستی بھی بقاء حب اللہ تعالے باقی ہوگی۔ قال المترجم بعض اکابر نے فرمایا کہ دوستی حق عزوجل مومنون کے حق مین سابق ہے اور اسیواسطے فرمایا یحبہم ویحبونہ۔ اللہ تعالے انکو دوست رکھتا ہے اور وہ دوست رکھتے ہین اللہ تعالی کو یعنی اپنے دوست رکھنے کو مقدم ذکر فرمایا اور محبت کا اطلاق متعدد مضمون پر آتا ہے اور ترقی محبت اور اسکی انتہا کو عشق کہتے ہین اور اللہ تعالے کا بندے کو محبوب رکھنا نصوص مین بہت وارد ہے ولیکن اللہ تعالے پر عاشق وغیرہ الفاظ کا اطلاق منع کیا گیا ہے اور اسی طرح معشوق کا اطلاق بھی ممنوع ہے اور

یہی صحیح ہے اور ظاہر دلیل ممانعت اس امر کو مقتضی ہے کہ ایسا کہنے والا حرام کا مرتکب ہوگا اب رہا یہ امر کہ محبت الٰہی یعنی بندے کو اللہ تعالےٰ کا محبوب رکھنا اسکے معنے کیا ہین پس اکثرون کے نزدیک یہ ہین کہ اسکو اپنی مرضیات و طاعات مین رکھکر جنت مین داخل فرمائے اور ثواب جمیل عطا کرے اور بندے کا اللہ تعالےٰ کو دوست رکھنے کے معنے یہ ہین کہ اسکے حکم سے نہ پھرے اور مان و باپ و اولاد و تمام جہان سے اسکے حکم کو ترجیح دے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنا بحکم الٰہی قبول کیا۔ اور جاننا چاہیے کہ محبت کی چار قسمین ہین محبت طبعی اور محبت حیوانی اور محبت نفسانی اور محبت ایمانی پس محبت طبعی بمقتضائے جزئیت بدن ہوتی ہے مثل باپ بیٹے و اولاد و اقارب کے باہمی محبت کے کہ وہ کبھی زائل نہین ہوتی جیتے جی بدن کے قیام کے ساتھ ہے پس جو حدیث ہے کہ تم مین سے کوئی مسلمان نہوگا جب تک مین اسکے نزدیک اسکے باپ و بیٹے اور سب لوگون سے زیادہ محبوب نہون اس سے طبعی محبت مراد نہین اور نہ طبعی محبت دور کرنیکا اسمین حکم ہے اسواسطے کہ طبعی محبت تو آدمی کے اختیاری نہین بلکہ ایمانی محبت مراد ہے کہ آپ کے فرمان کو سب پر مقدم رکھے جیسا کہ آگے آتا ہے اور محبت حیوانی جسکو محبت شہوانی بھی کہتے ہین منشا اسکا بدن کی قوت شہوانیہ ہے کہ مثل جانورون کے آدمی مین یہ قوت غالب ہوکر طرح طرح کی خواہشون مین مبتلا کرتی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اسکو خوبصورت عورتون وغیرہ کی طرف رغبت ہوتی ہے اور کبھی اسدرجہ بڑھ جاتی ہے کہ مجنون و خبطی ہوجاتا ہے اور امام غزالی علیہ الرحمۃ وغیرہ نے اسکی پہچان یہ فرمائی ہے کہ ایسے شخص کی نظر اپنے محبوب کی خوبصورتی اور جسم کے سڈول پن پر زیادہ ہوتی ہے اور اگر ایسے شخص کا مادہ منی جو محرک اس قوت کا ہے کم ہوجاوے یا کم کردیا جاوے تو کمی ہوجاتی ہے اور بڑھاپے مین بالکل زائل ہوجاتا ہے اور یہ بڑی بدتر بلا ہے ایسا شخص گدھے و پلید جانورون کے مثل بلکہ انسے بدتر ہے۔ اور محبت نفسانی کا منشا روح دماغی ہے جو باعث حرکات ہے اور یہ بھی ہرچند کہ بدن سے متعلق ہے مگر میت کم اور ایسے شخص کی نظر اپنے معشوق کے سڈول جسم پر نہین ہوتی بلکہ اسکی صفات اخلاق پر ہوتی ہے جیسے آواز خوش اور خوش سلیقہ اگرچہ وہ صورت مین بھونڈا ہو اور اسکو اپنے معشوق کے دیکھنے سے اتنی ہی خوشی ہوتی ہے جسقدر آب رواں و سبزہ زار کے دیکھنے سے ہوتی ہے اور ایسے شخص کو معشوق کے جسم و ہاتھ پاؤن و آنکھ ناک پر کچھ بھی نظر نہین ہوتی ہے اور اسکو بعضے اہل تصوف ابتدائے حال مین عمل مین لاتے تھے تاکہ روح صاف ہو ولیکن شناخت حق و باطل کی اسمین اکثر شہوت پرستون سے اٹھ گئی اور انھون نے منشائے شہوت سے اسمین فرق نہین کیا اور گمراہ ہوے اور بعضے اکابر نے یہان ایک محبت روحی لکھی ہے اور یہ وہ ہے جسکی طرف حدیث صحیح مین اشارہ ہے کہ روحین ازل مین ایک جھنڈ تھین جنمین وہان الفت ہوئی تھی انمین یہان الفت ہے اور جنمین وہان انجان پن تھا وہ یہان بھی اجنبی ہین اور یہ تحقیق سے قریب ہے اور یہی محبت ایمانی اور وہ ایک چیز ہے کہ اسکو سوائے حق عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہان اسکا اثر جن لوگون مین پیدا ہوتا ہے وہ جانتے ہین اور اکابر مین تو یہانتک کلام ہے کہ یہ صفات حق مین سے ہے بالجملہ ابتدا اسکی یہ ہے کہ بندہ احکام شرعی و حکم خدا و رسول پر خوب ثابت ہوتا ہے پھر اس مضبوطی پر اسکا شوق بڑھتا جاتا ہے پھر جوش ہوجاتا ہے ولیکن محض خاموش رہے اور محل اسکا قلب ہے اور اس حالت سے رفتہ رفتہ ترقی کرکے وہ نور جو افمن شرح اللہ صدرہ کی تفسیر ہے تمام جوارح و اعضا مین ساری ہوتا ہے اور اسوقت مین تمام اعضا خود بخود فرمان الٰہی عزوجل کے کاربند ہوتے ہین اور مین بعد رجوع کرکے وہ قرارگاہ مین قرار پکڑتا ہے تاکہ موت آوے اور یہی محبت ہے جو ایمان کے مقام پر مذکور ہے اور اکابر نے اسی کی تعریف کی ہے فافہم واستقم واللہ اعلم بالصواب

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝

اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزون مین سے جو حلال ہے ستھرا اور نہ چلو قدمون پر شیطان کے وہ تمہارا دشمن ہے صریح

إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

وہ تمکو برے کام اور بےحیائی ہی کا حکم کریگا اور یہ کہ جھوٹ بولو اللہ تعالےٰ پر جو تمکو معلوم نہین

واضح ہو کا واحد مخاطب امر ہے واحد اسکا کل جو در اصل اُوکل تھا پس پہلا ہمزہ وصل کا اور دوسرا فا رکلمہ ہے ولیکن عرب نے فا رکلمہ کو حذف کر دیا پس ہمزۂ وصل سے استغنا حاصل ہوا کیونکہ ما بعد متحرک ہوا اور یہ حذف اس مقام پر قیاسی نہیں ہے اور سوا ے کل وخذ کے اور کہیں نہیں ہوا ہے۔ اور حلالا مفعول کلوا ہے پس من واسطے ابتداے غایۃ کے متعلق۔ کلوا۔ سے ہوگا کما ذکرہ المحقق التفتازانی اسواسطے کہ من تبعیضیہ موضع مفعول میں ہے پس قولہ تعالے يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا۔ سے بعض ما فی الارض حلالا طیبا۔ یعنے اے لوگو تم بعض چیز زمین سے حلال طیب کو کھاؤ۔ ھ۔ اور مفسر سیوطی رح نے مانند اور وں کے حلالا کو حال قرار دیا یعنی اے لوگو جو زمین میں ہے اس سے کھاؤ در حالیکہ حلال طیب ہے اور کشاف میں کہا کہ من واسطے تبعیض کے ہے اسواسطے کہ کل جو زمین میں ہے وہ حلال نہیں ہے وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔ اور نشان قدمہاے شیطان کی پیروی مت کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ف وہ تمکو ہرگز راہ راست پر نہیں لیجائیگا اور جب تم خلاف شرع الٰہی تعالے کے قدم اٹھاؤگے فورا گمراہی میں پڑ جاؤگے کیونکہ شیطان خود ملعون ہے تو تم بھی اس دشمن کے پیچھے جاتے ہو۔ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ وہ شیطان تو تمکو برابر بدی و فحش ہی کا حکم کریگا اور یہ حکم کریگا کہ تم اللہ تعالے پر ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے ہو ف مثلا فلان چیز حرام اور فلان حلال ہے اور یہ اللہ تعالے پر افترا ہے اور یہی خطوات شیطان کی اتباع ہے خطوات بضم طا اور بسکون طا بنا بر تخفیف کے ہر دو قراءۃ میں اور خطوہ بالفتح مصدر اور بالضم وہ چیز جو ہر دو قدم کے درمیان ہو۔ اور انہ لکم میں ان مکسورہ کی قراءۃ ابلغ ہے اسواسطے کہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور شیطان کے حال سے آگاہی دینا مراد ہوتا ہے بخلاف ان مفتوحہ کے کیونکہ اس صورت میں تقدیر کلام یہ ہوگی کہ اسکی اتباع مت کرو۔ لانہ لکم عدو مبین۔ اسواسطے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے حالانکہ اسکی اتباع مطلقا ممنوع ہے اور شیطان سے یہان جنس مراد ہے اور واحد مراد نہیں ہے۔ اور ان تقولوا۔ موضع جر میں عطف ہے بالسوء پر اور وہاں تقولوا ذکرہ العکبری پھر جاننا چاہیے کہ حکم آیت تو عموما کل کافرون و مومنون کے واسطے اتباع شیطان سے ممانعت ہے لیکن اسمین اختلاف ہے کہ یہ آیت کسکے حق میں اتری پس بیضاوی میں ہے کہ ایک قوم کے حق میں اتری جنھون نے اپنے اوپر رفیع طعام ولباس حرام کر لیا تھا بدون قصد تورع کے اور یہ قول مرجوح ہے بلکہ بنا بر مشہور کے ان لوگون کے حق میں وہ آیت اتری جو سورۂ مائدہ میں ہے یعنے یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔ اور اس آیت کے باب میں راجح و مشہور قول یہ ہے کہ یہ ایک قوم کفار ثقیف و خزاعہ و عامر بن صعصعہ و بنی مدلج کے حق میں اتری کہ انھون نے کھیتی اور چوپایون میں سے مثل بحیرہ و سوائب کے اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا اسیسے یہان یا ایہا الناس سے خطاب فرمایا ذکرہ القرطبی اور مفسر سیوطی رح نے اسکو اختیار کیا اور سوائب جمع سائبہ کی وہ جانور جو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے کہ اسپر سوار ہونا وغیرہ حرام جانتے تھے جسکو ہندوستان میں سانڈ کہتے ہیں اور ہندو چھوڑ دیا کرتے ہیں ولیکن اگر کوئی شخص عمدہ لباس اور کھانا بھی اپنے اوپر حرام کرے اور اعتقاد کرے تو وہ بھی اسمین داخل ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا۔ اور طیب اس مقام پر مستلذ ہے جیسا کہ مفسرین نے باتباع شافعی وغیرہ اختیار کیا اور وہ ہر چیز کہ لوگ اسکو لذیذ جانیں پس اس صورت میں طیبا صفت مقیدہ یا حال ہوگا اور امام مالک وغیرہ نے کہا کہ وہ حلال ہے پس گمان کیا گیا کہ وہ حلالا کی تاکید ہوئی الا آنکہ کہا جاوے کہ طیب وہ کہ ہر شبہہ سے طاہر ہو جسکو شرع نے پاکیزہ رکھا ہے پس یہ خاص مستلذات ہی پر نہیں ہے اور مما میں من تبعیضیہ ہے یعنے بعض ما فی الارض۔ اسلیے کہ یہ قطعا معلوم ہے کہ زمین کی چیزون میں سے بعض کا کھانا مثل سنکھیا وغیرہ کے نہیں جائز ہے اگرچہ پاک ہے اور جو چیز کھانے کی ہے اسمین بھی ہر ایک کا کھانا روا نہیں ہے۔ اور کلوا بصیغۂ امر فرمایا پس کہا گیا کہ امر یہاں وجوب و ندب و اباحت کے واسطے ہو سکتا ہے چنانچہ اگر بقاے زندگی کے لیے ہو تو اسقدر کھالینا واجب ہے جس سے جان نہ نکل جاوے اور اگر مہمان کے ساتھ ہو تو اسکا ساتھ دینا مستحب ہے اور اسکے سوا میں مباح ہے اور بعض محققین نے کہا کہ سیری سے زیادہ کھانا حرام ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ زمین میں اعیان

اشیاء ہین جنکے بابتہ کوئی نص نہیں ہے اصل انکے حق مین حلت ہی یہانتک کہ کوئی حکم اسکے خلاف کے مقتضی ہو یعنی جب کسی دوسری دلیل سے معلوم ہو کہ فلان چیز منع ہی تب وہ اباحت سے خارج ہو جائیگی اور اکثرون نے یہ حکم قولہ تعالے۔ ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ سے نکالا ہی اور یہ اظہر ہے نستا مل اور اس سے ثابت ہی کہ حلال کا حرام کرنا حرام بلکہ کفر ہے جیسے برعکس اور صحیح مسلم کی حدیث مین ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہر مال جو مین نے عطا کر دیا ہی اپنے بندون کو وہ انکے واسطے حلال ہی اور اسی حدیث مین ہی کہ اور مین نے اپنے بندون کو حنیف پیدا کیا پس شیطان انکے پاس آیا اور انکو انکے دین سے پھیرا اور جو مین نے انکے لیے حلال کیا تھا وہ انپر حرام کر دیا۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ تعالے یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا الآیۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑھی گئی پس سعد بن ابی وقاص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لیے اللہ تعالے سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالے مجکو مستجاب الدعوۃ کر دے تو فرمایا کہ اے سعد پاک کر اپنا مطعم تو مستجاب الدعوۃ ہو جاوے گا قسم اس ذات کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہی کہ آدمی اپنے پیٹ مین حرام لقمہ ڈال لیتا ہی کہ اس سے چالیس روز تک کچھ قبول نہین کیا جاتا ہی اور جو کوئی بندہ ایسا ہو کہ حرام وسود سے اسکا گوشت پیدا ہوا ہو تو دوزخ کی آگ اسکے واسطے اولےٰ ہی اور عنقریب دوسری حدیث تفسیر قولہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ مین آتی ہی اور۔ قولہ لا تتبعوا خطوات الشیطان۔ زجاج نے کہا یعنے طرق الشیطان۔ شیطان کی راہین۔ اور ابو عبیدہ نے کہا کہ محقرات گناہ یعنے جن گناہون کو حقیر سمجھا جائے۔ اور مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا کہ خطوات الشیطان بمعنے تزئین الشیطان یعنے ہر بُری بات جسکو آنکھون مین زینت کے ساتھ دکھلاوے اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہی اور قتادہ و سدی نے کہا کہ جو اللہ تعالے کا گناہ ہی وہ خطوات الشیطان سے ہی۔ اور شعبی نے کہا کہ ایک شخص نے نذر کی کہ اپنے بیٹے کو قربانی کریگا پس مسروق رض نے اسکو فتوی دیا کہ ایک مینڈھا ذبح کرے اور فرمایا کہ یہ خطوات الشیطان سے ہی اور ابو مجلز نے کہا کہ یہ گناہون کی نذرین ہین اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ ابن مسعود رض کے پاس کھیرے اور نمک آیا پس آپنے کھانا شروع کیا اور قوم مین سے ایک شخص الگ ہو گیا تو ابن مسعود رض نے فرمایا کہ اپنے دوست کو بھی دو تو اسنے کہا کہ میرا جی نہین چاہتا تو فرمایا کہ کیا تو روزہ دار ہی اسنے کہا کہ نہین تو پوچھا کہ پھر تیرا کیا حال ہے اس نے کہا کہ مین نے نذر کی ہی کہ کھیرے کبھی نہ کھاؤنگا تو ابن مسعود رض نے فرمایا کہ یہ خطوات الشیطان سے ہی تو کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور ابن عباس رض سے روایت ہی کہ فرمایا جو قسم یا نذر کہ غصہ مین ہو وہ خطوات شیطان سے ہی اور کفارہ اسکا کفارہ قسم ہی قال المترجم اور شافعی رح وغیرہ نے اسکو عام لیا کہ مثل طلاق وغیرہ مین بھی جو حالت غضب مین ہو اور ہمارے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی آیا نہین دیکھتے کہ مانند قول ابن عباس رض بعض معاملہ مین ابن عمر رض سے بھی روایت ہی حالانکہ طلاق مین ابن عمر واقع ہو جانے کی روایت کرتے ہین پس مراد یہان وہ چیزین ہین جو نذر معصیت وغیرہ ایسی ہون کہ کسی ایسے عقد کو زائل کرین جسمین جد و ہزل یکسان ہی فافہم۔ اور خطوات الشیطان کے بارہ مین جو اقوال مذکور ہوے سب شامل ہونا کچھ بعید نہین ہی اور قولہ مبین۔ یعنے بین العداوۃ یعنے شیطان کھلی ہوئی عداوت والا ہی۔ اشارہ ہی کہ مبین از۔ ابان ہین۔ بمعنے لازم ہو متعدی نہین اگرچہ باب افعال ہی وقال البیضاوی یعنے ظاہر العداوۃ ان لوگون کے نزدیک ہی جنکی آنکھین ہین اگرچہ جن لوگون کو گمراہ کر دیتا ہی انکے ساتھ موالات و دوستی ظاہر کرتا ہی یعنے انکو اندیشے پڑتے سے ہی بداقبالیان جو شیطان کی پیروی مین اچھی معلوم ہوتی ہین تو شیطان سے دوستی سمجھتے ہین حالانکہ اُسنے دشمنی سے انکو اپنے ساتھ جہنمی کرایا اسیواسطے اللہ تعالے نے فی قولہ اولیاءہم الطاغوت مین اسکو کافرون کا ولی و دوست کہا ہی اور قولہ۔ انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون۔ یعنے شیطان تو تمکو بدی و فحش ہی کا حکم دیتا ہی الخ یہ بیان اسکی عداوت کا ہی اور زمخشری نے یہان اشکال پیش کیا کہ امر مقتضی علو ہی یعنے حکم دینے والا بلند مرتبہ حاکم ہوتا ہی حالانکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ البتہ میرے بندون پر تجکو علو حاصل نہین ہی اور بیضاوی نے جواب دیا کہ امر یہان استعارہ ہی یعنے انکے واسطے تزئین کرتا یعنے بدی کو سنوار کر خوبصورت دکھلاتا اور انکو بدکاری پر برانگیختہ کرتا ہی یعنی

شیطان انکے واسطے تزئین کرتا اور انکو گناہ پر آمادہ کرتا ہی پس اسکو مجازاً یا مرکم فرمایا کہ امر کو اس معنی کے واسطے مستعار لیا اور یہ اسواسطے کہ ان لوگونکی
سفاہت بیان کیجاوے کہ اپنے دشمن کے مطیع ہو جاتے ہین گویا مامور ہین اور اسواسطے کہ ان لوگون کی تحقیر ہو کہ بندگان شیطان ہین اور بعض نے جواب (حماقت)
دیا کہ امر کو بمعنے مجازی لینے کی کوئی حاجت نہین اسواسطے کہ امر درحقیقت طلب فعل کے واسطے ہی اور اسمین شک نہین کہ شیطان جنکو اغواء کرنا چاہتا ہی
اُنسے یہی فعل چاہتا ہی آقول امر فقط طلب فعل نہین ورنہ دعا بھی اسمین داخل ہوگی حالانکہ وہ قسم علیحدہ ہی پس حکومت کے طور پر طلب فعل ہونا امر ہی
اور سوء مصدر ساء ویسوءہ اے سکو غمگین کیا پھر اُس چیز پر اطلاق کیا گیا کہ جسکو عقل انکار کرے کیونکہ وہ بھی عاقل کو غمناک کرتی ہی اور فحشاء: جہل وہ کہ
دیکھنے مین بدشکل ہو پھر ان معانی مین مستعمل ہوا جو قبیح ہون اور یہان مراد وہ چیزین ہین جنکو شرع نے قبیح بتلایا ہی اور ابن عباس سے روایت ہی کہ سوء وہ
کہ جسمین سزاے حد مقرر نہین ہی اور فحشاء وہ کہ جسمین سزاے حد مقرر ہی اور ظاہر قولہ تعالے۔ قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن۔ دلالت کرتا ہی کہ فحشاء
ادنے یہ ہی کہ حرام ہو اور بعض نے کہا ہر وہ چیز جس سے شرع نے نہی فرمائی وہ فحشاء مین سے ہی اگرچہ مکروہ ہو۔ اور قولہ۔ ان تقولوا عطف ہی بالسوء
یعنے حکم کرتا ہی تمکو کہ کہو اللہ تعالے پر وہ چیز جو تم نہین جانتے ہو۔ شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ مراد وہ جو انھون نے بحیرہ وسائبہ وغیرہ کو حرام کرکے مشروع قرار دیا تھا
پس جو حلال و حرام بغیر علم ہو وہ سب اسمین داخل ہی بلکہ جو بلا علم شرعی ہو اسی حکم مین ہی قال البیضاوی اسمین دلیل ہی کہ ظن کا اتباع بالکل منع ہے
یعنے ظن باعتبار لغت و عرف کے علم کا مقابل ہی پس ما لا تعلمون مین وہ بھی داخل ہی اور چونکہ یہان اعتراض وارد ہوتا ہی کہ مجتہد کے اجتہادات بتشیر ظنی
ہین حالانکہ اسپر عمل کرنا قطعاً واجب ہی تو قاضی رحمہ اللہ نے اسکی دفع مین کہا جسکا حاصل یہ ہی کہ مجتہد کا اجتہاد جسکی طرف مودی ہوا ہے طریقہ تحصیل
کے درمیان ظن ہی پھر چونکہ اجتہاد مجتہد پر عمل کرنا بالاجماع واجب ہی تو یہ مظنون معلوم ہوگیا اور ظن منقلب ہوکر علم ہوگیا کذا قیل مین کہتا ہون
کہ اس سے اعتراض مندفع نہین ہوتا اسلیے کہ محصول یہ ہوا کہ ظن کا اتباع سرے سے ممنوع ہی اور ظن مجتہد کی اتباع پر اجماع ہی اور یہ بات بدیہی ہی تو خود
دیکھتا ہی اور غایۃ توجیہ یہ کہ مظنون مجتہد اپنے طریقہ تحصیل سے مظنون تھا پھر حصول کے بعد دلیل اجماع کی دلالت سے کہ اسپر عمل واجب ہی معلوم
ہوا کہ وہ حکم اللہ ہی ورنہ اسپر عمل کرنا واجب نہوتا اور جو حکم اللہ تعالے ہی وہ قطعی اور علم ہی پس اتباع مجتہد اتباع علم ہی ذکرہ فی شرح المنہاج اور مین
کہتا ہون کہ اسمین بھی نظر ہی اسواسطے کہ وجوب عمل سے اسکا حکم اللہ تعالے ہونا لازم نہین بلکہ اسپر عمل کرنا حکم اللہ تعالے ہی اور یہ اللہ تعالے کی طرف سے
بندون پر بنظر رحمت خاص آسانی ہی کہ وہ تحقیقی حکم اللہ تعالے کے حاصل کرنے کے مکلف نہین کیے گئے جو انکے حیطہ امکان سے خارج ہی اور پوشیدہ نہین
کہ ایک واقعہ مین متناقض دو اجتہاد ممکن بلکہ واقع ہین مثل الوتر واجب عند مجتہد والوتر لیس بواجب عند آخر پس حکم اللہ تعالے لا محالہ ایک ہی تا
علی ما ہو الصحیح اگرچہ اعطاء ثواب دونون پر ہی پس ظاہر ہوا کہ عمل مظنون مجتہد پر واجب ہونا اس امر کو مستلزم نہین کہ وہی حکم اللہ تعالے ہی اور نیز کیسے
نہین کہا کہ مظنون مجتہد قطعی ہی مطلقاً بلکہ مظنون مجتہد حق عمل مین قطعی ہی اگرچہ فی نفسہ ظنی ہی جاننا چاہیے کہ تعلق ظن و علم کا اس اسناد سے ہی جو طرفین
قضیہ کے درمیان ہی یعنے انکہ یہ بات یون ہی یا یون نہین ہی نہ نفس طرف سے مگر باعتبار طرکہ یعنی موجود ہی یا نہین ہی یعنی وہی اسناد ہوگی
پس جواز و عدم جواز مرجع ظن و علم کا ہی اور جواز سے مراد عام شامل فرض و واجب و مستحب و مباح ہی اور عدم جواز سے مراد عام شامل حرام و مکروہ تحریمی
مکروہ ہی پس جب کہا گیا کہ الوتر واجب تو ظن اسکے وجوب مین ہی اور جب کہا گیا کہ حکم الاجماع قطعی تو علم اسکے قطعی ہونے کا ہی پھر علم تو ہمیشہ قطعی ہی اعتقاد
مین بھی اور عمل مین بھی اسکے مقتضا پر ہی اور ظن حق اعتقاد مین ہمیشہ ظن ہی کیونکہ وہ فی نفسہ ظنی ہی اور حق عمل مین کبھی باوجود اعتقاد ظن کے اسپر عمل قطعی ہوتا ہی
مثل عمل بمقتضاے مظنون مجتہد کہ بحکم اجماع واجب ہی پھر آیہ کریمہ مین دلیل ہی کہ اتباع مظنون بالکل ممنوع ہی چنانچہ کافر لوگ بحیرہ وسائبہ وحرث
والانعام کی نسبت ظنی حکم نکالکر شیطان کی پیروی مین گمراہ ہوے کیونکہ مثلاً سانڈھ کا گوشت کھانا اور اسپر سوار ہونا حرام ہی یہ کافرون کا قول بلا دلیل

ظن تھا بدون کسی علم کے اور اہل ایمان جو مظنون مجتہد کی پیروی کرتے ہین وہ بدلیل ظن نہین بلکہ بدلیل اجماع ہے جو قطعا علم ہے پس کافر تو دلیل ظن کے پیرو تھے اور اہل ایمان دلیل علم کے پیرو ہوے باوجودیکہ مظنون مجتہد فی نفسہ ظنی ہے اور چونکہ یہ حق عمل مین ہے لہذا ایسا ہونا ممکن ہے بخلاف اعتقاد کے کہ اسمین نہین ہو سکتا اسیواسطے کہا گیا کہ قیاس و اجتہاد حق اعتقاد مین نہین جاری ہے یعنی آنکہ مظنون کیطرف مؤدی ہو کیونکہ وہ ہر طرح ظن ہی ہے نہ بمعنی ترتیب مقدمات کہ یہ تو علم مین بھی جاری ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ توحید کا اثبات باوجود نتیجہ ترتیب مقدمات کے قطعی ہے اور یہین نتیجہ شکل اول بعد ثبوت ہر دو مقدمات کے قطعی حاصل ہوتا ہے پھر جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیے کہ اتباع مظنون مجتہد کا جواب جو علامہ بیضاوی وغیرہ نے دیا کہ مؤدی اجتہاد مجتہد ظن مستند بمدرک شرعی ہے پس اسکا وجوب قطعی ہے اور ظن اسکے طریق مین ہے اس سے انکی مراد یہ ہے کہ مجتہد نے اجتہاد سے جو حکم واجب یا مستحب یا حرام نکالا ہے اسمین پیروی اسکے ظن کی اسکے اجتہاد کے موافق عمل کرنے مین نہین بلکہ پیروی حکم اجماع کی ہے کہ عمل بمقتضائے اجتہاد مجتہد واجب ہے اور یہ حکم اجماع قطعی ہے جیسا کہ کہا کہ اسکا وجوب قطعی ہے پس جسنے یہ گمان کیا کہ یہ مظنون قطعی ہوگیا اسنے دھوکا کھایا فلیتامل

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ

اور جب انکو کہیے پیروی کرو اسکی جو نازل کیا اللہ نے کہین نہین ہم چلین گے اسپر جسپر پایا ہمنے اپنے باپ دادون کو بھلا اگرچہ

اٰبَاۤؤُھُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝

انکے باپ دادے نہ عقل رکھتے ہون کچھ اور نہ راہ کی خبر

نزول اس آیت کا مشرکین کے حق مین ہے جنکو حکم کیا گیا کہ ظن کو چھوڑ کر قرآن مجید و آیات الٰہی کی اتباع کرین مگر اُنھون نے نہ مانا اور تقلید کی طرف جھک پڑے قال تعالے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اور جب ان کافرون سے کہا جاوے کہ جو اللہ تعالے نے اُتارا اسکی پیروی کرو تو کہتے ہین نہین بلکہ ہمنے جسپر اپنے باپ دادون کو پایا اسکی اتباع کرینگے عن فعلی ہذا ضمیر لہم راجع الناس کی طرف ہے جو یا ایہا الناس کلوا الآیۃ مین مذکور ہے نہ اس الناس کی طرف جو قولہ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً الآیۃ مین مذکور ہے جیسا کہ صاحب سراج نے وہم کیا ہے پس یہ آیت متصل بما قبل ہے اور بمقتضائے ظاہر اس صورت مین خطاب تھا ای اذا قیل لکم ولیکن انکو مخاطب کرنے سے عدول اسواسطے کیا تاکہ دلالت ہو کہ یہ لوگ غایت حماقت سے جانورون کی طرح قابل خطاب نہین ہین گویا عاقلون کی طرف التفات کرکے فرمایا کہ تم ذرا ان احمقون کو تو دیکھو کہ کیسا جواب دیتے ہین البیضاوی اور محمد بن اسحق نے عکرمہ یا سعید بن جبیر کے طریق ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک گروہ یہود کے حق مین اتری کہ انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی طرف دعوت کی پس انھون نے کہا بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی ابن کثیرؒ اور بغوی نے کہا کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام کی دعوت کی پس رافع بن خارجہ و مالک بن عوف نے کہا کہ بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری اور اس تقدیر پر یہ جملہ مستانفہ ہوگا اور لہم کی ضمیر ان غیر مذکورین سے کنایہ ہوگا۔ اور شاید کہ قلوب یہود و مشرکین عرب ان بعض وجوہ مین یکسان تھے یعنی باپ دادون کی اتباع اٹھانا اور نبیین کی تقلید پر جھکنا اور حق کی طرف توجہ نہ کرنا اور نہ ماننا پس الکفار اہدکر الناس ضمیر لہم راجع کر دی اسواسطے کہ یہود بھی بعض ما احل اللہ کی تحریم اور اتباع ظن کرتے تھے۔ اور قولہ بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا۔ بل۔ اضراب ہے یعنی لیے ہے اسے لا نتبع ما انزل اللہ یعنے جو اللہ تعالے نے اتارا اسکی اتباع نہین کرینگے۔ اور ایک قصہ سے نکلا دوسرے قصہ کیطرف جانے کے واسطے نہین ہے اور مفسر سیوطیؒ نے لا کی تقدیر کرکے اسی طرف اشارہ کر دیا اور الفینا یعنے وجدنا متعدی بیک مفعول اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اور یہان دونون کا محتمل ہے پس مفعول اول آباءنا۔ ہے اور علیہ حال ہے یا مفعول ثانی ہے یعنے پایا

یا الفینا جو لام کلمہ ہے وہ دراصل واو ہے قولہ - اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ - یعنے اور کیا وے لوگ باپ
دادون کی پیروی کیے جاوینگے اگرچہ انکے باپ دادا کچھ عقل نہ رکھتے ہوں اور نہ راہ پاتے ہوں ف واو حالیہ ہے اور ہمزہ استفہام برد و تعجب ہے ولیکن واو
سے مقدم کردیا گیا کیونکہ اسکے واسطے صدر کلام ہے - اے اتبعونہم ولو کان کذا - کیا انکا اتباع کرینگے حالانکہ وہ ایسے ہوں اور ابوالبقاء و بیضاوی وغیرہ نے
کہا کہ جواب لو محذوف ہے بہ تقدیر کہ واو عاطفہ ہو اے لو کان آباؤہم جہلۃ عن امر الدین غیر مهتدین الی الحق لاتبعوہم - یعنے اگر انکے باپ دادا امر دین
جاہل ہوں حق بات کی راہ نہ پاتے ہوں تو بھی انھیں کی اتباع کرینگے - اور بیضاوی نے کہا کہ بتقدیر واو حالیہ ہونے کے جواب کی احتیاج نہیں کیونکہ
شرط جب ہی حال ہو سکتی ہے کہ معنے شرطیت کے اس سے نکال لیے جاوین وبہ جزم ابوالسعود - اسلیے کہ مقصود اس سے تعمیم احوال ہے اور مفسر سیوطی رح
نے اتبعوہم کی تقدیر سے کفایت کردی - اور لا یعقلون شیئا - اے شیئا من امر الدین اے امر دین سے کوئی شے نہیں سمجھتے تھے - اور مطلقا مراد
نہیں کیونکہ وہ لوگ امور دنیا میں سے بہت کچھ جانتے تھے پس لفظ عام وارد فرمایا اور مراد خاص ہے - اگر کہا جاوے کہ اسمین دلالت ہے کہ آیت کا نزول حق
مشرکین ہے نہ یہود اسواسطے کہ آباء یہود حضرت موسی و دیگر انبیاء کی اتباع میں بہت کچھ امور دین سے جانتے تھے تو جواب یہ کہ مراد آباء سے وہ ہیں جنکو ان
کہنے والوں نے پایا جیسا کہ خود بولے کہ الفینا علیہ آباءنا اور وہ انکی پہلی پشت ہیں نہ سابقین اور یہ پہلے دو چار پشت والے اہمل تھے علاوہ بریں اللہ
تعالے نے لا یعقلون فرمایا اے امور دین میں انکو سمجھ نہ تھی پس اگر اقوال کے شناسا ہوں بھی تو کیا ہوتا ہے قال البیضاوی اسمین ایسے شخص کے واسطے
(یعنے خالی کتابی اقوال جانتے ہوں ۱۲)
تقلید کرنے سے ممانعت ہے جو نظر اور اجتہاد پر قدرت رکھتا ہو اور رہا دین میں غیر آدمی کا اتباع کرنا کسی دلیل سے یہ جان کر کہ یہ محق ہے مثل انبیاء علیہم
السلام کے اتباع کرنے یا مجتہدین فی الاحکام کی اتباع کرنے کی تو یہ درحقیقت تقلید نہیں بلکہ جو اللہ تعالے نے اتارا اسکی اتباع ہے فعلی ہذا تقلید یہ ہوئی کہ احکام
دین میں غیر کا قول بلا دلیل مان لینا اور یہ معنی تقلید کے ائمہ مجتہدین کی اتباع میں نہیں پائے جاتے ہیں مگر ان لوگوں کے حق میں جو باوجود کلی یا جزوی قدرت نظر کے
نظر نہیں کرتے اور تقلید کرتے ہیں پس عوام مسلمین جو کچھ قدرت نظر نہیں رکھتے وہ تو بری ہیں اور ماخوذ وہ ہیں جو فی الجملہ قدرت نظر رکھتے ہیں اور بعض مشائخ نے تصریح کیا
کہ عامی پر یہی واجب ہے کہ وہ کسی مفتی سے فتوی لیکر اسپر عمل کرے تاکہ ثواب حاصل ہو اور یہ مفتی جبکہ وہ مفتی قرار پایا ہے اسکے واسطے کافی ہے کہ وہ اسکے فتوے
کے موافق عمل کرنے میں عند اللہ تعالے ماجور ہوگا اور یہی یہاں مقصود ہے فافہم اگر کہا جاوے کہ کافروں نے تو یہ کہا تھا کہ ہم اسکی اتباع کرتے ہیں جسپر ہمارے
باپ دادے تھے کیونکہ وہ ہم سے زیادہ علم والے اور دانا تھے اور اللہ تعالے نے اسکو رد کردیا کہ انکی اتباع کیے جاوینگے اگرچہ وہ لوگ کچھ نہ جانتے اور
نہ راہ پر ہوں - تو جواب یہ ہے کہ اللہ عز وجل نے مختصر جواب بہ معنے ایسا فرمایا دیا جو ادنے غور سے سمجھ میں آسکتا ہے تاکہ یہ پورے بیوقوف سمجھ لیں اور
امام رازی نے اس جواب کی تقریر کو یوں بیان کیا کہ اس جواب کی تقریر کئی وجہ سے ہے اول آنکہ مقلد سے کہا جاوے کہ تو اس بات کا اقرار کرتا ہے
(تفسیر کبیر میں ۱۲)
کہ کسی آدمی کی تقلید کے واسطے یہ شرط ہے کہ یہ جان لے کہ یہ شخص محق یعنے حق پر ہے یا یہ شرط نہیں ہے پس اگر تو اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ ہاں یہ شرط ہے تو تجکو کسی
شخص کی تقلید جائز ہونا بعد اس امر کے معلوم ہوگا کہ تو جان لیوے کہ یہ شخص محق ہے پھر تو نے اسکا محق ہونا کیونکر معلوم کیا - اگر کسی دوسری تقلید سے یہ بات جانی کہ
تو دوسری جس شخص کی تقلید کی ہے اسکا محق ہونا کیونکر معلوم کیا اگر اسکو بھی تیسرے کی تقلید سے معلوم کیا تو اسمین بھی یہی کلام ہوگا حتی کہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا
بے انتہا چلا جاویگا اور بے انتہا سلسلہ ہونا باطل ہے اور اگر تو نے اسکا محق ہونا اپنی عقل سے معلوم کیا ہے تو پھر عقل خود کافی ہے تقلید کی حاجت نہیں - اور اگر تو نے کہا
کہ جواز تقلید کے لیے یہ شرط نہیں کہ جسکی تقلید کرے اسکا محق ہونا بھی جانے تو ایسی صورت میں تو نے اسکی تقلید جائز رکھی اگرچہ وہ شخص مبطل ہو پس
تو اسکی تقلید پر خود نہیں جانتا ہے کہ میں حق پر ہوں یا باطل پر ہوں - دوم آنکہ اچھا تیرا یہی کہنا مانا کہ یہ شخص جو پہلے زمانہ میں گذرا اس بات کا عالم تھا
لیکن ہم اگر فرض کریں کہ پہلے زمانہ کا شخص اس بات کو نہ جانتا تھا اور نہ اسنے اس بات میں کوئی مذہب اختیار کیا تھا تو بہر حال تجھے یہی کرنا پڑتا کہ

کہ تو اس بات مین غور و نظر کرکے اپنا مذہب اختیار کرے پس لامحالہ غور و نظر کی طرف رجوع صحیح ٹھہرا تو ایسا ہی یہان ہو سوم آنکہ اگر تو نے کسی اپنے اگلے شخص کی کسی مسئلہ مین تقلید کی تو ہم پوچھتے ہین کہ اس شخص نے اس مسئلہ کو کیونکر جانا تھا یعنے تقلید کرکے جانا تھا یا بلا تقلید پس اگر اسنے بھی تقلید کرکے جانا تھا تو وہی دور یا تسلسل لازم آویگا جو اول تقریر مین گذرا اور اگر اسنے بلا تقلید کے دلیل سے جانا تو جب تو نے اپنے اوپر اسکی تقلید واجب کرلی ہو تو تجھپر بھی واجب ہوا کہ اسکو دلیل سے حاصل کرے نہ تقلید سے کیونکہ اگر تو نے اسکو تقلید سے حاصل کیا بدون دلیل کے باوجودیکہ اس شخص متقدم نے اسکو دلیل سے حاصل کیا تھا نہ تقلید سے تو تو اسکا مخالف ہوا پس ثابت ہوا کہ قول تقلید ایسا ہی کہ اسکا ثبوت خود اسکی نفی کرتا ہی پس جو چیز ایسی ہو وہ باطل ہے۔ اور اللہ تعالے نے اس آیت کو اتباع خطوات شیطان سے زجر کرنے کے بعد جو ذکر فرمایا تو اسی تنبیہ کے واسطے کہ وساوس شیطان کی پیروی مین اور تقلید کی پیروی مین کچھ فرق نہین ہے اور اسمین قوی دلیل اس بات کی موجود ہی کہ نظر کرنا اور استدلال کرنا واجب ہی اور جو چیز بلا دلیل شرعی کے دل مین آوے اسپر اعتماد کبھی نہ کرے اور اسکا تابع نہو اور جو چیز کہ شخص غیر کہے اسپر بلا دلیل اعتماد نہ کرے انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس بات پر تو سب اہل اسلام متفق ہین کہ اعتقادات مین تقلید حرام ہے اور جو اعتقاد کہ تقلید سے ہو وہ کچھ نہین ہی پس جو شخص یہ اعتقاد کرے کہ چونکہ فلان شخص نے اعتقاد کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق تھے لہذا مین بھی اسکے اعتقاد کی تقلید پر یہ اعتقاد کرتا ہون تو یہ لغو اور وہ کافر ہی اور وہ مومن نہوگا جب تک خود یقین کرے اور جنھے کچھ تقلید کو روا رکھا ہی تو فقط مسائل فروعیہ مین روا رکھا ہی سو اسکا مآل کچھ نہین اسواسطے کہ کسی کے حق مین حسن عقیدت سے تقلید کرلینا عوام کے واسطے ہی اور جو شخص دلائل کو دیکھ سکتا ہو اسکو بلا دلیل مان لینا نہین چاہیے جیسا کہ پہلے گذرا اور اسی پر بیضاوی نے جزم کیا ہی فافہم۔

پھر اللہ تعالے نے ان کافرون کے واسطے ایک مثل بیان کی اور فرمایا

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ

اور مثال ان منکرون کی جیسے مثال ایک شخص کی کہ چیخ پکارتا ہے ایسی چیز کو جو نہین سنتی مگر پکارنا اور چلانا بہرے گونگے اندھے ہین

فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

سو انکو عقل نہین

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ ان لوگون کی مثل جو کافر ہین۔ كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ۔ جیسے مثل اس شخص کے جو بلاکر ایسی چیز کو آواز دیتا ہو جو کچھ سنتی نہین إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً۔ سوائے پکار و ندا کے ف یعنے اسکو فقط آواز سنائی دیتی ہی سوائے اسکے کچھ نہین سمجھتا اور یہ جانورون کا سا حال ہی صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ۔ بہرے گونگے اندھے ہین تو یہ کچھ نہین سمجھتے ہین ف مثل الذین کفروا۔ مبتدا و کمثل الذی ینعق۔ اسکی خبر ہی اور نعق بنون و عین مہملہ بلند آواز دینا۔ اور با پر باء موحدہ واسطے تعدیہ کے ہے کیونکہ نعق لازمی ہی یقال نعق المؤذن بلند آواز سے بولا موذن۔ اور نعق بالغنم بلند آواز سے بکریون کو ہانکا پس ما موصولہ ہی۔ اور مفسرین کے تفسیر آیت مین چند اقوال ہین بنابرینکہ تشبیہ مفرد ہی یا تشبیہ مرکب کیونکہ مثل الذین کفروا کی طرف تو صرف کفار مذکور ہین اور کمثل الذی ینعق بما لا یسمع کی طرف ناعق اور منعوق بہا۔ دو مذکور ہین یعنے ایک آواز سے پکارنے والا اور دوسری وہ چیز جسکو پکارا ہی پس شیخ ابو البقاء نے ذکر کیا کہ کلام مین حذف مضاف ہی اے مثل داعی الذین کفروا۔ یعنے مثال بلانے والے کی ان لوگون کو جو کافر ہوئے راہ راست کیطرف جیسے مثال پکارنے والے کی بکریاں کے گلہ کو اور یہ اسواسطے مقدر کیا گیا تاکہ تشبیہ ٹھیک ہو پس دین کیطرف بلانے والا مثل ناعق کے اور کافر لوگ مثل بکریون کے ہین سیبویہ نے کہا کہ گویا اللہ تعالے نے کافرون اور انکی راہ کی طرف بلانے والے کو بکریون اور انکے پکارنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہی تو ہر دو شے مین سے ایک کو دوسرے سے

مقابلہ کر دیا بدون تفصیل کے باعتماد فہم معنی کے۔ اور نیز سیبویہ نے کہا کہ کافرون کی تشبیہ ناعق کے ساتھ نہیں بلکہ منعوق بہا یعنی ناعق نے جس چیز کو آواز دی ہو اسے ان بہائم کے ساتھ جو نہیں سمجھتے ہیں اقول اس تقدیر پر ظاہر ہوتا ہے کہ تشبیہ مستقل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کرنی منظور ہے حالانکہ مقصود استقباح حال کفار ہے اور اس سے اولے بحسب المعنی تو یہ ہے کہ مشبہ بہ کیطرف تقدیر کیجاوے۔ اے مثل الذین کفروا کمثل بہائم الذی ینعق۔ پس اسمین تشبیہ کافرون کی بہائم سے ہے اور معنے یہ ہین کہ کافر لوگ بسبب اپنی تقلید مین منہمک ہونے کے جو انکو نصیحت کی جاتی ہے اسپر کان ہی نہین دھرتے اور جو انسے [آدمی بگفتگو چرواہے کا ۱۲] تقریر کیجاتی ہے اسپر غور ہی نہین کرتے پس وہ اس معاملہ مین مثل چوپاؤن کے ہین کہ چرواہا انکو آواز دیتا ہے پس وہ آواز سن لیتے ہین اور اسکا مقصود نہین جانتے اور نداء کو محسوس کرتے ہین اور معنی نہین سمجھتے ہین۔ کذا قال البیضاوی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ مثل الذین کفروا اسے جس حال گمراہی و ضلالت و جہالت مین کافر پڑے ہین انکی مثال جیسے چلتے ریوڑ و گلے چوپاؤن کے کہ چرواہا اسکو پکارتا ہے کہ راہ پر چلا وے مگر وے اسکا کہنا نہین سمجھتے خالی اسکی آواز سنتے ہین۔ اور ایسا ہی شیخ ابو العالیہ و مجاہد و عکرمہ و عطاء و حسن بصری و قتادہ و عطاء خراسانی و ربیع بن انس رحمہم اللہ سے مروی ہے اور معنے اس تفسیر کے یہ ہین کہ یہ تمثیل ہے کہ کافر لوگ اپنے باپ دادے کے ظاہر حال کے اتباع مین بدون حقیقت حال سے واقف ہونے کے ایسے ہین جیسے چوپائے کہ آواز سنتے ہین اور جو اس سے مقصود ہے وہ نہین سمجھتے ہین پس قول اول اور اسمین فرق یہ ہے کہ اول مین تو انکی تشبیہ بہائم سے اس امر مین کہ جو انکو القاء کیا جاتا ہے وہ نہین سمجھتے ہین اور اسمین انکی تشبیہ بہائم سے اس بات مین کہ وہ اپنے باپ دادا ؤن کی اتباع ظاہری سے ایسے جاہل ہین جیسے بہائم ہوتے ہین۔ اور قطرب نے کہا کہ مثال کافرون کی اپنے بتون کو پکارنے مین ایسی ہے جیسے چرواہا اپنے گلہ کو پکارتا ہے حالانکہ وہ جانور یہی نہین جانتے کہ کہان ہین اور شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے اسکو اختیار کیا ہے اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا کہ مثال کافرون کی اپنے پتھر کے معبودون کو پکارنے مین ایسی ہے جیسے رات مین چیخنے والا کہ اسکی صدا خود اسکو آواز دیتی اور ایسی چیز کو آواز دیتا ہے جو نہ سنے اور جواب وہ دیتا ہے جسکی کچھ حقیقت نہین ہے پس یہ سب چار اقوال ہوئے جنمین اول و دوم قریب المعنی ہین اور سوم و چہارم قریب المعنے ہین مگر بیضاوی نے اخیر کے دونون قولون پر اعتراض کیا کہ خواہ تشبیہ مفرد لیجاوے یا مرکب لیجاوے اس تشبیہ کے جواز کی کوئی صورت نہین اسواسطے کہ مشبہ بہ کو مشبہ سے وجہ تشبیہ مین اقوی ہونا واجب ہے حالانکہ کافرون کے بت بہ نسبت بہائم کے ناسمجھی مین بہت بڑھے ہوئے ہین پس دفع ہو گیا جو بعض نے کہا کہ بتون کا نہ سننا کچھ مضر نہین کیونکہ تمثیل مرکب ہے اور ایسا ہی شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسپر اعتراض کیا کہ اولی نہین اسواسطے کہ بت کچھ نہین سمجھتے ہین اور نہ دیکھتے اور نہ سنتے اور نہ انمین حیات ہے نہ فہم اور قولہ صم الخ صم مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا کہ خبر مبتدا سے محذوف ہے بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ مرفوع بالذم ہے اور معنی یہ ہین کہ حق بات سننے سے بہرے اور حق کہنے سے گونگے اور راہ حق سے اندھے اور لا یعقلون مراد اس سے عقل دین کا ہے یعنی امر دین کو نہین سمجھتے ہین قال المترجم یعنی عقل نورانی نہین رکھتے بلکہ حواس رکھتے ہین جو آخرت سے بالکل بے بہرہ ہین پھر فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ [طیبٰت]

اے ایمان والو کھاؤ ستھری چیزین جو روزی دین ہم نے تمکو اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسکے بندے ہو

اور بعض نے کہا کہ یہ حکم تاکید ہے قولہ تعالےٰ۔ یاایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا الآیۃ۔ کی اور یہان مومنین کو خاص کر دیا کہ لوگون مین سے افضل نوع ہین اور حق یہ ہے کہ سابق کی آیت مین بحائر و سوائب کے حرام جاننے والون کو اعلام حلت طیبات مقصود تھا اور یہین ارشاد اکل حلال ہے بقولہ تعالےٰ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

اے ایمان والو ہمنے جو کچھ طیبات سے تمکو دیا ہے کھاؤ اور اللہ تعالےٰ کا شکر کرو اگر تم اسی کی بندگی کرتے ہو۔ ف بعض نے کہا کہ اکل سے مراد بیان

نفع اُٹھانا ہو اسے نفع اُٹھاؤ جو تم کو شرع مین جس طور سے حلال ہو اور ظاہر یہ ہو کہ کھانے سے یہی عادت کے موافق کھانا مراد ہو اور عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہو کہ آیت مین طیبات سے پاک کمائی مراد ہو خصوصیت پاک طعام کی نہین ہو اور ضحاک نے کہا کہ رزق حلال مراد ہو اور اسی کی مشعر ہے کہ شیخ ابوالبقا نے کہا کہ کلوا کا مفعول محذوف ہو اسے کلوا رزقکم۔ اور امام احمد و مسلم و ترمذی و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے ابوہریرہ رضی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی طیب ہے نہین قبول کرتا مگر طیب کو اور اللہ تعالے نے حکم دیا مومنون کو جس چیز کا حکم دیا اپنے رسولون کو چنانچہ فرمایا۔ یاایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم اور فرمایا یاایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم پھر ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی طول سفر کرتا ہو پریشان گرد آلودہ اپنے ہاتھ آسمان کو اُٹھاتا ہو یارب یارب حالانکہ اسکا کھانا حرام سے اور لباس حرام سے اور حرام کھایا پیا ہو تو کہان اسکی دعا قبول ہوگی۔ اور ثابت ہوا ہو کہ عبادت کے قبول ہونے کے واسطے اکل حلال و لباس حلال شرط ہو اور کہا گیا ہو کہ غذائے حرام سے چالیس روز تک عبادت مقبول نہین ہوتی ہو اور یہ سب اس حرام مین ہو کہ کھلا ہوا ہو اور عالمگیری وغیرہ مین مذکور ہو کہ علمائ نے فرمایا کہ اس زمانہ مین آدمی کو یہی واجب ہو کہ جسکو کھلا حرام دیکھ لے اور جان لے اس سے اجتناب کرے اور تقوی یہ ہو کہ شبہات سے بالکل پرہیز کرے واللہ اعلم اور قولہ واشکروا للہ۔ اسمین اشکروا نہین فرمایا بلکہ تکلم سے غیبت کیطرف التفات کیا واسطے تفخیم شان کے اور یہان امر واسطے وجوب کے ہو کیونکہ شکر اللہ تعالی واجب ہے اور حدیث مین ہو سبحان اللہ و تحمیدہ میزان کو بھر دیتی ہو پس یا تو شکر سے یہان مراد زبانی شکر ہو یا مراد ہو کہ جو نعمتین اللہ عز وجل نے بندہ کو کرامت فرمائی ہین سب اسکی خدمت مین اسکے حکم کے موافق صرف کرے مثلاً آنکھ تلاوت کلام مجید مین اور پاؤن مسجد مین جانے وغیرہ مین اور اسی کے عبادت مفروضہ خاصہ و عامہ مین اور ظاہر ایہی معنی مراد ہین اور قولہ ان کنتم ایاہ تعبدون مفعول کو تخصیص کے واسطے مقدم فرمایا یعنی اگر عبادت کے واسطے تم اسکو مخصوص کرتے ہو اور اقرار کرتے ہو کہ وہی معبود ہو اسکے سوا کوئی نہین ہے اور بعض نے کہا ہو اگر تم عارف ہو اللہ تعالے اور اسکی نعمتون کے تو نعمتون پر اسکا شکر کرو۔ شکر الٰہی منجملہ حقوق ہو اور حرف شرط یہان امر مشکوک کے واسطے نہین ہو بلکہ تحریض اور برانگیختہ کرنے کے لیے ہو جیسا کہ مقدمہ مین بیان ہوا جیسے کوئی اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہو تو اس کام کو پورا کردے پس ایسا ہی یہان ہے۔ اور بیہقی وغیرہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہو کہ مین اور جن و انسان ایک نبائ عظیم مین ہین پیدا مین کرتا ہون اور میرا غیر عبادت کیا جاتا ہے اور رزق مین دیتا ہون اور میرا غیر شکر کیا جاتا ہو۔ پھر جاننا چاہیے کہ شکر گذاری کا نفع بندون ہی کیطرف راجع ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے وعدہ فرمایا ہے کہ شکر کروگے تو زیادہ نعمت ملیگی ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے۔ یاایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم۔ طیبات وہ چیزین ہین جو سابق علم ازل مین اپنی رضا اور خوشنودی کے ساتھ اہل ایمان کے واسطے تقسیم کردین یعنے اُنکی قسمت مین کردین یعنے انکی ایسی معاش جسکا تناول کرنا انکے حق مین کسی حال مین مذموم نہین اور یہ وہ تفرس ہو جسکو ایمان دار آدمی کام مین لاتا ہو کہ وقت حاجت کے وقوع واقعہ سے پہلے نور ایمان سے فراست کے ساتھ دریافت کر لیتا ہو قال المترجم مراد وہ نور مکاشفہ ہو جس سے اولیاء اللہ تعالے مکرم کیے گیے ہین جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بوسے یوسف علیہ السلام کو مصر کی دوری سے سونگھ پایا تھا۔ اور نیز طیبات وہ چیزین ہین جو مومن کو اللہ تعالے کے مرضیات کی طرف رغبت دلاوین مانند معاملات سینہ اور اخلاق حمیدہ کے اور بالوفات نفس یعنی بہ متابعت شہوت ترک کرنے کے۔ اور نیز طیبات وہ چیزین ہین کہ غیب سے بدون آدمیون کی کاریگری کے حاصل ہون کیونکہ جسمین آدمیون کی کاریگری لگی وہ لگاؤ سے خالی نہین ہین قال المترجم پس پیدا وار زمین و پھل وغیرہ ایسے ہی ہین بخلاف طعام اور اسکی ترکیبی لذت کے اور نیز طیبات وہ شہوت سے نہ کھائی گئی ہون اور اُنسے نتیجہ حکمت و عبادت حاصل ہو قال المترجم یعنے غذا اگر تن پروری کے واسطے کھائی تو کچھ نہین اور اگر غذا بغرض قوت عبادت کھائی تو وہ طیبات سے ہے۔ اور نیز طیبات وہ کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کھائی گئی ہون اور بدعت کے طریقہ پر نہون۔ اور نیز طیبات اشارہ ہو ذکر حق عز وجل کی طرف بشرطیکہ اسمین ذکر مخلوق کا میل نہو اور ایسا پاکیزہ ذکر حق

وہ غذاے روح اسطرح ہی کہ روح بقوت وجد پرواز کرے اور صفات کے باغون مین دیدار حق بوصف وصل کرے۔ اور شیخ عبد الرحمٰن سلمی رہ نے فرمایا کہ طیبات رزق یہ ہی کہ بیتابی کے وقت اسقدر کھاوے کہ نفس باقی رہے تاکہ اداے فرائض پورے طور پر ہو اور یہ مقدار وہی ہی کہ کسی حال مین اس کھانے کے پیچھے تکان نہین ہوتی ہی۔ قولہ تعالے واشکروا للّٰہ ان کنتم ایاہ تعبدون۔ اے شکر کرو اللہ تعالے کا اپنی معرفت کے ساتھ مشکور پر اگر تم اسکو عبادت کرتے ہو بشرط معرفت اسواسطے کہ معبود بنانا بدون معرفت صحیح نہین ہی اور یہ اللہ تعالے کی طرف سے اعزاز ہی یعنے شرط معرفت سے مخصوص اسی کی عبادت کرنے پر شکرگذاری اللہ تعالی کی طرف سے بندون کو آمادگی دلانا ہی اور معاندین کو تنبیہ ہی تاکہ جان لین کہ شکر سزاوار نہین مگر اسکو جسنے پیدا کیا اور رزق دیا اور موت دی اور زندگی دی ہی اور یہان ملا دیا عبادت کو ساتھ شکر نعمت کے واسطے تعریف منعم علیہ کے کہ اسکی نعمت کا شکر یہ معرفت کے ساتھ عبادت کر کے ادا کرے۔ انتہی کلامہ رزق حلال کے ارشاد کے بعد بیان فرمادیا کہ اپر چند ہی گنتی کی چیزین منجملہ تمام چیزون کے حرام کر دی ہین پس فرمایا

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ

یہی حرام کیا ہے تم پر مردہ اور لہو اور سور کا گوشت اور جسپر نام پکارا گیا اللہ کے سواے کا پھر جو کوئی پھنسا

غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

نہ بے حکمی کرتا ہے نہ زیادتی تو اسپر گناہ نہین اللہ تعالے بخشنے والا مہربان ہے

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ تمپر حرام تو یہی مردار ہی ف یعنے مردار کا کھانا کیونکہ کھانے ہی مین گفتگو ہے اور اسی طرح آئندہ چیزون مین بھی کھانا حرام ہی اور اسمین سے مچھلی و ٹیڈی استثنا ہی وَالدَّمَ۔ اور خون ہی۔ ف مراد خون مسفوح جو رگون سے نکلکر روان ہو جیسے سورۂ انعام مین مذکور ہی وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ۔ اور سور کا گوشت ف اور جب گوشت نجس ہی تو باقی اسکے سب تابع سر سے پاؤن تک نجس ہی اور بعض نے کہا کہ ضرورت والون کے لیے سور کے بال سے کوچی بنانا جائز ہی وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ۔ اور جس چیز کے ساتھ غیر اللہ کا نام پکارا گیا ف یعنے سواے اللہ تعالے کے غیر کے لیے ذبح کیا گیا اور نام پکارنا اسواسطے فرمایا کہ بت پرست بتون کے نام سے پکارتے اور ذبح کیوقت بتون کا نام لیتے تھے فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ پھر جو کوئی مضطر ہوا در حالیکہ باغی و عادی نہین تو اسپر گناہ نہین ہی اللہ تعالے غفور رحیم ہی ف باغی و عادی سے یا تو سلطان سے بغاوت اور مسلمانون پر عدوان یعنے رہزنی مراد ہی اور یہی امام شافعی کا قول ہی اور قیاس سے ہر بدکار مسافر مانند بھاگے ہوے غلام کے اور جو ظلماً نا مال وصول کرنے جاتا ہو وہ بھی باغی و عادی مین شامل ہین اور یا مراد باغی سے وہ کہ حلال چھوڑ کر حرام کی خواہش کرے اور عادی وہ کہ اضطرار کے وقت حد سے تجاوز کر کے پیٹ بھرے اور یہی امام ابو حنیفہ وغیرہ کا قول ہی تو ہر ایک مضطر کو ایسے وقت مین جان رکھنے کی قدر جائز ہی جبکہ خواہش حرام یا اس مقدار سے تجاوز نہ کرے اور واضح ہو کہ المیتۃ ایک قراءۃ مین منصوب ہی پس ما کافہ ہی اور حرم کا فاعل اللہ تعالے ہی اور ایک قراءۃ مین بالرفع ہی پس ما بمعنے الذی ہوگا اور المیتۃ خبر ان ہی والمعنے ان الذی حرم علیکم المیتۃ الی آخرہ اور ایک قراءۃ مین حُرِّمَ بصیغہ مجہول ہی پس المیتۃ بالرفع ہوگا مگر جائز ہوگا کہ ما بمعنے الذی اور المیتۃ خبر ان ہو یا ما کافہ اور المیتۃ مفعول مالم یسم فاعلہ ہو اور سواے وجہ اول کے حصر اور صورتون مین ظاہر نہین مگر ترکیب مفید قصر حرمت ما استطرہ ہوگی اور المیتۃ در اصل بتشدید یا ہے بر وزن فیعلۃ اور واو دی ہی اسے میوتہ پس تشدید کی قراءۃ علی الاصل ہی اور جسنے تخفیف سے پڑھا اُسنے واو کو جو عین کلمہ ہے حذف کیا مانند سید ہین کے کہ در اصل سید وہین بتشدید یا ہین اور دوم مین لام کلمہ یا رہتا جو بغیر علت حذف کیا گیا اور خیر کا نون اصلی ہی بروزن فعل مانند عربیب

اور بعض نے کہا نون زائد ہی ماخوذ از خزر - اور غیر باغ منصوب علی الحال ہی اسواسطے کہ استثنا جب ہو سکتا ہی کہ الا اسکے قائم مقام ہو سکے
ذکرہ العکبری وغیرہ پھر جاننا چاہیے کہ کلمہ انما موضوع ہے واسطے حصر کے اسے جو اسکے ساتھ مذکور ہین انھین کے واسطے حکم ثابت کرتا ہی اور غیر سے
نفی کرتا ہی پس یہ ہوگا کہ حرام ہونا انھین چیزون مین منحصر ہے جو میتہ و دم و لحم خنزیر و ما اہل لغیر اللہ مین مذکور ہین - پس اگر کہا جاوے کہ اور بہت چیزین
حرام ہین جو اسمین مذکور نہین پھر حصر کیونکر ہوگا تو جواب یہ ہی کہ اصل وضع انما کی قصر قلب کے واسطے ہی پس کفار نے جو ان سب چیزون کو مع دیگر اشیاء
کے حلال ہونیکا اعتقاد کیا تھا تو ابلغ طور پر قصر قلب کے ساتھ انحصار کر کے رد کیا کہ جن چیزون کو تمنے حلال کر رکھا ہی انمین سے اتنی ہی چیزین حرام ہین
یا جواب یون دیا جاوے کہ حالت اختیاری پر حرمت مقصور کرنا مراد ہی گویا یون کہا گیا کہ تم پر یہی چیزین حرام کی گئی ہین جب تک کہ تم ان چیزون کی
طرف مضطر نہو - پس حاصل یہ ہی کہ حصر مطلق مراد نہین ہی بلکہ یا تو ان سب چیزون مین سے جنکو انھون نے حلال کر رکھا تھا یا حالت اختیار کی نسبت
کر کے قصر ہی اور خون کو بھی عرب حلال جانتے اور کھاتے تھے چنانچہ جوضون مین جمع کر لیتے پھر اسکو بھونکر کھاتے تھے - پھر جاننا چاہیے کہ مردار وہ ہی
جس سے روح مفارقت کر گئی بدون اسکو ذکوۃ دیے ہوے یعنے شرع کے موافق بسم اللہ کہکر ذبح نہین کی گئی پس امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر
عمدًا بسم اللہ کو ترک کیا تو بھی مردار ہی اور امام شافعی سے مشہور ہی کہ تسمیہ ہر مومن کے دل مین ہی اگر عمدًا اسنے نہ بھی پڑھا ہو تو جائز ہی بالجملہ اتفاقی
ہے کہ جس جانور کی ذکاۃ منفی ہو وہ مردار ہی خواہ خود بخود مر گیا یا گلا گھٹنے سے مرا یا پٹکنے سے یا اونچائی سے گر کر یا دوسرے جانور کے سینگ وغیرہ مارنے سے
یا درندے کے مار ڈالنے سے مرا ہو اور جمہور نے اس عام مین سے دریائی صید کو مخصوص کیا ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - واحل لکم صید البحر و طعامہ
چنانچہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آویگا - اور نیز حدیث عنبر کی حضرت جابرؓ کی روایت سے صحیح مین موجود ہی اور مسند امام احمد و مؤطا و سنن مین ہی کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بحر کے حق مین فرمایا ہو الطہور ماءہ الحل میتتہ یعنے اسکا پانی طہور ہی اور اسکا مردار حلال ہی پس ظاہر ہوا کہ المیتۃ سے مراد یہان خشکی
کا مردار ہی یا مع دریائی مردار کے جو سڑا ہوا ہو - اور شافعی و ابن ماجہ و دارقطنی و احمد و حاکم و ابن مردویہ نے ابن عمرؓ سے مرفوعًا روایت کیا کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ ہمارے لیے دو میتہ اور دو خون حلال کیے گئے ہین پس دو میتہ تو ٹڈی اور مچھلی ہین اور دو خون وہ کلیجی اور تلی ہی - اور یہ حدیث از قبیل مشہور ہی
اسیواسطے ہمارے علماے حنفیہ کے نزدیک کتاب اللہ پر اُس سے زیادتی جائز ہوئی اور نیز قولہ احل لکم صید البحر - عام ہی کہ صید زندہ اور مردہ دونون کو
شامل ہی پس اس مخصص کے ساتھ حدیث اسکا بیان ہو کر خود آیت سے تخصیص ہوگی فافہم اگر کہا جاوے کہ جو گابھن بکری مثلاً ذبح کی گئی اور اسکے پیٹ میں سے بھی
بچہ مرا نکلا تو وہ کھانا جائز ہونا چاہیے کیونکہ حدیث مین ہی کہ جنین کی ذکاۃ وہی اسکی ماں کی ذکاۃ ہی تو علما نے اسکا جواب دیا کہ یہ حدیث مشہور نہین بلکہ
احاد ہی پس اس سے زیادتی نہین جائز ہی - اور یہ جواب کچھ قوی نہین اسواسطے کہ اصول مین مقرر ہو چکا ہی کہ جب عام ایک مرتبہ مشہور سے تخصیص یافتہ
ہو چکا ہو تو پھر احاد سے بھی اسکی تخصیص جائز ہوتی ہی - پھر اکثر اہل علم کے نزدیک دریائی جانور سب زندہ و مردہ کا کھانا جائز ہی اور بعض اہل علم کے نزدیک
دریائی جانورون مین سے جنکا مثنا خشکی کے جانورون مین سے حرام ہو وہ حرام ہین اور ابن حبیب نے دریائی سور کے حق مین توقف کیا اور ابن القاسم نے کہا کہ مین
اُس سے بچتا ہون اور اسکو حرام نہین جانتا ہون اور صحیح بنا بر قول بعض اہل علم کے وہ حرام ہی اور مانند اسی کے ہی ہمارے علماے حنفیہ کے نزدیک ابن کثیر
نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ میتہ جانور کا دودھ یا پرندکا انڈا جو اسکے پیٹ مین ہی وہ شافعی وغیرہ کے نزدیک نجس ہی کیونکہ اسکا جزء ہی اور امام مالک
کی ایک روایت مین وہ طاہر ہی مگر مجاورت سے نجس ہوا اور اسی طرح میتہ کے انفحہ مین خلاف ہی اور مشہور یہ ہی کہ وہ انکے نزدیک نجس ہی مگر خود اپنے اوپر اعتراض
وارد کیا کہ صحابہؓ نے مجوس کا پنیر کھایا ہی پس قرطبی نے اسکا یہ جواب دیا کہ یہان قلیل دودھ اسمین خلط ہوا اور کثیر کے ساتھ قلیل نجاست عفو ہی - پھر دم سے
مراد دم مسفوح ہی یعنی جو جاری ہو کر روان ہو جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت مین آو دما مسفوحا - فرمایا پس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائیگا - اگر کہا

جاوے کہ حدیث مشہور مین جو آیا کہ ہمارے واسطے دو خون حلال کیے گئے کلیجی اور تلی سو یہ دونون دم مسفوح نہین بلکہ بستہ خون کے لوتھڑے ہین پس وہ
حرام ہین سے سرے سے نہین ہین تو جواب یہ ہے کہ یہ تخصیص عام سے نہین بلکہ اظہار عدم حمل بر عام ہے فافہم۔ اور علما متفق ہین کہ حرام دم مسفوح ہے
اور جو گوشت کے ساتھ مخلوط ہے وہ بالاجماع حرام نہین قالہ القرطبی اور حدیث مین حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ وہ گوشت پکاتی تھین پس خون کی زردی ہانڈی
پر چھا جاتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکو بلا انکار کے کھاتے تھے۔ پس خشکی کے مردار اور بعض دریائی مردار جو مشابہ بخشکی والے ہے اور دم مسفوح اپر حرام
ہین اور اسیطرح اپر سور کا گوشت حرام فرمایا پس یہان اور سورہ انعام کی آیہ مین لحم خنزیر فرمایا ہے اور ظاہر گوشت کو مخصوص بیان فرمانا بنظر
اکل کے ہے اسواسطے کہ تقدیر حرم علیکم المیتۃ انکہ حرم علیکم اکل المیتۃ پس ایسا ہی مابعد مین اے اکل لحم الخنزیر اسلیے کہ اکل الخنزیر نہین کہا جاتا ہے مگر مجاز
یعنے اکل لحم الخنزیر۔ رہی اسکی چربی تو وہ لحم کے حکم مین ہے یا گوشت غالب ہونے کے تابع کر دیا یا گوشت اسکو شامل ہے اور مفسرین نے کہا کہ گوشت کو
مخصوص اس نظر سے بیان کیا کہ معظم مقصود یہی ہے اور باقی اجزا اسکے تبع ہین اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ امت کا اجماع ہے کہ سور کی چربی مثل اسکے گوشت کے حرام ہے
اور نیز فرمایا کہ امت کا اجماع ہے کہ سور کے سب اجزا سر سے پیر تک حرام ہین سواے اسکے بالون کے کہ انکو خرازت کے کام مین لانا جائز ہے پھر ہمارے نزدیک
اور جمہور کے نزدیک سور نجس العین ہے اور امام مالک سے مشہور ہے کہ وہ طاہر ہے جیسے اور حیوان اور شافعی کے اس مسئلہ مین کہ سور برتن مین منہ ڈال دے
دو قول ہین جدید قول یہ ہے کہ اگر کوئی نجاست اور نہ لگی ہو تو اسکا حکم مثل کتے کے ہے کہ سات بار دھو ڈالے اور قدیم قول یہ ہے کہ ایکبار دھو ڈالنا کافی ہے اور صحیح
قول جدید ہے واللہ اعلم اور نیز حرام کر دیا اپر وہ ذبیحہ جسپر نام غیر اللہ تعالیٰ کا پکارا گیا ہو اور اہلال آواز بلند کرنے کو کہتے ہین اور چونکہ وہ لوگ ایسا کیا کرتے تھے جیسا کہ
مفسرین وغیرہ نے ذکر کیا ہے لہذا بطور واقعہ کے بیان کے فرما دیا اور مراد یہ ہے کہ جس ذبیحہ پر غیر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو وہ حرام ہے پس اگر بت پرست وغیرہ
نے ذبیحہ پر اپنے کسی بت کا یا لات وعزیٰ کا یا ملائکہ یا جن وغیرہ کسی ایسے کا جسکو مانتا پوجتا ہو ذکر کیا یا مجوسی یعنے آتش پرست نے آگ کا نام ذکر کیا تو یہ اور
مثل اسکے جتنے ذبیحہ ہین سب قطعاً حرام ہین اور اسیطرح اللہ تعالیٰ عزوجل کے سوائے کسی کی تقرب کی نیت سے ذبح کرنا حرام ہے چنانچہ فتاواے عالمگیری
مین بشرط مع مسائل مذکور ہے اور قرطبیؒ نے ابن عطیہ کی روایت سے حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ انسے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنی گڑیا
کی شادی رچائی اور اسمین اونٹ ذبح کیے تو انکا گوشت کھانا کیسا ہے فرمایا کہ نہین کھایا جائیگا اسواسطے کہ وہ تصویر کے لیے ذبح ہوئے ہین اور نیز قرطبیؒ
نے حضرت عائشہؓ روایت وارد کی کہ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ عجم والے اے مجوسی لوگ اپنی عیدون مین ذبح کرتے ہین پس اسمین سے مسلمانون
کو ہدیہ بھیجتے ہین اسکا کھانا کیسا ہے تو فرمایا کہ جو اس دن کے واسطے ذبح کیا جائے اسمین سے مت کھاؤ ہان انکے بھیجے ہوئے پھلون میوون کو کھاؤ
اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ قولہ۔ ما اہل بہ لغیر اللہ۔ کہا کہ اے ما ذبح لغیر اللہ۔ یعنے جو غیر اللہ کے واسطے ذبح کیا گیا۔ اور بغوی نے بھی معالم مین اسکی
تفسیر مین کہا اے ما ذبح للاصنام والطواغیت۔ یعنے جو جانور کہ اصنام وطواغیت کیواسطے ذبح کیا گیا اور تفسیر نیشاپوری مین ہے کہ علماء نے فرمایا کہ اگر کسی
مسلمان نے کوئی ذبیحہ ذبح کیا اور اسکے ذبح کرنے مین اسکا مقصود اللہ تعالیٰ کے سواے کسی اور کا تقرب ہے تو وہ شخص مرتد ہو گیا اور ذبیحہ اسکا ویسا ہی
حرام ہے جیسا مرتد کا ذبیحہ ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی ائمہ حنفیہ کی معتمد کتب الفقہ مین مصرح ہے اور صاحب الروض شافعی نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے واسطے ذبح کیا تو وہ کافر ہوا۔ اس بیان سے ہر ہوشیار قیاس کر سکتا ہے کہ جب سواے اللہ تعالیٰ عزوجل کے سید عالم واکرم الخلق
صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ذبیحہ نہین جائز ہے تو اور کسی نبی و ولی کے واسطے کبھی نہین روا ہو سکتا ہے اور جب یہ حال ہے تو جو لوگ شیخ سدو یا خبیث
چیزون کے واسطے ذبح کرتے ہین وہ اپنے کافر و مرتد ہونے سے ڈرین اور یہ ذبیحہ حرام ہے اور صاحب تفسیر احمدی نے جو اس مقام پر تساہل کیا وہ
سخت خطا ہے اللہ تعالیٰ ہمکو اور انکو عفو کرے اور بخشے اور یہ جو بعضے لوگون کو وہم ہے کہ مہمان کے لیے ذبح کرتے ہین جواب یہ ہے کہ اگر اسکے تقرب کے لیے

ذبح کرین تو مرتد وکافر ہین کما فی الفتاوی بلکہ یہ تو مہمان کی ضیافت کے لیے اللہ تعالے کے نام پر ذبح ہوتا ہے جیسے روز بازار مین ہزارون جانور ذبح ہو کر فروخت ہوتے ہین خواہ بازار سے منگا لو یا خود اللہ تعالے کے لیے ذبح کرکے اس سے گوشت مہیا کر لو جیسے مسلمانون مین طریقہ جاری ہے کہ حج مین قربانی کرتے ہین اور اللہ تعالے نے اسکے تقرب کے صلہ مین رحم کیا کہ جاندار کی جان اسکی قربت مین ہلاک ہوئی اور تمکو اسکا گوشت حلال کیا بلکہ قربانی مین ہر بال کے عوض نیکی عطا فرمائی پھر جاننا چاہیے کہ مجوس واسکے مانند جو قومین کسی کتاب آسمانی کی پیروی کرنے کی طرف منسوب نہین ہین اگر وہ غائبانہ ذبح کرکے گوشت لادین یا فروخت کرین تو اسکا کھانا حرام ہے اگر کسی مسلمان نے سامنے ذبح کرکے انکو دیدیا اور معلوم ہے تو اسکو کھا سکتے ہین اور رہے یہود و نصاری جو پیروی توریت و انجیل کیطرف منسوب ہین سو انکے ذبیحہ مین اختلاف ہے بعضے اسطرف گئے ہین کہ حلال ہے کیونکہ قولہ تعالے - وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم عام ہے اور ذبیحہ مراد ہونے پر اتفاق ہے بلکہ طعام کا اطلاق پکے اور بے پکے سب کھانے پر ہوتا ہے اگرچہ ذبیحہ کے ساتھ قطعی یقین نہین ہو سکتا اور خصوص اس زمانہ مین جبکہ علی العموم یہ معلوم ہے کہ یہ نصاری مُرڈری مرغی وغیرہ کھاتے ہین اور یہی انکے ذبیحہ کا دستور ہے اور امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی متفق ہین کہ اگر انھون نے اسم اللہ تعالے کے سوا سے ذبح کیا تو حرام ہے پس اگر نہ معلوم ہو کہ کیونکر ذبح کیا تو اس وقت مین بھی حرام ہوگا واللہ اعلم - اور تمام بحث عین الہدایہ المترجم مین ہے پھر اللہ تعالے عزوجل نے حالت اضطرار و مخمصہ مین ان حرام چیزون کو بھی مشروط طور پر حلال فرمادیا چنانچہ فرمایا - فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ - اے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فانہ فلا اثم علیہ - اور اضطرار یہ ہے کہ کسی شے کیطرف ایسا مجبور ہو جاوے کہ بدون اسکے چارہ نہ پاوے پس یا تو اضطرار اس طور سے ہوگا کہ بھوک سے اپنی جان تلف ہونیکا خوف کرے یا کوئی شخص اسپر زبردستی کرے اور زبردستی مین جبھی اضطرار معتبر ہوگا کہ وہ شخص عضو یا جان تلف کر دینے پر آمادہ ہو پس اگر اسکو دوام ہو تو جائز ہے کہ ان محرمات مین سے سیر ہو کر کھالے اور اسمین خلاف نہین اور اگر نادر طور سے ایسا واقع ہو تو قول امام ابو حنیفہ اور ارجح قول شافعی مین کہا کہ سد رمق کھالے جس سے جان بچے الا آنکہ زبردستی کرنے والا اسکو زیادہ کھانے پر مجبور کرے اور امام مالک نے کہا کہ سیری کی قدر بھی روا ہے اور غیر باغ ولا عاد - مین اختلاف ہے چنانچہ مجاہد نے کہا کہ غیر باغ ولا عاد یعنے قاطع الطریق نہو اور نہ امام مسلمین سے باغی ہوا ہو اور نہ عدوان یعنے معصیت الہی کے واسطے نکلا ہو تو ایسے شخص کو رخصت ہے کہ اسمین سے تناول کرے اور جو شخص باغی ہوکر نکلا یا عادی ہے اور معصیت الہی مین جاتا ہے تو اسکو رخصت نہین ہے اگرچہ وہ ان چیزون کی طرف مضطر ہوا اخرجہ سعید بن منصور فی سننہ عن مجاہد اور ایسا ہی سعید بن جبیر سے مروی ہے اور یہی شافعی رح کا قول ہے جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور یہی امام احمد کا قول ہے اور ایک روایت مین سعید بن جبیر نے اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ غیر باغ یعنے اسکو حلال جاننے والا نہو اور سدی رح نے کہا غیر باغ اے اسکے کھانے مین اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا ہو اور آدم بن ایاس نے اپنی تفسیر مین عطا خراسانی سے روایت کی کہ انھون نے کہا کہ میتہ مین سے لیکر بریان نہ کرے تاکہ خواہش سے کھانے کے لائق ہو جاوے و نہ اسکو پکا دے اور اسمین سے نہ کھاوے مگر ایک ٹھکا اور اپنے ساتھ اسمین سے اسقدر لے لے کہ اسکو رزق حلال تک پہونچا دے پھر جب رزق حلال پہونچ جاوے تو اسکو پھینک دے اور یہی فرمایا کہ ولا عاد اے لا تعدوا بہ الحلال اسکے ساتھ تجاوز نہ کرو حلال سے - اور ابن عباس رض سے روایت ہے اے لا یشبع منہا یعنے اس سے سیر ہوکر نہ کھاوے اور سدی رح نے عدوان کی تفسیر اس سے بیان کی اور ابن عباس سے روایت ہے کہ غیر باغ ولا عاد فرمایا کہ غیر باغی ہو حقیقت مین اور نہ عادی ہو اسکے کھانے مین - اور یہی قول امام ابو حنیفہ اور جمہور کا ہے اور انھون نے بغی کے یہ معنی بیان کیے کہ دوسرے مضطر پر اپنے نفس کو ترجیح دے اسطرح کہ تنہا اسکو کھا جاوے پس دوسرا مضطر مر جاوے اور لا عاد مین عدوان سے یہ مراد ہے کہ قدر حاجت سے تجاوز کرے اور وہ سد رمق ہے جس سے جان بچے اور قتادہ نے کہا کہ غیر باغ اے میتہ مین یعنے اسکے کھانے مین کہ حلال سے تجاوز کرے حرام کی طرف حالانکہ اسکو حرام نہ کھانیکی راہ نکلتی ہے - اور قرطبی نے مجاہد سے نقل کیا کہ فمن اضطر یعنے جو شخص مجبور کیا گیا اسپر بدون اپنے اختیار کے اقول یہ محتمل دونون وجوہ اضطرار کو ہے

یعنے بھوک نے اسکو مجبور کیا یا کسی نے اسپر زبردستی کی بقصد آنکہ اگر نہ مانیگا تو مار ڈالونگا ولیکن اکرہ کی لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقط زبردستی سے مجبور کیا جانا مراد ہے شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اگر مضطر نے میتہ کو اور غیر کے طعام کو پایا اور یہ طعام ایسا ہے کہ اگر مضطر اسکو کھالے تو رہزنی نہیں اور نہ مالک طعام کے حق مین ایذا ہے تو مضطر کو بالاتفاق اکل میتہ نہیں روا ہے پھر اگر اسنے ایسی حالت مین طعام غیر کھالیا تو آیا اسپر ضمان قیمت یا مثل لازم ہوگی یا نہین تو اسمین امام مالک سے دو روایتین ہین ایک مین تاوان لازم ہوگا اور دوسری مین نہین حکاہ القرطبی پھر سنن ابن ماجہ سے روایت بیان کی کہ عباد بن شرحبیل رضی نے کہا کہ ہم لوگون کو ایک سال مخمصہ[له] پہونچا پس مین مدینہ مین آیا پھر وہان ایک چہار دیواری کے باغ مین جسمین کھیتی بھی تھی آیا اور مین نے اسمین سے ایک بالی توڑ کر اسکو ملکر دانہ نکالکر کھالیے اور نیز اسمین سے توڑ کر اپنی چادر مین رکھے پس کھیت والا آیا اور میرا کپڑا چھین لیا پس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مین نے آپکو اس حال سے خبر دی پس آپ نے اُس شخص سے کہا کہ تو نے اسکو کھانا نہ دیا جبکہ وہ بھوکا تھا اور نہ اسکو سکھلایا جبکہ وہ جاہل تھا پھر اسکو حکم دیا کہ اسنے میرا کپڑا مجھے پھیر دیا اور میرے واسطے ایک وسق طعام یا نصف کا حکم دیا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسناد اس حدیث کی صحیح قوی جید ہے اور اس حدیث کے شواہد بہت ہین ازانجملہ حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کیا گیا کہ لگے ہوئے پھل کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ حاجتمند نے اگر اسمین سے اپنے منہ سے کچھ لے لیا بدون اسکے کہ جھولی بھرے تو اسپر کچھ الزام نہین ہے تا آخر حدیث اقول صحیح مسلم مین بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہے اور ایک حدیث سے ثابت ہے کہ جھوڑنا اور ڈھیلے مارنا نہین چاہیے ہے قال المترجم علماے حنفیہ نے اسمین تاویل کی ہے اور اسکو جائز نہین رکھا ہے بدون اضطرار کے اور شاید یہ نظر اسکے کہ طباع عوام مائل بفساد و تعدی ہین واللہ اعلم۔ اور جاننا چاہیے کہ سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ غیر باغ یعنے جماعت کو چھوڑنے والا نہ ہو ولا عاد یعنی مبتدع مخالف سنت نہو پس عیشی کے واسطے ضرورت کے وقت ان چیزون مین سے تناول حلال نہین کیا اور مسروق رضی نے فرمایا کہ جو شخص مضطر ہوا پھر اس حالت کو پہونچا کہ اگر میتہ یا دم یا گوشت سور مین سے نہ کھاوے تو ہلاک ہوجائیگا مگر اسنے نہ کھایا یہانتک کہ مر گیا تو دوزخ مین داخل کیا جائیگا کیونکہ اسنے اپنے تئین آپ ہلاک کیا اور یہ قول دلالت کرتا ہے کہ مخمصہ واضطرار کے وقت ان محرمات مین سے تناول کرنا رخصت ہی نہین بلکہ عزیمت ہے یعنے ضرور کھالیوے۔ قال ابو الحسن الطبری رفیق الغزالی وھو الصحیح عندنا ولیکن ظاہر سیاق اسکی رخصت پر دلالت کرتا ہے وہو قول اکثر اہل العلم۔ اور مقاتل بن حیان نے قولہ فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم مین کہا یعنے اسپر کچھ گناہ نہین اللہ تعالی غفور رحیم ہے اس چیز کے حق مین جواسنے اضطرار مین کھالیا ہے اور ہمکو یہ حکم پہونچا ہے واللہ اعلم کہ تین لقمہ سے زیادہ نہ کھاوے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ غفور ہے اس چیز کا کہ اسنے حرام سے کھالیا اور رحیم ہے کہ اسنے اضطرار کے وقت حرام کو حلال کردیا۔ ف قال الشیخ فی العرائس فی حقائق قولہ تعالی۔ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ جو شخص میدان حقیقت مین سیر کرنے والا ہے اس صفت کے ساتھ کہ ظہور معرفت کے وقت اسکی روح ناطقہ دریاے ازلیت مین سیر لی پھر اسکی اور اسکے نفس امارہ کا تن بدن عشق و محبت کی آگ مین جل گیا اور اسکو خوف ہوا کہ سطوات عظمت مین وہ تتر بتر ہوجائیگا تو مضطر ہوکر اسکو روا ہے کہ محقرات دنیاوی مین سے کچھ تناول کرے تاکہ صورت باقی رہے ناچار عارف پر واجب ہے کہ جب تک وہ مقام عبودیت اور عجز بشریت مین موجود ہے مخلوقات مین سے نیک چیزون کی طرف انس پیدا کرے باین معنی کہ عالم شواہد سے انوار الوہیت کو اقتباس کرے قولہ۔ ان اللہ غفور یعنے اہل معرفت کے واسطے حادث ہونے کی تہمت کو نور ازلیت کے پردے سے ڈھانکنے والا ہے۔ رحیم یعنے انکے ساتھ باین طور خاص کہ انکو انسانیت کی تاریکیون سے نکالکر نور صمدیت مین پہونچا دیتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ

جو لوگ چھپاتے ہین　جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب　اور لیتے ہین　اسپر مول　تھوڑا　وہ　نہین　کھاتے

[له] یعنی بھوک ... مخمصہ

[عہ] رواہ ... عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ۱۲

فِي بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اپنے پیٹ مین مگر آگ اور نہ بات کریگا انسے اللہ قیامت کے دن اور نہ سنواریگا انکو اور انکو دکھ کی مار ہے

یہ آیت یہود کے عالمون کے حق مین اتری جنکو عوام یہودیون نے اپنا سرگروہ مقرر کر رکھا تھا اور جو وہ کہتے تھے وہی مانتے تھے اور سالانہ اپنی کھیتی باڑی مین سے انکے واسطے کچھ مقرر کر رکھا تھا اور یون ہدایا وتحفے وکھانے بھیجتے تھے اور امید رکھتے تھے کہ جو نبی آخر الزمان ہوگا وہ ہمین مین سے ہوگا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب مین اشرف قبیلہ بنی ہاشم سے مبعوث ہوے تو ان عالمون کو خوف ہوا کہ عام یہودی جب انکے تابع ہوجاوینگے تو ہماری سرداری جاتی رہیگی اور جو ہمکو ملتا ہے کچھ نہ ملیگا پس بدباطنی سے انھون نے کتاب توریت مین سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ونعت کو بدل ڈالا چنانچہ آپکا رنگ صبیح لکھا تھا اسکو کالا لکھدیا پھر اسکو اپنے تابعون پر یون ہی ظاہر کیا تو جب انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملایا تو بڑا فرق پایا اسی وجہ سے ایمان نہین لاتے تھے پھر اکثر کا تو یہ قول ہے کہ انھون نے آخر اصل کتاب توریت مین سے بگاڑ دیا تھا اور بعض کا قول یہ ہے کہ اسکی نقل کرتے اور اسمین بدل ڈالتے تھے اور صحیح یہ ہے کہ آخر کار انھون نے آپکے صفات کی آیتین دوسرے مقام پر اور نبیون کے ساتھ ملادین باوجود اسکے کہ نقل نسخون مین بدلی بھی تھی لہذا اللہ تعالے نے تہدید فرمائی بقولہ تعالے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ - جو لوگ چھپاتے ہین کتاب کو جو اللہ تعالے نے اتاری ف یہ یہود ہین جو کتاب توریت کو چھپاتے ہین جسمین محمد صلعم کی صفت تھی اور اپنے ہاتھ سے جھوٹ لکھکر کہتے کہ یہ توریت ہے وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا - اور کتاب حق کے عوض قلیل مال خریدتے ہین ف یعنے چھپانے سے یہ غرض کہ انکے سفلہ جہال انکو سردار بناکر کچھ مال دیا کرتے تو حق سمجھکر یہ مال لیتے ہین کیونکہ ظاہر کرتے تو سب مسلمان ہوجاتے پھر انکو سردار نہ بناتے اور نہ کچھ نذرانہ دیتے پس انھون نے حق بیچکر کھانا شروع کیا - اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ - ایسے لوگ اپنے پیٹون مین کچھ نہین کھاتے سواے آگ کے ف کیونکہ اس مال حرام کھانے کا یہی انجام ہے وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور قیامت کے روز اللہ تعالے انسے کلام نہین فرماویگا اور نہ انکو پاک کریگا اور انکے لیے عذاب سخت دکھ دینے والا ہے ف کلام نہ کرنا ازراہ غضب ہے اور پاک نہ کرنا گناہون کے ادناس یعنے میل کچیل سے مترجم کہتا ہے کہ اس سے نکلا کہ گنہگار مومنون کو گناہون کے میل کچیل سے پاک فرماویگا کیونکہ صفت مذمت اسی طور پر انکے حق مین پوری ہے کہ مومنین گنہگار پاک کیے جاوین - وقولہ الا النار استثناء مفرغ ہے ای وہ انپر عذاب نار واجب کریگا پس جو انھون کھایا اسکو نار کہا کیونکہ انجام کار اسکا آگ کی طرف ہے اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور بعض محققین نے کہا کہ یاکلون سے مراد یوم قیامت مین ہے اور آگ کھانے سے مراد حقیقی آگ کھلانا ہے یعنے وہ لوگ اپنے اس چھپانے اور بجاے اسکے منہ سے دروغ کہکر رشوت کھانے پر قیامت مین آگ کھانے سے سزا دیے جاوینگے اسیواسطے قولہ فی بطونہم زیادہ کیا تاکہ دلالت کرے اور تاکید ہو اس امر کی کہ یہ کھانا حقیقۃ ہوگا کیونکہ کبھی مجازاً بھی بولتے ہین کہ اکل فلان ارضی - فلان شخص میری زمین کھا گیا یعنے پیداوار وحاصلات اسکی ولیکن یون نہین کہتے کہ اکل فلان ارضی فی بطنہ اے فلان شخص میری زمین اپنے پیٹ مین کھا گیا اور اسی کے مثل ہے قولہ تعالے - ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا - اور حدیث صحیح مین ہے کہ - ان الذی یاکل او یشرب فی آنیۃ الذہب والفضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار جہنم - جو شخص کھاتا یا پیتا ہے سونے وچاندی کے برتن مین وہی ہے کہ اپنے پیٹ مین دوزخ کی آگ بھرتا ہے یعنے قیامت مین اسکے پیٹ مین آگ بھری جاویگی -

قولہ لا یکلمہم اللہ - شیخ ابن جریر نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ نہ کلام کریگا انسے ایسا کلام جو انکو خوش آوے اور نہ ایسا کلام جو رنج دے مثل قولہ تعالے اخسئوا فیہا ولا تکلمون - اور یہی ہمارے مفسر رحمہ کے کلام سے ظاہر ہے اور بعض نے کہا کہ روز قیامت مین اللہ تعالے سب خلق سے کلام فرماویگا

کہ مومنین کو اسکے کلام سے سرور وخوشی از حد ہوگی اور کافرون کو رنج وغم ہوگا پس یہان مراد کلام نہ کرنے سے مراد رحمت کا کلام نہ کریگا اور
اللہ تعالےٰ کا انسے کلام نہ کرنا یہ کنایہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا غضب انپر اتریگا اور اللہ تعالےٰ انسے راضی نہوگا- قولہ لا یزکیہم- لا یطہرہم من دنس الذنوب یعنی
انکے گناہون کے میل سے پاک نہ کریگا اور زجاج رح نے کہا کہ انکی نیکو کاری کے ساتھ تعریف نہ فرمائیگا اور بعض نے کہا کہ
انکے اعمال خبیثہ کی اصلاح نہ کریگا یا انکو پاک ٹھکانے جگہ نہ دیگا- اور جاننا چاہیے کہ حدیث مین بعضے گنہگارون کے واسطے بھی ایسا ہی کچھ آیا ہے
چنانچہ حدیث ابوہریرہ مین تین شخص بیان ہین بوڑھا زناکار وملک کذاب اور عامل مستکبر یعنے حاجتمند متکبر پس فرق یہ ہے کہ جیسے کافر و
گنہگار دوزخ کے جانے مین شریک ہین ولیکن گنہگار نکالے جاوینگے اور کافر نہین ویسے ہی اس عتاب وغضب مین شرکت ہے کہ کافرونکے
واسطے دائمی ہے اور گنہگار ایسے لوگون کے واسطے کسی حد تک موافق انکے جرم کے یہ عتاب رہیگا پھر مرتفع کر دیا جائیگا فافہم واللہ اعلم-

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى

وہی ہین جنھون نے خرید کی گمراہی بدلے راہ کے اور عذاب بدلے مغفرت کے سو کیا سہار ہے اُن کو

النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ

آگ کی یہ اسواسطے کہ اللہ نے اُتاری کتاب سچی اور جنھون نے کئی راہین نکالین کتاب مین وہ

لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝

ضدمین دور پڑے ہین

واضح ہو کہ یہود کا جرم سخت تھا کہ غضب پر غضب طاری ہوا لہذا آیت مذمت کو مکرر یعنی غضب فرمایا بقولہ تعالےٰ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى- انھین بدکارون نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید اف یعنے مبادلہ کر لیا جیسے خرید فروخت
مین ہوتا ہے اور یہ دنیا مین کیا وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ- اور عذاب کو بدلے مغفرت کے ف یعنے آخرت کے لیے مغفرت کے
بدلے عذاب لے لیا کیونکہ اگر نہ چھپاتے اور ظاہر کرتے تو مغفرت ورضوان انکے لیے موجود تھا تو اسکو چھوڑ کر عذاب لیا یعنے اپنا جنت کا گھر
چھوڑ کر اسکے عوض مین جہنم کا گھر لے لیا- حالانکہ عذاب کیونکر برداشت ہوگا معاذ اللہ منہ- پھر جب گھر کا مبادلہ بطور خرید واقع ہوا تو جنت مین
کچھ تعلق ہی نہ رہا جیسے بیع مین معمول ہے تو جہنمی گھر ہمیشہ کے لیے ہو گیا تو نہایت سخت وبے انتہا شدید ہو گیا لہذا فرمایا فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ
یہ لوگ کسقدر سخت صبر کرنے والے آگ پر ہین ف یعنے تعجب ہے دیکھو کہ عذاب نار برداشت کرنے مین یہ لوگ کتنے دلیر ہین- حالانکہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے
کہ یہ لوگ جیسے بھلا دلیر کیا ہونگے ولیکن سفہا واحمق ہین جنکو اللہ تعالےٰ نے مردود کر دیا ہے کہ اس عذاب شدید مین داخل جھونک دیا ذٰلِكَ
بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ- یہ پھٹکار کا عذاب شدید اسوجہ سے ہے
کہ اللہ تعالےٰ نے کتاب (توریت) اُتاری حالانکہ جن لوگون نے کتاب مین پھوٹ ڈالی ہے بیشک شقاق بعید مین ہین وہ یعنی راہ کتاب صراط المستقیم سے
پھٹ کر بہت دور ہو گئے ہین- اگر کہا جاوے کہ قولہ اشتروا الضلالۃ- مین خرید سے کیا مراد ہے جواب یہ کہ مراد اشترا سے بدلنا لینا اور اختیار کرنا ہے کیونکہ
حقیقی معنی اشترا کے مراد نہین ہین اسواسطے کہ چیزین اول تو اعیان نہین دوم بالہدی کی باء داخل ثمن ہے اور ثمن مشتری کے پاس ہونا چاہیے حالانکہ
انکی ملک مین ہدایت کبھی نہ تھی اور خرید مین بالخاصہ یہ کہ جیسے بیع کے بعد تعلق نہین رہا ہے اسی طرح اُن لوگون کو ہدایت ومغفرت وجنت سے کبھی
تعلق نہین رہا اور یہ خرید یہان دنیا مین کرینگے اور دنیا کی قید اسلیے بڑھائی تاکہ [illegible] اور آگے والا جملہ کہ یہ دون یعنے ظاہر ہو جاوے کہ اول [illegible]

کرنا دنیا مین مراد ہو اور دوسرے مین عاقبت مین - قولہ بالمغفرۃ - یعنے مغفرت اس تقدیر پر کہ نہ چھپاتے اور ایمان لاتے تو موجود تھے پس اسی مغفرت سے
بدلا کر لیا ہو اور حاصل یہ کہ وہ لوگ حق بات کو جانتے تھے ولیکن انھون نے چھپایا حالانکہ اسکے ظاہر کرنے مین ہدایت تھی اور چھپانے مین گمراہی اور عذاب ہو
قولہ فما اصبرہم علی النار - سیوطی رح نے کہا کہ پھر کس چیز نے انکو آگ پر صابر کیا ابو البقاء رح نے کہا کہ ما موضع رفع مین ہو اور کلام تعجب ہو کہ اس سے اللہ
تعالیٰ نے مومنون کو تعجب دلایا ہو اور اصبر مین ضمیر ہو جو ما کی طرف عائد ہو اور یہی مفسر سیوطی رح نے ذکر کیا اور یہ قول جمہور کا ہو جن مین سے حسن بصری رح
و مجاہد بھی ہین اور معنی یہ ہین کہ متعجب ہون مخلوق ان لوگون کے حال سے جو بے پروائی سے ایسی باتین کرتے ہین جینسے عذاب دوزخ واجب ہوتا ہو
پس گویا انھون نے ان باتون کے ارتکاب مین آتش دوزخ پر صبر کر لیا - اگر کہا جاوے کہ ما نکرہ ہو مبتدا نہین ہو سکتا ہو تو جواب دیا گیا کہ وہ باعتبار
اصل کے تامہ ہو اور اسکی تنکیر واسطے تہویل کے قرار دی گئی پس مخصوص ہو گیا جیسے شر اہر ذاناب مین ہوا سے شر عظیم اور جائز ہے کہ ما استفہامیہ
اور مابعد خبر ہو یا موصولہ اور مابعد صلہ اور خبر محذوف ہوا سے الذی اصبرہم علی النار شیٔ عظیم - اور زجاج نے نقل کیا کہ اسکے معنی ما ابقاہم علی النار
جیسے عرب بولتے ہین ما اصبر فلانا علی الحبس یعنے ما ابقاہ فی الحبس - اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین ما اقل جزعہم من النار - پس آگ سے انکا کم جزع مین
ہونا ہی صبر قرار دیا اور کسائی و قطرب نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ ما ادومہم علی عمل اہل النار پس صبر سے مراد دوام عمل موجب نار ہو یعنے ہمیشہ برا بری
کام کرتے ہین جس سے آگ مین پڑین اور ما استفہامیہ ہونے کی صورت مین یہ معنی ہین کہ کس چیز نے انکو صبر دلایا اہل دوزخ کے کام کرنے پر اور اولی یہ ہے
کہ یون تفسیر کیجاوے کہ کس چیز نے انکو صبر دلایا ایسے کامون پر جو جزاے جہنم واجب کرتے ہین اور یہی قول ابن عباس رض و سدی رح و عطاء رح و ابو عبیدہ رح کا ہو
اور مراد استفہام سے توبیخ ہو - قولہ ذلک بان اللہ نزل الکتاب بالحق - زجاج رح نے کہا کہ ذلک الامر وہو العذاب - اور مفسر رح نے آیت سابق سے
لیا ہے اکل نار وغیرہ اور یہی تفسیر قول زجاج کی بھی ہو سکتی ہو اور اخفش نے کہا کہ اسم اشارہ کی خبر محذوف ہو اسے ذلک معلوم لسبب ان اللہ - اور
الکتاب کو بعض نے کہا کہ توریت مراد ہو پس اس صورت مین فاختلفوا فیہ جو سیاق کلام کے موافق مفسر رح نے مقدر کیا ہو اس اختلاف سے مراد یہ ہو گی
کہ کچھ توریت پر ایمان لائے اور کچھ توریت کو چھپا کر کفر کیا اور بعض نے کہا کہ باین طور کہ کچھ اپنے معنے و مراد پر رکھا اور کچھ بدل دیا اور اسمین تحریف
کر دی - بالجملہ یہ تتمہ احوال یہود بد مآل ہو اور بعض نے کہا کہ قرآن مراد ہو پس یہ دوسری وجہ انکے معذب ہونے کی ہو گی کہ توریت مین یون تحریف و کتمان کیا
اور قرآن پر ایمان نہ لائے پس اگر اختلاف کرنے والے یہود قرار دیے جاوین جیسا کہ بعض نے کہا ہو تو اختلاف یہ کہ بعض کتاب آسمانی پر ایمان لائے اور
بعض پر نہین **قال المترجم** یہ اس صورت پر ہو سکتا ہو کہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہو یعنے کتب آسمانی نازل شدہ مین سے بعض پر ایمان لائے اور بعض سے
کفر کیا اور الف لام عہد سے قرآن مراد لیکر اختلاف یہود اسمین یہ تھا کہ موافق توریت کے جو ہو وہ مسلم اور دیگر نہین مسلم رکھتے اور جو انکی خواہش نفسانی کے
موافق ہو جیسے بجاے رجم کے کالا منہ کر کے پھرانا اگر حکم دیا جاوے تو قبول کرین ورنہ نہین - اور بعض علماء نے کہا کہ اختلاف کرنے والے کفار قریش ہین
بعض نے کہا جادو ہو اور بعض نے کہا کاہنون کی سی باتین اور بعض نے کہا کہ اگلے لوگون کی داستان ہو اور اس صورت مین بیان یہود مین عام اختلاف
کے عذاب مین دوسرون کو شامل کر دیا ہے ان لوگون کے جنکا بیان ہو اور یہ کمال بلاغت ہو فافہم - پھر غور کرو کہ ابتداے پارہ مین تحویل القبلہ جو حق تھا یہود
نے اسی سے بہکانے کا فتنہ برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہودیون پر ان آیات مین غضب اتارا اور انکی بدکاریون و بدانجامی کو سخت تہدید سے ظاہر کر دیا پھر اہل
حق کو اور نیز ان لوگون کو جو یہود کی جانب کان لگا کر بھٹکتے تھے تنبیہ فرمائی کہ قبلہ صرف ایک جہت عبادت ہو اسپر اسقدر زد و کد کیون ہو بلکہ اصل معرفت کی جانب توجہ کرو بقولہ تعالیٰ

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ

نیکی یہی نہین کہ منہ کرو اپنے طرف مشرق کے یا مغرب کے لیکن نیکی وہ ہو جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور فرشتون پر

وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

اور کتاب پر اور نبیون پر اور دیوے مال اسکی محبت پر ناتے والون کو اور یتیمون کو اور محتاجون کو اور راہ کے مسافرون کو

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ

اور مانگنے والون کو اور گردنین چھڑانے مین اور کھڑی رکھے نماز کو اور دیا کرے زکوٰۃ کو اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب قول کرین

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ

اور ٹھہرنے والے سختی مین اور تکلیف مین اور وقت لڑائی کے وہی لوگ ہین جو سچے ہوئے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

وہی ہین جو بچاؤ مین آئے

یہود و نصاریٰ نے گمان باندھا اور مسلمانون کو بہکایا کہ قبلہ اصلی مدار نیکی ہے کیونکہ انپر سختی تھی کہ ہر جگہ نماز نہین پڑھ سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے رد کردیا بقولہ تعالیٰ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ نیکی یہ نہین کہ مشرق و مغرب کیطرف اپنے منہ پھیرا کرو ف نماز کی حالت مین اپنے منہ پھیرنے سے آدمی عارف نہین ہو سکتا کہ یہ تو دیانو بھی کر سکتا ہے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ ولیکن نیکی ف یعنے نیکی والا چنانچہ ایک قراءۃ مین بھی البار ہے یعنے نیکوکار وہ شخص ہے کہ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ف کہ وہ وحدہ لاشریک ہے وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور ملائکہ کے ساتھ ف کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے نوری مطیع ہین گناہ نہین کر سکتے اور جبرئیل علیہ السلام وحی لائے وَالْكِتٰبِ اور کتاب پر ف یعنے جنس کتاب الٰہی پر تو جمیع کتب آگئین کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہین وَالنَّبِيّٖنَ اور پیغمبرون کے ساتھ ف باستغراق جمیع پیغمبرون پر ایمان لایا اور کسی سے بھی انکار نہ کیا اور یہ مستلزم ہے کہ تقدیر و جمیع امور آخرت پر ایمان لایا۔ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى اور مال کو باوجود محبت مال کے قرابتیون کو دیا ف یا محبت الٰہی پر مال کو دیا اپنی قرابتیون کو کیونکہ کمال ایمان یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے محبت ہو جس سے ہو اور دنیا و بندہ دنیا اسی کے واسطے ہو کما فی حدیث ابن ماجہ واصح وَالْيَتٰمٰى اور یتیمون کو دیا ف جنکے باپ قبل بلوغ کے مرگئے ہین وَالْمَسٰكِيْنَ اور مساکین کو دیا ف جنکے پاس کچھ نہین یا قدر کفایت نہین ہے اور حدیث مین ہے کہ وہ مسکین نہین جسکو نوالہ دو نوالہ دیکر ٹال دیتے ہین بلکہ وہ مسکین ہے کہ قدر کفایت عیال نہ پاوے اور سائل نہو اور نہ اسکے حال سے خبرداری ہو کہ خبرگیری کیجاوے۔ وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافر کو دیا۔ وَالسَّآئِلِيْنَ اور سوال کرنے والون کو دیا ف کہ اسکا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر آوے کما فی حدیث ابن ماجہ۔ وَفِي الرِّقَابِ اور گردنین چھڑانے مین دیا خواہ مکاتب ہون یا کافرون کے پنجہ مین قید ہوگئے ہون وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ اور اپنی نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی ف یعنے فرض و نفل کیونکہ جیسے پہلے اخراجات نفل تھے وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا اور اپنے عہد کو ادا کرنے والے جب وہ عہد کرین ف خواہ اللہ تعالیٰ سے جیسے عہد ایمان و نذر یا لوگون سے جیسے معروف ہین وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ اور ایسے ممدوح بندے کہ صبر کرنے والے ہین محتاجی کی سختی مین وَالضَّرَّآءِ اور بیماریون مین۔ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اور وقت سخت قتال جہاد کے ف ان حالتون مین صابر رہتے ہین اگرچہ [illegible] سچے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ایسے بندے ہین جو سچے تھے اور ایسے ہی بندے ہین جو متقی ہین ف یعنے ایمان مین سچے اور اللہ تعالیٰ کے متقی بندے ہین سو خوش ہو کہ شیخ ابوالبقا نے ذکر کیا کہ قولہ تعالیٰ لیس البر ان تولوا ایک قراءۃ مین برفع البر ہے بنا بر یہ کہ وہ اسم ہوا ان تولوا خبر ہوا وجہ قوی کما قیل یا بنظر اینکہ اسم ان بمنزلہ فاعل کے اور خبر بمنزلہ مفعول کے ہے اور بعض یہ ہے کہ فاعل مقدم مفعول پر ہو اور ایک قراءۃ مین البر بنصب ہے خبر

مقدم اوران تولوا اسم مؤخر ہے اور یہ قوی ہے بدین نظر کہ ان تولوا بہ نسبت البر کے اعرف ہے کیونکہ اسکا وصف نہین لایا جاتا اور البر کا وصف آتا ہے اور یہین سے
قولہ تعالے۔ فما کان جواب قومہ الا ان قالوا الآیۃ بنصب (جواب) کی قراءۃ کو قوی کہا گیا ہے اور قیل بکسر قاف وفتح بار موحدہ بمعنی جہت ہے اور وہ ظرف
واقع ہے اور قولہ ولکن البر۔ لکن بتشدید نون ونصب البر اور بتخفیف نون ورفع البر دو نون قرائتین ہین اور چونکہ بر مصدر ہے۔ وہ من امن باللہ الی آخرہ
نہین ہوسکتا پس تقدیر کی گئی تین وجہ سے اول وجہ یہ کہ بر بیان اسم فاعل ہے از بَرّ یَبَرّ۔ اور اصل اسکی بَرِر ہے مثل فَطِن کے تھی اور اس صورت مین بغیر تقدیر
کے قراءۃ بار بتشدید را بمعنے نیکی کرنے والا۔ سے موافقت ہوگی اور جائز ہے کہ البر مصدر لیکر بطریق مبالغہ محمول ہو بلا تقدیر کلام۔ اور دوم یہ کہ تقدیر
یون ہے ولکن ذا البر من امن اور یہی مفسر سیوطیؒ نے تقدیر کی تا کہ موافق ہو قراءۃ البار کے اور سوم یہ کہ خبر بر مضاف مقدر ہو ولکن البر بر من آمن یعنی
لیکن نیکی اس شخص کی نیکی ہے کہ جو ایمان لایا الی آخرہ۔ اور الکتاب بلفظ مفرد جائز ہے کہ جنس ہو یہ بدین نظر قوی ہے کہ وہ در اصل مصدر ہے مثل خطاب کے
اور جائز ہے کہ جمع سے واحد پر اکتفا کیا حالانکہ جمع مراد ہے اور وجہ یہ ہے کہ فقط ایک کتاب پر ایمان لانا کافی نہین بلکہ تمام آسمانی کتابون پر ایمان واجب ہے
یعنی آنکہ وہ سب حق ہین اور شاید کہ فقط قرآن مراد ہو جس سے تمام آسمانی کتابون کی تصدیق حاصل ہے اور واحد لانیکا نکتہ یہ ہوگا کہ یہان مذکور اعتقاد
مع عمل ہے اور چونکہ اور کتابین عمل کی راہ سے منسوخ ہین صرف قرآن مجید پر عمل ہے پس یہی ایک کتاب دونون باتون کے واسطے کافی ہے کہ اسپر عمل مقصود یہی ہے
اور اعتقاد حقیقت تمام کتب منزلہ بھی اس سے حاصل ہے۔ علی حبہ موضع نصب مین بنا بر حالیت کے اور ضمیر راجع بمال ہے یا باسم اللہ تعالے یا بجانب
متصدق خود یا بجانب ایتاء و سیاق الکلام فیہ اور ذوی القربیٰ منصوب بفعل۔ آتی ہے۔ نہ بمصدر لیکن اگر مصدر مین ضمیر راجع بجانب متصدق ہے تو جائز ہے
کہ ذوی القربیٰ اسکا مفعول ہو اور ابن السبیل لفظ مین واحد اور وہ جنس ہے یا واحد بجائے جمع کے ہے اور فی الرقاب بحذف مضاف اے فی فک الرقاب
یا تخلیص (چھوڑنا) الرقاب یعنی عتق (آزاد کرنا) الرقاب اور ظرف متعلق آتی سے ہے۔ قولہ والموفون۔ اسکے مرفوع ہونے کے تین وجوہ بیان ہوئے ہین ایک یہ کہ من آمن پر معطوف ہے
جو بقوت المؤمنون ہے پس یون ہوا کہ ولکن البار المؤمنون والموفون۔ دوم یہ کہ وہ خبر مبتدا محذوف ہے اے وہم الموفون اور ان دونون وجہون پر الصابرین
کو نصب بتقدیر اعنی ہوگا اور معنی کی راہ سے وہ من پر معطوف ہے ولیکن تکریر صفات سے نصب جائز ہے اور ذوی القربیٰ پر معطوف نہین ہوسکتا تا کہ معطوف و معطوف
علیہ مین جو صلہ کے حکم مین ہے یعنے الموفون سے فصل لازم نہ آوے اور سوم یہ کہ الموفون معطوف ہے آمن کی ضمیر پر اور طول کلام بجائے تاکید ضمیر کے ہوگیا اور
اس وجہ پر الموفون داخل صلہ ہے پس روا ہے کہ الصابرین کو نصب خواہ بتقدیر اعنی ہو یا بعطف بر ذوی القربیٰ ہو اور حین الباس ظرف متعلق الصابرین
ہے۔ اب ہا کلام اس آیہ کریمہ کی تفسیر مین پس شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر مین ذکر کیا کہ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے اس آیت کی تفسیر مین فرمایا
کہ معنی یہ ہین کہ نیکی یہ نہین ہے کہ تم نماز پڑھو اور عمل نہ کرو پس جبکہ یہ تحویل کی گئی مکہ سے طرف مدینہ کے یعنے وہان ہجرت واقع ہوئی اور نازل ہوئے فرائض و حدود پس
حکم کیا اللہ تعالے نے فرائض کا اور اسپر عمل کیا گیا۔ اور ضحاک و مقاتل سے بھی اسیکے مانند مروی ہے اور اس تقدیر پر یہ خطاب مؤمنون کو ہے اور مراد یہ ہے کہ
اصلی مقصود اللہ تعالی کی فرمانبرداری اور اسکا حکم بجا لانا ہے یہی نیکی ہے کہ اسکے فرائض و حدود پر کاربند ہو اور مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنا یہی نیکی
نہین ہے خصوص جبکہ بغیر حکم الٰہی ہو پس قولہ ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب۔ یعنے نیکو کاری یہی نہین ہے کہ قبلہ کیطرف منہ پھیرا جاوے اور یہین
تعریض ہے یہود و نصاریٰ پر کہ انھون نے بیت المقدس سے تا کعبہ کیطرف قبلہ تحویل ہونے کے وقت بہت بہت گفتگو کی تھی اور ہر ایک اپنے اپنے قبلہ پر اڑا اور اسکو
مبالغہ سے بڑھاتا اور تعریفین کرتا تھا پس اللہ تعالے نے رد کر دیا کہ یہ جہالت بسبب بے ایمانی کے ہے کہ یہی نیکی سمجھی حالانکہ نیکی اللہ تعالی کی فرمانبرداری ہے اور یہ اس
امر پر دلالت نہین کرتا کہ یہ یہود و نصاریٰ کی مذمت کے واسطے اتری ہے جیسا کہ مفسر سیوطیؒ نے ذکر کیا لیکن شیخ ابو العالیہ سے روایت ہے کہ انھون نے کہا کہ یہود تقبیل
کرتے بجانب مغرب اور نصاریٰ بجانب مشرق کا استقبال کرتے پس اللہ تعالے نے فرمایا۔ لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب فرماتا ہے

کہ یہ کلام ایمان کا ہے اور حقیقت اسکی عمل ہے اور حسن بصری و ربیع بن انس سے مثل اسکے مروی ہے اور یہی قول قتادہ ہے اور اسمین باوجودیکہ
کہ یہ سبب نزول پر نص نہین ہے تامل ہے کہ نصاری مطلع شمس کا استقبال کرتے اور شاید مراد یہ ہو کہ ملک مصر مین انکو امن ملنے سے جہت مشرق پر
بیت المقدس کا استقبال کرتے جو آخر جہات سے مطلع شمس ہو گیا بہرحال اسکی توجیہ ہے اور یہود مغرب کا استقبال نہین کرتے تھے کیونکہ مدینہ سے بیت المقدس
بجانب شمال ہے نہ بجانب مغرب اور غایت جواب اسکا یہ ہو سکتا ہے کہ اصل عروج یہود کا بیت المقدس کے مشرقی ملکون مین تھا جو شاہ بخت نصر کے
غارت کرنے کے بعد برباد ہوا اور وہ لوگ عرب وغیرہ مین پریشان ہوے واللہ اعلم۔ ایک اور قوم نے کہا کہ یہ آیت عام ہے اہل اسلام اور یہود و
نصاری سب کو شامل ہے اور اس صورت مین معنے یہ ہوے کہ نیکی اسی مین منحصر نہین کہ کسی قبلہ کیطرف منہ کرو ولکن البر من آمن باللہ والیوم
الآخر والکتاب الی آخرہ۔ اور بعض تفاسیر مین ہے کہ کہا گیا کہ اسکا سبب نزول یہ ہے کہ ابوذر غفاری رضہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ایمان کا پس آپنے
یہ آیت پڑھی یہانتک کہ اسکو ختم کیا پھر یہی سوال کیا پھر آپنے یہی آیت پڑھی پھر یہی سوال کیا پھر یہی آیت پڑھی اور فرمایا کہ نشان ایمان یہ ہے کہ جب تک
تو نیک کام کرے تو تیرا دل اسکو محبوب رکھے اور جب تو برا کام کرے تو تیرا دل اسکو مبغوض رکھے اخرجہ ابن ابی حاتم اور کہا کہ ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو
صحیح کہا ہے قال المترجم بر تقدیر صحت حدیث کے ہر علم والا اس بات کو جان لیگا کہ یہ سبب نزول نہین ہے کیونکہ سبب نزول تو آیت کے نازل ہونے
سے مقدم ہوتا ہے اور اسکی تحقیق مقدمہ مین بیان ہو چکی ہے پھر شیخ ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی اسناد سے مجاہد رح کے طریق سے حضرت ابوذر رضہ سے
یہ حدیث وارد کی اور کہا کہ یہ حدیث منقطع ہے اسواسطے کہ مجاہد نے ابوذر رضہ کو نہین پایا کیونکہ وہ قدیم سے مر چکے تھے ابن مردویہ کی اسناد سے قاسم
بن عبد الرحمن کے طریق سے ابوذر رضہ سے روایت وارد کی کہ ایک مرد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے تو ابوذر رضہ نے یہ آیت پڑھ دی
لیس البر ان تولوا وجوہکم۔ یہانتک کہ ختم کیا پس اس شخص نے کہا کہ مین نے بر کو آپ سے نہین پوچھا تھا پس ابوذر رضہ نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جو تو نے مجھسے سوال کیا اسنے وہی حضرت صلعم سے سوال کیا پس آپنے اسکو یہی آیت پڑھ سنائی پس اسنے راضی
ہونے سے انکار کیا جیسا تو نے راضی ہونے سے انکار کیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کہا کہ مومن جب نیکی کرتا ہے تو اسکو خوشی ہوتی ہے اور
اسکے ثواب کی امید رکھتا ہے اور جب برائی کرتا ہے تو اس سے غمگین ہو جاتا ہے اور اسکے عذاب کا خوف کرتا ہے ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ روایت بھی منقطع ہے
بالجملہ اقرب یہ ہے کہ یہ معنی ہین کہ نیکوکاری یہی نہین کہ کسی طرف متوجہ ہونا اپنے نزدیک دارومدار سمجھو اور کام وعمل کچھ نہ کرو بلکہ نیکوکار وہ ہے کہ ایمان لایا ساتھ
اللہ کے اور روز آخرت کے الی آخرہ مجاہد نے کہا اسے ولیکن نیکوکاری وہ ہے جو اللہ عزوجل کی طاعت سے دلون مین ثابت ہوئی اور ضحاک رح نے کہا اسے
ولیکن بر وتقوی یہ ہے کہ ادا کرو فرائض اعمال کو پورا ٹھیک جس طرح ادا کرنا چاہیے۔ اور ثوری رح نے کہا کہ یہ سب انواع بر کو بجالاؤ اور بعض نے کہا کہ
بر سے مراد یہان ایمان وتقوی ہے۔ قولہ الی المال علی حبہ۔ بعض نے کہا کہ ضمیر حبہ کی مرجع مفہوم متضمن کیطرف ہے اسلئے کہ اس سے جو اتیاء مفہوم ہے اور معنی یہ کہ وہ
مال دینے کو چاہتا ہو اور اسپر اسکا دل خوش ہوتا ہو۔ اور بعض نے کہا کہ مال کی طرف ہے اسنے مال دیا باوجود اسکے دوست رکھنے کے اسے مال کے
دوست رکھنے کے باوجود اسکو دیدیا جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا لن تنالوا البر حتے تنفقوا مما تحبون۔ اے ہرگز نہ پہونچوگے نیکی کو یہانتک کہ خرچ کرو اس
چیز سے کہ محبوب رکھتے ہو اور وجہ سابق مین باشارہ بیان ہوئی یعنے تاکہ ذوی القربے اسکا مفعول واقع ہو کیونکہ حب متعدی بیک مفعول ہو سکتا ہے
اور بعض نے کہا کہ ضمیر راجع ہے باسم اللہ سبحانہ یعنے اسنے مال ان لوگون کو جو آیت مین مذکور ہین خالص اللہ تعالے کی محبت مین دیا جیسے فرمایا ویطعمون الطعام
علی حبہ مسکینا الآیہ۔ اے کھلاتے ہین اللہ تعالی کی محبت مین طعام کو مسکین اور یتیم و اسیر کو اور یہ تجنب المعنی اقوی ہے حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہے
کہ انہون نے اسکی تفسیر مین کہا کہ دیوے درحالیکہ وہ تندرست خواہشمند ہو زندگی کی امید رکھتا ہو اور فقر سے خوف کرتا ہو اور حاکم نے ابن مسعود سے اسکو مرفوعا روایت کیا

ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ قولہ آتی المال علی حبہ سے دے ڈالا اسکو درحالیکہ وہ اس مال کو چاہتا اور اسمین رغبت رکھتا ہو اور یہی تفسیر صریح طور پر ابن مسعود و سعید بن جبیر وغیرہ سلف و خلف سے مروی ہے جیسا کہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ افضل صدقہ یہ ہے کہ تو صدقہ کرے درحالیکہ تو تندرست حریص ہو امید رکھتا ہو غنا کی اور خوف کرتا ہو فقر کا۔ اور حاکم نے مستدرک مین حدیث شعبہ و ثوری سے ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وآتی المال علی حبہ۔ یہ کہ تو دیوے اسکو درحالیکہ تو تندرست حریص ہو امید رکھتا ہو زندگانی کی اور خوف کرتا فقیر ہو جانیکا حاکم نے کہا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ اور مین کہتا ہون کہ وکیع نے اعمش سے اور سفیان نے زبید سے اسکو ابن مسعود سے موقوفاً روایت کیا اور یہی اصح ہے اور مراد اس دینے سے صدقہ کرنا خدا کی راہ مین بغیر اسکے کہ اسپر فرض و واجب ہو یعنے خیر کی نیت سے صدقہ کرنا سوائے زکوۃ کے بقرینہ ذکر زکوۃ اور یا للہ۔ اور قبل فرضیت زکوۃ کے وہ واجب تھا اب وجوب نہین مگر عمدہ تطوع ہے اور میت کے ثواب پہونچانے مین بھی مالی خیرات کا ثواب پہونچنا بالاتفاق ہے اور اسکے حق مین حدیث مین آیا کہ۔ اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔ بچو آگ سے اگرچہ ایک پارہ چھوارے کے سبب ہو۔ چونکہ چھوارے عرب مین بہت ہوتے تھے وہان یہ ضرب المثل تھا جیسے ہندوستان مین ایک نوالہ روٹی کے سبب۔ اور اسی کے حق مین فرمایا۔ الصدقۃ تطفی غضب الرب۔ صدقہ کرنا پروردگار کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ اور یہ کنایت ہے مغفرت کرنے اور رحمت متوجہ ہونے سے اور اقسام صدقہ بہت ہین اور از انجملہ راہ خدا یعنے جہاد کے صدقہ مین اکثر بشر فرمایا تھا کہ جسنے اس جیش عسرت کا سامان کر دیا اسکے لیے جنت ہے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر فوراً سامان تیار کر دیا اور مستحق جنت ہوئے دو وجہ سے ایک تو خود خیر ہے دوم بڑھکر یہ کہ حضرت نے صاف فرما دیا اور یہ حدیث صحاح مین ہے اور جسکے پاس مال نہو اسکو بھائی مسلمان کو طریق اسلام کی نصیحت کرنا اگر یہ بھی نجانتا ہو تو کشادہ پیشانی اس سے ملنا اور مسلمانون کی راہ سے کنکر ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور اللہ تعالی عزوجل نے چند اقسام کو یہان ذکر فرمایا اول ذوی القربیٰ یعنے قرابت والے اور ناتے والے یعنے جو شخص خیرات کرنا چاہے اسکے قرابت والے اور مراد وہ قرابت دار ہین جو حاجتمند ہون اور قید یہان نہین فرمائی اسلیے کہ یہان التباس نہ تھا ہر شخص جانتا ہے کہ صدقہ محتاج فقیر کے لیے ہے اور دیگر اقسام سے ذوی القربیٰ ناتے دار محتاجون کو مقدم فرمایا اسلیے کہ انکو دینے مین دو ثواب ہین ایک تو صدقہ اور دوسرے صلہ رحم ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دینا مسکین کو ایک صدقہ ہے اور ناتے دار محتاج کو دو ہین ایک صدقہ اور ایک صلہ رحم۔ اخرجہ ابن ابی شیبہ والامام احمد والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والحاکم والبیہقی فی سننہ من حدیث سلمان بن عامر الضبی۔ اور صحیحین مین حضرت عبداللہ بن مسعود کی بی بی زینب نام سے روایت ہے کہ انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بھلا میرا تصدق کرنا اپنے شوہر پر اور ان یتیمون پر جو میری گود مین ہین میری طرف سے صدقہ سے کافی ہوگا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تیرے لیے دو اجر ہین ثواب صدقہ کا اور ثواب قرابت کا۔ اور دوسری روایت مین ہے کہ انھون نے کہا کہ یا رسول اللہ عبداللہ بن مسعود تنگدست آدمی ہین پس ایسا کرون پھر یہ حدیث ذکر کی اور ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت ہے کہ انھون نے سنا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ناتے دار محتاج پر صدقہ کرنا سب سے افضل ہے اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا اور حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہے اور بیہقی نے اپنے سنن مین روایت کیا ہے۔ دوم الیتامی جمع یتیم یعنے ناتے دار محتاجون کے بعد یتیمون کو صدقہ دینا افضل ہے جو محتاج ہون پھر اگر ناتے دار یتیم محتاج ہو تو وہ سب سے افضل ہے اور یتیم وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی ہے جسکا باپ نہو اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے کئی مقام پر کتاب عزیز مین یتیمون کے ساتھ احسان کرنیکا حکم دیا ہے اور یتیم وہ لوگ ہین کہ انکا کوئی کمانے والا نہین اور حال یہ ہے کہ انکے باپ دادا مر گئے اور وہ ضعیف صغیر ہین بالغ نہین کمانے پر قادر نہین ہین اور عبدالرزاق رحمہ اللہ نے کہا کہ انبانا معمر عن جویبر عن الضحاک عن النزال بن سبرہ عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یتم بعد حلم (وفی ضعیف کما فی المقدمۃ)۔ یعنے یتیم ہونیکا حکم بعد بلوغ ہونے کے نہین ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ لڑکا یا لڑکی نابالغ جسکا باپ مر گیا اور محتاج ہو پس اسپر صدقہ اور مساکین سے افضل ہے اور

یتیم کو صدقہ دینے وخبرگیری کے فضائل مین احادیث ہین اور سلف صالحین اسکو بڑی بات جانتے تھے سوم مساکین اور یہ وہ لوگ ہین جو اپنے کھانے وپہننے ورہنے کی ضروریات مین اتنا نہ پاوین جو انکو کافی ہو پس انکو اتنا دیا جاوے کہ انکی اس حاجت کو بند کرے اور مراد یہ نہین ہو کہ جو اتنا نہ دے سکے وہ انکو نہ دے بلکہ یہ غرض ہو کہ انکو تونگر کر دینا مقصود نہین پس جو جس سے ہو سکے انکو دے اور صحیحین مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین یہ دروازون پر پھیرنے والے نہین ہین جنکو چھوارا دو چھوارے لقمہ دو لقمہ دیکر پھیر دیتے ہین ولیکن مسکین وہ ہو کہ اتنا نہین پاتا جو اسکو بے پروا کر دے اور نہ اسکے حال سے یہ خبر جاتا ہو پس ایسے ہی شخص پر صدقہ کیا جاوے وسیاتی فی قولہ للسائلون انشاء اللہ تعالی چہارم ابن السبیل وہ مسافر جو راہ مین ہو اور اسکا نفقہ وخرچہ ہو چکا پس اسکو اسقدر دیا جاوے جو اسکو اسکے گھر تک پہونچا وے اور اسیطرح جو شخص کسی نیک سفر کا قصد رکھتا ہو اسکو بھی آمد ورفت کا خرچہ دینا ثواب ہو اور اسی حکم مین مہمان بھی داخل ہو جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابن السبیل وہ مہمان ہین جو مسلمان کے یہان اترا کرتے ہین اور ایسا ہی کہا ہو مجاہد وسعید بن جبیر وابو جعفر باقر وحسن بصری وقتادہ وضحاک وزہری وربیع بن انس ومقاتل بن حیان نے ایسا ہی ذکر کیا شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اور مصارف زکوۃ کے آیت مین انشاء اللہ تعالی زیادہ بیان آویگا پنجم السائلین جمع سائل اے سوال کرنے مانگنے والا اور یہ وہ لوگ ہین جنکو ضرورت نے مجبور کیا کہ سوال کرین پس بڑے ثواب کی بات ہو کہ جو کچھ ہو سکے انکو دیوے اور اسکے ظاہر حال پر نظر نہ کرے چنانچہ امام احمد وابو داود نے حضرت حسین بن علی علیہما السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سائل کا حق ہو اگرچہ وہ اپنے گھوڑے پر آوے اگر کہا جاوے کہ سوال حرام ہو تو جواب یہ ہو کہ جملہ احادیث باب سے یہ ثابت ہوا کہ سوال حرام ہو اور اسمین بہت احادیث وارد ہین سواے سوال لینے شخص کے جو صاحب سلطنت ہو یا حاجت ایسی ہو کہ اسمین سوال کرنے کے بدون چارہ نہو اسیواسطے علماء نے کہا کہ اگر بھوک مثلاً باعث سوال ہو پس اگر ایک وقت اسکو بقدر کفایت ملجاوے تو اس سے زائد کا سوال کرنا حرام ہو جبکہ جانتا ہو کہ دوسرے وقت نہ ملنے اور مجبوری سے پھر بھی وہ سوال کر سکیگا اور حدیث مین آیا ہو کہ پھیر و سوال کرنے والے کو کچھ دیکر اگرچہ جلی کھری ہو اور اللہ تعالی نے فرمایا واما السائل فلا تنہر اور سائل کو مت جھڑک ان ظاہر احادیث وآیت سے کہ بلفظ حق وامر وہی ہین ثابت ہوتا ہو کہ یہ واجب ہو اسیطرح ششم قولہ وفی الرقاب اے ان مکاتبون کو دیا جاوے جو اپنی کتابت ادا کرنے کے واسطے اتنا نہین پاتے ہین کہ اسکو ادا کرین یا قیدیون کی گردنین کفار کے قبضہ سے آزاد کرانے کے واسطے مال خرچ کرنا چاہئے اور اللہ تعالی نے مکاتبون کے حق مین فرمایا۔ وآتوہم من مال اللہ الذی اٰتاکم۔ یعنے مال اللہ تعالی جو اسنے تمکو دیا ہو اسمین سے ان مکاتبون کو دو پس یہ بھی بصیغہ امر ہے اور نیز ابن ابی حاتم نے فاطمہ بنت قیس صحابیہ سے روایت کی کہ اسنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مال مین سواے زکوۃ کے کچھ حق ہو تو آپنے یہ آیت پڑھی۔ وآتی المال علی حبہ الآیۃ۔ اور اس روایت کی اسناد مین ابو حمزہ میمون اعور راوی ہین اور ابن مردویہ نے بھی اسکو ابو حمزہ کی حدیث فاطمہ بنت قیس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال مین حق ہو سواے زکوۃ کے پھر پڑھی لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب الآیۃ۔ تا قولہ فی الرقاب اور ابن ماجہ وترمذی نے بھی اسکو اسی وجہ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ ابو حمزہ میمون اعور ضعیف ہین یعنے انکی روایت قابل حجت نہین اور اسکو بیان میمون کے سیار اور اسمعیل بن سالم نے بھی روایت کیا ہو اور ترمذی نے ام بجید سے روایت کی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ میرے دروازے پر سائل کھڑا ہوتا ہو اور مین کوئی چیز نہین پاتی ہون کہ اسکو دیدون تو فرمایا کہ اگر تو کچھ نہ پاوے سواے جلی کھری کے تو اسکو اسکے ہاتھ مین دیدے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح ہو واخرجہ ابو داود وایضاً در موطا مین ام بجید سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھیر و مسکین کو اگرچہ جلی کھری دیکر ہو پس یہ نصوص دلالت کرتے ہین کہ مال مین حق ہو سواے زکوۃ کے اور یہی شعبی کا قول ہو اور صحیح یہ ہو کہ حق کے لفظ سے وجوب ثابت نہین ہوتا ان صیغہاے امر سے ان تاکیدون کے ساتھ وجوب ظاہر ہو اور ایسا ہی تھا ولیکن زکوۃ

فرض ہونے کے بعد منسوخ ہوگیا چنانچہ حدیث مین ہو کہ منسوخ کر دیا زکوۃ نے ہر صدقہ کو اخرجہ الدارقطنی و البیہقی اور معنے یہ ہین کہ زکوۃ فرض ہونے سے ہر صدقہ کا واجب ہونا منسوخ ہوگیا اور بعض روایت مین ہو کہ مال مین کوئی حق نہین سواے زکوۃ کے اور معنے اسکے بھی یہی ہین کہ حق واجب نہین ہو اور یہی ہمارے علما اور جمہور علما کا قول ہو۔ قولہ واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ۔ اے تمام کرو انکے افعال وارکان نماز کے اسکی اوقات مین رکوع وسجود وطمانینت وخشوع وغیرہ کے ساتھ شرعی پسندیدہ طور سے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قولہ۔ واتی الزکوۃ۔ اسمین احتمال ہو کہ مراد اس سے زکوۃ نفس ہواے نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کیا مثل قولہ تعالے۔ قد افلح من زکاہا وقد خاب من دسہا۔ اور جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا ہل لک الی ان تزکی۔ واہدیک الی ربک فتخشی۔ اور جیسے اللہ تعالے نے زکوۃ دینے والے مشرکون کے حق مین ویل فرمایا ہو۔ یعنی ویل ہو واسطے مشرکون کے جو کہ نہین دیتے اپنے نفس کی زکوۃ یعنے نفس کو کفر وشرک وغیرہ اخلاق خبیثہ سے پاک نہین کرتے ہین کیونکہ مشرک اس زکوۃ معروف مالی کے دینے کی صلاحیت نہین رکھتے اور احتمال ہو کہ اس سے زکوۃ مالی مراد ہو جیسا سعید بن جبیر و مقاتل بن حیان کا قول ہے۔

قولہ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا۔ یعنے وفا سے عہد انکی شان ہو خواہ اللہ تعالے سے عہد ہو یا بندون سے مانند قولہ تعالے۔ یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق اور اسکے برعکس منافقون کی صفت ہو جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ منافق کی تین نشانیان ہین جب بات بیان کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جس چیز مین امین کیا جاوے اسمین خیانت کرے اور دوسری حدیث مین ثابت ہوا کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب اقرار کرے تو اسمین غدر کرے یعنے خلاف وعدہ کرے اور جب مخاصمہ کرے تو بدزبانی کرے بعض نے کہا کہ مراد عہد سے یہ ہو کہ جو حدود اللہ تعالے نے مقرر کیے ہین اسپر ٹھیک قائم رہے اور اسکی فرمانبرداری کیجاوے اور بعض نے کہا کہ نذر وغیرہ مراد ہو اور بعض نے کہا کہ وعدہ نکاح پورا کرنا اور قسم مین سچا رہنا اور امانتین ادا کرنا مراد ہو قال المترجم یہ قول اس بنا پر ہو کہ حدیث مین جو منافق کی نشانیان ہین انکے برعکس ہو اور وجود معنی عہد کی اور وہ ان امور مذکورہ مین ہو۔ قولہ والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس۔ نصب صابرین علی المدح ہو اور بأساء سے مراد شدت فقر اور ضراء سے حالت بیماری اور حین البأس سے حال قتال یعنے دشمنان دین سے بھڑنے کے وقت لڑائی مین صبر کرنے والے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ تفسیر قول ہے ابن مسعود و ابن عباسؓ و ابو العالیہ و مرۃ ہمدانی و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ و ربیع بن انس و سدی و مقاتل بن حیان و ابو مالک و ضحاک وغیرہم سلف و خلف کا اور بعض نے ذکر کیا کہ بأساء و ضراء بروزن فعلاء دونون اسم ہین کہ انکا فعل نہین آیا ہو کیونکہ دونون اسم ہین نعت نہین ہین اور الصابرین منصوب علی المدح آیا اور اپنے ماقبل پر عطف نہ کیا گیا تاکہ ان شدائد مین صبر کی فضیلت ظاہر ہو شیخ ابو علی فارسی نے کہا کہ جب مدح یا ذم کے واسطے چند صفات ذکر کیجاوین اور کسی مین اعراب مخالف کر دیا جاوے تو یہ تفنن ہو اور اسکو فن بیان مین قطع کہتے ہین کیونکہ مالوف مین تغییر دینا سامع کی ترغیب ذکر اور مزید اہتمام شان کی دلیل ہو اور راغبؒ نے کہا کہ صبر چونکہ ایک وجہ سے فضائل کا سبب ہوا اور ایک وجہ سے جامع فضائل ہو اسواسطے کہ کوئی فضیلت نہین باقی ہے مگر کہ صبر کا اسمین اثر بلیغ ہو پس اعراب کو متغیر کرکے اس مقصد پر تنبیہ کر دی واللہ اعلم۔ اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون۔ یعنے یہ لوگ جو ان صفات سے متصف ہین کہ اقرار ایمان وعہود کو پورا کرتے ہین سچے ہین کہ کسی حالت آسانی وسختی مین نہین پھرتے اور کسی امن وخوف مین انکے قدم نہین کانپتے ہین بسبب اسکے کہ ایمان والا انکے دل مین پورا اثر کر گیا اور یہی لوگ متقی ہین کہ کفر وشرک اور تمام بدخصلتون کی پلیدی سے جو اللہ عز وجل کو ناپسند ہین اپنے تئین بچا لیا اور مکرر اولئک لانے مین انکی شان کی بڑائی کا اظہار ہو اور ضمیر ہم فاصل لانے مین اشارہ ہو کہ تقوی انہین مین منحصر ہو اور امام واحدیؒ نے فرمایا کہ ان اوصاف کے بیچ مین واو عاطفہ سب جگہ لانے مین اشارہ ہو کہ ابرار مین سے ہونے کے واسطے شرط ہو کہ ان سب اوصاف کا جامع ہو پس جسنے انمین سے ایک کو پورا کیا وہ بر سے موصوف ہونیکا مستحق نہین ہو بعض نے کہا کہ یہ مخصوص انبیاء علیہم السلام کے واسطے ہو غیر مین یہ اوصاف

مجتمع نہین ہوسکتے ہین اور یہ قول کچھ نہین ہے بلکہ تمام مومنین کے واسطے ہے اسواسطے کہ تخصیص پر کوئی دلیل نہین ہے اور تحقیق یہ ہے کہ ان اوصاف مین بھی مراتب ہین پس اسکے واسطے دو قسمین ہین پایۂ اعلیٰ تو انبیاء علیہم السلام کے درمیان بحسب مراتب بلکہ بحسب شخص شخص مقسوم ہے کہ انتہاے درجہ کمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے بروجہ مجموعی اور پھر درجہ بدرجہ دیگر انبیاء علیہم السلام مین ہے اور پایۂ ادنیٰ چار قسم ہے ایک قسم صدیقین کو دوسری شہداء کو تیسری صالحین کو چہارم عامہ مومنین کو اور بعد انکے غیر کمال کا درجہ ہے وہ مومنین ہین جو اپنے ایمان مین ناقص ہین واللہ تعالیٰ اعلم وقال الشیخ فی العرائس لبیان الحقائق قولہ تعالیٰ۔ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا۔ اے وفا کرنے والے اس عہد کے جو انھون نے ازل مین جناب باری عزّ اسمہ سے کیا تھا اس طور پر وفا کرتے ہین کہ عبودیت کے مقام مین معارضہ نہین کرتے اور معرفت کے مقام مین ماسواے حق کے سب سے منہ پھیرتے ہین قال المترجم یہ ایک عہد الٰہی کی توضیح ہے اور یہ مراد نہین ہے کہ بس یہی عہد پورا کرتے ہین۔ اور بعض نے فرمایا کہ عہد پورا کرنے سے یہ مراد ہے کہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیے ہین یعنے فرائض و واجبات و منہیات و محرمات کے اندر جمے ہوے ہین اور جو موجود ہے اسپر راضی ہین اور جو نہین اسپر صابر ہین۔ قولہ والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس یعنے حقائق کے انکشاف کے وقت نفس کے معارضہ کرنے پر اسکے حملہ کے صدمات دفع کرنے مین اور مکاشفات غیبی اور تجلی مین خطرات لاطائل آنے کے وقت نفس کے اپنے منہ کے بل گرنے مین اور ابواب قلب پر قہر کی تجلیان اسکے زوال دور کرنے کے لیے آنے کے وقت نفس کے ادھر ادھر راہین ڈھونڈھنے مین تاکہ قلب کو ناشائستہ عوارض بشریت سے بھرا ہی رکھے یہ لوگ صبر کرتے ہین اور مضبوط رہتے ہین اور خطرات دفع کرتے ہین جسے رہبانی ایسا صبر ہے کہ صادق لوگ ہی اس سے مخصوص ہین کہ امتحان کی سختیون مین وہ رضاے حق طلب کرنے پر جمے رہتے ہین

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى

اے ایمان والو حکم ہوا تم پر بدلا برابر مارے گئے ہوؤن مین صاحب کے بدلے صاحب اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ

پھر جس کو معاف ہوا اسکے بھائی کی طرف سے کچھ تو چاہیے موافق دستور کے اور ادا کرنا اسکو نیکی سے یہ آسانی ہوئی تمھارے رب کی طرف سے اور مہربانی

فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

پھر جو کوئی زیادتی کرے بعد اسکے تو اسکو دکھ کی مار ہے اور تمکو قصاص مین زندگی ہے اے عقلمندو شاید تم بچتے رہو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى اے ایمان والو تمپر مقتولون مین قصاص لکھا گیا یعنے فرض کیا گیا یعنے الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى آزاد بمقابلہ آزاد کے اور غلام بمقابلہ غلام کے اور عورت بمقابلہ عورت کے ف اور قاتل اس جرم سے کافر نہین ہو جاتا ہے کہ مقتول کا بھائی ہی رہتا ہے چنانچہ فرمایا فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ۔ پس جبکہ اپنے بھائی کے خون سے کچھ عفو کیا گیا تو بطور معروف داخل لینا اور خوبی سے ادا کرنا واجب ہے ف حتی کہ اگر مقتول کے وارثون مین سے بعض نے کچھ عفو کیا تو قصاص جاتا رہا اور دیت کے لیے وارثون کو جو حق ہین معروف طور سے داخل ہونا اور مطالبہ کرنا چاہیے اور قاتل کو ادا کرنے مین بھی جہانتک ممکن ہو خوبی سے ادا کرے اور بھائی کی مہربانی دلدہی کرے آخر یہ قاتل جاہل ہے مقتول کا بھائی ہے تو رحم کی نظر رکھو جہانتک ممکن ہو عفو بہتر ہے۔ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ۔ یہ امر تمھارے رب کی طرف سے تخفیف و رحمت ہے ف ورنہ قصاص ہی فرض تھا فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ۔ پھر جسنے اسکے بعد حد سے تجاوز کیا ف مثلاً بعد عفو و دیت کے وارث نے قاتل کو قتل کیا۔ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ تو اسکے لیے عذاب الیم ہے ف دنیا مین قصاص اور آخرت مین جہنم ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

تتقون۔ اور اے صاحبان عقل تمہارے لیے قصاص (مشروع کرنے) مین زندگی ہی تاکہ تم پرہیز رکھو اور قتل سے باز آؤ۔ اس آیت مین اللہ تعالے
فرماتا ہی کہ اے ایمان والو تم پر قصاص کے معاملہ مین برابری و یکسان ہونا فرض کر دیا گیا کہ تمہارے مرد آزاد کے مقابلہ مین مرد آزاد قصاص ہی اور تمہارے غلام
کے مقابلہ مین غلام تمہارا اور تمہاری عورت کے مقابلہ مین عورت ہی اور اسمین تجاوز نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو جیسے تم سے اگلے لوگون نے اس معاملہ مین
حکم اللہ تعالے کو بدل ڈالا اور سبب نزول اس آیت کا قریظہ و نضیر دونون گروہ یہود کے واقع ہوئے اور بات یہ ہوئی تھی کہ زمانہ اسلام ہونے سے کچھ
پہلے بنو نضیر نے بنو قریظہ سے لڑائی کی اور انکو مقہور کر دیا پھر یہ قرار پایا تھا کہ بنو نضیر مین سے کوئی اگر بنو قریظہ مین سے کسیکو قتل کرتا تو نضیری اسکے
عوض قتل نہ کیا جاتا بلکہ ١٠٠ وسق خرما اسکا فدیہ دیا جاتا اور اگر قرظی کسی نضیری کو قتل کرتا تو وہ اسکے عوض قتل کیا جاتا اور اگر اسکا فدیہ قبول کیا جاتا تو قرظی کی
دیت سے دونی دیت یعنی دو سو وسق خرما دینا پڑتا پس اللہ تعالے نے قصاص مین انصاف و برابری کا حکم دیا گویا منع کیا کہ اس حکم مین ان مفسدون
کی راہ پر مت چلو جو اللہ تعالے کے حکم کو اپنی خواہش نفسانی پر بدل ڈالتے ہین۔ ذکرہ ابن کثیر فی التفسیر۔ اور بغوی نے معالم مین ذکر کیا کہ یہ قول قتادہؒ و مقاتل
بن حیان کا ہی کہ یہ واقعہ درمیان قریظہ و نضیر کے تھا۔ اور شعبی و کلبی سے مبہم نقل کیا کہ دو گروہ عرب کے درمیان ایسا واقعہ تھا اور سعید بن جبیر نے کہا کہ اوس و
خزرج کے درمیان تھا۔ اور شیخ ابن کثیر کی تفسیر مین ہی کہ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے عطاء بن دینار سے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ انہون نے
تفسیر قولہ تعالے۔ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلے۔ مین کہا کہ یعنے جب عمداً قتل کرے تو آزاد کے بدلے آزاد سے قصاص ہی اور بات یہ تھی کہ
عرب مین دو بڑے قبیلے زمانۂ جاہلیت مین اسلام سے کچھ پہلے لڑے تھے پس انکے درمیان قتل و جراحات واقع تھین یہانتک کہ انھون نے غلامون
اور عورتون کو بھی قتل کیا تھا پس بعض نے بعض سے بدلا نہ لیا تھا یہانتک کہ مسلمان ہوگئے اور ان دونون گروہ مین سے ایک کو دوسرے پر سامان و مال
مین زیادہ دسترس تھی پس زیادہ دسترس والون نے قسم کھائی کہ ہم راضی نہونگے جب تک یہ نہو کہ ہمارے غلام کے بدلے انکا آزاد قتل کیا جاوے
اور ہماری عورت کے بدلے انکا مرد قتل کیا جاوے پس انھین کے حق مین نازل ہوا الحر بالحر و العبد بالعبد و الانثی بالانثی۔ اور یہ منسوخ ہی اسکا
ناسخ قولہ تعالے النفس بالنفس الآیہ۔ ہی اور علی بن طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے فی قولہ تعالے۔ الانثی بالانثی کی تفسیر مین روایت کی کہ یہ بات یعنے عورت کا بمقابلہ
عورت ہونا یون تھا کہ وے لوگ عورت کے قاتل مرد کو قصاص مین نہین قتل کرتے ولیکن مرد کو بمقابلہ مرد کے قتل کرتے تھے اور عورت سے بمقابلہ عورت کے
قصاص کرتے پس اللہ تعالے نے اتارا قولہ النفس بالنفس والعین بالعین۔ پس قتل عمد کی صورت جو آدمی انمین کے آزاد ہین وہ قصاص مین برابر قرار
دیے گئے کہ قتل نفس مین انکے مرد اور عورتین برابر ہین اور ایسے ہی نفس سے کم جرم مین بھی برابر ہین یعنے مرد اگر عورت کا قاتل ہو تو قصاص مین قتل
کیا جاوے اور مملوک لوگ آپسمین قتل نفس و کم از نفس مین مرد و عورت برابر قرار دیے گئے اور ایسا ہی ابو مالک تابعی جلیل سے روایت ہی کہ یہ آیت
منسوخ ہی بقولہ النفس بالنفس الآیۃ ۔ قال المترجم اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی آیہ مائدہ سے وسیاق الکلام فیہ جاننا
چاہیے کہ کتب اس مقام پر بمعنے فرض ہی مین نے اول سورہ مین اسکے معانی کو ذکر کیا اور مقدمہ مین زیادہ توضیح کی ہی اور بعض نے کہا کہ کتب اشارہ اس
کتاب کیطرف ہی جو لوح محفوظ مین واقع ہوئی ہی اور قصاص بمعنی مساوات اور مماثلت ہی یعنے قاتل کو مقتول سے مماثل و مساوی کرنا خواہ حقیقۃً
یا حکماً اور اسی سے کہا گیا کہ قتل و دیت و جراحت سب مین مساوات ہونا چاہیے پس قاتل کو بالکل اسی طرح قتل کیا جاوے جسطرح اسنے قتل کیا
یعنے وصف و فعل مین مساوات ہو اور یہی قول امام مالک و شافعی کا ہی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بحکم حدیث نہین قصاص مگر تلوار سے، یعنی قاتل کو
قصاص مین فقط تلوار سے قتل کرینگے اگرچہ اسنے کسی چیز سے قتل کیا ہو اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہی پس مماثلت وصفاً کی یہ صورت ہی کہ مقتول
مرد آزاد ہو تو قاتل مرد آزاد سے قصاص لیا جاوے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا اور عدم مماثلت وصفی اس طرح کہ دونون مین تفاوت ہو مثلاً آزاد و

اگر غلام کو قتل کیا تو آزاد سے قصاص نہ لیا جاوے کیونکہ حر مین زیادت ہو اور مماثلت فعلاً کی یہ صورت ہو کہ قاتل نے جو فعل مقتول کے قتل مین کیا
ویسا ہی اسکے ساتھ کیا جاوے مثلاً ڈبو دیا تو قصاص مین ڈبو دیا جاوے اور اگر دو پتھرون کے بیچ مین کچل ڈالا تو قاتل بھی یون ہی مارا جاوے چنانچہ صحیح مین ایک
یہودی نے ایک جاریہ کو اسطرح کچلا تو وہ یوہین کچلا گیا، پس اگر اسطرح مر گیا تو خیر ورنہ اسکی گردن کاٹ دی جائیگی یہ سب قول امام مالک و شافعی و
احمد کے موافق ہو اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حجت یہ حدیث ہو کہ قصاص نہین مگر تلوار سے (واسنادہ حسن ـ ت) اور ایک روایت امام احمد سے بھی
یہی ہی پھر چونکہ اللہ تعالے نے حر کو بمقابلہ حر بیان فرمایا تو مفہوم ہوا کہ بمقابلہ عبد نہین قصاص ہوگا اور یہی مفہوم مخالف ہو جسکو شافعیہ اعتبار کرتے
ہین مگر جبکہ قیاس اسکے خلاف نہو یعنے قیاس مقدم بمفہوم مخالف ہو اور اسی سے دفع ہوا کہ قولہ العبد بالعبد مین مفہوم مخالف یہ تھا کہ غلام بمقابلہ آزاد
مقتول کے نہ مارا جاوے حالانکہ یہ خلاف ہو اور وجہ دفع ہونے کی ظاہر ہو کہ قیاس صحیح دلالت کرتا ہو کہ جب غلام بمقابلہ غلام کے قصاص مین قتل کیا جائیگا
تو آزاد کو قتل کرنے کی صورت مین بدرجہ اولی قتل کیا جائیگا اور اسیطرح الانثی بالانثی مین مفہوم مخالف نہین معتبر ہو یعنے عورت بمقابلہ مرد کے قتل نہ کیجاوے
اسوجہ سے کہ اجماع منعقد ہو کہ عورت اگر مرد کو قتل کرے تو قصاص مین قتل کیجاوے پس اس بیان سے ظاہر ہوا کہ قولہ الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی
بالانثی ہر سہ مقابلات مین سے مفہوم مخالف سے استدلال شافعیہ فقط قولہ الحر بالحر مین ہو کہ حر نہ قتل کیا جاوے بمقابلہ عبد کے اور باقی مین بسبب مخالفت
قیاس و اجماع کے مفہوم مخالف معتبر نہین ہو یہ دلالت کرتا ہو کہ آزاد جو بمقابلہ غلام کے قتل نہ کیا جاوے تو فقط مفہوم مخالف سے ہو پس جسنے مفہوم
مخالف کو حجت ہی نہین قرار دیا اسکے نزدیک یہ حکم ثابت نہوگا اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہو کہ آقا سوائے اپنے غلام کے اگر کسی غلام کو قتل
کرے تو عمداً مین قصاص ہو اور حق یہ ہو کہ یہان مفہوم مخالف سے بھی استدلال ٹھیک نہین ہو یہ نہین دیکھتے کہ **بیضاوی** نے باوجود شافعی مذہب
ہونے کے کہا کہ یہ آیت نہین دلالت کرتی اس بات پر کہ آزاد بمقابلہ غلام کے قتل نہ کیا جاوے کیونکہ مفہوم مخالف تو وہین معتبر ہوتا ہو جہان تخصیص
کی کوئی غرض سوائے اختصاص حکم کے ظاہر نہو اور یہان الحر بالحر مین یہی نہین کہ حر کی قصاص کے واسطے حر کی قید ہو بلکہ اسکی غرض اور ظاہر ہوتی ہو
جو ہمنے بیان کر دی یعنے سبب نزول دلالت کرتا ہو کہ غرض یہ ہو کہ تعدی نکر و اور آزادون مین باہم اور غلامون مین باہم مساوات ثابت کر دینا مقصود
ہو پس مفہوم مخالف نہین معتبر ہو سکتا ہو۔ پھر **بیضاوی** نے کہا کہ مالک و شافعی نے جو آزاد کا بمقابلہ غلام کے خواہ اسکا ہو یا غیر کا ہو قصاص مین قتل
کیا جانا منع کیا ہو تو اس حدیث کی وجہ سے جو حضرت علیؓ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو قتل کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اسکو کوڑے مارے اور ایک سال کے واسطے اسکو شہر سے نکال دیا اور نیز حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہو کہ سنت سے یہ ثابت ہو کہ قتل نہ کیا
جاوے مسلمان قصاص مین کسی ذمی کو قتل کرنے سے اور نہ قتل کیا جاوے آزاد بمقابلہ غلام کے اور اس دلیل سے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نہین قصاص
لیتے آزاد سے بمقابلہ غلام کے اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے روبرو تھا اور کسی سے اسکا انکار منقول نہین ہو اور اس دلیل سے کہ آقا نے اگر اپنے غلام کا
مثلاً ہاتھ توڑ دیا تو آقا سے قصاص نہ لیا جائیگا پس کم از نفس مین جب قصاص نہین تو اسی قیاس پر قتل نفس مین بھی بدرجہ اولے قصاص نہین ہے
قال المترجم یہی مذہب جمہور کا ہو کہ آزاد سے بمقابلہ غلام کے قصاص نہین۔ جاننا چاہیے کہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ آزاد مسلمان نے مسلمان
غلام کو عمداً قتل کیا پس دو صورتین ہین یا تو قاتل اسکا آقا ہو یا اجنبی ہو پس جمہور کا مذہب یہ ہو کہ آقا ہو یا اجنبی ہو کسی سے بمقابلہ غلام کے
قصاص نہین لیا جائیگا اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اجنبی نے اگر قتل کیا تو قصاص لیا جائیگا۔ پھر جمہور کے قول کی دلیل جو اس آیت سے باستدلال
مفہوم مخالف ہو اسکا تو حال معلوم ہو چکا کہ مفہوم مخالف سے استدلال غیر مسلم اور اگر مان لیا تو بھی یہان نہین جیسا کہ **بیضاوی** نے کہا پھر جو بیضاوی
نے حدیث نقل کی کہ آقا نے اپنے غلام کو قتل کیا اور قصاص نہ لیا گیا تو یہ امام ابوحنیفہ کے قول کے مؤید ہو اور مادون النفس پر نفس کا قیاس

مع الفارق ہو بالجملہ مجھے کوئی قوی دلیل نہیں معلوم ہوتی الا آنکہ دارقطنی نے روایت کی کہ لا یقتل حر بعبد یعنی کوئی آزاد بمقابلہ غلام کے قتل کیا جاوے اور اس حدیث کے ثبوت مین کلام ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خود یہی مذہب مروی ہو کہ جیسا قول ابوحنیفہؒ کا ہو امام ابن کثیر وغیرہ نے نقل کیا کہ مذہب ابوحنیفہ وانکے اصحاب کا یہ ہو کہ آزاد قتل کیا جاوے بمقابلہ غلام کے جبکہ اسکا مالک نہو اور اگر مالک نے اپنے غلام کو قتل کیا تو بالاجماع قصاص نہین اور اجماع خود حجت ہو اور دلیل انکی آیت سورہ مائدہ ہو اسے قولہ تعالے النفس بالنفس الآیہ پس یہ عام ہو اور یہی مذہب ہے ثوری وابن ابی لیلیٰ وداؤد کا اور یہی مروی ہو حضرت علیؓ وابن مسعودؓ وسعید بن المسیبؒ وابراہیم نخعی وقتادہ وحکم سے اور یہی اقویٰ ہو اور بیضاوی نے اعتراض کیا کہ آیت مائدہ تو حکایت اس امر کی ہو جو توریت مین تھا کیونکہ فرمایا وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس الآیہ پس جو قرآن مین ہو اسکا ناسخ نہین ہوسکتا اور جواب یہ ہو کہ جو شریعتا ہمپر انکی شریعت نقل کی گئی وہ واجب ہو اور پہلے ہم تفسیر ابن کثیرؒ سے نقل کر چکے ہین کہ ابن عباسؓ وغیرہ سے صریح روایت ہو کہ الحر بالحر کا حکم جو یہان مذکور ہو وہ سورہ مائدہ کی آیت سے منسوخ ہوا اور نیز قصاص اطراف کے واسطے یہی آیت حجت ہو پس ہمارے اوپر مشروع ہو اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتکافأ دماؤہم یعنے مسلمانون میں سبکے خون برابر ہین اور فرض مسئلہ یہ ہو کہ غلام مسلمان کو ایک مسلمان آزاد نے قتل کیا عمداً پس بحکم حدیث قصاص لازم ہوا فافہم جمہور کے نزدیک مسلمان نہ قتل کیا جاوے بمقابلہ کافر کے کیونکہ صحیح بخاری مین حضرت علیؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا یقتل مسلم بکافر- ابن کثیرؒ نے کہا کہ کوئی حدیث اور کوئی تاویل اسکے مخالف نہین صحیح ہو اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ النفس بالنفس عام ہو شامل ہو کافر کو بھی مگر ایسے کافر جسکا خون معصوم ہو یعنے شرع نے اسکو محفوظ کر دیا ہو اور وہ ذمی ہو جو مسلمانون کے عہد مین ہے پس اگر ذمی کو عمداً ناحق قتل کیا تو قصاص مین قتل کیا جائیگا اور حدیث محمول ہے کہ جب مسلمانون نے کسی حربی مستامن کو قتل کیا تو قتل نہ کیا جائیگا- اور دلیل یہ کہ قرآن کی آیت قطعیہ مین عام بھی قطعی ہو جب تک کہ کسی قطعی نص سے تخصیص نہو اور بیان تخصیص قطعی نہین بلکہ حدیث خبر احاد ہو تو عام مقدم ہو کیونکہ جمع کرنا غیر ممکن ہو لیکن تامل یہ کہ نفس مستامن کی تخصیص کی گئی لہذا میرے نزدیک اسمین قوی مذہب جمہور کا ہو واللہ اعلم- اس آیت سے حسن وعطاء نے استدلال کیا کہ مرد بمقابلہ عورت کے قتل نہ کیا جائیگا اور بعض نے ذکر کیا کہ یہی مذہب امام شافعی ومالک وثوری وابوثور کا ہو ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جمہور انکے برخلاف ہین بدلیل آیہ مائدہ کے اور بدلیل قولہ علیہ السلام المسلمون تتکافأ دماؤہم اور لیث رحمہ نے کہا کہ اگر مرد نے اپنی جورو کو قتل کیا تو خاصتہً جورو کے قصاص مین قتل نہ کیا جائیگا- مین کہتا ہون کہ صحیح یہ ہو کہ مرد سے بمقابلہ عورت کے قصاص لیا جائیگا جیسا کہ جمہور کا مذہب ہو ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ چارون مشہور امامون اور جمہور ائمہ کا مذہب ہو کہ اگر ایک جماعت نے ایک شخص کو قتل کیا تو اس ایک کے بدلے سب قتل کیے جاوینگے اور حضرت عمرؓ نے جبکہ ایک طفل کو سات آدمیون نے قتل کیا تھا اور قصاص مین آپنے ساتون کو قتل کیا تو فرمایا کہ اگر تمام اہل صنعاء بھی اسکے قتل مین شریک ہوتے تو مین سب کو قتل کرتا اور مترجم نے اس روایت کو عین الہدایہ مین مع طول قصہ کے بیان کیا ہو- پھر صحابہ مین سے کسی نے اسکا خلاف نہین کیا پس یہ مثل اجماع کے ہوگیا مگر امام احمدؒ سے ایک روایت مین آیا ہو کہ ایک نفس کے عوض ایک ہی قتل کیا جاوے جماعت نہین قتل کی جائیگی اور ابن المنذرؒ نے کہا کہ یہی اصح ہو- قولہ تعالے فمن عفی لہ من اخیہ شیٔ فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان مین من شرطیہ یا موصولہ سے کون مراد ہو اسمین دو قول ہین اول آنکہ من سے مراد قاتل یا جانی ہو اور اخیہ سے مراد مقتول ہو یعنے جس قاتل مجرم کے واسطے اسکے بھائی سے کچھ عفو کیا گیا پس مضاف مقدر ہوگا ای من دم اخیہ- اور یہی واحدی وسیوطیؒ نے ذکر کیا ہو اور ایک قاتل کو عفو کرنے سے سب لیے کے مستحق ہو جائینگے- یا اخیہ سے مراد وارث مقتول ہو اور ضمیر راجع بجانب من ہو اور اس صورت مین حذف مضاف کی ضرورت نہین اور معنی یہ ہین کہ من اخیہ ای من جہۃ الوارث او الولی- اور شاید عبارت ہو خون مقتول سے اور معنی یہ ہین کہ قاتل مجرم جبکہ عفو کیا گیا اسکے لیے جانب وارث مقتول سے کچھ خون جو

اُسنے کیا ہے اور اس تقریر پر اعتراض کیا گیا کہ شئی مفعول بہ واقع ہوتا ہے حالانکہ عفی لازمی ہے اور جواب دیا گیا کہ عفی بمعنے ترک ہے چنانچہ شمس العلوم میں ہے کہ عفوت الشئ
یعنے ترکتہ اور مفسر سیوطیؒ نے اسی طرف اشارہ کیا بقولہ بان ترک القصاص منہ یعنے عفی بیان بمعنے ترک ہے اور زمخشری نے اسکو رد کیا کہ عفا الشئ بمعنے
ترکہ نہیں ثابت ہوا بلکہ اعفاہ بمعنی ترکہ آیا ہے اور بیضاوی نے بھی زمخشری کا اتباع کیا اور کہا کہ یہ ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ضحاکؒ نے حضرت
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ فمن عفی لہ من اخیہ شئی اے فمن ترک لہ من اخیہ شئی یعنی اخذ الدیۃ بعد استحقاق الدم وذلک العفو۔ یعنے جس شخص کے لیے
اسکے بھائی سے کچھ ترک کیا گیا یعنے استحقاق قصاص کے بعد یعنے دیت لی اور یہی عفو ہے۔ ذکرہ الحافظ ابن کثیرؒ پس اس سے بڑھکر بیضاوی رح کو
کیا شہادت درکار ہے اور صاحب کشاف تو معتزلی ہے حالانکہ یہ روایت منقطع اس معتزلی حنفی پر حجت صریح ہے کہ عفی بمعنے ترک ہے و کفاک بہذا شاہدا فافہم
اور زمخشری نے کہا کہ شئی بمعنے مفعول مطلق ہے اے شئی من العفو گویا یوں کہا گیا فمن عفی لہ عفو۔ اور مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عفو یہ ہے کہ قبول کرے
دیت کو قتل عمد میں۔ اور ایسا ہی ابو العالیہ و ابو الشعثاء و مجاہد و سعید بن جبیر و عطاء و حسن و قتادہ و مقاتل بن حیان سے مروی ہے ذکرہ ابن کثیرؒ
اور شئی کی تنکیر سے بر تقدیر مفعول بہ ہونے کے یا مفعول مطلق لانے سے بہر حال یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر خون مقتول میں سے کچھ عفو کیا یا وارثوں میں سے بعض نے
عفو کر دیا تو قاتل سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے بمنزلہ عفو تام کے یہ حق کہ باقی وارثوں کو خواہ مخواہ دیت ہی مل سکیگی۔ قول دوم آئمہ میں سے قول مراد ہے اور اخ سے
مراد قاتل ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ ولی جب قصاص سے عفو کر کے طرف جھکا کہ دیت لیوے تو قاتل کو اختیار ہے کہ چاہے اسکو قبول کرے یا اپنے آپ قصاص
میں مقتول ہونے کو سپرد کرے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ امام مالکؒ نے بنا بر روایت مشہور ابن القاسم کے اور امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے اور ایک قول
میں امام احمدؒ نے کہا کہ ولی مقتول کو جب اسنے دیت پر عفو کیا تو بدون رضامندی قاتل کے اختیار نہیں ہے یعنے دیت پر عفو کرنا قاتل پر جب ہی
لازم ہے کہ وہ قبول کرے اور باقی علماء نے کہا کہ ولی مقتول کو دیت پر عفو کر دینے کا اختیار ہے اگرچہ قاتل راضی نہو مترجم کہتا ہے کہ یہی ابو حنیفہؒ سے روایت ہے
اور قولہ وادا الیہ باحسان میں ادا کرنا مطلوب ہے چنانچہ آنکے مجاہد کی طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ وادا الیہ باحسان میں کہا کہ ادا کرے
مطلوب یعنی جس سے مطالبہ ہے وہ احسان ادا کرے اور ایسا ہی سعید بن جبیر و جابر بن زید و حسن و قتادہ و عطاء خراسانی و ربیع بن انس و سدی و مقاتل نے
کہا ہے ذکرہ ابن کثیرؒ۔ در تفسیر یقول اور اظہر و ارجح ہے اور حقائق معنی یہ ہیں کہ قاتل میں سے جس شخص کیواسطے ولی مقتول کیطرف سے یا خون مقتول سے کچھ عفو ہوا
دیت پر تو دیت کے طالب پر واجب ہے اتباع بمعروف یعنی سختی سے نہ طلب کرے اور وصول کرے اور مطلوب یعنی قاتل پر واجب ہے کہ یہ دیت نہ مگر سے پہنچ کے اسکو ادا کرے
کیونکہ اسنے احسان کر کے اسکو قصاص سے معاف کیا پس اسکو یہی چاہیے کہ خوبصورتی سے دیت اسکو ادا کر دے۔ اگر کہا جاوے کہ یہاں اتباع
اور ادا مذکور ہو واجب ہونا کہاں سے ثابت ہوا تو جواب یہ ہے کہ یہ مصدر مرفوع ذکر ہوئے ہیں اور یہاں مصدر مرفوع ہو وہ واجب کے واسطے ہے چنانچہ ابن عطیہؒ
نے فرمایا کہ واجبات کی سبیل یہ ہے کہ مصدر کو مرفوع لایا جاوے جیسے یہاں اور جیسے قولہ فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنے معاملہ طلاق میں کہ فرمایا
ہے قولہ عفی لہ میں لام سے تقدیر ہوا کہ عفی عنہ لہ یعنے مجرم سے عفو اسی کے نفع کے لیے ہوا اور اس آیت میں دلیل دو باتوں پر ہے اول یہ کہ قتل عمد کرنے والا
کافر نہیں ہو جاتا ہے اور فاسق مومن رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قاتل کو بعد قتل کرنے کے اسپر قصاص واجب ہونے کی حالت میں ایمان کا خطاب کیا اور مومن
کہا حالانکہ قتل عمد و عدوان بالاجماع کبیرہ گناہوں سے ہے پس ثابت ہوا کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن رہتا ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے قاتل اور ولی مقتول
یا مقتول کے درمیان اخوۃ یعنی بھائی ہونا ثابت رکھا اور مراد اس سے ایمان کا بھائی ہونا کیونکہ ہر قاتل و مقتول ہمیشہ سگے بھائی نہیں ہوا کرتے ہیں پس اگر قاتل کا
ایمان باقی نہ ہوتا تو کیونکر بھائی ہو سکتا تھا پس ثابت ہوا کہ قاتل مومن رہتا ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے قاتل سے عفو کرنے کی طرف ندب کیا اور عفو کرنا مومن
قاتل سے لائق ہے نہ کافر سے۔ دوم آنکہ قاتل سے عفو کرنا مستحب ہے کیونکہ اخیہ کا لفظ ذکر فرمایا جس میں تعطف ہے تاکہ نرم ہو جاوے اور ترس کھاوے اس احمق کو

عفو کردے - جاننا چاہیے کہ عفو کرنے والے فقط مقتول کے وارث وولی ہونگے پس جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر وارث خواہ مرد ہو یا عورت ہو عفو کرسکتا ہے اور حسن بصری وقتادہ وزہری وابن شبرمہ ولیث واوزاعی وغیرہ ایک جماعت اسطرف گئے ہیں کہ عورت نہیں عفو کرسکتی ہے ذکرہ ابن کثیر قولہ ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ یہ جو دیت کا لینا قتل عمد میں تمہارے لیے مشروع کیا گیا یہ اللہ تعالے کی طرف سے تم پر تخفیف اور رحمت ہے بہ نسبت اسکے جو تم سے اگلی امتوں پر لازم تھا کہ یا تو قتل لازم تھا یا عفو لازم تھا چنانچہ سعید بن منصور نے روایت کی حدثنا سفیان عن عمرو بن دینار اخبرنی مجاہد عن ابن عباسؓ فرمایا کہ بنی اسرائیل پر فرض لازم کردیا گیا تھا قصاص دربارہ مقتولوں کے اور انمیں عفو جائز تھا پس اللہ تعالے نے اس امت کے واسطے فرمایا کتب علیکم القصاص فی القتلے الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی لہ من اخیہ شئی - پس عفو یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت لینا قبول کرے اور یہ تخفیف ہے بہ نسبت اسکے جو تم سے اگلی امتوں بنی اسرائیل پر تھا فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان - (اسنادہ جید) اور اس حدیث کو بہتیروں نے عمرو بن دینار سے روایت کیا اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسکو عمرو بن دینار سے روایت کیا اور ایک جماعت نے اسکو مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے اسکے مانند روایت کیا ہے - اور قتادہؒ نے کہا کہ قولہ ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ - اللہ تعالے نے اس امت پر رحم کیا اور انکے واسطے دیت حلال کردی اور ان سے پہلے کسیکے واسطے نہیں حلال فرمائی تھی پس اہل توریت کے اوپر قصاص یا عفو تھا اور دیت وجرمانہ نہ تھا اور اہل انجیل پر عفو ہی تھا کہ وہ انپر فرض کردیا گیا تھا اور اس امت کے واسطے قصاص وعفو وارش سب ہے آور اسی کے مانند سعید بن جبیر ومقاتل بن حیان اور ربیع بن انس سے مروی ہے کذا ذکرہ ابن کثیر فی التفسیر اور مفسر سیوطی وغیرہ نے اسکے یہ معنے بیان کیے کہ ذلک یعنے قصاص اور عفو علی الدیۃ دونوں میں جواز کردینا آسانی ہے مترجم کہتا ہے کہ تینوں باتیں خالی عفو بدون دیت بھی ذکر کرنا چاہیے تھا خواہ تفسیرًا یا روایۃً کما لایخفی قولہ فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب الیم - اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جسنے دیت لینے یا لینا قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کرڈالا تو اسکے واسطے اللہ تعالے کی طرف سے عذاب شدید دردونیے والا ہے ایسا ہی ابن عباسؓ ومجاہد وعکرمہ وعطاءؒ وحسن بصریؒ وقتادہ وربیع بن انس وسدیؒ ومقاتل سے مروی ہے کہ من اعتدی سے وہ مراد ہے جو دیت لینے کے بعد قتل کرڈالے اور عبدالرزاق وابن ابی شیبہ وامام احمد وابن ابی حاتم وبیہقی نے ابو شریح خزاعیؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے قتل صادر ہوگیا یعنے عمدًا تو ولی مقتول کو اختیار ہے کہ تین باتوں میں سے ایک اختیار کرے یا تو قاتل سے قصاص لے یا اسکو عفو کرے اور یا اس سے دیت لے اور اگر کوئی چوتھی بات کا قصد کرے تو اسکے دونوں ہاتھ پکڑو اور جس شخص نے اسکے بعد عدوان وظلم کیا اسکے واسطے دوزخ کی آگ ہے کہ اسمیں مدتوں رہے - اور قتادہ نے حسن بصری کے واسطہ سے سمرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دیت لینے کے بعد قاتل کو قتل کیا میں اسکو عفو نہیں کرونگا یعنے اس سے دیت قبول نہ کرونگا بلکہ اسکو قتل ہی کرونگا - اور عذاب الیم کی یہی تفسیر کی گئی کہ مراد یہ ہے کہ عفو نہ کیا جاوے اور اس سے دیت قبول نہ کیجاوے بلکہ قصاص میں قتل کیا جاوے اور بعض نے کہا کہ عذاب آخرت دردناک مراد ہے اور یہی اولے ہے اور حدیث ابو شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ اسپر دلالت کرتی ہے - پس حاصل یہ ہے کہ عدوان اسطرح ہے کہ دیت لیکر پھر قاتل کو قتل کرے یا عفو کرکے پھر اسکو قصاص میں قتل کرے اور علما نے اختلاف کیا کہ جسنے دیت کے بعد قاتل کو قتل کیا اسکا کیا حکم ہے تو شافعی ومالک وایک جماعت علما اسطرف گئے ہیں کہ وہ ایسا ہے جیسے ابتداءً قتل کیا کہ اسکے ولی کو اختیار ہے چاہے قصاص لے یا عفو کردے - اور یہ ظاہر حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ سے جو اوپر بیان ہوئی خلاف ہے اور حدیث کو ابو داؤد وابن جریر وابن المنذر وغیرہ نے قتادہ سے منقطعا وموصولا روایت کیا ہے اور قتادہ وعکرمہ وسدی نے کہا کہ عذاب اسکا یہ ہے کہ البتہ قتل کیا جاوے اور حاکم وولی کو عفو کا اختیار نہوگا - اور حسن بصری نے کہا کہ اسکا عذاب یہ ہے کہ دیت واپس کردے فقط اور اسکا گناہ آخرت پر رہیگا اور یہ بنظر ظاہر آیت ہے اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اسکا امر مفوض برائے امام المسلمین ہے کہ جو اسکے حق میں دیکھے وہ کرے - اور یہ قول شاید بنظر مصلحت

حدیث لا اُعافی ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ مین عفو نکرونگا تو اس سے استنباط ہوا کہ امام کی راے یہ ہے اور اگر مستحق ہوتا تو لا اعفو
فرماتے ولیکن حدیث ابو شریح الخزاعی مین اسکی تشریح موجود ہے فافہم اور ابو حنیفہؒ کا ظاہر مذہب یہ کہ وہ قصاص مین قتل کیا جاوے۔ قولہ
ولکم فی القصاص حیوٰۃ۔ ابو السعودؒ نے اپنی تفسیر مین بیان کیا کہ حکم مذکور کے محاسن کا بیان ایسی وجہ بدیع پر فرمایا کہ اسکی انتہا نہین چنانچہ قصاص
اسکی ضد یعنے حیات کا محل قرار دیا وحیات کو نکرہ فرمایا تاکہ دلالت کرے کہ اس جنس مین ایک نوع حیات کی ایسی عظیم ہے کہ اسکا وصف نہین
ہو سکتا اور مراد یہ ہے کہ وہ لوگ بعوض ایک کے ایک جماعت کو قتل کرتے تھے یعنے قاتل یا اسکے بیٹے یا باپ بھائی وغیرہ کو جہان تک پاتے قتل
کرتے چلے جاتے تھے پس انمین فتنہ منتشر ہوتا تھا جیسا کہ بیان سبب نزول سے واضح ہوا پس قصاص مشروع کرنے مین ان سب کے سلامتی حاصل ہے
اور معنی یہ ہین کہ اس حکم مین جو تمھارے لیے مشروع کیا گیا بقا وحیات عظیم ہے اسواسطے کہ آدمی جب جانیگا کہ دوسرے کو ناحق قتل کرنے سے قصاص
مین وہ بھی قتل کیا جاویگا تو قتل کرنے سے باز رہیگا اور اس مہلکہ مین پڑنے سے بھاگیگا پس یہ گویا نفوس انسانیہ کی حیات ہے اور یہ نوع جنس بلاغت
بلیغ ورفیع ہے کہ قصاص کو جو موت ہے باعتبار مآل کار کے حیات قرار دیا یعنے اس خوبصورتی سے بیان فرمایا کہ قصاص جو موت ہے باعتبار مآل کے لوگون کے
حق مین حیات ہوگیا بیضاوی رحمہ اللہ نے تفسیر قولہ ولکم فی القصاص حیوٰۃ مین کہا کہ یہ کلام انتہا کی فصاحت وبلاغت ہے کہ ایک شئے کو اسکی
ضد کا محل قرار دیا اور قصاص کو معرفہ فرمایا اور حیوٰۃ کو نکرہ تاکہ دلالت کرے کہ اس جنس حکم مین ایک نوع حیات کی عظیم ہے اور یہ اس وجہ سے
کہ جب قاتل کو مقتول کی عوض قصاص مین قتل کیا جانا معلوم ہوگا تو وہ قتل سے باز رہیگا پس قصاص سبب ہوا دو جانون کی زندگی کا اور اسوجہ
سے کہ وہ لوگ قاتل کے سوا دوسرے کو اور واحد کے عوض ایک جماعت بےگناہ کو قتل کرتے تھے پس انمین فتنہ جوش کرتا تھا پس جب قاتل ہی سے
قصاص لیا گیا تو باقی سلامت رہے اور یہ اُنکی زندگی کا سبب ہوا اور بعض نے کہا کہ اس زندگی سے آخرت کی زندگی مراد ہے کیونکہ قاتل سے جب
دنیا مین قصاص لے لیا گیا تو آخرت مین اس سے مواخذہ نہوگا۔ اور یہ تفسیر دو وجہ سے اولی نہین اوّل آنکہ کتب علیکم مین خطاب عام یعنے قاتل وغیر قاتل کو
شامل ہے اور صورت مین لکم نے القصاص کا خطاب مخصوص بقاتلین ہوگا جسپر کچھ شاہد نہین ہے دوم آنکہ خلاف تفسیر سلف ہے ابن کثیر نے ذکر کیا کہ
شیخ ابو العالیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے قصاص کو حیات قرار دیا کیونکہ بہتیرے لوگون کو جو قتل کا قصد رکھتے ہون یہ خوف مانع ہوگا کہ قصاص مین مقتول
ہونگے اور ایسا ہی مجاہد اور سعید بن جبیر وابو مالک وحسن بصری وقتادہ وربیع بن انس ومقاتل سے مروی ہے۔ اور قولہ یا اولی الالباب مین مخصوص کامل
عقل والون کو اسواسطے خطاب فرمایا کہ قصاص کی حکمت مین تامل کرکے اسکے فوائد کو سمجھین اور الّا اسکی حکمتین عوام کو پہونچین اور الباب جمع لب کا
یعنے خالص ہر چیز جیسا اس عقل پر اطلاق کیا گیا جسمین وہم کا میل نہو ف۔ شیخ نے عرائس مین کہا کہ جب نفوس ظلم کرین قلوب پر تو اس قصاص مین
انکا قتل کرڈالنے مین زندگی ہے یعنے نفس امارہ مقتول ہونے سے روح مقدس زندہ ہوگی پس جب تم اس پر کاربند ہوئے کہ تمنے نفس کے جرمون کا
دیت یعنی شروع کی تو مہلکات قہر سے نجات پاؤگے۔ شیخ جنید رح نے فرمایا کہ صابرین کی تین علامتین ہین جو اسکی ذات مین پہچانی جاتی ہین
اوّل یہ کہ جب اسکے نفس کے حظوظ موجود ہون تو اپنے آپ کو ضبط کرے دوم یہ کہ اللہ تعالے کی طاعتون مین اسوقت ضرور داخل ہو جبکہ
نفس اس سے بچھڑنے کا خواہشمند ہوا اور سستی دلادے سوم یہ کہ حکم اُترنے کے وقت قلب ساکن رہے یعنے کوئی حکم الٰہی اسکے دل پر
گران نہو ہر حکم کے وقت طمانینت وسکون سے رہے ف۔ واضح ہو کہ یہ آیت قصاص نظر بغیبت حیات صرف نفوس امارہ کے لیے مانع
ہے جو ناحق قتل کرنے مین دلیر ہون پس حیات کا لالچ دلون سے اٹھا دیا کہ وصیت فرض ہے اور موت مفروض تو حیات آخرت کی خواہش
بصدق تقوی چاہیے لہذا آیت قدسی کو نازل فرمایا

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

حکم ہوا تمپر　جب حاضر ہوکسیکو　تم مین موت　اگر کچھ مال چھوڑے　یہ کہ دلوا　مرے ماں باپ کو اور اپنے والون کو

بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝

دستور سے　ضرور ہی　پرہیزگارون کو

كُتِبَ عَلَيْكُمْ- تمپر فرض کی گئی- إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ- جبکہ تم مین سے کسی کی موت حاضر ہو ف یعنے موت کے سامان آثار ظاہر ہون اپنے گمان سے اگرچہ پھر نہ مرے إِنْ تَرَكَ خَيْرًا بشرطیکہ خیر چھوڑے ف یعنے مال صالح جو خیرات ثواب کا ذریعہ ہی حاصل اگر جب کی موت کے آثار ظاہر ہون تو بشرطیکہ ترکہ مال بھی چھوڑنا نظر آوے اسپر فرض کیگئی الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ وصیت واسطے والدین واقرباؤن کے بطور معروف ف باینطور کہ تہائی سے زائد مین وصیت نہ کرے بلکہ صرف تہائی تک ہوا ور کسی تونگر کے سخن دیکھی وصیت نہو کہ اسکے لیے زیادہ حصہ دے یا مراد یہ کہ جیسا اسوقت دستور ہی اسکے موافق معروف ہی کیونکہ آیت میراث آیندہ نازل ہوئی ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ یہ وصیت کرنا حق لازم کردیا گیا متقیون پر ف کیونکہ جسنے شرک سے توبہ کی وہ متقی ہوا تو مسلمان ہی پر فرض ہی- اس سے نکلتا ہی کہ مشرکون پر پہلے ایمان ہی پھر جب ایمان لائے تو وہ مسلمان ہوگئے اب انپر احکام ہین اور یہی ابوحنیفہؒ کا قول ہی سیوطیؒ نے کہا کہ وصیت کا فرض ہونا آیت میراث سے منسوخ ہوگیا یعنے قولہ تعالے يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ الآية- اور ترمذیؒ نے حدیث روایت کی کہ وارث کے لیے وصیت نہین ہے (الترمذی) ماں باپ اور بعضے اقربا سب وارث قرار پائے ہین- اس آیت مین دو مقام ہین اول باعتبار ترکیب نظم کے اور دوم باعتبار معنی وفقہ آیت کے بیان اول یہ ہی کہ کتب بیان بمعنی فرض ہی اور یہ فعل مجہول ہی اور مفعول مالم یسم فاعلہ اسکا الوصیۃ ہی اور کتبت اسلیے نہین فرمایا کہ فعل اور الوصیۃ کے درمیان فصل ہی یا الوصیۃ بمعنے الایصاء ہی یعنے وصیت کرنا اور یہی تاویل مذکر بیان اولی ہی کیونکہ آگے فرمایا فمن بدلہ او ضمیر مذکر اسکی طرف راجع ہی جب ایسا واقع ہو تو وہ ایجاب بمقتضاے کتاب تمپر متوجہ ہوگا پس اس تعبیر مین اشارہ ہی کہ وہ ازل مین مکتوب ہوا ہی مفسر سیوطیؒ نے اذا کو الوصیۃ مذکورہ سے متعلق کیا اور اسکو اسمین عامل قرار دیا او محققین کے نزدیک جب مصدر کا معمول ظرف ہو تو مصدر پر اسکا مقدم ہونا روا ہی اور اگر اذا شرطیہ ہو تو قولہ الوصیۃ اسکے جواب پر دلالت کرتا ہی اور ظاہر یہی ہی کہ اذا اور ان دونون شرطیہ چونکہ مستدعی جواب تھے لہذا الوصیۃ کو مؤخر کرکے ان دونون کے جواب سے استغنا کیا گیا کیونکہ الوصیۃ دال ہی جواب لیکن چونکہ الوصیۃ جواب اذا ہی پس ان کا جواب محذوف ہی- مقام دوم یعنے کلام اسکے معنے مین پس جاننا چاہیے کہ کتب علیکم بمعنے فرض علیکم ہی جیسے کتب علیکم القصاص مین ہی اور بعض نے کہا کہ بمعنے مستحب ہے الشیخ ابن کثیرؒ نے کہا ہر دو قول مین سے اصح یہ ہی کہ یہ حکم واجب تھا اور حضور موت سے مراد بیان موت کے اسباب علامات ظاہر ہونا مانند خوفناک بیماریون وغیرہ کے اور یہ مراد نہین کہ موت کے معائنہ کے وقت کیونکہ اسوقت تو وہ وصیت کرنے سے عاجز ہوگا اور قولہ ان ترک خیرا اے مالا یعنے خیر کی تفسیر مال سے کیگئی یعنے مال چھوڑا اور یہ قول ابن عباسؓ کا ہی اور یہی مجاہد وعطاء وسعید بن جبیر وابوالعالیہ وعطیۃ العوفی وضحاک وسدی وربیع بن انس ومقاتل وقتادہ وغیرہم سے مروی ہی کما ذکرہ ابن کثیر پھر علماء مین اختلاف ہی کہ مقدار اس مال کی کیا ہی جسمین وصیت واجب ہی پس زہریؒ سے روایت ہی کہ خیر ہر مال قلیل وکثیر کو کہتے ہین پس ہر ایک مین وصیت واجب ہی اور آخرون کا قول یہ ہی کہ خیر کا اطلاق مال کثیر ہی پر ہے پس قلیل مین وصیت واجب نہوگی پھر اسمین اختلاف ہی کہ کثیر کس مقدار سے ہی بعض نے کہا جو سات سو دینار سے زائد ہو اور بعض نے کہا ہزار دینار ہو اور بعض نے کہا جو پانچ سو دینار سے زائد ہو اور بعض نے کہا کہ ساٹھ دینار اور اس سے زائد مال کثیر ہی اور بعض نے کہا کہ پانچ سو سے ہزار تک اور بعض نے کہا جو عیال سے فاضل ہو وہ کثیر ہی یہ اقوال الشیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علماے سلف مین سے بعض نے کہا کہ وصیت مثل میراث کے مشروع ہی [illegible] مال قلیل ہو یا کثیر ہو اور اکثر کہتے

والون نے کہا کہ وصیت جب ہی ہو کہ جب مال جلیل چھوڑا ہو پھر مال کثیر کی مقدار مین اختلاف ہوا چنانچہ ابن ابی حاتم نے عروۃ ابن الزبیر سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا گیا کہ قریش مین سے ایک شخص مرگیا اور اسنے تین سو یا چار سو دینار چھوڑے مگر کچھ وصیت نہین کر گیا تو فرمایا کہ اسمین کچھ نہین اور اللہ تعالےٰ نے تو یہ فرمایا ان ترک خیرا یعنے اسمین کوئی گناہ نہین ہوا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے تو وصیت اسوقت واجب کی کہ جب مال کثیر چھوڑا ہو-اور نیز ابن ابی حاتم نے عروۃ ابن الزبیر سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میری قوم مین سے ایک شخص کے پاس اسکی عیادت کو تشریف لے گئے پس اس شخص سے کہا گیا کہ تو وصیت کر پس حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے تو یہی فرمایا- ان ترک خیرا الوصیۃ اور تونے تو کچھ خفیف سا مال چھوڑا ہو پس اسکو اپنی اولاد کے واسطے رہنے دے-اور حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ان ترک خیرا مین کہا کہ جسنے ساٹھ دینار نہ چھوڑے اسنے خیر نہین چھوڑا یعنے اتنا مال نہین چھوڑا جسکو خیر کہین اور حاکم نے کہا کہ طاؤس نے فرمایا کہ اسنے خیر نہین چھوڑا جسنے اسی دینار نہین چھوڑے اور قتادہ نے کہا کہ کہا جاتا تھا کہ خیر ہزار اور اس سے اوپر ہی مین کہتا ہون کہ حاصل معنی یہ ہوے کہ واجب کیا گیا تمپر وصیت کرنا جبکہ تم مین سے کسی پر موت کے اسباب ظاہر ہون بشرطیکہ اسنے مال کثیر چھوڑا اے حالت یہ ہو کہ مرجانے پر مال کثیر چھوڑے تو اسپر واجب ہو وصیت کرنا واسطے والدین واقربین کے بطور معروف اور وصیت دراصل کسی شئ کا حکم کرنا حیات مین خواہ بعد موت کے اور یہان مراد اس سے موت کے بعد کسی شے کا حکم کرنا اور اسمین اختلاف ہو کہ وصیت کرنا واجب ہو یا غیر واجب ولیکن اسمین سب کا اتفاق ہو کہ اگر اسپر قرضہ ہو یا کسی کی ودیعت اسکے پاس ہو یا مانند اسکے تو ادا ے قرضہ و ودیعت وغیرہ حق غیر کی وصیت کر دے کہ فلان کو اسکا قرضہ ادا ہو جاوے اور ودیعت پھیری جاوے اور وہ فلان فلان مال عین ہو حتی کہ مجہول چھوڑ مرنے مین ضامن ہو جائیگا اور ہمنے پہلے شیخ ابن کثیر سے نقل کیا کہ ہر دو قول مین سے اصح یہ ہو کہ وہ واجب ہو اور ظاہر سیاق اسکے واسطے شاہد ہو جیسے ظاہر لفظ کتب علیکم شاہد ہو لیکن آئندہ غیر واجب لکھا-اور اسمین اختلاف ہو کہ یہ آیت محکم ہو یا منسوخ ہو اور اسی پہ مدار اس امر کا ہو کہ وصیت واجب ہو یا مستحب ہو جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا پس ایک جماعت اس طرف گئی ہین کہ یہ محکم ہو اور کہتے ہین کہ یہ اگرچہ عام ہو مگر معنے اسکے خاص ہین اور والدین سے مراد وہ ہین جو وارث نہین ہوتے مثل والدین کافرین کے اور جو حالت رقیت مین ہین یعنے کسی کے مملوک ہین اور اقربین سے سواے وارثون کے باقی لوگ ناتے دار مراد ہین اور ابن المنذر نے کہا کہ اجماع کیا ان سب عالمون نے جنسے دین مین قول حفظ رکھا جاتا ہو کہ وصیت اُن والدین کے واسطے جو کہ میراث نہین پاتے اور اُن اقربا کے واسطے جو وارث نہین ہوتے ہین مشروع ہو اور بہت سے اہل علم نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہو آیۃ مواریث سے اور اس حدیث سے کہ لا وصیۃ لوارث رواہ الترمذی اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ آیت میراث اسکی معارض نہین ہو کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وارثون کو ترکہ مین سے اسقدر سہام مفروضہ بعد وصیت کے ملین گے پس اس سے استحقاق کی نفی نہین ہوتی جو وصیت سے انکے واسطے ثابت ہوے ہون بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا بلکہ آیۃ میراث اس وصیت کی مزید تاکید کرتی ہو کیونکہ وہ دلالت کرتی ہو کہ وصیت مطلقًا میراث پر مقدم ہو پھر کہا کہ اور حدیث مذکور منجملہ احاد کے ہو اور اگر امت نے اسکو قبول کر کے لیا ہو تو اس سے وہ متواترین ملحق نہوگی یعنے یہ آیت وصیت تو قطعی ہو اور حدیث مذکور احاد سے ظنی ہو پس اس سے قطع کا نسخ نہین ہو سکتا اور اگر کوئی کہے کہ امت نے اسکو قبول کیا ہے تو اسکا جواب دیدیا کہ امت کے قبول کرنے سے وہ متواتر تو ہو ہی نہین سکتی متواتر سے ملحق بھی نہین ہو سکتی تا کہ قطعی کے قریب ہو کر ناسخ ہو سکے اور بیضاوی رحمہ اللہ نے منہیہ مین کہا کہ جو شخص نسخ کا قائل ہو اسکے نزدیک تعارض کی وجہ یون ہو کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ جس شخص پر موت کے اسباب ظاہر ہون اسپر واجب ہو کہ والدین اور ناتے دارون کے حصے معین کر دے پس حصص کا معین کرنا اللہ تعالےٰ نے انہیں لوگون کے سپرد کر دیا تھا پھر آیہ میراث مین اللہ تعالےٰ نے جب حصص خود معین کر دیے تو وہ تفویض جاتی رہی پس یہ نسخ [illegible]

اسواسطے کہ ایک حکم شرعی کی انتہا پچھلے کسی حکم سے ظاہر کرنا یہی نسخ ہے انتہی وقال غیرہ اسکی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک کام کا وکیل
کیا پھر خود اس کام کا متولی ہوا اور خود ہی کیا تو اس سے حکم وکالت کا منتہی ہوجائیگا اور وکالت ساقط ہوجائیگی قال المترجم نسخ اسکا آیت
مواریث سے نصاً بقول ابن عباس وغیرہ ثابت ہوا جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا اور حدیث مذکور کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے
اور ابو داؤد نے ابو امامہ سے روایت کیا اور راسیمین ہے کہ مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حجۃ الوداع مین فرماتے تھے اور عمرو بن خارجہ سے
ترمذی ونسائی نے روایت کی اور حضرت انس سے ابن ماجہ نے روایت کی اور جابر اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے دارقطنی نے روایت کی
اور بعض ائمہ نے اسکی صحت کی تصریح کی اور امام شافعی نے فرمایا کہ یہ متن متواتر ہے اور صاحب کشف نے کہا کہ ظہور عمل مین یہ متواتر کی قوت مین ہے
پس ظاہر ہوا کہ بیضاوی نے جو اس حدیث سے نسخ جائز ہونے مین کلام کیا ہے وہ فاسد ہے قال الشیخ الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ - یہ آیہ کریمہ
والدین واقربین کے لیے امر بوصیت کو مشتمل ہے اور یہ وصیت دو قولون مین سے اصح قول کے موافق آیہ میراث اترنے سے پہلے واجب تھی پھر جب
آیہ مواریث اتری تو یہ وصیت منسوخ ہوگئی اور جو حصص میراث مقدر ہوے ہین وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ ہوگئے کہ اسکو وہ لوگ
حتماً بدون وصیت کے اور بدون احسان موصی کے لینگے اسی واسطے اس حدیث مین آیا جو سنن وغیرہ مین عمرو بن خارجہ سے روایت ہے کہ مین نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درحالیکہ آپ خطبہ پڑھتے تھے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہر حقدار کو اسکا حق پس نہین وصیت ہے
واسطے کسی وارث کے اور امام احمد نے ابن سیرین سے روایت کی حضرت ابن عباس بیٹھے پھر پڑھی سورۂ بقرہ یہانتک کہ پہونچے اس آیت پر
ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین پس فرمایا کہ منسوخ ہوگئی یہ آیت اور ایسا ہی سعید بن منصور نے اسکو روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکو
مستدرک مین روایت کر کے کہا کہ بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے - اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے فی قولہ الوصیۃ للوالدین والاقربین مین
روایت کی کہ ابن عباس نے کہا کہ پہلے یہ تھا کہ والدین کے ساتھ کوئی اور وارث نہین ہوتا تھا مگر اقربین بطور وصیت کے پس اللہ تعالیٰ نے میراث کی
آیت اتاری پس والدین کی میراث بیان کردی اور برقرار رکھا اقربین کی وصیت کو تہائی مال میت سے قال المترجم ابن عباس سے تفسیر کی روایت
من طریق علی بن ابی طلحہ اثبت ہے اور بخاری رح نے اسی پر اعتماد کیا - پھر ابن کثیر نے ذکر کیا اور ابن ابی حاتم نے من طریق عطا و الخراسانی عن
ابن عباس روایت کی کہ قولہ الوصیۃ للوالدین والاقربین مین کہا کہ اس آیت کو منسوخ کیا اس آیت نے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون
وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عمر و ابو موسی وسعید بن المسیب
وحسن بصری ومجاہد وعطاء وسعید بن جبیر ومحمد بن سیرین وعکرمہ وزید بن اسلم وربیع بن انس وقتادہ وسدی ومقاتل بن حیان وطاؤس وابراہیم
النخعی وشریح وضحاک وزہری سے روایت ہے کہ ان بزرگون نے فرمایا کہ آیہ وصیت کی منسوخ ہے اسکو نسخ کیا ہے آیہ میراث نے قال المترجم یہ جاننا چاہیے
کہ علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس سے ظاہر ہوا کہ آیہ میراث نے والدین کا حصہ مفروض کردیا اور اقربین کے حق مین وصیت بحال خود باقی رہی
پس ہماری اصطلاح متاخر کے موافق آیہ میراث اسکی تفسیر یا تخصیص بعض افراد ہوئی ناسخ نہین ہوئی مگر سلف کبھی ایسی صورت مین بھی نسخ کا
طلاق کرتے ہین پس روایت ابن سیرین از ابن عباس اور روایت علی بن ابی طلحہ از ابن عباس بدین معنی دونون متفق ہین پھر ابن کثیر نے فرمایا کہ امام
فخر الدین رازی سے تعجب ہے کہ کیونکر اسنے اپنی تفسیر کبیر مین ابو مسلم اصفہانی سے نقل کیا کہ یہ آیت منسوخ نہین ہے بلکہ آیہ میراث اسکے واسطے
تفسیر واقع ہوئی ہے اور معنی یہ ہین کہ کتب علیکم ما اوصی اللہ من توریث الوالدین والاقربین من قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم - اور کہا کہ یہی قول اکثر مفسرین
فقہا معتبرین کا ہے اقول یہ واقعی عجیب بلکہ غلط ہے کیونکہ اسطرح تفسیر آیت میراث سے کسی دو ایک کا قول ہے اور وہ درحقیقت بیان وصیت ہے

جیساکہ بیضاوی کے کلام سے واضح ہے پھر شیخ رازیؒ نے کہا کہ انہین سے بعض علماء رحمہ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے ان لوگون کے حق مین جو وارث ہوتے ہین اور ثابت ہے ان لوگون کے حق مین جو وارث نہین ہوتے ہین اور یہ مذہب ابن عباس وحسن ومسروق وطاؤس وضحاک ومسلم بن یسار وعلاء بن زیاد کا ہے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا اور مین کہتا ہون کہ یہی قول سعید بن جبیر وربیع بن انس وقتادہ ومقاتل کا ہے ولیکن ان لوگون کے قول پر اسکو ہماری اصطلاح متاخرین مین نسخ نہین کہینگے اسواسطے کہ یہ آیہ مواریث نے فقط بعض اُن افراد کے حکم کو جنپر عموم آیہ وصایہ دال تھی رفع کیا ہے اسواسطے کہ اقربین تو اُن سب کو شامل ہے جو وارث نہین ہوتے ہین اور جو وارث ہوتے ہین پس آیہ میراث نے انمین بعض کا حکم رفع کیا جو اقربین مین سے حصہ معین وارث ہوتے ہین اور جو نہین وارث ہوتے ہین انکے حق مین وصایت کا حکم ویسا ہی باقی رہا جیسا تھا پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ بات تو انمین بعض کے قول پر حاصل ہو سکتی ہے جو کہتے ہین کہ وصایت کا حکم ابتداے اسلام مین مستحب تھا یہانتک کہ وہ منسوخ ہوئی یعنے اس قول پر کہا جا سکتا ہے کہ آیہ میراث سے وارث ہونے والون کے حق مین منسوخ ہوئی اور غیر وارثون کے حق مین مستحب باقی رہی اور رہا جو لوگ کہتے ہین کہ وصایت کا حکم واجب تھا اور یہی سیاق آیت سے بھی ظاہر ہے تو انکے قول پر یہی متعین ہوگا کہ آیہ وصایت آیہ میراث سے منسوخ ہو گئی جیسا کہ اکثر مفسرین وفقہاے معتبرین نے فرمایا ہے اسواسطے کہ والدین اور اقربین کے واسطے جو وارث ہوتے ہین وصیت کا واجب ہونا تو بالاجماع منسوخ ہی ہے بلکہ ممنوع ہے جیسا کہ حدیث متقدم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہر حقدار کو حق اسکا پس نہین وصیت ہے واسطے کسی وارث کے پس ثابت ہوا کہ آیۃ المیراث ایک حکم مستقل ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل فروض وعصبات کے واسطے وجوب ہے جس سے اس وصایت کا حکم بالکل رفع ہو گیا اور باقی رہے وہ اقربین جنکے واسطے میراث نہین ہے تو اُنکے لیے مستحب ہے کہ تہائی مال سے وصیت کر دے جیسا کہ آیت سے بھی نکلتا ہے اور بدلیل اس حدیث کے جو صحیحین مین ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ماحق امرء مسلم لہ شئی یوصی فیہ یبیت لیلتین الا ووصیتہ مکتوبۃ عندہ۔ یعنے جس مسلم کے پاس ایسی کوئی چیز ہو جسمین وصیت کریگا تو اسکو سزاوار نہین کہ دو رات گزارے مگر اس حالت سے کہ اسکی وصیت اسکے پاس لکھی ہوئی ہو۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب سے مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تب سے مجھپر کوئی رات نہین گذری مگر اس حال مین کہ میری وصیت میرے پاس تھی ۱۲ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ”کوئی چیز ہو جسمین وصیت کریگا“ یہ کلمہ جامع ہے کہ ودیعت وامانت وغیرہ کل کی وصیت لکھ رکھے اور معذور رہو۔ پھر اقارب کے ساتھ نکوئی واحسان کرنے مین حدیثین وآیات بہت ہین۔ قولہ بالمعروف۔ اللہ تعالیٰ نے یہان مقدار نہین فرمائی کہ کس مقدار سے وصیت کرے بلکہ میت کی رائے پر مفوض رکھا پھر جب آیہ میراث مین خود حصص مقرر ومقدر فرما دیے تو اب یہ وصیت غیر وارثون کے حق مین مستحب ہی پس اسپر اتفاق ہے کہ میت کو تہائی مال سے زائد مین وصیت کا اختیار نہین ہے اب رہا تہائی مال سو اسمین بھی اتفاق ہے کہ اگر کل تہائی کی وصیت کر دی تو جائز ہے ولیکن مستحب یہ ہے کہ اس سے کم ہو بدلیل اس حدیث کے جو صحیحین مین ثابت ہوئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ابی وقاص کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس حدیث مین ہے کہ سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس مال بہت ہے اور وارث میرا کوئی نہین ہے سواے میری ایک دختر کے سو کیا مین دو تہائی مال کی وصیت کر دون آپ نے فرمایا کہ نہین پھر عرض کیا کہ نصف مال کی وصیت کر دون فرمایا کہ نہین پھر عرض کیا کہ تہائی مال کی وصیت کر دون فرمایا کہ تہائی خیر اور تہائی بہت ہے کیونکہ تو اگر اپنے وارثون کو تونگر چھوڑ جاوے تو اس سے بہتر ہے کہ تو انکو محتاج چھوڑے کہ وہ لوگون کے سامنے ہاتھ پھیلا دین اور تو نہین خرچ کریگا کوئی نفقہ جس سے تو ثواب ورضاے حق چاہتا ہو مگر کہ تجکو اسمین ثواب واجر دیا جائیگا یہانتک کہ جو تو اپنی جورو کے منھ مین دیگا اسمین بھی ثواب ہے اخرجہ مالک وغیرہ وبعض اصحاب السنن ایضاً اور صحیح بخاری مین ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اگر لوگ تہائی سے کمی کر کے چوتھائی پر آتے تو بہتر تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تہائی خیر اور تہائی بہت ہے اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ اگر پانچوین حصہ کی وصیت کرون تو میرے نزدیک زیادہ پسند ہے چوتھائی کی وصیت کرنے سے اور اگر چوتھائی کی وصیت کرون تو میرے نزدیک تہائی کی وصیت سے زیادہ پسند

اور جسنے تہائی کی وصیت کر دی اسنے کچھ باقی نہ چھوڑا اور بعض نے کہا کہ چھٹے حصہ یا پانچوین حصہ یا چوتھائی کی وصیت کرے اور بالمعروف کا لفظ شامل ہے کہ مقدار شرع اور حد شرع سب کو لحاظ رکھے چنانچہ ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے روایت کی کہ معروف اسے غیر منکر طور پر اسی سے مفسر سیوطی نے کہا کہ تہائی سے نہ بڑھا دے اور غنی کو تفضیل نہ دے اور ہمارے نزدیک اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کی تو تہائی سے جسقدر زائد ہو اسمین روا نہوگی اگر وارثون نے اجازت نہ دی فافہم پس آیت وصیت کا حاصل یہ ہوا کہ سابق مین دینی برادری پر مہاجرین و انصار باہم وارث ہوتے اور اقربا نہین پاتے تھے چنانچہ ابوداؤد کی حدیث زبیر بن العوام مین مصرح ہے تو اسوقت اللہ تعالے نے آیت وصیت سے والدین و اقربا کے لیے وصیت کا حکم دیا پھر آیت میراث نازل ہوکر موالات منسوخ ہوئی اور یہ وصیت بھی منسوخ ہوگئی لیکن جمہور علماے رحم کے نزدیک غیر وارثون کے حق مین تہائی سے کم وصیت مستحب ہے جیسے میت کو کار خیر کے لئے وصیت کرنے کا اختیار ہے اور تہائی تک جائز ہے۔ واضح ہو۔ کہ موصی وصیت کرنے والا اور موصی بتشدید صاد بھی کہتے ہین اور یہی حمزہ و کسائی کی قرارت ہے جنکے لیے وصیت ہو انکو موصی لہم۔ اور جس شخص کو اپنا قائم مقام کیا وہ وصی کہلاتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ میت جب مرگیا تو کیا معلوم کہ جنھون نے وصیت سنی تھی وہ کیا کرین پس اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا بقولہ تعالے

فَمَنۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۭ فَمَنْ خَافَ

پھر جو کوئی اسکو بدلے بعد اسکے کہ سن چکا تو اسکا گناہ انھین پر جنھون نے اسکو بدلا۔ بیشک اللہ ہے سنتا جانتا پھر جو کوئی ڈرا

مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَھُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

دلوانے والے کی طرفداری سے یا گناہ سے پھر انمین صلح کرا دے تو اسپر گناہ نہین البتہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

جب وصیت کرنے والا ٹھیک وصیت کرکے مرا یا اُسنے وصیت کو بطور معروف نہ کیا پھر دیکھا جاوے کہ سننے والون نے ٹھیک وصیت کو بدل ڈالا یا منکر وصیت کو ٹھیک کیا تو فرمایا۔ فَمَنۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ پھر جسنے بعد سننے کے ایصاء کو بدل ڈالا تو یہ گناہ انھین پر ہے جو ایصاء کو بدلتے ہین اللہ تعالے سمیع علیم ہے یعنی موصی کا قول سنتا ہے اور بدلنے والون کو بھی جانتا ہے تو وہ سزا دیگا خواہ گواہ نے بدلا ہو یا جسکو وصی مقرر کر گیا۔ وصیت سننے سے مراد یہ کہ جان چکا ہو حتی کہ زید نے مرنے دم بکر کو اپنا وصی مقرر کیا اور وہ حاضر نہین ہے تو جب لوگون نے اسکو خبر دی تو وہ قبول کرنے پر وصی ہو جائیگا۔ یہ اسوقت کہ موصی نے معروف وصیت کی تھی فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا پھر جسنے موصی کیطرف سے خوف کیا جنف کا ف نادانی سے حق سے منحرف ہونیکا۔ اَوْ اِثْمًا۔ یا گناہ کا ف مثلا وہ عمدا ظلم کرتا ہے فَاَصْلَحَ بَيْنَھُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ پس اسنے ان لوگون مین اصلاح کردی تو اسپر گناہ نہین ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اللہ تعالے غفور رحیم ہے یعنی اللہ تعالے نیک نیتون کا گناہ عفو فرماتا ہے کیونکہ موصی نے مثلا تہائی سے زائد کیا یا کسی تونگر وغیرہ کی جانب زیادتی کی تو اس شخص وصی وغیرہ نے اصلاح کردی کہ عدل کا حکم دیا اور مابعد مین وارثون کے حق تلفی نہ کی تو کار خیر کیا کہ اسپر رحمت و مغفرت پاویگا۔ حاصل یہ کہ جب موصی کی طرف سے عمدا یا نادانی سے وصیت مین ظلم کا خوف ہو پس وصی یا گواہ نے اصلاح کردی بعد جاننے کے تو اسپر گناہ نہین ہے ورنہ وصیت کا بدلنا حرام ہے۔ اور بدلنے والا عام ہے کہ شاہد یعنے وصیت کے وقت جو گواہ کردیے تھے انمین سے کوئی گواہ ہو یا وصی ہو اور جاننا چاہیے کہ اگر لکھدیا تو تحریر پر بھی گواہون کی گواہی پر تصدیق کیجائیگی۔ اور بعد ما سمعہ مین ما مصدریہ ہے اور یہی اوجہ ہے اور مفسر سیوطی رحمہ نے سمعہ کی تفسیر یعنے علم کی تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ وصی کی صحت صحیح ہونا اسپر موقوف نہین کہ وہ موصی کی زبان سے سنے بلکہ اسکو علم ہو جانا کافی ہے و لیکن قبول شرط ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے غائب کو وصیت کردی اور مرگیا پھر غائب کو یہ معلوم ہوا اور اسنے قبول کرلیا تو وصی ہو جائیگا اور اگر نہ قبول کیا تو اسکو اختیار ہے حتی کہ قاضی کسی دوسرے متدین کو وصی مقرر کرے گا

پھر موصی اپنی نیت و وصیت و عدل کے موافق ثواب پاویگا۔ تبدیل مین اسکا کچھ گناہ نہین بلکہ گناہ ہو تو انھین لوگونکا جنھون نے تبدیل کیا پس یہ وعید ہو اُس شخص کے لیے جسنے وصیت حق کو جسمین کچھ ظلم و مضرت وگناہ نہین ہو تبدیل کر دیا یہی ابن عباسؓ وغیرہم جماعت سے مروی ہو قرطبیؒ نے فرمایا کہ اسمین کچھ خلاف نہین کہ اگر اسنے سور و شراب وغیرہ کے مانند کسی چیز کی وصیت کی یا کسی گناہ کے کام کی وصیت کی تو اس وصیت کا بجالانا نہین جائز ہو جیسے کہ تہائی سے زائد کی وصیت پوری کرنا نہین جائز ہو۔ قولہ جنفا او اثما۔ ابن عباس و ابو العالیہ و مجاہد و ضحاک و ربیع بن انس و سدی نے فرمایا کہ جنف یعنی خطا ہو اسے چوک جانا اور یہ شامل ہو سب طرح کی خطا کو مثلاً وہ خطا سے کسی وارث کے حصہ مین بواسطہ یا وسیلہ زیادہ کر گیا چنانچہ کسی چیز کے کسی وارث کے ہاتھ اسکی قیمت سے کم دامون پر بیچنے کو کہدیا یا اپنی دختر کے بیٹے کے واسطے وصیت کر دی تاکہ دختر کے حصہ مین زیادہ پہونچے یا بھی شفقت کے جبر سے بلا تکلف اسنے ایسا کیا یا اسنے عمداً اسمین گناہ کا قصد کیا۔ قولہ فاصلح بینہم۔ واضح ہو کہ فمن خاف یعنی من علم ہو اسوجہ سے کہ خوف کسی شیٔ کا بعد علم اس بات کے ہوتا ہو کہ یہ چیز قابل خوف ہو پس معنی یہ ہوے کہ جسنے جانا کہ موصی جنف یا اثم کریگا پس اصلاح کر دی درمیان انکے سیوطیؒ نے کہا یعنے درمیان موصی و موصی لہم کے اور بیضاوی نے موصی الیہم کی طرف راجع کی اے درمیان والدین و اہل قرابت کے اصلاح یہ کہ جنف و اثم کو رد کر کے شرع کے موافق ہر ایک کا حق ادا کر دیا اور یہی تفسیر ابن کثیرؒ سے ظاہر ہو چنانچہ فرمایا کہ پس وصی کو ایسی حالت مین روا ہو کہ قضیہ کی اصلاح کر دے اور وصیت کو وجہ شرعی کی طرف پھیر دے تاکہ مقصود وصی و حق شرعی مین اتفاق ہو اور ایسی اصلاح و توفیق کچھ تبدیل نہین ہو اسیواسطے صریح فرمایا فلا اثم علیہ بالکل گناہ کی نفی کر دی۔ اگر کہا جاوے کہ گناہ تو بالکل ہی نہ تھا پھر کیا نکتہ ہو کہ ان اللہ غفور رحیم۔ فرمایا تو جواب یہ ہو کہ ذکر اثم کی مطابقت کیواسطے غفور ذکر فرمایا اور اس جہت سے کہ یہ تبدیل اگرچہ گناہ سے بالکل خالی ہو مگر چونکہ جلیس تبدیل سے ہو جس سے گنہگار ہوتا ہو لہذا غفور ذکر فرمایا ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ وصیت مین جنف کرنا کبیرہ گناہون مین سے ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے مین نظر ہو یعنے ابن عباس کا قول ظاہر ہوتا ہو پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ احسن جو اس باب مین وارد ہوئی روایت عبد الرزاق کی ہو کہ کہا حدثنا معمر عن اشعث بن عبد اللہ عن شہر بن حوشب عن ابی ہریرة کہا ابو ہریرہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کام کرتا ہو نیکون کے ستر برس پھر جب وصیت کرتا ہو تو اپنی وصیت مین ظلم و جور کرتا ہو پس اسکا خاتمہ بدکارون کے کام پر ہوتا ہو پس دوزخ مین داخل ہوتا ہو اور آدمی کام کرتا ہو بدکارون کے ستر برس پھر جب وصیت کرتا ہو تو اپنی وصیت مین عدل کرتا ہو پس اسکا خاتمہ نیک کام پر کیا جاتا ہو پس جنت مین داخل ہوتا ہو کہا ابو ہریرہؓ نے کہ یہ مضمون چاہو پڑھو قولہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوہا الآیۃ۔ (وقد رواہ الترمذی وابو داؤد بنحوہ) اور واضح ہو کہ جنف و اثم جو وصیت وغیرہ مین سرزد ہوتا ہو تو مقتضاے جسم کے اثر سے ہو جو اکثر روزہ رکھنے سے مٹ جاتا ہو اور روزہ کی نظیر فرض کو اللہ تعالے نے بیان فرمایا لقولہ تعالے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ اَيَّامًا

اے ایمان والو حکم ہوا تم پر روزے کا جیسے حکم ہوا تھا تم سے پہلے اگلون پر شاید تم پرہیزگار ہو جاؤ کئی دن ہین

مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ

گنتی کے پھر جو کوئی تم مین بیار ہو یا سفر مین ہو تو گنتی چاہیے اور دنون سے اور جنکو طاقت ہو تو بدلا چاہیے

طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ایک فقیر کا کھانا پھر جو کوئی شوق سے کرے تو اسکو بہتر ہے اور روزہ رکھو تو تمھارا بھلا ہو اگر تم سمجھ رکھتے ہو

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ اے ایمان والو تمپر صیام لکھا گیا یعنی فرض کیا گیا۔ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ

قَبْلِكُمْ۔ جیسے ان لوگون پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے ف مانند یہود و نصاریٰ کے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو ف اگرچہ یہود
و نصاریٰ کو حرص دنیا نے تباہ کیا جیسے انھون نے روزہ کا تقویٰ چھوڑا لیکن دستور الٰہی اس سے معلوم ہو چکا کہ برابر چلا آتا ہے۔ پس تم پر بھی بدستور یہ طاعت
آسان ہوگی حتی کہ فرمایا۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ گنتی کے چند ایام ہین ف تو آسان سمجھو یہ تندرستی و وطن مین ہے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ پھر جو کوئی تم مین سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو ایام دیگر سے شمار ہے ف یعنے ماہ صوم کے آنے پر جو شخص بیمار
ہو یا وہ ایسے سفر مین ہو جسمین نماز قصر ہوتی ہے اور روزہ رکھنے سے مشقت ہو تو اسوقت افطار کرلے اور واجب ہے شمار قضا دیگر ایام سے۔ ہذا قول الشافعی
اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک سفر خود مشقت ہے پس روزہ نہ رکھنا جائز ہے ولیکن اگر رکھ لیا تو ادا ہو گیا۔ ورنہ جب تندرست ہو یا وطن مین آوے تو بقدر ایام کے قضا
کرنا واجب ہے۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ اور جو لوگ طاقت رکھتے ہین انپر فدیہ طعام مسکین ہے ف سیوطیؒ نے کہا
یعنے جو لوگ طاقت نہین رکھتے ہین انپر ایک مسکین کا طعام فدیہ ہے خواہ مرض مہلک سے یا بڑھاپے سے طاقت نہو۔ یطیقون بمعنے لایطیقون ہے۔ دوسرون
نے کہا اطاق یطیق بمعنے زوال طاقت ہے تو بدون لا کے یہی معنی نکل آئے پس روزہ فرض ٹھہرا یا فدیہ فرض ٹھہرا اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ جو لوگ طاقت رکھتے ہین
وہ مختار ہین کہ افطار کرین تو واجب ہے کہ طعام مسکین فدیہ دین۔ وعلی ہذا فرض کے یہ معنے کہ روزہ یا اسکا عوض طعام کوئی فرض ہے بدلیل قولہ تعالےٰ فَمَنْ تَطَوَّعَ
خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ۔ پھر جو کوئی اپنے شوق سے نیکی کرے تو اسکے لیے بہتر ہے ف مثلاً طعام مسکین سے زیادہ فدیہ دے کیونکہ اسوقت اہل اسلام کو سوائے مدینہ
کے کہین مفر نہ تھا جو لوگ ہجرت کر کے آتے انکے طعام کی خبر گیری نہایت بہتر کام تھا پھر طعام مسکین ایک یوم کی غذا ہے سیوطیؒ نے کہا کہ ایک مد ہے اور مدارک
مین کہا کہ نصف صاع ہے اور یہی احوط ہے اور تفصیل آئندہ آتی ہے اور بالاتفاق وہ طعام چاہیے جو اکثر اس شہر کی غذا ہو۔ حاصل یہ کہ باوجود طاقت کے نہ رکھے
تو طعام مسکین واجب ہے اور زیادہ دینا بہتر ہے وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اور تمھارا روزہ رکھنا تمھارے حق مین
بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ف تو اسکو اختیار کرو۔ پھر قول اخیر کے موافق آیندہ یہ اختیار منسوخ ہو گیا اور روزہ رکھنا اہل طاقت پر حتمی کر دیا گیا چنانچہ آیندہ آتا ہے
اور صحیح مین یہ تفسیر مروی ہے۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ سوائے حاملہ و دودھ پلائی کے کہ انکو اگر حمل و بچہ پر خوف ہو تو افطار جائز و فدیہ دین اور کہا گیا کہ افطار کرین
مگر قضا کرین (الفوائد) قولہ کتب علیکم۔ اگر معنی فرض ہے تو قول اخیر کے موافق صوم و فدیہ مین مختار ہونا کیونکر صحیح ہوا جواب یہ کہ صوم یا فدیہ فرض رہا
کیونکہ فدیہ بجائے صوم ہے۔ قولہ علی سفر بیضاوی مین ہے کہ حرف استعلا یعنے علی۔ استعارہ تمثیلیہ کے طور پر متضمن ہے کہ مسافر کی تشبیہ براکب ہے یعنے جیسے راکب
اپنے جانور پر سوار رہتا ہے ویسا ہی یہ سفر پر ہو پس یہ مقتضی ہے کہ وقت صوم سے پہلے اسکا حدوث ہو چکا ہو پس اسمین ایما ہے کہ جسنے روزہ کے دن کے
اندر سفر کیا وہ نہین افطار کرتا ہے اور شیخ ابو البقا نے افادہ کیا کہ سفر اس مقام پر ایسا نکرہ ہے کہ اس سے سفر معین مراد ہے یعنے وہ سفر جسکے واسطے شرع
مین مسافت مقدر ہے اسے وہ مقدار مسافت جس سے نماز کا قصر ہوتا ہے اور اسمین اختلاف مشہور ہے اور فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک تین کی
مسافت اسقدر ہو کہ اونٹ کے سواری پر اوسط چال سے صبح سے ظہر تک چلکر منزل کر لیا کرے تو تین روز مین پہونچے پس قصر نماز کے واسطے اعتبار
اس مسافت کا ہے اور یہی باطنی مشقت کا قائم مقام ہے چنانچہ اگر ایک روز مین یا دو روز مین تیز سواری پر اتنی دور پہونچ سکتا ہو تو قصر روا ہے اور یہی اصح ہے
اور نماز قصر مین انشاء اللہ تعالےٰ بیان ہوگا پس مراد سفر سے اسی مقدار مسافت کا سفر ہے قولہ فعدۃ من ایام اُخر یعنے بشرط افطار یعنے جسنے مرض یا سفر کی
وجہ سے روزے افطار کیے تو اسپر واجب ہے کہ جتنے عدد روزے افطار کیے ہین اتنے روزے دوسرے دنون سے قضا کرے پس عدۃ مصدر مرفوع کی سبیل وجوب ہے
اور اس سے نکالا گیا کہ یہ واجب ہے پھر امام شافعیؒ کے نزدیک مسافر و مریض کا افطار بشرط مشقت اور ہمارے نزدیک سفر ہی قائم مقام مشقت ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس آیت
مین اللہ تعالےٰ نے اس امت کے مومنون کو خطاب فرمایا اور حکم دیا کہ روزہ رکھین اور صوم کے معنی روک رکھنا اپنے آپ کو طعام و شراب و جماع سے خالص اللہ تعالیٰ کی

فرمانبرداری کی نیت کے ساتھ نہار شرعی کے طلوع سے آفتاب غروب ہونے تک کیونکہ اسمین نفس سے طہارت وتنقیہ ہو اخلاط ردیہ اور اخلاق رذیلہ سے
اور فرمایا کہ جیسے تمپر فرض کیا گیا ویسا ہی تمسے اگلون پر بھی فرض کیا تھا قال المترجم یعنے آدم علیہ السلام سے تا اینندم انبیا وصالحین سب پر روزہ فرض
تھا تمپر اکیلے فرض نہین ہوا پس اسمین تاکید حکم وترغیب فعل وتطییب نفس ہو چنانچہ ابن کثیر نے فرمایا تاکہ لوگ اسکے ادا کرنے مین اس سے زیادہ کوشش
کرین جیسے ان لوگون نے کی تھی چنانچہ دوسری آیت مین ترغیب دی کہ ولکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امة واحدة ولکن لیبلوکم فیما اتاکم
فاستبقوا الخیرات الآیة یعنے تقوی مین پیش قدمی کرو اسیواسطے یہان فرمایا لعلکم تتقون ۔ پس روزہ خود تقوی درراہ تقوی ہو اسلیے کہ روزہ رکھنے مین بدن کا
تزکیہ وطہارت ہو اور شیطان کے راستے مسدود ہوتے ہین اسی سے صحیحین مین آیا ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہ
جوانون کے جو تم مین سے دسترس پاوے وہ نکاح کرلے اور جسکو استطاعت نہو تو اسپر روزہ رکھنا واجب ہو کہ یہ اسکے واسطے وجاء ہو اور وجاء
کہتے ہین خصی ہوجانے کو قال المترجم مفسرین نے اسمین اختلاف کیا کہ کما کتب علی الذین من قبلکم سے تشبیہ کس بات مین مراد ہو بعض نے کہا کہ فقط روزہ
فرض ہونے مین اور بعض نے کہا مقدار ووقت مین اسے رمضان مہینہ بھر کے روزے ۔ اور بعض نے کہا کہ صفت صوم یعنے کھانا پینا وغیرہ چھوڑنے مین ہو ۔ اور یہی
اظہر ہو پھر اللہ تعالے نے روزے کی مقدار بیان فرمائی اور یہ ظاہر فرمایا کہ وہ ہر روز نہین ہو تاکہ نفوس پر شاق نہ گذرے کہ اسکے اٹھانے سے پست ہوجاوین
بلکہ ایام معدودات ہین اقول ایاما کی تنوین سے تقلیل کی پھر معدودات سے تقلیل کی تاکید کی پس یہ کمال تسہیل نفس کے واسطے ظاہر کردی پھر یہ ابتداے
اسلام مین تھا کہ ہر مہینہ سے تین روز صوم مین گذارتے تھے پھر ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے یہ منسوخ ہوگیا جیسا کہ اسکا بیان آتا ہو اور
اگلی امتون پر تین روز ہر مہینہ سے روزے مفروض ہونا مروی ہو معاذ بن جبل وابن عباس وابن مسعود وعطار وقتادہ وضحاک سے اور ضحاک نے کہا کہ
یہ شرع حضرت نوح ؑ سے اسوقت تک کہ صوم رمضان فرض ہوا ہو برابر چلی آئی پھر رمضان سے منسوخ ہوئی اور عباد بن منصور نے حسن بصری سے
اس آیت مین روایت کی کہ ہان واللہ روزہ ہر امت پر جو پہلے گذری ہین فرض کیا گیا جیسا کہ ہمپر فرض کیا گیا وہ ایک مہینہ کامل تھا وایام معدودات
اے عدد معلوم ہو اور سدی سے اسکے مانند مروی ہو اور ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان
کے روزے اللہ تعالے نے تمسے اگلی امتون پر بھی فرض کیے تھے یہ طویل حدیث مین سے مختصر ہو اور ابو جعفر رازی کی روایت ابن عمرؓ سے یون ہے کہ امم
سابقہ پر روزہ فرض کیا گیا تھا جسے کہ جب انمین سے کسی نے عشاء کی نماز پڑھی اور سوگیا تو اسپر کھانا پینا وجماع کرنا دوسرے روز اسیوقت تک
حرام ہوجاتا تھا ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباس و ابو العالیہ وعبد الرحمن بن ابی لیلی ومجاہد وسعید بن جبیر ومقاتل بن حیان وربیع بن انس وعطاء
خراسانی سے مانند اسکے مروی ہو ۔ اور عطاء خراسانی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ کما کتب علی الذین من قبلکم سے مراد اہل کتاب ہین
اور شعبی وسدی وعطاء خراسانی سے مثل اسکے مروی ہو قال المترجم ابن عباس سے مروی ہو کہ فرمایا کہ بعد ہجرت کے جو سب سے پہلے منسوخ ہوا وہ
امر قبلہ ہو پھر روزہ اور بخاری نے تاریخ مین اور طبرانی نے دغفل بن حنظلہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نصاری پر صوم رمضان
واجب تھا پھر انکا بادشاہ بیمار ہوا تو بولے کہ اگر اللہ تعالے نے اسکو شفا دی تو ہم دس روز بڑھا دینگے پھر انکے ایک بادشاہ نے گوشت کھایا
پس اسکے منہ مین سخت بیماری دردناک ہوگئی تو بولے کہ اگر اللہ تعالے نے اسکو شفا دی تو ہم سات روزے بڑھا دینگے پھر انپر ایک بادشاہ ہوا
پھر بولے کہ ہم ناقص ہائی سے کچھ نہ چھوڑینگے بلکہ اسکو تمام کرینگے اور اپنے روزون کو ربیع مین کرینگے پس یہ پچاس روز ہوگئے ۔ اور تفسیر دہلوی رحمہ
نے ایام معدودات سے موقت بعدد معلوم یعنے رمضان مراد لیا اور لفظ وسیاق سے یہی اظہر ہے کہ پہلے رمضان کے روزے فرض ہوے تھے
ولیکن روایات اس امر کے واسطے شاہد ہین کہ حتم نہ تھا بلکہ روا تھا کہ روزہ رکھین یا فدیہ دین قال ابن کثیرؒ پھر اللہ تعالے نے حکم صیام

بنا بر ابتداے اسلام بیان فرمایا۔ فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر۔ یعنے مریض ومسافر حالت مرض وسفر مین روزہ نرکھین کیونکہ انہین
ان دونون پر مشقت تھی بلکہ افطار کرین اور دوسرے دنون مین قضا کرین بیضاوی نے کہا کہ یہی مذہب ابو ہریرہؓ اور ظاہریہ علما رکا ہی پھر ابن کثیرؒ نے کہا اور
رہا وہ شخص جو تندرست مقیم تھا اور روزے کی طاقت رکھتا تھا وہ مخیر تھا کہ چاہے روزہ رکھے اور چاہے افطار کرے اور ہر یوم کے عوض مسکین کو کھانا دے
پس اگر اسنے ایک روز سے زیادہ مقدار مسکین کو دی تو یہ اسکے واسطے بہتر تھا اور اگر روزہ رکھ لیا تو یہ سب سے افضل تھا کما قال تعالے۔ وعلی الذین
یطیقونہ الخ۔ یہ قول ابن مسعود وابن عباس ومجاہد وطاؤس ومقاتل بن حیان وغیرہم علماے سلف کا ہی پھر طعام مسکین فقہاے عراق کے نزدیک
نصف صاع گیہون ہے اور ایک صاع سواے گیہون کے اور طعام سے اور فقہاے حجاز کے نزدیک ایک مُد ہی اور اول حال مین ان لوگون کو یہ رخصت دی تھی
اسلئے کہ جب وہ روزے کا حکم دیے گئے تو انپر سخت گذرا کیونکہ وہ اسکے عادی نہ تھے اور کبھی ان کی آزمائش مین نہ آیا تھا پھر منسوخ کیا گیا اور نافع وابن عامر
کی قراءت بروایت ذکوان فدیہ طعام مساکین یعنے باضافت فدیہ وجمع مساکین ہی اور قراءۃ ابن عامر بروایت ہشام وطعام مساکین بدون اضافت فدیہ
بجانب طعام ہی اور باقیون کی قراءۃ بغیر اضافت اور توحید لفظ مسکین ہی اور یہان دیگر قراءت یطیقونہ ویطوقونہ یتطوقونہ یطوقونہ وغیرہ ہین بمعنی جہد ومشقت
اور بیضاوی نے بعد ذکر ان قراءات کے فرمایا کہ ان قراءتون پر ایک دوسرے معنے کو محتمل ہی اور وہ یہ کہ آیت مین رخصت ہی واسطے اس شخص کے جسکو روزہ
رکھنا تعب وجہد مین ڈالے اور وہ بوڑھے اور بڑھیان ہین چاہین افطار کرین اور فدیہ دیدین پس یہ آیت ثابت ہوگی منسوخ نہ ہوگی اور البتہ قراءۃ مشہورہ
اے یطیقونہ از اطاقت کی بھی یہ تاویل بعض نے بیان کی ہی یعنے یطیقونہ کے معنے یہ ہین کہ یصومونہ جہدہم وطاقتہم۔ یعنے روزے کو ادا کرتے ہین اپنی جہد سے اور
طاقت سے پس اس تاویل پر قراءۃ مشہورہ کے موافق بھی بوڑھون کے لیے رخصت نکلتی ہی اور مبنی اس تاویل کا یہ ہی کہ اللہ تعالے نے ہر ایک کو اسکی
وسع پر تکلیف دی ہی اور وسعت نام ہی کسی شے پر سہولت سے قادر ہونیکا اور طاقت اسم ہی کسی چیز پر مشقت کے ساتھ قادر ہونیکا پس مشقت کی وجہ سے
افطار کی رخصت ملی جیسے مسافر کو ملتی ہی پھر چونکہ یہ زائل ہونے کی امید نہین لہذا فدیہ اسکے بجاے مقرر ہوا بخلاف مسافر کے کہ سفر ختم ہونے پر اسکی مشقت زائل
ہوجائیگی لہذا اسکو قضا کرنیکا حکم ہوا اور بعض نے کہا کہ جائز ہی کہ یطیقونہ جو اطاقت سے باب افعال سے ہی اسکا ہمزہ واسطے سلب کے ہو پس بمعنی عدم
طاقت ہوگا۔ اگر کہا جاوے کہ سواے یطیقونہ از باب افعال کے دیگر قراءات غیر مشہورہ مین انکے موافق قراءت نہین جائز ہی تو انکے موافق تفسیر کہان سے
جائز ہوئی تو جواب یہ ہی کہ انکے موافق تفسیر نہین کی گئی بلکہ تفسیر موافق مشہورہ کے ہی ولیکن مشہورہ قراءۃ کی تاویل مین کبھی قراءات غیر مشہورہ سے تائید
لیجاتی ہی اور یہ جائز ہی کما صرح بہ غیر واحد فافہم اور صحیح یہ ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی اور یہ حکم تندرست مقیمون کے واسطے ابتداے اسلام مین تھا جیسا کہ شیخ
ابن کثیر وبیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا اور یہی جمہور مفسرین وفقہاے معتبرین کا قول ہی اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قال الامام احمد حدثنا ابو النضر حدثنا
المسعودی حدثنا عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہا معاذؓ نے کہ نماز کے تین حال بدلے اور روزے کے تین حال بدلے سو
احوال نماز کے یون ہین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور وہ سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے پھر اللہ عز وجل نے
اپنر نازل فرمایا۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلة ترضاها الآیة۔ پس اللہ تعالے نے آپکو کعبہ کی طرف پھیرا تو یہ ایک حال ہوا پھر کہا کہ صحابہؓ
جمع ہوتے نماز کے لیے اور بعض انکا بعض کو نماز کی آواز دیتا یہانتک کہ ناقوس بجانے کی راے لگائی پھر ایک مرد نے انصار مین سے جسکو عبد اللہ
بن زید بن عبد ربہ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے خواب دیکھا اور اگر مین کہون کہ مین سوتا نہ تھا
تو بھی سچا ہون گویا کہ سوتے اور جاگتے کے بیچ مین تھا کہ ناگاہ مین نے ایک شخص کو دیکھا جسپر دو سبز کپڑے تھے اور اسکے ہاتھ مین ناقوس تھا مین نے کہا کہ اے بندۂ خدا
اسکو بیچتا ہی اسنے کہا کہ کیا کریگا مین نے کہا کہ جماعت نماز کے لیے بجاؤنگا اسنے کہا کہ بھلا مین تجھے بہتر نہ سکھلاؤن پس اسنے قبلہ کی طرف رخ کیا اور کہا

اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ دو دو بار یہانتک کہ اذان سے فارغ ہوا پھر ایک ساعت ٹھہرا پھر ویسا ہی کہا جیسے پہلے کہا تھا صرف اتنا فرق تھا کہ اسنے قد قامت الصلوٰۃ دو بار زیادہ کیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو بلال کو سکھلا دے پس چاہیے کہ بلال اسکے ساتھ اذان دیا کرے پس بلال ہی نے اول اسکے ساتھ اذان دی تھی (کہا معاذ نے کہ آواز اذان سنکر جلدی) آئے عمر بن الخطاب اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے خواب مین بھی مثل اسکے آیا جیسے اس شخص کے خواب مین مگر بات اتنی ہوئی کہ اسنے مجھپر سبقت کی پس یہ دو حال ہوے اور کہا کہ صحابہ آتے نماز کو اور حال یہ ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز مین سے بعض ٹکڑے کو سبقت سے ادا کر چکے ہوتے تھے پس یہ کرتے تھے کہ آنے والا آدمی ایک مرد کو اشارہ کرتا یعنی کتنی ہو گئی ہے تو وہ کہدیتا اشارہ سے کہ ایک رکعت یا دو رکعت پس وہ اسیقدر پڑھکر قوم کے ساتھ نماز مین شامل ہو جاتا تھا کہا پھر آئے معاذ پس کہا کہ مین تو جس حال پر آنحضرت صلعم کو پاؤنگا مین بھی اسی مین شامل ہو جاؤنگا پھر جتنی نماز مجھسے پہلے ہو گئی اسکو قضا کر لیا کرونگا چنانچہ یہی ہوا کہ معاذ رضی ایسی حالت مین آئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض نماز کی سبقت کر چکے تھے پس معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے پھر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تمام کی تو معاذ نے کھڑے ہو کر باقی نماز ادا کی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے لیے معاذ نے ایک طریقہ نکالدیا پس ایسا ہی تم لوگ کیا کرو پس یہ تین حال نماز کے ختم ہوے۔ رہے روزے کے احوال سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے پس ہر مہینہ مین سے تین روزے اور عاشورا کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر اللہ تعالے نے آپ پر صیام فرض کیے اور یہ آیت اُتاری۔ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم تا قولہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین پس یہ اختیار تھا کہ جسنے چاہا روزہ رکھا اور جسنے چاہا مسکین کو کھانا دیدیا کہ اسکی طرف سے روزے کے بدلے کافی ہو جاتا تھا پھر اللہ عزوجل نے دوسری آیت اُتاری۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن تا قولہ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔ پس اللہ تعالے نے تندرست مقیم پر روزہ ہی واجب کر دیا اور افطار کرنے کی مریض و مسافر کو رخصت دیدی اور کھانا دینے کا حکم ایسے بوڑھے کیواسطے ثابت رہا جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہین رکھتا ہے پس یہ دو حال ہوے۔ اور کہا کہ صحابہ کھاتے پیتے اور جورُون کے پاس آسکتے تھے جبتک سو نہ جاوین پھر جب سو گئے تو اس سے ممنوع ہو جاتے تھے پھر انصار مین سے ایک مرد جسکو صرمہ کہتے تھے روزے کی حالت مین کام کرتا رہا کہ یہانتک کہ شام ہوئی پس اپنی اہل خانہ کے پاس آیا اور کھانا مانگا تو اسنے کہا کچھ موجود نہین ہے مین جا کر تلاش کر کے لاتی ہون اور اسکو آنے مین دیر ہوئی اور صرمہ کو تھکان تھی تو پھر عشا کی نماز پڑھکر سو گیا پس اسنے نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا یہانتک کہ صبح ہوئی پس روزہ دار اُٹھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو دیکھا اور حال یہ تھا کہ اسکو جہد شدید پہونچا تھا پس اس سے فرمایا کہ کیا ہے کہ مین تجھے جہد شدید مین دیکھتا ہون اسنے کہا یا رسول اللہ مین کل تمام دن کام کیا اور جسوقت آیا کرتا تھا اسوقت گھر آیا پس تھک کر مین نے اپنے تئین ڈالدیا پس مین سو گیا پس صبح جسوقت اٹھا تو روزہ دار اٹھا اور کہا کہ عمر بن الخطاب کا یہ حال ہوا کہ انھون نے سو جانے کے بعد اپنی جورو سے مباشرت کر لی تھی اور یہی کعب بن مالک وغیرہ سے ہوا تھا پس انھون نے آکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنا یہ حال ذکر کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم تا قولہ ثم اتموا الصیام الے اللیل۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے بھی اپنی سنن مین اور حاکم نے مستدرک مین حدیث مسعودی سے روایت کیا اور بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ عاشورا کا روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب رمضان فرض کیا گیا تو یہ ہوا کہ جو چاہے اسکا روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے اور بخاری نے ابن عمر و ابن مسعود سے اسکے مثل روایت کیا اور قولہ تعالے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ یہ حکم جیسا کہ معاذ نے کہا ابتدائے امر مین تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو روز کھانا دے اور ایسا ہی روایت کیا بخاری رح نے سلمہ بن الاکوع سے کہ جب یہ آیت اُتری وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ تو جو شخص افطار کرنا چاہتا تو افطار کرتا اور فدیہ دیتا یہانتک کہ وہ آیت اُتری جو اسکے بعد ہے پس اسنے اس آیت کو

(جہد شدید: انتہائی مشقت)

منسوخ کر دیا اور نیز روایت کی کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور سدیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین
یطیقونہ اے یتجشمونہ یعنے تکلیف اٹھا کر ادا کرتے ہیں اور کہا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے اور ایک مسکین کو کھانا دے وان تصوموا خیر لکم
اور روزہ رکھنا تمہارے لیے سب سے بہتر ہے پس لوگ اسی حال پر تھے یہانتک کہ قولہ تعالیٰ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ نے اسکو منسوخ کر دیا اور نیز بخاری نے ابن عباس
سے روایت کی کہ علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ کہا ابن عباس نے کہ یہ منسوخ نہیں ہے وہ بوڑھا اور بڑھیا ہے جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے
ہیں پس ہر روزہ کی جگہ ایک مسکین کو کھانا دینگے رواہ غیر واحد عن ابن عباس ورواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ نحوہ اور حافظ ابوبکر بن مردویہ نے ابن ابی لیلے سے
روایت کی کہ میں رمضان میں عطا کے پاس گیا درحالیکہ وہ کھانا کھاتے تھے پس کہا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ اتری یہ آیت پس اسنے منسوخ کر دیا پہلی آیت کو
باستثناء بوڑھے ضعیف کے کہ وہ چاہے تو افطار کرے اور بجائے ہر ایک روز کے ایک مسکین کو کھانا دیا کرے قال ابن کثیر پس حاصل یہ ہے کہ تندرست مقیم
کے حق میں قولہ تعالےٰ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ سے نسخ ثابت ہے پھر جو شخص بوڑھا پھوس ہے کہ روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے تو اسکو اختیار ہے
کہ افطار کرے اور اسپر قضا واجب نہیں ہے کیونکہ اسمیں ایسی حالت نہیں آنے والی ہے کہ اس حال میں وہ قضا کرنے پر قادر ہوگا ولیکن یہ رہا کہ جب اسنے
افطار کیا تو کھلا اسپر ہر روزہ کی جگہ ایک مسکین کو کھانا دینا واجب ہے یا نہیں جبکہ وہ ایسا مالدار ہو کہ دیسکتا ہو تو اسمیں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ
اسپر کھانا دینا واجب نہیں کیونکہ اپنے سن سے اسقدر ضعیف ہے کہ روزے نہیں رکھ سکتا ہے پس اسپر فدیہ نہیں واجب ہوگا جیسے نابالغ بچہ پر واجب نہیں ہے
اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ اللہ تعالےٰ مکلف نہیں کرتا کسی نفس کو الا اسکی وسعت بھر اور یہی امام شافعی کا ایک قول ہے
اور دوسرا قول اکثر علما کا جو صحیح ہے یہ کہ اسپر فدیہ واجب ہے یعنے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے جیسا کہ ابن عباس وغیرہ اکابر سلف نے تفسیر میں بیان کیا ہے
اور یہ اس قراءۃ پر۔ وعلی الذین یطیقونہ اے یتجشمونہ جیسا کہ ابن مسعودؓ وغیرہ نے بیان فرمایا ہے اور یہی امام بخاری رح نے اختیار کیا ہے چنانچہ کہا کہ بوڑھا ضعیف
جبکہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھے تو کھانا دے چنانچہ انسؓ نے بعد بوڑھے ضعیف ہوجانے کے ایک سال یا دو سال ہر روز کے عوض مسکین کو گوشت روٹی
کھانا دیا اور روزہ افطار کیا اور یہ مذہب جسپر بخاری خود قائم ہوے اور حضرت انسؓ کا حوالہ دیا اسکو حافظ ابو یعلی موصلی نے بالاسناد روایت کیا چنانچہ اپنی
مسند میں کہا حدثنا عبید اللہ بن معاذ حدثنا ابی حدثنا عمران عن ایوب عن ابی تمیمۃ۔ کہا کہ ضعیف ہوے انسؓ روزہ رکھنے سے پس ایک بڑا کٹھوتا ثرید کا تیار
کیا پھر تیس مسکینوں کو بلایا اور انکو کھلا دیا۔ قال ورواہ عبد بن حمید عن روح بن عبادۃ عن عمران وہو ابن جریر عن ایوب بہ۔ ورواہ عبد ایضا من حدیث
ستۃ من اصحاب انس عن انسؓ بمعناہ۔ پھر حاملہ ومرضعہ عورتیں بھی اسی معنی میں بوڑھے سے ملحق ہیں کہ ان دونوں کو جب اپنی جان پر یا فرزند کی جان پر
خوف ہو تو افطار کریں ولیکن انکے حق میں علما کے درمیان بہت اختلاف ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ دونوں افطار کریں اور فدیہ دیں اور قضا کریں
اور بعض نے کہا کہ فقط فدیہ دیں اور قضا انپر نہیں ہے اور کہا گیا کہ قضا کرنا بدون فدیہ کے واجب ہے قال المترجم یہی علماء حنفیہ کا قول ہے کہ افطار جائز ہے
مگر قضا کریں قال ابن کثیر اور کہا گیا کہ افطار کریں اور انپر فدیہ و قضا کچھ نہیں ہے قال المترجم باقی رہے یہاں چند مسئلہ ایک یہ کہ بوڑھا پھوس جب
مال نہیں رکھتا ہے تو جمہور علما کے نزدیک اسکا کیا حکم ہے۔ اور دوسرا یہ کہ مال سے کسقدر مال مراد ہے آیا نصاب زکوۃ کی قدر ہو یا صدقہ فطر کی قدر ہو یا مطلقا
ہے اور وصیت اسمیں کتنے مال سے نافذ ہوگی جبکہ اسنے خود ادا نہ کیا اور مریض اگر مر گیا تو کیا حکم ہے اور اگر چنگا ہو کر پھر قضا کرنے سے پہلے بیمار ہو کر وصیت
کی اور مر گیا تو کیا حکم ہے۔ یہ فروع مسائل بہت ہیں یہاں انکے بیان کی گنجائش نہیں مترجم کے ترجمہ فتاوی عالمگیریہ وعین الہدایہ کے مسائل صوم وغیرہا
میں سے تلاش کرو اور یہ جان لینا چاہیے کہ فقہاے عراق کا جو قول بیضاوی نے مقدار فدیہ میں نقل کیا وہی امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب کا قول ہے ف۲ بعض
اشارات عرائس میں ہے کہ قولہ تعالےٰ۔ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم۔ یہ ندا ہے ان لوگوں کو جو اہل دل ہیں یعنی خطاب انکو

ایمان لائے اور ثابت ہیں اور اصل صوم جسم تو فقہ میں معروف ہے اور صوم قلب یہ کہ دونوں جہان سے بالکل اپنے آپکو روک لے جبکہ صوم سے جزائے حق
چاہتا ہے تاکہ بشریت کے میل کچیل سے پاک ہو جاوے اور مقام قربت واُنس میں پہونچ جاوے قال المترجم حاصل اسکا یہ کہ بدن کا تزکیہ وطہارت تو صوم جسم
سے ہوتی ہے اور روح وقلب کی طہارت وتزکیہ اسطرح ہوتا ہے کہ سوائے ذات باری عزوجل کے سب جہان سے منھ پھیر لے اور دنیا اور جتنی چیزیں دنیا کی ہیں
انکی محبت والفت کو بالکل جگہ نہ دے پس جب دونوں کو جمع کریگا تو اثر پیدا ہوگا ورنہ کچھ نہیں اسواسطے کہ عبادات تمام تزکیہ بدن کے واسطے مشروع ہیں
اور اسکے ساتھ اخلاق تزکیہ روح کیواسطے ہیں اور اول تو فقہ میں مذکور ہیں اور دوم احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان ہیں قولہ تعالے ایاما معدودات
اہل غفلت دنیا پر فریفتہ ہیں اور اہل دل کے نزدیک تمام دنیا ایام معدودہ ہیں بخصوص عمر کہ یہ دنیا میں رہنے کے چند روز ہیں جیسے روزہ دار ہو کہ یہ چند
روز کی زندگی بہت جلد گذر جائیگی تاکہ تم سلطنت قدیم کی بارگاہ میں جاکر اپنا روزہ افطار کرو قال المترجم حدیث میں ہے کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی
پس جو کچھ تکلیف خاصان خدا پر ہے وہ یہی چند روز ہیں لیکن فی الحقیقۃ دنیاوی آدمی اپنے تکلیف دیکھتا ہے اور وے عین راحت میں ہیں بالجملہ شہوات نفس
کی چیزیں روا نہیں ہیں قال المترجم کوئی شک نہیں کہ دنیاوی زندگی بسر کرنیکو راہ آخرت قطع کرنا سمجھے اور حدیث میں آگیا ہے کہ دنیا میں ایسا رہ جیسے
راہ چلتا مسافر ہوتا ہے پس ہر ایک اسیطرف چلا جاتا ہے اگرچہ بہتیروں کو ہوش وخبر نہیں پس وہ بھٹکے مسافر ہیں اور شدید مرض قلب یعنی کفر ونفاق میں
مردہ ہیں کہ کافروں ومنافقوں کا جنازہ انکے نفس کے ہاتھوں رواں ہے جو عالم آخرت میں جاکر دوزخ کے گڑھے میں ڈالدیا جائیگا اور جنکی قوت و
غفلت اس سے کم ہے چنانچہ اسکا علاج دنیا کا ترک ہے جس سے غفلت چھائی ہے فافہم واضح ہو کہ بذل النفس والمال کو مقام انس کی طلب میں جیسے ہر مقام
میں واجبی نکلیا وہ محروم رہا کہ بذل النفس وہلاک اسکا ہر مقام میں قدر واجب ہے کیونکہ بحقیقت معاملہ یوں ہی قرار پایا ہے اور اسکے اسرار طویل ہیں اور
ہلاک نفس بشر محروی ہے علی ہذا القیاس اسمیں بھی قدر واجب ہے نہیں مگر یہ سب اسکو حضرتوں کی پیروی سے اچھا ہے اور یہی نکتہ ہے کہ نفس کی ہلاکت میں
تاکید ہے مع ہذا حدیث میں نفس کا حق بھی بیان ہوا اور رہبانیت منع ہوئی اور پے درپے صوم وصال بغیر افطار کے اور جس سے فرائض سے عاجز ہو
سب منع ہوا اور یہی جائز ہوا جسقدر شرع میں معروف ہے اور علی ہذا نفس کو بالکل بے آب ودانہ قتل کرنا حرام ہوا اگرچہ قتل نفس اسمیں بالاجمال
ہے فتامل۔ اور واضح ہو کہ ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے روایت کی کہ فرمایا جو تم قرآن میں یا ایہا الذین آمنوا پڑھتے ہو وہ توریت میں یا ایہا المساکین ہے

فافہم۔ پھر اللہ تعالے نے احکام صوم کی آیت میں احکام نازل فرمائی بقولہ تعالے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ

مہینا رمضان کا جسمیں نازل ہوا قرآن ہدایت واسطے لوگوں کے اور کھلی نشانیاں راہ کی اور فیصلہ پھر جو کوئی پاوے تم میں

مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ

یہ مہینا تو اسکو روزہ رکھے اور جو کوئی ہو بیمار یا سفر میں تو گنتی چاہیے اور دنوں سے اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی

وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

اور نہیں چاہتا تم پر مشکل اور اسواسطے کہ پوری کرو گنتی اور بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو راہ بتائی اور شاید تم احسان مانو۔

قول جمہور کے موافق یہ آیت پہلی آیت کی ناسخ ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ ایاما معدودات سے اصح قول کے موافق صیام رمضان مراد ہے جیسا کہ
حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں گذرا اور یہی قول حسن بصری وسدی وابن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسروں سے مروی ہے اور یہی مفسر سیوطی رحمہ نے اختیار کیا ہے اور بعض نے
گمان کیا کہ بنا بریں آیت سابق منسوخ نہو گی کیونکہ چند ایام باقی ہیں لیکن اسکی کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ نسخ اسکی تخییر کا ہے کہ مقیم تندرست میں سے جو چاہے

رکھے یا فدیہ دے پس یہ تخییر منسوخ ہو گئی اور اس آیت مین روزہ حتما ہو گیا چنانچہ فرمایا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ یعنے یہ ایام معدودہ ماہ رمضان ہے جسکی یہ شان ہے کہ اسمین قرآن نازل کیا گیا باین شان کہ وہ لوگون کا ہادی ہے اور ہدیٰ سے مراد دلائل واضحات اور فرقان ہے پس جو کوئی اس ماہ مین حاضر ہو وہ اس ماہ کو روزے مین گذارے ف پس سوائے روزہ رکھنے کے اسکو اطعام کا اختیار نہین رہا۔ حاضر سے مسافر نکل گیا اور اسکا حکم مع مریض کے آیندہ آتا ہے اور مشہور قراءۃ شَهْرُ رَمَضَانَ برفع شہر ہے اور ایک قراءۃ مین نصب آیا ہے اور مفسرین نے کہا کہ یہ مبتدا اور اسکا مابعد خبر ہے یا ذلکم شہر رمضان یا بمعنے کتب علیکم الصیام صیام شہر رمضان یا ایام معدودات سے بدل ہے اور یہی اخیر مرجع کلام مفسر سیوطیؒ ہے اور بیضاوی نے ذکر کیا کہ شہر ماخوذ از شہرت ہے اور زجاج نے کہا کہ شہر نام ہے ہلال کا اور مشہور یہ کہ اُس مدت کا نام ہے جو ہلال کے ظاہر ہونے سے اسکے چھپنے تک ہے اسکو شہر اسواسطے کہتے ہین کہ لوگون کے معاملات وعبادات کی حاجت سے وہ انمین مشہور ہو گیا رمضان مصدر ہے رمض بمعنے احترق کا اے جل گیا پھر شہر اسکی طرف مضاف کیا گیا اور علم قرار دیا گیا یعنے مجموع ورنہ اضافت شہر کی اسکی طرف مستحسن ہوتی جیسے انسان زید کی اضافت مستحسن نہین ہے اور نیز شہر رجب و شہر شعبان عرب سے مسموع نہین ہے اور حدیث من صام رمضان الخ بطریق حذف مضاف ہے قالہ البیضاوی مجاہد نے کہا کہ رمضان ایک نام ہے اللہ تعالے کے نامون سے جیسے شہر رمضان بولتے ہین ویسے شہر اللہ بولتے ہین اور صحیح یہ ہے کہ وہ مہینہ کا نام ہے (العالم) بعضے سلف سے روایت کیا گیا کہ اُنھون نے خالی رمضان بدون شہر رمضان کہنے کو مکروہ جانا ابوہریرہؓ نے کہا کہ مت کہو رمضان کیونکہ رمضان اللہ تعالے کے نامون مین سے ایک نام ہے بلکہ کہو شہر رمضان (ابن ابی حاتم باسناد ضعیف) اور مجاہد و محمد بن کعب سے اسکے مانند مروی ہوا اور حضرت ابن عباسؓ و زید بن ثابت سے رمضان کہنے کی اجازت ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی کو نصرت دیدی کہ صحیح مین ایک باب اسی بیان کا منعقد کیا جسمین وہ صحیح حدیثین روایت کردین جنمین رمضان ہے چنانچہ حدیث من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ یعنی جس نے روزے مین گزارا رمضان کو ایمان و احتساب سے [نیک نیتی ۱۲] بخشے جاوینگے اسکے وہ گناہ جو اس سے پہلے کر چکا ہے (ابن کثیر) اب رہا یہ کہ اس مہینہ کا رمضان کیون نام رکھا تو بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ پیاس سے سوختہ ہونے کی وجہ سے لقول رمض الصائم۔ جبکہ پیاس کی شدت سے اسکا جگر جلنے لگے۔ یا لرمض الذنوب فیہ۔ بوجہ اسکے کہ اس مہینہ مین گناہ جل جاتے ہین۔ یا موسم کی وجہ سے کہ جب انھون نے لغت قدیمہ کے مہینون کے نام کو نقل کیا تو رمضان اسوقت سخت گرمی مین پڑتا تھا قال الماوردی جاہلیت مین اسکا نام ناتق تھا لغت قدیم مین مہینون کے نام یہ تھے۔ موتمر۔ ناجر۔ خوان۔ وبصان۔ حنین۔ ربی۔ اصم۔ عاذل۔ ناتق۔ وعل۔ ورنہ۔ برک۔ بجاے انکے ترتیب وار۔ محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الآخر۔ جمادی الاولے۔ جمادی الاخرے۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ بدلے گئے اس آیت مین اللہ تعالے ماہ صیام کی فضیلت فرماتا ہے کہ حق تعالے نے مہینون کے درمیان سے قرآن عظیم اتارنے کے واسطے اسی مہینہ کو مخصوص فرمایا اور حدیث مین آیا ہے کہ آسمانی کتابین اگلے انبیا پر بھی اسی مہینہ مین اُتری ہین۔ چنانچہ امام احمد نے واثلہ بن الاسقع سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نازل کیے گیے صحف ابراہیم پہلی رات رمضان مین اور توریت چھ راتین رمضان گذرنے پر اور انجیل تیرہ راتین رمضان گذرنے پر اور اللہ تعالے نے قرآن کو چوبیس راتین رمضان گذرنے پر اتارا۔ اور حدیث جابر بن عبداللہ مین یون ہے کہ زبور بارہ راتین رمضان گذرنے پر اور انجیل اٹھارہ راتین رمضان گذرنے پر اور باقی ویسا ہے جیسا کہ واثلہ بن الاسقع کی حدیث مین گذرا۔ رواہ ابن مردویہ (ابن کثیر رح) پھر کہا سنئے ہین قولہ انزل فیہ القرآن۔ اتارا گیا اس مہینہ مین قرآن۔ اور اسمین شک نہین کہ قرآن بیس برس تک متفرق ایام مین نازل ہوتا رہا ہے اور شروع وحی ماہ ربیع الاول تھا تو بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ اسمین اسکے اُترنے کی ابتدا ہوئی کما فی البیضاوی وغیرہ مراد یہ کہ لوح محفوظ

۸

سے آسمان دنیا پر ماہ رمضان کی لیلۃ القدر مین اُترا- اور یہی قول تابعین مین سے شعبی رحمہ اللہ کا ہو اور بعض نے کہا کہ بیئس برس یا تیئیس برس تک
ہر سال رمضان کی لیلۃ القدر مین لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اسقدر اترتا تھا جو تمام اس سال مین متفرق نازل ہوتا تھا لقولہ تعالیٰ- انا انزلناہ فی
لیلۃ القدر- اور اسکو قرطبی نے مقاتل بن حیان سے حکایت کیا اور یہی قول حلیمی و ماوردی کا ہو اور قرطبی نے کہا کہ مفسرین و علما کا اجماع ہو کہ وہ ایکبارگی
لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزۃ مین اُترا اور شیخ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری مین کہا کہ یہی قول صحیح و معتمد ہو اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے
کہا کہ یہی اصح و اشہر ہو اور حاکم و بیہقی وغیرہ نے اسی کو ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ قرآن لیلۃ القدر مین سب ایکبارگی آسمان دنیا پر اوتارا گیا اور
بمواقع النجوم تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر اسمین سے بعض کو اثر بعض پر نازل فرماتا تھا- اور حاکم و بیہقی و نسائی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اتارا گیا
قرآن سب ایکبارگی آسمان دنیا پر لیلۃ القدر مین پھر اسکے بعد اُتارا گیا بیئس سال مین پھر پڑھا- وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ
تَفْسِيرًا ○ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ○ (النسائی وغیرہ) یس مشرکین جب احداث کرتے کوئی شی
تو اللہ تعالیٰ انکا جواب نازل فرماتا تھا (ابن ابی حاتم) اور سعید بن جبیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جدا کیا گیا قرآن لوح محفوظ سے پس رکھا
گیا آسمان دنیا پر بیت العزت مین پھر جبرئیل علیہ السلام اسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لانے لگے (ابن ابی شیبہ والحاکم) قال المفسر السیوطیؒ ان سب
روایتون کی اسنادین صحیح ہین اور طبرانی نے دوسری وجہ سے ابن عباس سے روایت کی کہ اُتارا گیا قرآن لیلۃ القدر ماہ رمضان مین آسمان دنیا پر سب
ایکبارگی پھر نجما نجما اُترا قال المفسر السیوطی اسنادہ لاباس بہ- اور تفسیر امام ابن کثیر مین ہو کہ عطیۃ بن الاسود نے ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ میرے
دل مین شک پڑ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا- شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن- اور فرمایا- انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ- اور فرمایا- انا انزلناہ فی لیلۃ القدر
حالانکہ قرآن اُتارا گیا ہو شوال مین بھی اور ذی قعدہ مین بھی اور ذی الحجہ و محرم و صفر و ربیع الاول مین بھی تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن رمضان مین لیلۃ القدر
یعنے لیلۃ مبارکۃ مین سب ایکبارگی اُتارا گیا پھر مہینون و ایام مین علی مواقع النجوم ترتیل سے اُتارا گیا رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ قال المفسرؒ رواہ البیہقی ایضا
فی الاسماء والصفات شیخ ابو شامہ نے کہا کہ علی مواقع النجوم اے علی مساقطھا یعنے آہستگی سے بعض کے پیچھے بعض کرکے اُتارا گیا قال المترجم اشکال
بیان یہ پیش ہوا کہ سابق حدیث مین تھا کہ جو بیئس راتین رمضان گذرنے پر قرآن اُترا ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ- انا انزلناہ فی لیلۃ القدر یعنے اسکو
شب قدر مین اُتارا اور صحاح کی احادیث سے ثابت ہو کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ کے طاق راتون مین ہوتی ہو اور جواب اسکا وہ ہو جو شیخ
ابن حجر نے شرح صحیح بخاری مین کہا کہ شب قدر اس رمضان مین تیئیسٔ تاریخ بعد تھی پھر جو بیسوین تاریخ رمضان مین- اقرأ باسم ربک- نازل ہوئی
اور اسپر یہ اشکال وارد ہوا کہ مشہور یون ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ربیع الاول مین ہوئی اور جواب یہ ہو کہ اول نبوت آپکی سچے خوابون
و علامات خیر سے تھی تاکہ مستعد ہون پھر جاگنے مین چند مہینے کے بعد آپ پر وحی کی گئی بیہقی وغیرہ نے بیان کیا ہو کذا ذکرہ المفسرؒ و القرآن بعض نے کہا نام ہو
کلام اللہ تعالیٰ کا بمعنے مقروء جیسے کتاب بمعنی مکتوب اور بعض نے کہا مصدر ہو ومنہ قولہ و قرآن الفجر ای قراءۃ نماز فجر کی اور شافعیؒ سے روایت ہو کہ قرآن اسم ہو
اور مہموز نہین ورنہ وہ قراءۃ سے ماخوذ ہو بلکہ مثل توراۃ و انجیل کے اس کتاب مجید کا نام ہو ذکرہ المفسر فی الاتقان اور اکثر و نکا مذہب یہ ہو کہ قرآن مشتق
از قرء بمعنی جمع ہو کیونکہ اسمین سورتین و آیات و احکام و امثال کا مجموعہ ہو- قولہ تعالیٰ ہدی للناس الخ یہ دونون حال واقع ہین اے ہادیا للناس یعنی لوگونکا
ہادی ہو اور ذکر مصدر کا بطریق مبالغہ ہو گویا عین ہدایت ہو اور بینات جمع بینۃ بمعنے واضحہ ہو قال البیضاوی یعنے اپنے اعجاز سے وہ لوگون کیواسطے
ہدایت ہو اور یہ مخصوص بقرآن ہو دوسری آسمانی کتابون مین نہین پایا جاتا ہو اور بینات من الھدی والفرقان یعنے اسکے احکام مکلفین حق کیلیے کھلی
نشانیان ہین اور حق و باطل و حرام مین تمیز دیتی ہین اور بعض نے کہا کہ اول ہدی اعتقادیات مین ہو اور دوسرا احکام عملی مین اس راہ سے کہ اپنے عمل کرنا موجب

وصول سچا ہو۔ قولہ تعالے فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔ اللہ عزوجل نے اس مہینہ کی بزرگی ظاہر کر کے ایک حکم حق اس مہینہ کے بابت فرمایا کہ جو تم مین سے اس مہینہ مین حاضر ہو یعنے مقیم ہو مسافر نہو اسکو چاہیے کہ روزہ رکھے بعض نے کہا مراد یہ ہو کہ جو اول شہر مین حاضر ہو وہ تمام مہینہ روزہ رکھے اگرچہ درمیان مین سفر کرے جیسا کہ علیؓ و ابن عمرؓ و ابن طاؤس رضی اللہ عنہم نے تفسیر کی ہو (اخرجہ ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہما) پس یہ مجاز لغوی ہو کہ شہر کا اطلاق جزو پر کیا اور بیضاوی مین ہو کہ بعض نے مضاف مقدر کیا اے فمن شہد منکم ہلال الشہر یعنے جسنے تم مین سے چاند پایا۔ قال ابن کثیرؒ جو شخص کہ مقیم ہو بستی مین جب کہ ماہ رمضان آگیا اور وہ اپنے بدن سے تندرست ہو تو لامحالہ روزہ رکھے قال البیضاوی اصل اسکی یون ہو۔ فمن شہد منکم فیہ فلیصمہ فیہ یعنے جو شخص تم مین سے حاضر ہوا اسکو چاہیے کہ اسمین روزہ رکھے پس بجاے ضمیر کے اسم ظاہر ذکر کیا پس اول۔ فیہ۔ کی جگہ۔ الشہر۔ کا ذکر کرنا واسطے تعظیم کے ہوا اور دوسری فیہ کی جگہ ضمیر منصوب بنبر لہ مفعول بہ کے کر دیا کیونکہ حقیقۃً تو ضمیر ظرف کی بدون فی کے نہین ہوتی ہو اور یہی تفسیر مختار ہو کہ جو شخص اس مہینہ کے اندر مقیم ہوگا خواہ اول مین ہو یا اوسط مین یا آخر کبھی ہو اسپر روزہ رکھنا واجب ہو جبکہ وہ تندرست ہو اور اگر درمیان مین سفر کرے تو افطار کرے اور اگر درمیان مین سفر سے آوے روزہ واجب ہو اس سے نکل آیا کہ جو امام رازیؒ نے یہان وہم پیش کیا کہ فمن شہد الخ شرط ہو اور فلیصمہ جزا ہو اور قاعدہ یہ کہ بعد شرط کے جزا ہوتی ہو تو لازم آیا کہ شہر یعنی ماہ رمضان کے بعد روزہ ہو حالانکہ یہ مقصود نہین ہو جواب یہ کہ الشہر۔ فی الشہر مراد ہو تو جو شخص کہ اس مہینہ کے اندر حاضر ہوا اُسپر روزہ واجب ہو حتی کہ چاند رات سے ہو تو اول سے یا اوسط و آخر جب ہو فافہم قال ابن کثیر اور اس آیت نے منسوخ کر دیا اس اباحت کو جو پہلی آیت سے ثابت ہوئی تھی کہ تندرست مقیم کو افطار کر کے بجاے اسکے مسکین کو فدیہ دینا مباح تھا پھر جب منسوخ کر کے روزہ رکھنا واجب فرمایا تو مسافر و مریض کا حکم اعادہ فرمایا بقولہ تعالے وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو دیگر ایام سے شمار واجب ہو ف یعنی جو شخص بیمار ہو کہ اسپر روزہ مشقت ہو یا شدت مرض کا خوف ہو یا مسافر ہو کہ حالت سفر مین ہو یعنے مقیم کے حکم مین بھی نہو تو اسکو روا ہو کہ افطار کرے اور جتنے دن افطار کرے اسیقدر گنتی سے اور دنون مین قضا کر لے اور یہ قضا واجب ہو اور یہ رخصت بمقتضاے رحمت ہو اسیواسطے فرمایا يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ اللہ تعالے تمھارے ساتھ آسانی چاہتا اور تمھارے حق مین مشقت نہین چاہتا ہو ف یعنے حالت مرض و سفر مین تم کو افطار کی رخصت دی باوجودیکہ مقیم تندرست پر واجب کر دیا تو اسی سے کہ اللہ تعالے کو تم پر آسانی کرنا منظور ہو اور رحمت ہو اور تم پر سختی نہین منظور ہے قال الشیخ ابن کثیرؒ سلف سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص اول ماہ مین مقیم ہو پھر اُسنے درمیان مہینہ کے سفر کیا تو اسکو عذر سفر کی وجہ سے افطار کا اختیار نہین ہو اور افطار کا اختیار اُسی مسافر کو ہو جسنے چاند دیکھا ایسی حالت مین کہ وہ مسافر تھا اھ یہ قول غریب ہو اگرچہ ابن حزمؒ نے اسکو محلی مین صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہو ولیکن اس نقل مین نظر ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا کہ آپ ماہ رمضان مین غزوہ فتح کیواسطے نکلے اور چلتے چلتے مقام کدید مین پہونچے پھر افطار کیا اور لوگون کو افطار کرنیکا حکم کیا اخرجہ الشیخان مترجم کہتا ہو کہ اس حدیث مین دلیل ہو کہ سفر مین روزہ واجب نہین ہوتا ہو ورنہ لازم آتا ہو کہ آپنے عمداً واجب روزہ توڑ دیا حالانکہ اسپر کفارہ لازم آتا ہو پس وہ از قبیل نفل ہوتا ہو اور یہ قول علماے حنفیہ کے موید ہو قال ابن کثیرؒ ایک جماعت صحابہ و تابعین کا یہ مذہب ہو کہ سفر مین افطار کرنا واجب ہو۔ اور جمہور علما کے نزدیک اسمین تخییر ہو کوئی بات واجب نہین اور یہی قول صحیح ہو کیونکہ صحیحین مین ابو الدرداءؓ سے روایت ہو کہ نکلے ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان مین سخت گرمی مین یہانتک کہ یہ حال تھا کہ ہم مین سے کوئی گرمی کی شدت سے اپنے سر پر اپنا ہاتھ رکھتا تھا اور ہم مین کوئی روزہ دار نہ تھا سواے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عبد اللہ بن رواحہ کے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افطار واجب نہین ہو کیونکہ اگر واجب ہوتا تو آپ افطار کرتے اور مخصوص آپ نہین بلکہ عبد اللہ بن رواحہؓ بھی روزے سے تھے اور علما مین سے ایک گروہ کا جنمین سے شافعیؒ بھی ہین یہ قول ہو کہ سفر مین روزہ رکھنا افطار سے

نصف ع

افضل ہی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر مین روزہ رکھا جیسا کہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا۔ اور ایک گروہ نے کہا کہ نہین بلکہ افطار کرنا افضل ہے
اسمین ایک تو رخصت الٰہی کو قبول کرنا پایا گیا اور دوسرے اس حدیث سے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہو کہ آپ سے سفر کا روزہ رکھنا
پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر افطار کر لیا تو اچھا ہو اور اگر روزہ رکھ لیا تو اسپر کچھ گناہ نہین ہو۔ اور دوسری حدیث مین ہو کہ فرمایا کہ اللہ تعالے کی اس رخصت کو جو تمہارے
واسطے رخصت دی ہو قبول کرو لہذا فرمایا وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ اور تاکہ تم شمار
پوری کرو اور تاکہ اللہ تعالے کی ہدایت کرنے پر اسکی تکبیر کرو اور تاکہ تم شکر کرو ف لتکملوا تکمیل واکمال سے دونون طرح قرارت ہو۔ قال الامام رح
اور ایک گروہ علما نے کہا کہ روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونون مساوی ہین کیونکہ حضرت عائشہ کی حدیث مین ہو کہ حمزہ بن عمرو الاسلمی نے کہا یا رسول اللہ
مین بہت روزہ دار آدمی ہون بھلا مین سفر مین روزہ رکھا کرون تو فرمایا کہ اگر تیرا جی چاہے تو روزہ رکھ اور اگر تیرا جی چاہے افطار کر لے اور یہ حدیث
صحیحین مین ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر روزہ شاق ہو تو افطار کرنا افضل ہو کیونکہ جابرؓ کی حدیث مین ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جسپر
سایہ کیا گیا تھا تو فرمایا کہ یہ کیا ہو صحابہؓ نے عرض کیا کہ روزہ دار ہی تو فرمایا بر سے نہین ہو سفر مین روزہ رکھنا یہ صحیحین مین ہو اور مسند امام احمد وغیرہ مین حضرت
ابن عمر و جابر وغیرہ صحابہ سے روایت ہو کہ جسنے اللہ تعالے کی رخصت قبول نہ کی اسپر جبال عرفہ کے برابر گناہ ہوگا۔ اور علما نے اسکی یہ تاویل کی ہو کہ فطر کو
(پہاڑ عرفہ ۱۲)
مکروہ رکھے تو ایسے شخص پر افطار واجب ہو اور روزہ حرام ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ اصح حنفیہ کے نزدیک یہ ہو کہ اگر سفر مین روزہ رکھ لیا تو اسکی فرض کیطرف
سے کافی ہو جائیگا واللہ اعلم۔ اب رہی یہ بات کہ قضا کرنے مین پے درپے رکھنا چاہیے ہو یا تفریق جائز ہو پس بعض علما کے نزدیک تتابع واجب ہو اور
یہ قول ضعیف ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ تتابع واجب نہین چاہے پے درپے رکھے اور چاہے متفرق قضا کرے اور یہی علمائے حنفیہ کا قول ہو قال ابن کثیر رح
اور یہ قول جمہور سلف و خلف کا ہو اور دلائل شرعیہ اسی کے مثبت ہین۔ پھر قولہ تعالے یرید اللہ بکم الیسر الخ مین دلالت ہو کہ اللہ عزوجل کو مومنون پر آسانی
منظور ہو عموماً روزہ مین ہو یا غیر روزہ مین اور صحیحین مین انس بن مالک سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یسروا ولا تعسروا وسکنوا
ولا تنفروا۔ متفق علیہ آسانی کرو سختی نہ کرو اور تسکین دو نفرت مت دلاؤ،، اور ایک روایت مین بشروا ولا تنفروا ہو اسے بشارت دو نفرت
دلاؤ،، اور اسی سے اکثر علما نے عوام کے واسطے جو آسان ہو اور آخری درجہ شرع مین جائز ہو مختار کیا ہو تاکہ شرع پر قائم رہین ولیکن جو امر شرع مین
جائز نہین اسمین آسانی و بشارت کچھ نہین ہو چنانچہ نماز جماعت کے ترک کرنے والون کے حق مین فرمایا کہ مین نے قصد کیا کہ لکڑیان جمع کرا کے انکا گھر
پھونک دون یہ مضمون حدیث کا ہو اور شرع مین جو کچھ وارد ہو وہ آسان ہو چنانچہ سنن و مسانید مین روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ مین ملت حنفیہ سمحہ کے ساتھ بھیجا گیا ہون یعنے ملت حقہ آسان کے ساتھ بھیجا گیا ہون قولہ تعالے۔ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ بیضاوی مین ہو
کہ لام تعلیل کا اور یہ علتین ہین فعل محذوف کی جسپر ماسبق دلالت کرتا ہو لیے شروع کیا یہ سب جو ذکر کیا از تقسیم صحیح ماہ الصیام کے اور مسافر و مریض کو
رخصت افطار ہو و جسقدر افطار کیا اسکی عدت کی رعایت قضا مین واجب ہو یہ سب اسواسطے کیا تاکہ پوری کرو عدت الی آخرہ بر سبیل لف ونشر
مرتب ہی پس لتکملوا العدۃ تو علت ہو عدد افطار کے مراعات کی یعنے تاکہ جسقدر تنے افطار کیا اسکی تعداد پوری کرکے ماہ رمضان کی تعداد کامل
کرلو اور لتکبروا اللہ علت ہو امر قضا و بیان کیفیت کیونکہ یہ نعمت مستوجب حمد ہو اور لعلکم تشکرون علت ہو رخصت دینے اور آسانی کرنے کی اور تکبیر
سے مراد تعظیم اللہ تعالے کی ہو اور ابن مسعودؓ سے روایت ہو کہ وہ یون تکبیر کہتے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد اور ابن عباس سے
روایت ہو کہ روزہ دارون پر حق ہو کہ جب ماہ شوال کو دیکھین تو تکبیر کہین یہانتک کہ اپنے عید سے فارغ ہون کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہو ولتکبروا اللہ
داؤد ظاہری نے کہا کہ تکبیر واجب ہو اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ عید اضحیٰ مین تکبیر کہے اور عید الفطر مین تکبیر نہ کہے اور جمہور کے نزدیک مستحب ہو پھر بعض علما

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء ہو العبادۃ اے دعا کرنا عبادت ہی ہے پھر آپنے پڑھا۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔ پس آنکے اصحاب نے عرض کیا کہ آیا پروردگار ہمارا قریب ہے کہ اُس سے مناجات کریں اے آہستہ دعا مانگیں یا دور ہے کہ اسکو پکاریں تو یہ آیت اُتری۔ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیۃ اخرجہ [illegible] اور ابن جریج نے عطا سے روایت کی انکو خبر پہنچی ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔ یعنے کہا پروردگار تمھارے نے کہ مجھسے دعا کرو مین تمھارے لیے قبول کرونگا تو لوگون نے کہ اگر ہم جانتے کہ کون گھڑی ہم دعا کریں تو اچھا تھا پس یہ آیت اُتری۔ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیۃ قال المترجم اسمین اذا دعان سے جواب یہ ہے کہ جب چاہیں دعا کریں پس کلام بالا بطریق افادہ وتتمہ ہے اور حضرت ابوموسی اشعری سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں تھے پس ہمنے یہ کرنا شروع کیا کہ جب کسی اونچائی پر چڑھتے یا اونچاؤ سے اُترتے تب ہی اپنی آوازیں تکبیر کے ساتھ بلند کرتے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قریب آکر فرمانے لگے کہ اے لوگو نرمی کرو اپنی جانون پر کہ تم کسی بہرے کو نہین پکارتے اور نہ غائب کو پکارتے ہو بلکہ اسکو پکارتے ہو کہ وہ بڑا سننے والا اور بہت دیکھنے والا ہے البتہ تم جسکو پکارتے ہو وہ تم مین سے ہر ایک سے اسکی سواری کی گردن کی نزدیکی سے بھی زیادہ اوس سے نزدیک ہے اے عبد اللہ بن قیس مین تجھے ایسا کلمہ سکھلاؤن جو جنت کے خزانون مین سے ہے وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے اخرجہ الشیخان والامام احمد وغیرہ واحمد اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مین اپنے بندے کے ظن کے جو میرے ساتھ رکھتا ہے نزدیک ہون اور مین اپنے بندے کے ساتھ ہون جب وہ مجھسے دعا کرتا ہے اخرجہ الامام احمد اور یہ نزدیکی وساتھ ایسا ہے جیسے اللہ تعالے نے حضرت موسی وہارون علیہما السلام سے فرمایا۔ واننی معکما اسمع واری۔ یعنے مین ضرور تم دونون کے ساتھ ہون سنتا ہون اور دیکھتا ہون شیخ ثعلبی نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے تو فرمایا کہ۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ اور نیز فرمایا۔ ادعونی استجب لکم۔ حالانکہ بسا اوقات دعا کیجاتی ہے مگر نہین قبول ہوتی ہے تو اسکا جواب دیا گیا کہ اہل علم نے ان دونون آیتون کے معنی چند طرح بیان کیے ہین پس بعض نے کہا کہ دعا کے معنے اس مقام پر طاعت ہین اور اجابت کے معنی ثواب ہین اور بعض نے کہا کہ ہر دو آیت کے معنی خاص ہین اور لفظ عام ہے پس تقدیر یون ہے کہ۔ اجیب دعوۃ الداع ان شئت (اگر مین چاہون)۔ جیسے کہ فرمایا فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء یا اجیب دعوۃ الداعی ان وافق القضاء یا ان کانت خیرا لہ۔ اے اگر قبولیت اسکے لیے بہتر ہو یا ان لم یسأل محالا۔ اے اگر اسنے ایسی چیز نہ مانگی جو محال ہے اور بعض نے کہا کہ آیت عام ہے اور اجیب کے معنے اسمع ہین اے مین سنتا ہون اور بعض نے کہا کہ معنے یہ اجابت ہی مذکور ہے پس مراد کا دینا مذکور نہین ہے چنانچہ والد کبھی اپنے فرزند کی درخواست کو اجابت کرتا ہے پھر اسکی مراد عطا نہین کرتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ اللہ تعالے دعا کرنے والے کو خائب نہین فرماتا ہے پھر اگر مراد اسکے لیے مقدر ہوا تو عطا فرماتا ہے اور اگر مقدر نہ ہوا تو اسکا ثواب اسکے لیے آخرت مین ذخیرہ رکھتا ہے یا کوئی برائی اسکے سر سے دور کر دیتا ہے اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے مومن بندہ کی دعا اسیوقت قبول کرتا ہے مگر اسکی مراد دینے مین تاخیر فرماتا ہے تاکہ اسکا پکارنا اللہ تعالے کے نزدیک پسند ہے اور منکر کو نہین چاہتا اسکی مراد دیدیتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ دعا کے لیے آداب وشرائط ہین تو جو انکو پورا کرکے دعا کرے وہ اجابت کا سزاوار ہے اور جسنے اسمین کمی کی وہ مستحق نہوا انتہی۔ ان اقوال مین سے بعضے صرف رائے سے ہین اور بہت ضعیف ہین اور باقی اپنی اپنی جہت سے ٹھیک ہین الشیخ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالے کسی دعا کرنے والے کو خائب نہین کرتا اور کوئی چیز اسکو اس سے مشغول نہین کرتی بلکہ اللہ تعالے دعا کا سننے والا ہے اور وہ اللہ تعالے کے حضور مین ضائع نہین جاتی ہے اور حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے اس سے حیا کرتا ہے کہ بندہ اسکی طرف دونون ہاتھ پھیلاوے کہ انمین بھلائی مانگتا ہے پھر اللہ تعالی انکو نامراد لوٹاوے اخرجہ الامام احمد وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور حضرت ابو سعیدؓ

روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ نہین ہی کوئی بندہ مسلمان جو دعا کرتا ہی اللہ تعالےٰ سے کوئی دعا جسمین گناہ نہین اور نہ قطع رحم
مگر اللہ تعالےٰ اُس کو اُس دعا سے تین باتون مین ایک بات ضرور عطا فرماتا ہی یا تو اُسکی مراد جلد عطا فرماتا ہی یا عاقبت کے لیے اُسکا ذخیرہ رکھ چھوڑتا ہی یا
اسکے مثل اُسکے سر سے بُرائی دور کر دیتا ہی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر اسنے کثرت سے دعا کی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا
بہت کثیر ہی اخرجہ الامام احمد اور یہ ثلاثیات امام سے ہی اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ ہمارے بندے کی
دعا قبول کیجاتی ہی جب تک کہ گناہ یا ناتا کاٹنے کی دعا نہ کرے تا وقتیکہ استعجال نہ کرے تو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ استعجال کیا تو فرمایا کہ یون کہے کہ مینے
دعا مانگی اور مین نے دعا کی پر مین نہین دیکھتا کہ میری دعا قبول کیجائے تو اس خیال پر دعا سے رُک رہتا ہی اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہی اخرجہ مسلم اور مراد استعجال سے
عجلت ہی اور عروہؒ سے مروی ہی کہ مین نے ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا کہ اے ان عجلت کیونکر تو فرمایا کہ کہے کہ مین نے اللہ سے سوال کیا پر مجھکو نہ دیا گیا اور مینے
دعا کی پر قبول نہ کی گئی اور یہی قول سعید بن المسیبؒ سے مروی ہی اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ)
کہ دل حفاظت و نگہداشت کے لیے بھر رکھنے کے برتن ہین ان مین سے بعضے بہ نسبت بعضون کے حفاظت و نگہداشت اور بھرے
جانے مین بڑھے ہوتے ہین سواے لوگو جب تم اللہ تعالےٰ سے دعا مانگو تو مانگو درحالیکہ تم قبول کیے جانے کا یقین رکھتے ہو اور جان
رکھو کہ اللہ تعالےٰ اُس بندے کی دعا قبول نہین فرماتا جسنے غافل دل سے دعا کی اخرجہ الامام احمد ونحوہ الترمذی **قال المترجم**
چونکہ دعا بڑی چیز اور مغز عبادت ہی لہذا اُسکے متعلق مسائل ذکر کرتا ہون ومن اللہ التوفیق نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الدعاء ہو العبادۃ اے دعا ہی عبادت ہی پھر آپنے یہ آیت پڑھی۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم الآیۃ۔ اخرجہ ابو داؤد وصححہ
الترمذی اس آیت تمام کے یہ معنی ہین اور کہا تمھارے پروردگار نے کہ مجھسے دعا کرو مین تمھارے لیے قبول کرونگا ضرور جو لوگ تکبر کرتے ہین میری عبادت سے
وہ اوندھے منھ جہنم مین جائینگے۔ پس اللہ تعالےٰ نے دعا کو عبادت فرمایا اور حدیث ترمذی مین ہی کہ جسکے لیے دعا کا دروازہ کھولا گیا اُسکے لیے رحمت کے دروازے
کھلے اور اللہ تعالےٰ کو بندے کا عافیت طلب کرنا پسند ہی اور جو حادثہ نازل ہوا اور جو نہین نازل ہوا دونون مین دعا مفید پڑتی ہی اور قضا کو سواے دعا کے
کوئی چیز نہین لوٹاتی ہی اور حدیث مالک و ترمذی مین ذکر الٰہی کو خیر الاعمال اور درجات مین ارفع اور خدا کے نزدیک ازکیٰ اور سونا چاندی خیرات کرنے سے
افضل اور ایسے جہاد سے جسمین کافرون کو قتل کرنا اور قتل ہونا واقع ہوا بڑھکر فرمایا ہی اور دعا کے واسطے کوئی وقت خاص نہین الا آنکہ بعضے اوقات مین کوئی
فضیلت اور بڑھ جاتی ہی چنانچہ حدیث ابو داؤد مین انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) اگر مین نماز صبح سے آفتاب طلوع
ہوجانے تک ایسے لوگون کے ساتھ بیٹھون جو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہون تو میرے نزدیک یہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ مین اولاد اسمٰعیل سے چار بردے آزاد کرون
اگر مین نماز عصر سے آفتاب غروب ہوجانے تک ایسے لوگون کے ساتھ بیٹھون جو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہون تو میرے نزدیک یہ بہتر ہی بہ نسبت چار بردے آزاد کرنیکے
قال المترجم اس سے خدا کی یاد کرنے والون کی بڑی فضیلت نکلی کہ صرف اُنکے ساتھ بیٹھنے کا یہ مرتبہ ہی اور نماز فجر کے بعد یاد الٰہی افضل ثابت ہوئی پس بعد
بعد عصر کے فافہم اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ ہر رات جب تہائی آخر رات باقی رہتی ہی تب اُترتا ہے
پروردگار ہمارا آسمان دنیا کی طرف پس فرماتا ہی کہ کون ہی جو مجھسے دعا کرے پس مین اُسکی دعا قبول کرون اور کون ہی جو مجھسے درخواست کرے پس مین
اُسے عطا کرون کون ہی جو مجھسے بخشش مانگے پس مین اُسے بخشدون اخرجہ اصحاب الصحاح والسنن اس حدیث مین اُترنے سے مراد رحمت والطاف پروردگار
کا اُترنا ہی اور حق یہ ہی کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے سچے رسول ہین تو جو کچھ آپ نے فرمایا سب حق ہی ہم ایمان لائے کہ نزول پروردگار
برحق ہوتا ہی مگر اُسکی کیفیت ہمپر مجہول ہی اور خدا کو عادم ہی جیسے [illegible] اُترنا یا کسی مخلوق کا سا اُترنا ہرگز نہین ہوتا اللہ تعالےٰ سے [illegible] کوئی چیز نہین

كما قال تعالیٰ ليس كمثله شيء - لهذا واجب ہو کہ کوئی شخص نزول الٰہی کا تصور نہ باندھے اسلیے کہ جو تصور کریگا وہ خواہ مخواہ حادث ومخلوق چیز کے نزول پر صادق ہوگا کہ جو اسنے دیکھا سنا وجانا ہو اور ذات قدیم سے بالکل کسی وجہ سے بھی اپنے تصور مین آگاہ نہین ہوا ہو اور یہی مذہب سلف اور صالحین امت کا ہے اور زیادہ قبولیت کے وقتون مین سے اخیر رات کا درمیان قریب تہائی کے اور بعضون نے کہا کہ تہائی رات جانے کے بعد رات مین جسوقت خدا سے دعا کرے اور یہ اقرب ہے اور فریضہ نمازون کے پیچھے اور اذان کے بعد اور اذان واقامت کے بیچ مین عافیت دنیا وآخرت کی دعا اولیٰ ہو اور جہاد مین لڑائی شروع ہوجانے پر اور مینھ برسنے پر اور سجدہ مین اور اسکے سواے اور ہین چنانچہ بعض آگے مذکور ہونگے - اور جن لوگون کی دعا زیادہ قبولیت رکھتی ہو اُنمین سے ایک مظلوم کہ اسنے زبان وغیرہ سے بدلا نہ لیا ہو اور مسافر ہو اور باپ اپنی اولاد کے حق مین دعا کرے اور پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کے واسطے دعا کرے اور بندہ مومن جب اپنے بھائی کے واسطے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہو تو ملائکہ اُسکی دعا پر آمین کہتے ہین اور کہتے ہین کہ اسکے مثل اللہ تعالیٰ تجھے بھی عطا فرما دے اور مظلوم نے اگے ظالم پر بد دعا کی تو مظلوم نہ رہا اور اصح یہ ہو کہ دعا مین اسقدر ہاتھ اٹھانا کہ بغل ظاہر ہو مستحب ہو اور قبولیت کا یقین رکھنا واجب ہو اور واضح رہے کہ کوئی دعا بغیر اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے قبول نہین ہوتی بلکہ آسمان وزمین کے درمیان پڑی رہتی ہو جیسے کافرون کی پکار بھٹکتی پھرتی ہو پس اول دعا مین اور بیچ مین اور آخر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے واسطے دعا فرماتے تو پہلے اپنی ذات مبارک سے شروع کرتے تھے كما صححه الترمذي من حديث ابي بن كعب اور دعا مین ایسا کوئی لفظ نہ کہے کہ عزم سوال مین مخل ہو مثلاً اے پروردگار میرے اگر تو چاہے تو یہ عطا فرما کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز مانع نہین ہوسکتی اور حدیث ترمذی مین ہو کہ ایک شخص نے صبر مانگا یعنے اوسپر کوئی بلا نہ تھی اور اُسنے صبر مانگا تو آپ نے اوسکو فرمایا کہ تو عافیت مانگ کہ تو نے بلا مانگی ہو اور جامع دعا بہتر ہے اور تین مرتبہ دعا کرنا پسندیدہ اور دعا مین جلدی کرنا مکروہ اور جلدی اُسکے اثر کیطرف نگاہ [illegible] اور نا امید ہونا خرابی اور گناہ وقطع رحم کی دعا حرام ہو اور اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرنا خدا کے غضب مین پڑنا ہو اور ہر چیز ادنےٰ واعلیٰ کی حاجت ہوتی کہ نمک وجوتی کا تسمہ تک کی دعا اولیٰ ہو اور اکثر علماے حنفیہ کے نزدیک جو چیز بندے سے مانگ سکتا ہو نماز کے اخیر دعا مین وہ داخل نہ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمایا ہوا طریقہ دعا کا بروایت اصحاب سنن یہ ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا کرے قال المترجم و آخر مین بھی درود بھیجے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور آمین پر ختم کرنا مستحب ہو اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا مین چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے پاک نامون مین سے جنکے یاد کرنے سے بندہ جنتی ہوتا ہو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ضرور لاوے اور اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیتون مین ہو - والٰهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحيم اور شروع سورۂ آل عمران - الم الله لا اله الا هو الحي القيوم - اخرجه ابو داود وصححه الترمذي اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یون دعا کرتے سنا اللهم اني اسالك باني اشهد انك انت الله لا اله الا انت الاحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد - تو فرمایا قسم ہو اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہو کہ اسنے اللہ تعالیٰ سے اسکے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ایسا اسم اعظم ہو کہ جب اسکے ساتھ دعا کیجاوے تو قبول فرماتا ہو اور جب اسکے ساتھ مانگا جاوے تو عطا کرتا ہو اخرجه ابو داود والترمذي اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے یون دعا کی - اللهم اني اسالك بان لك الحمد لا اله الا انت المنان بديع السموات والارض ذو الجلال والاكرام يا حي يا قيوم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کس کے ساتھ دعا کی ہین صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ واسکا رسول داناتر ہو تو فرمایا کہ قسم ہو اُس ذات کی کہ جسکے قبضہ مین میری جان ہو کہ اسنے درخواست کی اللہ تعالیٰ سے اسکے ایسے اسم اعظم کے ساتھ کہ جب اسکے ساتھ دعا کیجاتی ہو تو قبول فرماتا ہو اور جب اسکے ساتھ درخواست کیجاتی ہو تو عطا کرتا ہو اخرجه اصحاب السنن پھر اولیٰ وہ دعائین ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مفصل مروی ہوئی ہین جنکو احادیث سے لینا چاہیے یہان انکی گنجائش نہین ہو مگر یہ واضح رہے کہ دعا قبول ہونے کے واسطے آداب وشرطین ہین جنمین سے بعض تو اوپر کے بیان سے سمجھی جاتی ہین اور باقی مین سے بعض چیز دار مدار

سے ذکر کرنا چاہیے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) اے لوگو اللہ تعالےٰ طیب ہو پاک ہی کو قبول کرتا ہو
اور اللہ تعالےٰ نے مومنون کو اُسی چیز کے ساتھ حکم دیا جسکے ساتھ رسولون کو حکم فرمایا ہو چنانچہ فرمایا۔ یا ایها الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ اور
فرمایا۔ یا ایها الذین آمنوا کلوا من الطیبات ما رزقناکم۔ پھر ذکر کیا کہ آدمی طول سفر کرتا ہو اس حال مین کہ پریشان بال گرد آلودہ ہو اپنے دونون ہاتھ آسمان
کیطرف اٹھا کر کہتا ہو کہ اے رب اے رب حالانکہ جہان سے کھاتا ہو حرام ہو اور جہان سے پیتا ہو حرام ہو اور حرام کھا کر پلا ہو تو ایسے کی دعا کہان قبول
کیجائیگی اخرجہ مسلم والترمذی اور حدیث مین آیا ہو کہ حلال کھلا ہو اور حرام کھلا ہو اور ان دونون کے بیچ مین مشتبہات ہین یعنے انپر دلیل حلال ہونے کی بھی قائم ہوتی
ہو اور دوسری دلیل سے حرمت نکلتی ہو پس مشتبہ ہین کہ انکو بہت لوگ نہین جانتے ہین تو جو شخص اُنسے بچا وہ اپنا دین بچالے گیا۔ الیس زمانہ مین بڑی بات یہ ہو
کہ برادران اسلام خواہ تاجر ہین یا پیشہ ور یا نوکر انکو لازم ہو کہ معاملات کے مسئلے سیکھین اگر زیادہ نہین تو اتنا ضرور کہ جس حال مین ہین اسکے مسائل شرعی معلوم کرین
تاکہ کھلے حرام سے بچ جاوین اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ترجمہ) لوگون پر ایسا زمانہ آویگا کہ آدمی کچھ پروا نہ کریگا
کہ اسنے کسمین سے لیا حلال مین سے یا حرام مین سے اخرجہ البخاری والنسائی اور امام رزین کی روایت مین اسپر اسقدر زیادہ ہو کہ فرمایا کہ پس اس حالت مین اُن
لوگون کی کوئی دعا قبول نہو گی کذا فی الجامع اور شیخ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ کو جو دعا کرنے پر برانگیختہ کرتی ہو روزے کے
حکمون کے بیچ مین ارشاد و تعلیم کے واسطے ذکر فرمایا تاکہ روزے کی مدت پوری ہونے پر بلکہ ہر روز افطار کے وقت پر دعا کرنے مین کوشش کرین یعنے وہ
قبولیت دعا کے وقتون مین مخصوص ہو چنانچہ امام ابو داؤد طیالسیؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا کہ آپ
فرماتے تھے (ترجمہ) روزہ دار کے لیے اسکے افطار کے وقت دعا مستجاب ہوتی ہو۔ پس عبداللہ بن عمرو جب افطار کا قصد کرتے تو اپنے اہل و اولاد کو بلاتے
اور دعا کرتے اور ابن ماجہ کی روایت مین دعا مستجاب کی جگہ ایسی دعا ہو کہ پھیری نہین جاتی ہو واقع ہوا اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے امام احمد و
ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کے پاس ثابت ہو کہ تین شخصون کی دعا رد نہین کیجاتی امام عادل کی دعا اور روزہ دار کی افطار کے وقت اور مظلوم کی
دعا۔ ف شیخ نے عرائس البیان مین حقائق و اشارات مین فرمایا قولہ تعالےٰ۔ اجیب دعوة الداع اذا دعان۔ اے مخلصون کی دعا مین قبول کرتا ہون
جبکہ وے قعر دل سے اصرار کی زبان سے مجھ سے دعا کرتے ہین اگرچہ انکو یہ معلوم نہو کہ مین نے انکی دعا انکے واسطے قبول فرمائی فلیستجیبوالی۔ پس چاہیے
کہ وے قبول کرین جب مین انکو بلاتا ہون کہ میرے غیر سے بالکل اعراض کرکے میرے مشاہدے کے لیے حاضر ہون اور دشمن کی بات نہ سنین لعلهم یرشدون
اے راہ پاوین مقام طمانینت کی اور حقائق تمکین کی شرط معرفت کے ساتھ اور شبلیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جب اپنے بندے کو اپنی قربت کی لذت
دے دیتا ہو تو اسکو اپنے واسطے برگزیدہ کر لیتا ہو اور اسکی سیاست کا خود متولی ہوتا ہو اور اپنے اخلاق سے اُسکو ادب سکھلا کر با ادب کر دیتا ہو اور اسکو اپنی ذات
پاک کے اوصاف مین سے تین وصف دیتا ہو ایک حیات ایسی کہ اُسمین موت نہین ہو اور دوم قدرت کہ کسی عجز سے زایل نہین ہو سکتی وسوم جو اسنا ہی ہی
ملک پس یہی قول اللہ تعالےٰ کا ہو۔ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب الآیة۔ و بعض نے فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ جب تجھ سے میرے مشتاق بندے مجھے
دریافت کرین تو انکو خبر دے کہ مین انسے ہر نزدیک چیز سے زیادہ نزدیک ہون اور مین انکے یقین کے ساتھ ہون جو وہ میرے ساتھ رکھتے ہین اور شیخ
رویمؒ نے فرمایا کہ ہر روک ٹوک کو دور کر دینا قربت ہو اور حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالی کی قربت بندے سے کیونکر ہو تو فرمایا اللہ تعالی
قریب ہو نہ باجتماع یعنے اسکی قربت یون نہین ہوتی جیسے انسان کے تصور مین آتی ہو یعنے یکجا اور اکٹھا ہونا اور وہ بعید ہے نہ با فتراق یعنے
دوری اسکی جدا اور فاصلہ کی راہ سے جیسے مخلوق مین ہوتی ہو نہین ہو اور فرمایا کہ قربت سے حیا پیدا ہو جاتی ہو پھر واضح ہو کہ ابتدائے اسلام
مین روزہ کھول کر بعد عشاء و خواب کے کھانا پینا وغیرہ جائز نہین رہتا تھا لہذا حق تعالےٰ نے عفو فرما کر نازل فرمایا قولہ تعالےٰ۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ

حلال ہوا تم کو روزے کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں تمھاری اور تم پوشاک ہو انکی اللہ نے معلوم کیا کہ تم اپنی

تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ

چوری کرتے تھے سو معاف کیا تم کو اور درگذر کی تم سے پھر اب ملو اُن سے اور چاہو جو لکھدیا ہے اللہ نے تمکو

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ

اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آوے تمکو دھاری سفید جدی دھاری سیاہ سے فجر کی پھر پورا کرو روزہ

إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ

رات تک اور نہ لگو اُن سے جب اعتکاف بیٹھیے ہو مسجدوں میں یہ حدیں باندھی ہیں اللہ کی سو انکے پاس نہ جاؤ

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝

اسطرح بیان کرتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے شاید وہ بچتے رہیں

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ حلال ہوا تم کو روزے کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتوں سے ف یعنے جماع کرنا تم کو روزوں کی رات میں حلال ہے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔ وہ پوشاک ہیں تمھاری اور تم پوشاک ہو انکی ف یہ کنایہ ہے باہم جورو مرد کے معانقہ کرنے سے یا دونوں کے ایک دوسرے کیطرف محتاج ہونے سے جیسے کہ لباس کی جانب احتیاج ہوتی ہے عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ اللہ نے معلوم کیا کہ تم اپنی چوری کرتے تھے ف یعنی تم اپنے نفسوں کو روزے کی راتوں میں جماع کر کے چراتے تھے چنانچہ عمرؓ و کعبؓ وغیرہ سے ایسا واقع ہوا تھا فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۔ پس اللہ تعالے نے تمپر رجوع فرمایا و تم سے عفو کیا ف یعنے توبہ قبول کر کے عفو کیا اور رحمت کے ساتھ رجوع فرمایا حتے کہ اجازت دیدی فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ پس اب اپنی عورتوں سے مباشرت کرو اور جو اللہ تعالے نے تمھارے لیے لکھدیا اسکو طلب کرو ف یعنے فرزند صالح وغیرہ ۔ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا اور کھاؤ اور پیو ف تمام رات ۔ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۔ یہانتک کہ تم کو فجر کے سیاہ ڈورے سے سپید ڈورا ظاہر ہو جاوے ف یعنے فجر کاذب سے فجر صادق کھل جاوے تو پھر مت کھاؤ پیو لہذا فرمایا ۔ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ پھر روزے کو رات تک لیجاؤ ف یعنے پھر اسوقت سپیدہ سے صوم کو کھینچ لیجاؤ رات تک تو رات داخل صوم نہیں ہے کیونکہ وہ تو پہلے سے مباح تھی عشا تک اور اگر داخل ہو تو تمام رات روزہ ہو جاوے اور یہ شرع آیت سے باطل ہے اور اگر کچھ رات لو تو بھی باطل ہے اسواسطے کہ اسکے کچھ معنی نہیں کہ کچھ رات لو اور کچھ چھوڑ دو تو معلوم ہوا کہ رات تک صوم کو لیجانا مراد ہے اور رات داخل کرنا کچھ بھی مقصود نہیں ہے پھر روزہ کھولکر رات بھر کھانا پینا جائز اور جماع حلال ہے جبکہ مسجدین اعتکاف نہو چنانچہ فرمایا وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ اور عورتوں سے مباشرت نہ کرو درحالیکہ تم مسجدوں میں معتکف ہو ف اور مباشرت یعنے شہوت سے لپٹنا بھی مکروہ ہے تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ یہی اللہ تعالے کے حدود ہیں پس انکے قریب مت آؤ یوں ہی اللہ تعالے اپنی آیتوں کو لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وے تقوی اختیار کریں ف یعنے اللہ تعالے نے یہ مقامات حدکردیے ہیں کہ اس حد سے تجاوز جائز نہیں ہے تو متقی کو چاہیے کہ حد کے پاس بھی نہ آوے تاکہ ایسا نہو اس سے گذر جاوے پس معصیت میں مبتلا ہو ۔ شان نزول اور قصہ آیت کا بیان یہ ہے کہ براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جب حکم روزہ رمضان نازل ہوا تو اہل ایمان پورے رمضان

پھر عورتون سے قربت نہین کرتے تھے اور بعضے آدمی اپنے نفسون کی خیانت کرتے پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری۔ علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم الآیۃ۔ اخرجہ البخاری اور نسائی کی روایت مین ہو کہ صحابہ مین سے کوئی اگر عشا کا کھانا کھانے سے پہلے سوجاتا تو پھر اسکو حلال نہ تھا کہ اس رات اور دوسرا دن بھر کچھ کھائے یا پیے تا آنکہ آفتاب غروب ہوجاوے یہانتک کہ یہ آیت اُتری۔ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود آلایۃ اور کہا کہ قیس بن صرمۃ الانصاری کے حق مین اُتری قال الشیخ ابن کثیرؒ یہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے مسلمانون کو رخصت ہو اور جو حکم ابتدائے اسلام مین تھا اسکا اٹھا دینا کیونکہ ابتداء مین یہ حکم تھا کہ جب کسی نے افطار کیا تو اسکو کھانا وپینا وجماع کرنا فقط نماز عشا تک یا قبل اسکے سونے تک حلال تھا پھر جسوقت سوگیا یا عشا کی نماز پڑھ لی تو اسپر کھانا وپینا وجماع کرنا دوسرے دن گذرنے کے بعد رات آنے تک حرام ہوجاتا تھا یعنے اسی وقت سے روزہ شروع ہوجاتا تھا پس صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے بہت مشقت لاحق ہوئی قال المترجم ظاہر حدیث براءؓ سے ثابت ہوتا ہو کہ رمضان بھر جماع حلال نہ تھا مگر بعض روایات مین ایسا بھی مذکور ہو جیسے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہو پس اس آیت رخصت ورحمت کے باعث نزول دو ہین ایک یہ کہ بعض نے اپنے نفسون کی خیانت اسطرح کی کہ رات مین جماع کرلیا اور دوم یہ کہ بعض کو کھانا پانی نہ ملنے سے سخت مشقت لاحق ہوئی چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ مسلمانون کا حال ماہ رمضان مین یہ تھا کہ جب انھون نے نماز عشا پڑھ لی تو ان پر عورتین اور طعام اگلی رات آنے تک حرام ہوجاتی تھین پھر مسلمانون مین سے چند آدمیون نے بعد عشا کے عورتون وکھانے سے انتفاع حاصل کیا اور عمر بن الخطابؓ بھی انھین چند لوگون مین تھے پس ان لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اُتاری علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروھن الآیۃ قال المترجم عامہ آثار مین صرف بعد عشا کے عورتون سے جماع کرلینا مذکور ہو طعام سے انتفاع مذکور نہین اور کریبؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے بلا ذکر طعام روایت کیا ہو اور یہی اظہر ہے اور کریبؒ کی روایت مین حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی سے قربت کرلینا مذکور ہو اور یہی اثر ابو ہریرہؓ مین ہو اور مرسل عبدالرحمن بن ابی لیلی مین بھی صرف حضرت عمرؓ کا ذکر ہو اور ابن جریرؒ نے اپنی سند سے کعب بن مالک سے حضرت عمر وکعب بن مالک دونون سے ایسا واقعہ ذکر کیا ہو اور اسکی سند مین ابن لہیعہ راوی ہین جنمین کلام ہو مگر مجاہد وعکرمہ وقتادہ وعطا سے بھی یونہی مروی ہوا کہ حضرت عمرؓ جیسوں نے مثل حضرت عمرؓ کے کیا تھا انکے سبب سے یہ آیت اُتری قال المترجم تحقیق یہ ہو کہ ایسا کرنے والے سوائے حضرت عمرؓ اور بھی تھے مگر شکایت اور اظہار ابتدا حضرت عمرؓ نے کیا جسپر یہ آیت اُتری فالئٰن اور کلوا واشربوا۔ یعنے کھانے پینے کی اباحت تا وقت سحر اُترنے کا یہ سبب ہوا کہ قیس بن صرمۃ الانصاری کو بسبب بھوک پیاس کے غشی آگیا تھا چنانچہ براء بن عازبؓ سے روایت ہو کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب آدمی روزہ دار ہوتا اور افطار کا وقت آتا اور وہ افطار سے پہلے سوجاتا تو اس رات اور دوسرا دن کچھ نہین کھا سکتا یہانتک کہ شام ہوجاوے اور قیس بن صرمۃ الانصاری روزے سے تھے پھر جب افطار کا وقت آیا تو اپنی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہو اسنے کہا کہ نہین ولیکن مین جاتی ہون تمھارے لیے کوشش کرتی ہون اور قیس بن صرمہ نے وہ تمام دن اپنے کھیت مین کام کیا تھا پس انکی آنکھ لگ گئی پھر انکی بیوی آئی تو جب انکو دیکھا تو کہا خیبۃ لک۔ اے تیری خرابی پھر دوسرے روز جب دوپہر کا وقت ہوا تو انپر غشی طاری ہوئی پھر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا تو یہ آیت اُتری۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسائکم پس صحابہؓ اس سے بہت خوش ہوے پس اُتری۔ وکلوا واشربوا۔ قال المترجم روایت ابوداؤد وترمذی وبخاری مین یونہی ہو اور دوسری روایت مین یون ہے کہ پس یہ آیت اُتری۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسائکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر پس صحابہؓ کو اس سے بہت ہی خوشی ہوئی کذا ذکرہ الشیخ ابن کثیر فی التفسیر اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہو اور ظاہر مراد یہ ہو کہ آیت۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسائکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم کے ملی وکلوا واشربوا

حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود بھی اُتری اور بہت خوشی۔ رفع مشقت وغیرہ کے سوائے اسوجہ سے بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قبول توبہ کے معاف کیا اور
درگذر کی جیسا کہ الفاظ رحمت پر دلالت کرتا ہی اور بعض روایت مین بجائے قیس بن صرمہ کے صرمہ بن قیس مذکور ہی اور بعض مین قیس بن عمرو اور شاید صحیح قیس بن صرمہ ہے
واللہ اعلم وہو قیس بن عمرو الانصاری اور رفث اس آیت مین کنایہ از جماع ہی قالہ ابن عباس و مجاہد و سعید و سالم و حسن و زہری و ابراہیم وغیرہم اور لباس لکم کی تفسیر ابن عباس
و مجاہد و سعید وغیرہم سے سکن لکم مذکور ہی یعنے ہن سکن لکم وانتم سکن لہن۔ اور ربیع بن انس سے یعنی ہن لحاف لکم وانتم لحاف لہن مروی ہی پس یہ جملہ گویا جماع مباح کرنیکا
بیان مناسبت ہی کہ مرد و اسکی عورت دونون مین سے ہر ایک دوسرے سے مخالط رہتا اور ایک سے دوسرے کا بدن چھوتا رہتا ہی اور باہم لپٹتے ہین تو مناسب ہوا کہ رمضان
کی رات مین انکو جماع کرنے کی رخصت عطا ہو۔ اور قولہ وابتغوا ما کتب اللہ لکم مین کتب یا تو بمعنی قدر ہی لقال المہر مکتوب ای مقدر پس مراد فرزند ہی وکذا روی عن ابی ہریرہ رض
وابن عباس وانس وشریح القاضی ومجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و آخرین پس حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جو رمضان کی رات مین جماع کو حلال کر دیا تو تمکو چاہیے
کہ جماع بحظ النفسانی کی خواہش نکرو بلکہ جو غرض اس سے ہی کہ کسر شہوت و تنابت نسل ہووے چاہو۔ یا بمعنے اباح لکم ہی پس مراد یا تو جماع ہی قالہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم
یا موضع حرث یعنے فرج عورت ہی اور ابن عباس سے لیلۃ القدر بھی اسکی تفسیر ابن ابی حاتم وابن جریر نے روایت کی ہی اور قتادہ سے مروی ہی کہ ما کتب اللہ لکم ای الرخصۃ التی
کتب اللہ لکم یعنے ما احل اللہ لکم اور ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار یہ ہی کہ آیت کریمہ ان سب معنون کو شامل ہی پس ابن عباس رض سے اختلاف روایات کا اشکال دفع ہو گیا اور
قولہ تعالیٰ وکلوا واشربوا حتے یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود سے اللہ تعالیٰ نے بلحاظ اباحت جماع کے کھانا و پینا بھی مباح کر دیا کہ رات مین جسوقت چاہو
ایسا کرو یہانتک کہ صبح کی روشنی رات کی تاریکی سے ظاہر ہو اور اسکو الخیط الابیض من الخیط الاسود۔ یعنے سپید تاگے کا سیاہ تاگے سے ظاہر ہونے کے ساتھ تعبیر
فرمایا کہ اصل دیکھنے مین یہ اسکے مشابہ ہی اور من الفجر رفع التباس کے لیے فرما دیا چنانچہ پہلے من الفجر کا لفظ نازل نہوا تھا پس بعضے صحابہ خیط ابیض و خیط اسود سے
سفید و سیاہ تاگا ہی سمجھے چنانچہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آیہ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود اتاری گئی اور من الفجر کا
لفظ نہین اتارا گیا پس لوگون مین سے چند لوگ جب روزہ کا ارادہ کرتے تو باندھتا اپنی سے ایک اپنے دونون پانون مین سفید تاگا اور سیاہ تاگا اور برابر
کھاتا رہتا یہانتک کہ اسکو ان دونون کی رویت (یعنے سپید و سیاہ تمیز دکھلائی دینے لگتے) ظاہر ہوتی پھر بعد کو اللہ تعالیٰ نے من الفجر کا لفظ نازل فرمایا تو لوگون نے جانا کہ اللہ تعالیٰ کی مراد دن و رات ہے
اخرجہ البخاری اور امام احمد نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ جب آیہ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود اتری تو قصد کر کے دو ڈورے
لیے ایک سیاہ اور دوسرا سپید پس مین نے دونون کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا پھر مین نے یہ کیا کہ انپر نگاہ کیا کرتا پھر جب مجھے سیاہ سے سفید جدا ظاہر ہوا تب مین نے
اپنے آپ کو روکا (یعنے کھانے پینے سے) پھر جب صبح ہوئی تو مین اول وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور جو مین نے کیا تھا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو خبر دی تو آپنے فرمایا کہ اگر تو نے ایسا کر پایا تو تیرا تکیہ بہت چوڑا ہی اسکی تو مراد یہی ہی کہ رات کی سیاہی سے دن کی سپیدی ظاہر ہو اور صحیحین (بخاری و مسلم) مین کئی طور سے
یہ حدیث عدی بن حاتم رض سے روایت کی گئی ہی اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان وسادک اذا لعریض اسکے یہ معنی ہین مراد تو خیط ابیض و اسود سے
سپیدی روز و سیاہی شب ہی پس جب تو نے انکو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا تو یہ مقتضی ہی کہ تیرا تکیہ مشرق و مغرب کی چوڑان کی گنجائش رکھتا ہی اور یہ معنی خود بعض
روایات بخاری مین بیان ہوے ہین پس روزے کیواسطے دن کا شمار سیاہی شب سے سپیدی فجر ظاہر ہونے سے ہی طلوع آفتاب سے نہین ہی اور طلوع فجر تک
کھانے کی اجازت دینے سے سحری کھانا مستحب نکلتا ہی اسواسطے کہ یہ رخصت الٰہی ہی اور رخصت کو اختیار کرنا مستحب ہی اسی سے حدیث مین سحری کی بابت
تاکید آئی ہی چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے مین برکت ہی اخرجہ البخاری ومسلم اور عمرو بن العاص
سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے روزے اور اہل کتاب کے روزے مین فرق سحری کھالینے سے ہی (ہم کھاتے ہین وہ نہین کھاتے تھے) اخرجہ مسلم اور امام احمد کی حدیث
ابو سعید مین تاکید ہی کہ اسکو مت چھوڑو اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لو کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہین سحری کھانے والون پر قال المترجم مراد

یہ ہو کہ اللہ تعالے انپر رحمت کرتا ہو اور فرشتے انکے لیے برکت وغیرہ کی دعا کرتے ہین اور اس باب مین بہت حدیثین آئی ہین اور یہ بھی مستحب ہو کہ سحری بین آخر
وقت تک تاخیر کرے حتیٰ کہ بعض احادیث مین بیان ہو کہ صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے وقت سحری کھائی کہ بعضون کو فجر طلوع ہو جانے کا
گمان ہوا اور سحری کی اسطرح تاخیر ایک جماعت صحابہ وبہتسے تابعین وسلف صالحین سے مروی ہو اور صحیحین کی روایت مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال کا اذان دینا تمکو تمہاری سحری کھانے سے منع نہ کرے کہ وہ رات سے اذان کہتا ہو بس کھاؤ پیو یہانتک کہ ابن ام مکتوم کی اذان سنو
اور یہ روایت بخاری کا ترجمہ ہو اور ابن ام مکتوم آنکھون سے نابینا تھے اذان نہین کہتے یہانتک انسے کہا جاتا کہ تم نے صبح کر دی تم نے صبح کر دی اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک جب
اذان رات سے نہین روا ہی تو مراد یہ ہو کہ بلال رضی اللہ عنہ تہجد وسحری کے لیے اذان کہتے تھے اور ابن ام مکتوم صبح صادق ہونے پر کہتے تھے اور حدیث امام
احمدؒ مین طلق بن علیؓ کی روایت سے موجود ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر وہ نہین ہو جو افق مین مستطیل ہوتی ہو بلکہ وہ ہو جو چوڑان مین پھیلی ہوئی
سرخ ہوتی ہو اور ایسے مانند مسلم وترمذی کی حدیث مین ہو اور اسی انتہاے وقت اباحت جماع وطعام وغیرہ سے استدلال کیا جاتا ہو کہ روزہ کا ارادہ کرنے والا اگر
صبح ہو جاوے اور وہ جنابت کی حالت مین ہو تو چاہیے کہ غسل کرے اور روزہ تمام کرے اور کچھ حرج نہین ہو اور یہی چارون اماموں اور جمہور علماے سلف و
خلف کا مذہب ہو اور حدیث عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما مین ہو کہ ہر دو ام المومنینؓ نے فرمایا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کرتے درحالیکہ جنب ہوتے
سواے احتلام کے جماع سے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے اور حدیث ام سلمہ مین اسقدر زائد ہو کہ پھر نہ یہ روزہ کھول ڈالتے اور نہ اسکو قضا کرتے اخرجہما
البخاری ومسلم واعلم ان فی مسند الامام احمد ما یناقض ذلک فانہ قال حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن ہمام عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم انہ قال اذا نودی للصلوۃ صلوۃ الصبح واحدکم جنب فلا یصم یومئذ وہذا الحدیث کما تری جید الاسناد علے شرط
الشیخین فمن العلماء من علل بانہ مضطرب الاسناد ربما یروی مرفوعا وربما موقوفا علے فضل بن عباس قلت وہذا لیس بعلۃ تقدح
ومنہم من ذہب الی ہذا الحدیث وحکے ہذا عن ابی ہریرۃ وسالم وعطاء وہشام بن عروۃ وغیرہم ومنہم من فرق بین ان یصبح جنبا
نائما فلا علیہ لحدیثی عائشۃ وام سلمۃ وبین ان یصبح جنبا مختارا فلا صوم لہ لحدیث ابی ہریرۃ وحکے ہذا عن طاؤس وعروۃ والحسن
ومنہم من فرق بین الصوم الفرض والنفل بان یتم فے الاول ثم یقضیہ وفی الثانی لا یضرہ ویروی ہذا عن ابراہیم النخعی ومنہم من ادعی
نسخ حدیث ابی ہریرۃ بحدیثی عائشۃ وام سلمۃ ولکن لا تاریخ معہ وکذا دعوی ابن حزم نسخہ بہذہ الآیۃ بلا تاریخ بل التاریخ یدل علے خلافہ
ومنہم من قال ان حدیث ابی ہریرۃ محمول علی نفی الکمال وحدیثی عائشۃ وام سلمۃ رضی اللہ عنہما یدلان علے الجواز وقال ابن کثیر
فی التفسیر وہذا المسلک اقرب الاقوال واجمعہا قلت فاذا قولہ فلا یصم بمعنی فلا صوم لہ وہذا کما تراہ بعید واقرب الاقوال
عندی انما ہو الثانی بعد تسلیم الحدیث وہو التفرقۃ بین ان یصبح جنبا نائما وبین ان یصبح مختارا ومعنے ہذا القول عندی ان من
باشر فعل الجنابۃ باختیارہ فاصبح وہو علے ہذہ الحالۃ فلا یصم یومئذ وحمل حدیث ابی ہریرۃ علے ہذا غیر بعید فمعنے قولہ واحدکم
جنب ای مباشر ما یکون بہ جنبا وہو کنایۃ عن الجماع فلیتامل فیہ اور افطار مین تعجیل کرنا مستحب ومسنون ہے اور سہل بن سعد
الساعدیؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ لوگ بھلائی سے رہینگے جب تک افطار مین تعجیل کرینگے اخرجہ الشیخان اور
ترمذی کی روایت مین مرفوعاً ہو کہ اللہ عز وجل فرماتا ہو کہ بندون مین سے میرے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہین جو افطار کرنے مین زیادہ جلدی کرتے ہین
اور اس حدیث کو امام احمدؒ نے بھی روایت کیا ہو اور مراد یہ ہو کہ وقت ہو جانے پر توقف بالکل نہو اور اسی سے صوم وصال مکروہ ہو اور صوم وصال یہ ہو
کہ دو دن ایک مین ملاوے بیچ مین کچھ نہ کھاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صوم وصال رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا کھلانے والا ہو جو مجھے کھلاتا ہو اور

پلانے والا ہو جو مجھے پلا دیتا ہو مین تمسا نہین ہون" اسی لیے اکثر سلف جو پے در پے روزے رکھتے وہ افطار کے وقت کچھ چکھ لیتے کہ کراہت صوم وصال سے بچین اور یہ بنظر ریاضت کرتے تھے نہ بطریق عبادت ولیکن بعض احادیث مین ایک سحری سے دوسری سحری تک صوم وصال کی رخصت بھی آئی ہو اور صحیحین مین حدیث ابو سعید خدریؓ مین بھی مذکور ہو اور قولہ تعالے ولا تباشروہن وانتم عاکفون فی المساجد ہر رمضان وغیر رمضان سب مین مسجد مین سے اعتکاف کی حالت مین نکلکر رات یا دن مین جورو سے قربت کرنے کی ممانعت ہو اور یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہو اور ضحاک وقتادہ ومجاہد وبہتون سے مروی ہو کہ لوگ یہ کرتے تھے کہ اعتکاف مین مسجد سے نکلکر اگر چاہتے تو جورو سے قربت کر لیتے تھے یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی اور اعتکاف سنت موکدہ ہو اور واضح رہے کہ مباشرت سے مراد یہان فقط جماع ہو اور ایسی باتین جو جماع پر برانگیختہ کرین مثل بوسہ لینے وغیرہ کے اور جو باتین ایسی ہون وہ منع نہین چنانچہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مین کنگھی کر دیتی تھین حالانکہ آپ اپنا سر مبارک انکی طرف کر دیتے تھے جیسا کہ حدیث صحیحین سے ثابت ہے **ف۲ قال الشیخ فی العرائس** قولہ تعالے علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم اے اپنے نفسون کی خیانت اس طرح کرتے ہو کہ نفس کا مجاہدہ اور اسرار ادب اسکو تعلیم کرنا چھوڑتے ہو اور جو نفس کی مراد ہو تم بھی اسکے ساتھ اسکی مراد پر چلتے ہو اور جو نفس کہتا ہو اُسکا کلام سنکر قبول کرتے ہو اور وہ اپنے کو بندگی سے نکالتا ہے اور شہوت کی آگ مین گھسا جاتا ہو تم اسپر صبر کرتے اور خاموش رہتے ہو **اور شیخ ابن عطا** نے فرمایا کہ خیانت نفس کی یہ کہ جہان وہ ٹھہرے وہان اسکا ساتھ دے **و واسطیؒ** نے فرمایا کہ اعتکاف ہر نفس کا روکنا اور جوارح کو لگام دینا اور حد پر رکھنا اور وقت کو نگاہ رکھنا پھر تو جہان ہو وہین اعتکاف مین ہو اور بعض نے فرمایا کہ برگزیدہ لوگ اپنے اسرار کے ساتھ حضرت حی القیوم کی درگاہ مین معتکف ہین کہ انپر حوادث کے جریان سے کوئی چیز اثر نہین کرتی ہو اسلیے کہ وہ اپنے مشاہدہ مین مستغرق ہین حق عزوجل نے ربوبیت کے حکمون کو عبودیت کے مقام مین حدود باندھ دیا ہو تاکہ بندے انکی وجہ سے قربت کے پردے دریدہ کرنے سے بےبس کیے جاوین اسواسطے کہ ان حدود کی ابتدا مین تو عبودیت کے اسرار ہین اور انکی انتہا مین ربوبیت کے اسرار ہین انکی وجہ سے بندے ازلیت کے اسرار پر مطلع ہونے سے باز رکھے گئے ہین تاکہ احکام شریعت باقی رہین **قال المترجم** تمام اطلاع سے ایمان بالغیب وغیرہ مین خلل تھا اور حقوق عبودیت مین فرق آتا تھا یا بوجہ اطلاع کے فنا ہے تمام اسطرح تھی کہ جسم جل جاتے جو کمال حال ہونیکا آرہین جیسے کوہ طور کے حق مین ہوا اور یا یہ معنی ہین کہ عدم اطلاع اسوجہ سے متعین ہوئی کہ ہنوز احکام شریعت انپر باقی ہین قولہ تعالے۔ وکذٰلک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلہم یتقون ○ اللہ عزوجل نے سر قدیم کو وصف جبروت کے ساتھ آیات وصفات مین ظاہر فرمایا تاکہ اسکے بندے اسکی عظمت وعقوبت سے ڈرین اور مقام حقیقت کے لیے بشریت کے اوصاف چھوڑ دین۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ

اور نہ کھاؤ آپس مین ناحق ایک دوسرے کے مال اور نہ پہونچاؤ انکو حاکمون تک تاکہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگون کے مال مین سے

بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ○

مارے گناہ کے اور تم کو معلوم ہو

ع ۲۳

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ - اور نہ کھاؤ آپسمین ناحق ایک دوسرے کے مال **ف** یعنے بعض تمھارا بعض کا مال ناحق طور پر نہ کھاوے ایسے طریقہ سے جو شرعا حرام ہین مثل چوری وغصب کرنے کے **وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ** - اور نہ پہونچاؤ انکو حاکمون تک **ف** یعنے نہ ڈالو حاکم اُنکا یا نہ ڈالو مالون کو بطور رشوت کے باین غرض **لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ○** تاکہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگون کے مال مین سے مارے گناہ کے اور تمکو معلوم ہو **ف** یعنے حاکم کے ذریعہ سے آپسمین ایک دوسرے کا مال کھا جاؤ حالانکہ تم متلبس بگناہ ہو

اور یہ بھی جانتے ہو کہ تم اس فعل کے مرتکب ناحق ہوے - بینکم ظرف ہو لا تاکلوا کا اور معنی یہ ہین لا تاکلوا فیما بینکم اور بالباطل یعنے بالسبب الباطل مفسر سیوطی رح نے اسکو حرام سے تفسیر فرمایا اور تدلوا مجزوم ہو بسبب معطوف ہونے کے لا تاکلوا پر یعنے لا تدلوا اور یہان حرف با تدلوا کا صلہ ہی اور ضمیر راجع باموال ہو یعنے نڈالوان مالون کو طرف حکام کے پس یا تو مراد یہ ہو کہ نہ ڈالو انکی حکومت کو حکام پر تو مضاف محذوف ہوا ے لا تدلوا حکمہا یا اموال کو حکام کیطرف ڈالنے سے رشوت دینا مراد ہی اور قولہ بالاثم - جیسے جھوٹی گواہی اور جھوٹ قسم وغیرہ - تعلمون یعنے تم جانتے ہو کہ تم ناحق ایسا کرنے والے ہو کیونکہ جانکر گناہ کرنا زیادہ قبیح ہی اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہی کہ یہ ایسے شخص کے حق مین ہی کہ اُسپر مال آتا ہو مگر اُسپر گواہ نہ ہون پس وہ مال کا منکر ہو جاوے اور حکام کے پاس مخاصمہ کرے حالانکہ وہ جانتا ہی کہ یہ حق مجپر آتا ہی اور جانتا ہی کہ مین اسطرح حرام کھانے والا گنہگار ہون اور ایسا ہی مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ سے مروی ہی اور اس آیت مین دلیل ہی کہ اگر قاضی نے ایسی صورت مین حکم دیدیا کہ اُسپر مال نہین آتا تو قیامت مین اسکا چھٹکارا نہ ہوگا اور وہ گناہ سے نہ بچیگا اور قاضی کے حکم دینے سے جو نفس الامر مین حرام ہی وہ حلال نہین ہوتا اور جو حلال ہی وہ حرام نہین ہوتا صرف اسکا حکم ظاہر مین لازم ہی اور حدیث مین حضرت ام سلمہ رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ترجمہ) آگاہ رہو مین بشر ہی ہون اور خصوم میرے پاس آتے ہین تو شاید تم مین بعض آدمی اپنی حجت بیان کرنے مین بعض کی بہ نسبت زیادہ گویا ہون پس مین اُسکے واسطے حکم دیدون تو ایسے جسکے واسطے مین نے کسی مسلمان کے حق کا حکم دیدیا تو وہ ایک ٹکڑا آگ کا ہی چاہے اُسکو اپنے اوپر لادلے یا چھوڑ دے اخرجہ الشیخان

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

تجھسے پوچھتے ہین چاند کا نیا نکلنا تو کہہ یہ وقت ٹھہرے ہین لوگون کے واسطے اور حج کے لیے

واضح ہو کہ لوگون نے پوچھا تھا کہ اس چاند مین کیا حکمت ہی کہ پہلے باریک ظاہر ہوتا پھر بڑھکر پر نور ہو کر گھٹتا جاتا ہی حتی کہ پھر ہلال ہو جاتا ہی تو یہ آیت نازل ہوئی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ تجھسے پوچھتے ہین چاند کا نیا نکلنا یعنے کیون اسطرح نکلتے ہین کہ پہلے باریک پھر روز بروز بڑھتے جاتے ہین اور پھر ویسا ہی گھٹ جاتے ہین حکمت کے ساتھ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ - تو کہہ یہ وقت ٹھہرے ہین لوگون کے واسطے اور حج کے لیے ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان پوچھنے والون سے کہدیجیے کہ یہ وقت پہچاننے کا آلہ ہی یعنے اس سے لوگ اپنی کھیتی کرنے اور تجارت کرنے کے وقت اور اپنی عورتون کی عدت اور روزے و افطار کا حال معلوم کرتے ہین پس اگر یہ ہلال ایک ہی حال پر رہتا تو ان اوقات کی شناخت نہوتی - اہلہ جمع ہلال کی ہی جو پہلی سے تیسری تاریخ تک کے چاند کا نام ہی پھر بعد اسکے اسکو قمر کہتے ہین مگر یہان اسکو اول نام سے بیان فرمایا یہ ماخوذ ہی استہل الصبی - اے چلایا لڑکا یعنے جسوقت پیدا ہوا چونکہ چاند دیکھکر بھی لوگ اکثر اپنی آواز بلند کرتے تھے لہذا ہلال نام ہوا - اور یسئلونک عن الاہلہ مین دو احتمال ہین یا تو یہ مراد ہی کہ یسئلونک عن حقیقۃ الاہلۃ - یا مراد یہ کہ حکمۃ الاہلۃ - یعنے حقیقت ہلال پوچھی یا اسکی حکمت پوچھی تو سکاکی نے اول اختیار کیا ہی اور کہا کہ ان لوگون نے ہلال کا سبب دریافت کیا تھا مگر اللہ تعالے نے انکو اسکی حکمت بیان کرنے کے ساتھ جواب دیا اور یہ جواب باسلوب حکیم ہی باین تنبیہ کہ سوال کرنے والونکو اسکی حکمت دریافت کرنا لائق ہی نہ سبب لیکن یہ تکلف بیوجہ ہی یہ کہان سے معلوم ہوا کہ انھون نے ہلال کا سبب دریافت کیا تھا نہ عبارت سے نکلتا ہی نہ کسی خبر مین مروی ہی حالانکہ اصل یہ ہی کہ جواب مطابق سوال کے ہوتا ہی پس مراد حکمت ہلال ہی اور جواب بھی اسپر مطابق ہی اسیواسطے محققین مثل امام راغب و صاحب کشاف و بیضاوی اور مفسر سیوطی رح وغیرہ نے اسکو اختیار کیا اور مفسر سیوطی رح نے اتقان مین فرمایا کہ ابن جریر نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ شیخ ابو العالیہ نے فرمایا ہمکو خبر پہونچی ہی کہ صحابہ رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یون کہا تھا کہ یا رسول اللہ کیون پیدا کیے گئے ہین اور یہ صریح ہی کہ انھون نے اسکی حکمت دریافت کی تھی پھر ہلال کل امور معاش و عبادات مین مفید ہی لیکن حج کو خاص کیا بوجہ اسکی خصوصیت کے

کر اسکی ادا و قضا دونون مین وقت کی مراعات ہو احمد حاکم وعبد الرزاق نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) اللہ تعالے
نے اہلہ کو لوگون کے لیے مواقیت مقرر فرمایا ہے پس چاند کو دیکھکر روزہ رکھو اور دیکھکر افطار کرو پھر اگر بدلی چھا جاوے تو تیس پورے شمار کرلو قال
الحاکم صحیح یعنے اگر شعبان کی انتیسوین کو بدلی ہو اور کبھی روز رہے تو شعبان کے تیس دن شمار کر کے پھر رمضان کا پہلا دن گنو اور اسیطرح اگر رمضان کے آخر
مین ایسا ہو تو ایسا ہی کرو فصل فی العرائس قولہ قل ہی مواقیت للناس والحج۔ احوال طرح طرح کے جوذات ابدی اور عز سرمدی کے کشف ہونے کے وقت
ظاہر ہونیہ مین یہ روحون کے مواقیت ہین کہ جب روحین اعلے مقامات پر ترتیب وار چڑھتی ہین اور عالم صفات مین انکے شوقون کی کمی وبیشی ظاہر ہوتی ہے
تو یہ احوال پیدا ہوتے ہین کیونکہ اللہ تعالے قربت کے مقام کو بقدر شوق ہر ایک شائق کے کشف فرماتا ہے جو کبھی کم مثل ہلال کے اور کبھی زائد مثل قمر کے
پردہ مشاہدات سے منکشف ہوتا ہے جسکے بقدر ظہور احوال وکشف صفات کے وہ لوگ احکام عبودیت کو ربوبیت مین اور احکام ربوبیت کو عبودیت مین
جان لیتے ہین اور جاننے کی ضرورت یہ پیش ہے کہ عارف کو بیان علم احوال وآداب کی حقیقت معلوم ہونا ضرور ہے تاکہ انوار قربت ومشاہدہ پانے کے
وقت انکی قدر کے لائق آداب کا برتاؤ کرے

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۚ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا

اور نیکی یہ نہین کہ آؤ گھرون مین انکی پشت پر سے لیکن نیکی وہی جو شخص بچتا رہے اور گھرون مین آؤ دروازون سے

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اور اللہ سے ڈرتے رہو شاید تم مراد کو پہونچو

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا۔ یہ نیکی نہین کہ گھرون مین انکی پشت کی طرف سے داخل ہو یعنے حالت
احرام مین باین طور کہ گھرون مین نقب لگا کر اس سے آؤ جاؤ اور دروازہ چھوڑ دو اور حال یہ تھا کہ وہ لوگ ایسا کرتے تھے اور اسکو نیکی جانتے تھے
وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ۔ ولیکن نیکی والا وہ شخص ہو کہ جسنے اللہ تعالے سے اسطرح تقوی کیا کہ اللہ تعالے کے حکم سے خلاف کرنا چھوڑ دیا۔
وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا۔ اور گھرون مین اُنکے دروازون سے آؤ یعنے احرام مین بھی جیسے غیر احرام کی حالت مین دروازون سے
آتے جاتے ہو۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ اور اللہ تعالے سے تقوی کرو تاکہ فلاح حاصل کرو یعنے مراد کو پہونچو آیت کریمہ کا شان
نزول کئی طور پر روایت کیا گیا ہے اور مصداق اسکے سب وجوہ ہو سکتے ہین مگر اصل سبب نزول ظاہر یہ ہے کہ جو براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت مین یعنے اسلام سے پہلے جب لوگ احرام باندھتے تو گھرون مین انکی پشت کیطرف سے آتے تھے اور دروازہ سے آنا گناہ
جانتے پس اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا الآیۃ۔ اخرجہ البخاری وکذا رواہ ابوداؤد الطیالسی عن براء بن عازب سے دوسری
روایت ہے کہ انصار کا قاعدہ تھا کہ جب اپنے سفر حج سے مدینہ مین واپس آتے تو کوئی آنے والا اپنے گھر مین دروازہ کی طرف سے داخل نہوتا پس یہ آیت اتری
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عادت ابتداے اسلام مین بھی جاری تھی جابرؓ سے روایت ہے کہ قریش لوگ حمس کہلاتے تھے یعنے اپنے دین مین سخت ومضبوط
تو یہ لوگ احرام مین اپنے دروازون سے داخل ہوتے تھے اور انصار و باقی عرب احرام مین دروازون سے نہین داخل ہوتے تھے پس ایک روز
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک باغ مین تھے پس وہان سے اُسکے دروازے سے باہر نکلے اور آپکے ساتھ قطبہ بن عامر انصاری بھی
نکل آئے پس لوگون نے کہا کہ قطبہ بن عامر ایک شخص فاجر ہے اور وہ آنحضرت کے ساتھ دروازے سے نکل آیا پھر لوگون نے اس سے پوچھا کہ تجھے
اس چیز نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا تو قطبہ نے کہا کہ مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہون پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری ولیس البربان

تاتوا البیوت من ظہورہا الآیۃ- اس حدیث کو (ابن ابی حاتم) اور عوفی نے ابن عباسؓ سے بھی اسیکے مانند روایت کی اور ایسا ہی مجاہد و زہری و قتادہ
و ابراہیم نخعی و سدی و ربیع بن انس رحمہم اللہ سے مروی ہو اور حسن بصریؒ سے روایت ہو کہ زمانۂ جاہلیت مین بعض قومون کا دستور تھا کہ جب
انمین سے کوئی سفر کا قصد کرتا اور بقصد سفر گھر سے باہر نکلتا پھر اُسکو کسی وجہ سے یہ مصلحت معلوم ہوتی کہ ٹھہر جاوے اور سفر کو چھوڑے تو
گھر مین دروازے سے نہ آتا بلکہ پشت کیطرف سے دیوار پھاند کر آتا تھا اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری مترجم کہتا ہو کہ ظاہرا یہ مذموم دستور وہ ہو جو آج کل
اسلام کے مذبذب خیالات والون مین پھیلا کہ نجوم کے طور پر جانے کے دن و ساعت مقرر کرکے پا برکاب کرتے ہین پھر گھر مین داخل نہین ہوتے ہین اگرچہ
اس روز سفر نہ کرین اور بعضے دوسرے ٹوٹکے کرتے ہین اور عقائد سب معصیت اور انمین خوف شرک کفر ہو جیسا کہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری و فتاوی عالمگیری وغیرہ مین تطائر مذکور
ہین سراج و معالم وغیرہ مین ہے کہ محمد بن کعب نے فرمایا کہ یہ دستور تھا کہ جب کوئی اعتکاف کرتا تو گھر مین دروازہ سے داخل نہوتا پس اللہ تعالے نے یہ آیت
اُتاری اور عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کہ اہل مدینہ کا دستور تھا کہ جب اپنی عید سے لوٹتے تو اپنے گھرون مین پشت کی طرف سے داخل ہوتے اور اعتقاد
رکھتے کہ یہ امر نیکوکاری سے قریب ہو پس اللہ تعالے فرمایا و لیس البر بان تاتوا البیوت الآیۃ- اور بعض تفاسیر مین لایعنے اقوال رائے سے مذکور
ہین جنکا ذکر کرنا روا نہین ہو- قولہ تعالے و اتقوا اللہ الخ یعنے تقوی کرو اللہ تعالے سے پس بجا لاؤ جسکا تمکو حکم کیا اور چھوڑو جس سے تمکو منع کیا تاکہ فلاح
پاؤ قیامت مین جب کھڑے ہوگے اللہ عز و جل کے سامنے پس تمکو پوری نعمت سے بدلا عطا فرماویگا

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝

اور لڑو اللہ کی راہ مین اُن لوگون سے جو تمسے لڑین اور زیادتی مت کرو اللہ نہین چاہتا زیادتی کرنے والون کو

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت کے حکم جہاد آنے پر کافرون سے بدر و احد و خندق وغیرہ مواقع پر جہاد کیا پھر ہجرت کے چھٹے سال آپنے
عمرہ کعبہ معظمہ کا قصد کیا جب مقام حدیبیہ تک پہونچے تو کفار قریش لڑنے پر آمادہ ہوئے- آخر دس برس پر صلح ٹھہری اور اس سال واپس جاوین پھر سال
آئندہ مین انکے لیے تین روز مکہ خالی کردینگے پس جب سال آئندہ مین آپنے قضاے عمرہ کا سامان فرمایا تو صحابہؓ کو خطرہ ہوا کہ شاید قریش بیوفائی کرین تو احرام
کی حالت مین مقام حرم مین ماہ حرام ذی الحجہ مین کیونکر قتال کرینگے تو آیت نازل ہوئی قولہ تعالے قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ - تم قتال کرو اللہ تعالے کی راہ
مین ف اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہونے کے لیے خلوص نیت کے ساتھ- الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ ان لوگون سے جو تمسے لڑین ف یعنے کافرون سے
وَلَا تَعْتَدُوا- اور زیادتی مت کرو ف یعنے اپنی طرف سے پہل کر کے قتال کرنے مین پس تم اپنی طرف سے پہل مت کیجیو- إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ
اللہ تعالے پسند نہین کرتا ان لوگون کو جو تجاوز کرنے والے ہین ف اس حد سے جو انکے لیے باندھ دی- پھر واضح ہو کہ قریش نے عہد پورا کیا
اور قتال واقع نہین ہوا پھر سوال یہ کہ آیت قدیمی سے یہ حکم ثابت رہا کہ کافرون سے قتال کرنے مین پہل نہ کرے خصوص حرم و احرام و ماہ حرام مین شیخ
سیوطیؒ وغیرہ نے کہا کہ ابتداے قتال کی ممانعت جو اس آیت مین ہو وہ سورہ براۃ کی آیت و اقتلوہم حیث ثقفتموہم الآیۃ سے منسوخ ہو یعنے کافرون
جہان پاؤ مارو یہانتک کہ اسلام کی طرف رجوع لاوین- یہ حکم خاصۃ عرب کے واسطے ہو جاننا چاہیے کہ اسمین کسیکا خلاف نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ مین ہجرت کرکے آنے سے پہلے کافرون سے قتال کرنا آپکو ممنوع تھا بقولہ تعالے فاعف عنہم واصفح اور بقولہ واہجرہم ہجرا جمیلا
اور بقولہ لست علیہم بمصیطر- اور قولہ ادفع بالتی ہی احسن اور مانند اسکے اور آیات جو مکہ مین اُتری ہین اور علما نے بیان کیا کہ باوجود ایذاء کفار کے مسلمانونکو
اُسوقت جہاد کی اجازت نہ ملی اسمین منجملہ فوائد کے ایک امتحان تھا کہ حکم الٰہی پر قائم رہین اور نیز صبر کے عادی ہون پھر جب آپنے اللہ تعالے کے حکم
سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو اسمین اتفاق ہو کہ جہاد کا حکم مدینہ مین اترا ہو پھر بنابر بیان شیخ سیوطیؒ کے یون ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے

چھٹے سال پندرہ سو مسلمانون کے ساتھ عمرہ ادا کرنیکا قصد کیا اور محققین نے کہا کہ حج اسوقت فرض نہ تھا پس جب آپ حدیبیہ بضم حاء مہملہ و فتح دال
مہملہ و سکون یاء و کسر باء موحدہ پھر یاء مفتوحہ بروزن سہیلیہ تو سہیل مکہ سے ایک مقام ہے پہونچے تو خبر پہونچی کہ قریش لڑنے پر آمادہ ہین اور مسلمان حالت
احرام مین تھے بالجملہ یہین آپ نے مسلمانون سے بیعت رضوان لی یعنے نہ بھاگینگے چاہے مرجاوین آخر انجام یہ ہوا کہ قریش نے صلح کی اور یہ قرار پایا
کہ دوسرے سال آپ آوین اور عمرہ ادا کرین اور قریش تین روز کے لیے مکہ کو خالی کر دینگے اور پوری صلح کی حدیث صحیح بخاری وغیرہ سے اپنے مقام و موقع
مین مذکور ہوگی اور چند مسلمانون نے اس صلح کو مکروہ جانا انہین سے عمر بن الخطاب بھی ہین ولیکن یہی فتح کبری تھی چنانچہ بعد اسکے اللہ تعالی نے سورۂ
انا فتحنا نازل فرمائی ہے بالجملہ جب دوسرے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء عمرہ کا قصد کیا تو مسلمانون کو یہ خیال ہوا کہ ایسا نہو کہ قریش اپنے
وعدہ کو پورا نہ کرین اور مکہ کو خالی نہ کرین بلکہ لڑنے پر آمادہ ہون تو حالت احرام مین اُنسے قتال مکروہ ہوگا اور نیز یہ ماہ حرام ہے اور مقام لڑائی کا
حرم ہے اور ان سب مین قتال مکروہ ہے پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ یعنے اجازت دی اور کراہت دور کردی
مگر اس شرط سے کہ جو تم سے لڑے اس سے لڑو اور خود اس حالت احرام اور ماہ حرام و حرم مین لڑنے کے واسطے پہل نہ کرو ایسا ہی معالم وغیرہ مین بھی
مذکور ہے اور ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ابو العالیہ سے مذکور ہے کہ فرمایا کہ یہ اول آیت ہے جو قتال کے بارہ مین مدینہ مین اُتری پھر جب اُتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لڑتے اُس شخص سے جو آپ سے لڑتا اور باز رہتے اُس سے جو نہ لڑتا یہانتک کہ سورۂ براءۃ نازل ہوئی اور ایسا ہی عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے کہا
یہانتک کہ کہا کہ یہ منسوخ ہے بقولہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم۔ قال المترجم شیخ ابو العالیہ کی روایت پر اسکا شان نزول یہ نہین بنتا ہے جو مفسر رحمہ اللہ
نے ذکر کیا ہے اسوجہ سے کہ واقعہ حدیبیہ چھٹے سال ہجرت کے واقع ہوا تھا لانکہ قبل اسکے غزوۂ بدر و اُحد وغیرہ واقع ہوچکے تھے کیونکہ غزوۂ بدر دوسرے سال
ہجرت مین واقع ہوا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اول آیت جو جہاد کی اجازت مین اُتری ہے وہ قولہ تعالی اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الآیۃ
ہے اور یہ آیت قولہ تعالی وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ اسی واقعہ مین اُتری ہے جیسا کہ مفسر سیوطی وغیرہ نے ذکر کیا و سیاتی و ابن کثیرؒ نے کہا کہ قولہ
الذین یقاتلونکم حکم جہاد نہین بلکہ یہ تو جوش دلانا اور اُن دشمنون پر اُبھارنا ہے جنکی ہمت قتال اہل اسلام ہے۔ اور علی ہذا کلام مفسر رحمہ اللہ مین بھی تامل ہوگا
کہ جو اسکو منسوخ قرار دیا اور نیز اگر احرام و حرم و ماہ حرم مین کراہت قتال سے اجازت تھی تو وہ حکم جہاد مستقل نہین جو منسوخ ہو فتامل۔ پھر اس آیت مین فرمایا
قاتلوا فی سبیل اللہ صحیح بخاری مین حضرت ابو موسی اشعری کی روایت سے ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بعض لڑنے والا شجاعت کی راہ سے
لڑتا ہے اور بعض لڑنے والا حمیت کے جوش سے لڑتا ہے اور بعض لڑنے والا لوگون کے دکھلانے کو لڑتا ہے پس ان مین سے فی سبیل اللہ کون ہے تو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسواسطے لڑے کہ اللہ تعالی ہی کا کلمہ بلند ہو تو وہ فی سبیل اللہ ہے۔ اور قولہ تعالی الذین یقاتلونکم اسمین ایک جماعت سلف نے فرمایا کہ
کہ مراد اس سے عورتون و لڑکون و پھوس بڈھون و لنجون و راہبون و مجنونون و اندھون و مکفوفون و انکے مانند لوگون کے سوائے لڑنے والے کافر لوگ مراد
ہین اور قولہ لا تعتدوا۔ مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ انکے ساتھ قتال مین پہل نہ کرو اور اس بنا پر یہ آیت منسوخ ہوگی جیسا کہ مفسرؒ نے خود ذکر کیا ہے اور ایک جماعت
کی راے یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہین ہے اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ لا تعتدوا۔ مین ارتکاب مناہی بھی داخل ہے یعنے جو منع ہے اُسکے مرتکب نہو اور صحیح مسلم مین
بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرو جو اللہ تعالی کے ساتھ کفر کرے اس سے لڑو جہاد کرو
اور غلول مت کرو اور غدر مت کرو اور مثلہ مت کرو اور بچون کو مت قتل کرو اور صومعہ کے راہبون کو مت قتل کرو اسکو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے اور اسی کے مثل
اسکے ابن عباسؓ سے مرفوعاً امام احمد کے پاس اور انسؓ سے مرفوعاً ابوداؤد کے پاس روایت ہے اگر کہو کہ آیۃ براءۃ قولہ تعالی۔ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا
المشرکین حیث وجدتموہم۔ کے یہ معنے کہ پھر جب ماہ حرام نکل جاوین تو مشرکون بت پرستون کو جہان پاؤ قتل کر دو یعنے خواہ حرم مین یا حرم کے باہر پس اسمین

ماہ حرام مین قتال ممنوع رہا جواب یہ کہ کافرون کے واسطے یہ میعاد عام دی گئی تھی تاکہ جنسے معاہدہ ہے وہ غدر و بدعہدی نہ کرے پہلے چپکے چپکے سامان کیا پھر یکبارگی اعلان جنگ دیدیا جیسے دنیا دی بدکار کرتے ہیں اور واضح ہو کہ اسی حکم کی آیت اس مقام پر بھی موجود ہے اور یہ اسی بنا پر ہے کہ پہل مت کرو فافہم۔ ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ اسی طرح اہل عرفان واہل حقیقت اپنے سخت دشمن یعنے نفس کے ساتھ قتال کریں اور اسکی بنیاد کھود ڈالیں تاکہ دواعی سرکشی کے سب زائل ہوجاویں اور حضوری باری تعالے میں انکے سینہ سلامت رہیں اور ہجوم کی پریشانی سے انکو دل جمعی حاصل ہو اور منع فرمایا کہ اسکو اپنے حال پر چھوڑنے میں نافرمانی نہ کریں کہ یہ حد سے تجاوز ہے اور اسکے حظوظ پرچھے رہنا عدوان ہے

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ

اور مار و انکو جس جگہ پاؤ　اور نکال دو انکو جہان سے　انھون نے تمکو نکالا　اور دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ ہے　اور نہ لڑو ان سے

عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ فَإِنِ انتَهَوْا

مسجد حرام پاس　جب تک وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ پھر اگر وہ لڑیں تو انکو مارو یہی سزا ہے منکرون کی　پھر اگر وہ باز آویں

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے　اور لڑو انسے جب تک نہ باقی رہے فساد　اور حکم رہے اللہ کا پھر اگر وہ باز آوین　تو زیادتی نہیں مگر بے انصافون پر

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ۔ مشرکون کو جہان پاؤ مار ڈالو ف یعنے عرب بت پرستون کو جب وے آمادہ قتال ہون جہان پاؤ مارو۔ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ۔ اور انھون نے جہان سے تمکو نکالا تم وہان سے انکو نکالو ف یعنے مکہ سے چنانچہ دو برس بعد انکے ساتھ ایسا ہی کیا گیا جب مکہ فتح ہوا وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ اور فتنہ بہ نسبت قتل کے اشد ہے ف یعنے انکا شرک کرنا بہ نسبت انکے قتل کیے جانے کے حرم میں واحرام کی حالت میں جسکو تم نے عظیم جانا ہے بہت بڑھا ہوا ہے وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور انسے مسجد الحرام میں مقاتلت کیجیو حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ۔ یہانتک کہ وے لوگ تم سے خود مسجد الحرام میں قتال کریں فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ۔ پھر اگر وے لوگ تم سے لڑائی کریں یعنے مسجد الحرام میں تو انکو مارو كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔ کافرون کی یہی سزا ہے ف مسجد الحرام وحرم میں جہان بدکرداری کریں مارے جاویں واضح ہو کہ ایک قراءۃ میں لَا تَقْتُلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يَقْتُلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ الآیۃ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ پھر اگر یہ لوگ شرک سے باز آوین تو اللہ تعالے غفور رحیم ہے ف اگلے کل گناہ بخشیگا اور انپر رحمت فرماویگا۔ واضح ہو کہ جہاد اصلی عبادت نہیں بلکہ مومنون کے واسطے رحمت اور کافرون سے حفاظت ہے لہذا اعلام فرمایا۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ۔ اور ان بت پرستون کافرون سے قتال کرو اس حد تک کہ فتنہ یعنے شرک نہ پایا جاوے اور دین اللہ تعالے ہی کیواسطے ہوجاوے ف اور یہ عین عدل ہے کہ مخلوق اپنے خالق عزوجل کے بندے ہوجائیں جیسے خالق عزوجل سے شرک کرنا عین ظلم ہے کہ اسکے بعد کوئی نیکی معتبر نہیں ہے۔ بالجملہ بعد توحید کے قتال جہاد جائز نہیں ہے لہذا صریح فرمایا فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ۔ پھر اگر وہ شرک سے باز رہیں تو پھر عدوان نہیں مگر انھیں پر جو ظالم ہیں ف اور معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ بعد لا الٰہ الا اللہ کے ظالم نہ رہے تو انپر عدوان وظلم وقتال نہیں ہوسکتا ہے۔ واضح ہو کہ اشد بمعنی اعظم ہے کیونکہ اشد چونکہ غالب صفت اعیان سے ہے لہذا اعظم سے تفسیر کی جو صفت معانی سے ہے۔ لا تقاتلوہم۔ بالف قراءۃ جمہور کے موافق یہ نہی قتال ہے پس قتل سے بطریق اولی منع ہے اور بغیر الف کے قراءۃ حمزہ وکسائی کے موافق نہی ہے نفس قتل سے۔ انتہا۔ باز رہنا تکون بمعنی توجد ہے کان تامہ ہے فان انتھوا شرط ہے

اور جزا اسکی محذوف ہے اور اسواسطے حذف کی گئی کہ قولہ فلا عدوان - اسپر دلالت کرتا ہے - اب جاننا چاہیے کہ اس آیت نے منسوخ کر دیا پہلی آیت کو یعنے
پہلی آیت مین اللہ تعالےٰ نے مسلمانون کو قتال کا حکم دیا تھا اس شرط سے کہ کفار لڑائی پر اقدام کرین اور اس آیت مین انکو حکم دیا کہ کافرون پر جہاد کرین
خواہ کافر انسے لڑین یا نہ لڑین مگر مسجد الحرام یعنے تمام حرم مین انسے قتال مین خود ابتدا نہ کرین چنانچہ فرمایا - واقتلوہم حیث ثقفتموہم شیخ ابن جریرؒ نے
کہا کہ یہ خطاب اصحاب مہاجرین کو ہے شاید بقرینہ قولہ واخرجوہم من حیث اخرجوکم - ہے اسواسطے کہ انصار کو انھون نے نہین نکالا تھا اور اس صورت مین انصار
انکے حکم مین داخل ہونگے اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو جوش دلانے اور آمادہ کرنے پر محمول کیا اور کہا کہ معنے یہ ہین کہ تمھاری ہمت انکے قتال پر آمادہ و بڑھی رہے جیسے
انکی ہمت تمھارے قتال پر ہے وعلی ہذا آیۃ اولی منسوخ نہوگی اسواسطے کہ نسخ جاری ہوتا ہے اوامر و احکام مین اور تحقیق اسکی مقدمہ مین مذکور ہے ولیکن
اکثر مفسرین کے نزدیک آیہ اولی منسوخ ہے اور یہ جو بعض نے ذکر کیا کہ آیہ قتال نے ستر آیات کو نسخ کیا اور جو ابن العربی نے کہا کہ جہان قرآن مین صفح
از کفار اور تولی و اعراض و کف اور اسکے مانند مذکور ہے وہ آیت السیف سے منسوخ ہے اور حکم قتال نے اسکو جو بیس آیت کو منسوخ کیا ہے یہ سب مبالغہ خلاف
تحقیق ہے کیونکہ صفح (یعنے اعراض و چشم پوشی) وغیرہ (از درگزر) کے احکام ایک سبب پر مبنی تھے یعنے جب تک مسلمانون مین ضعف تھا تو بسبب ضعف اور قلت کے اس سبب کے موافق صفح
وغیرہ کا حکم دیا گیا یہانتک کہ مسلمانون کو قوت حاصل ہو پس صفح کا حکم گویا اسطرح تھا فاصفح عنہم الی ان یکون الاسلام قویا یعنے اسلام قوی ہونے تک صفح کرو
پھر زوال سبب کے بعد وہ حکم بھی جاتا رہا اور دوسرے سبب کے موافق حکم ہوا پس یہ آیات جنکو منسوخ سمجھا ہے وہ درحقیقت منسوخ نہین ہین وقولہ - واخرجوہم من
حیث اخرجوکم بنابر قول مفسرؒ کے ایسا بروز فتح مکہ واقع ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز جو مسلمان نہوے انمین سے بعض کو قتل کیا اور بعض کو
نکال دیا - چونکہ جہاد مین جانون کا تلف کرنا اور لوگون کا قتل کرنا ہوتا ہے اور یہ امر ان لوگون پر جو حقیقت حال سے واقف نہون گران ہوتا ہے اور جو لوگ
حقیقت عظمت الٰہی اور تحقیق حال سے آگاہ ہین جانتے ہین کہ شرک سب چیزون سے بدتر ہے کوئی امر دنیا مین اس سے بدتر نہین حتی کہ قتل وغیرہ اسکے
سامنے کچھ چیز نہین پس اللہ تعالےٰ نے متنبہ کر دیا کہ حرم مین قتل کرنا بسبب تعظیم الٰہی کے ہے ولیکن ان کافرون کی گستاخی جو حد سے بڑھی ہوئی وہان موجود ہے وہ اس
سے کہین بڑھکر ہے اسیواسطے فرمایا والفتنۃ اشد من القتل - شیخ ابو العالیہ و مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و حسن و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس نے کہا کہ اللہ
تعالےٰ فرماتا ہے کہ شرک اشد ہے قتل سے - پس فتنہ کی تفسیر شرک کے ساتھ یہی سلف سے مروی ہے اور اسکو مفسرؒ نے اختیار کیا اور متردد اقوال لاطائل یہان مین
بھی ترک کرتا ہون قولہ ولا تقاتلوہم عند المسجد الحرام - اور مراد مسجد حرام سے حرم ہے اسواسطے کہ مسجد حرام کا لفظ حرم پر اطلاق کیا جاتا ہے اور اسمین ممانعت ہے
کہ حرم مین کافرون مشرکون سے مقاتلہ مین ابتدا نکرو اگر وہ مقاتلہ کرین تو وہان بھی مارو - اور اہل علم مین اختلاف ہے کہ حرم مین قتال روا ہے یا نہین پس
ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور حرم مین قتال روا نہین ہے جبتک کہ کوئی تعدی کرنے والا تعدی نہ کرے اور اگر تعدی کرے تو اسکی دفع کے واسطے مقاتلہ
کرنا روا ہے اور یہی صحیح ہے اور اسکے موید ہے وہ حدیث جو صحیحین مین مروی ہے اور معنی یہ ہین کہ حرم مین لڑنا کسی کے واسطے قبل اسکے حلال نہین ہوا تھا جب سے اللہ تعالےٰ
نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تب سے وہ حرام ہے اور میرے واسطے ایک دن مین ایک ساعت کے واسطے حلال کیا گیا تھا پھر وہ قیامت تک کے واسطے
حرام ہوگیا ہے جیسے پہلے تھا اور دوسرے گروہ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے سورۂ براءۃ کی آیت سے اے فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم - مارڈالو مشرکون کو جہان پاؤ
اور یہ عام ہے پس حرم مین بھی مارڈالنا جائز ہے اور جواب یہ ہے کہ دونون آیتون مین توفیق ممکن ہے اور حدیث اسکی تفسیر واقع ہوئی پس سوائے حرم کے
ہر جگہ قتل کرنا چاہیے - اور اعتراض کیا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو جو کعبہ کا پردہ پکڑے چپٹا تھا وہین قتل کرا دیا اور جواب یہ ہے
کہ یہ اسی ساعت کے اندر واقع ہوا تھا جو اللہ تعالےٰ نے آپکے واسطے حلال کر دی تھی - اور خود حدیث مین ہے کہ اگر کوئی شخص یہ حجت لاوے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسمین قتال کیا ہے پس سبکو بھی قتال روا ہے تو اسکو کہو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کے واسطے اسمین قتال کرنے کی

ایک ساعت کے واسطے اجازت دیدی تھی اور تمھارے واسطے اجازت نہین دی ہے- یہ حصہ حدیث صحیحین ہی- قولہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذالک جزاء الکفرین- یعنے پھر وہ اگر تمسے مقاتلہ کرین مسجد حرام مین اور قید مسجد حرام اسے حرم کی بنا بر مفہوم غایت کے سمجھی گئی ہے- فاقتلوھم یعنے فقاتلوھم ایسا ہی بعض نے کہا ولیکن یہ غیر مستحسن ہے بلکہ فاقتلوھم اپنے معنی پر ہے اور معنی یہ ہین کہ انکو قتل کرو لڑکر اور اس سے باک نہ کرو کہ حرم مین مار ڈالا رو انھین یعنی یعنے تمکو اجازت دیدی- قولہ فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم- اسے اگر حرم مین لڑنا چھوڑین اور اسلام کی طرف رجوع کرین تو اللہ تعالے انکے گناہ بخشدیگا اگرچہ انھون نے اس سے پہلے مسلمانون کو قتل کیا ہو اگرچہ حرم مین قتل کیا ہو کیونکہ اللہ تعالے رجوع لانے والے کے حق مین کسی گناہ کو بڑا نہین رکھتا ہے بخشدینے مین پھر اللہ تعالے نے قتال کفار کا حکم دیا اور فرمایا- وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ یعنے انسے قتال اسوقت تک کرو کہ فتنہ نہ رہے اسے شرک نہ رہے یہ قول ابن عباس و ابو العالیہ و مجاہد و حسن و قتادہ و ربیع و مقاتل و سدی و زید بن اسلم کا ہے- قولہ ویکون الدین للہ- اسے عبادت فقط اللہ تعالے وحدہ کی رہ جاوے کوئی غیر اسکے ساتھ پرستش نہ کیا جاوے پس اس آیت مین مسلمانون کو انتہائے جہاد بتلادی کہ انسے برابر اسوقت تک جہاد کرو کہ شرک نہ رہے اور عبادت فقط واسطے اللہ تعالے کے ہو جیساکہ صحیحین مین روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین حکم دیا گیا ہون کہ لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ وہ کہین لا الٰہ الا اللہ- پس جب انھون نے ایسا کہا تو مجھسے اپنی جانون و مالون کو بچایا سوائے اسقدر کے جو حق اسلام ہے جیسے زکوٰۃ وغیرہ یا قصاص اور حساب انکا اللہ تعالے پر ہے- اور بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ یکون الدین للہ یعنے دین اللہ تعالے ہی سب پر بلند ہو جاوے اور شاید یہ دفع اعتراض ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مشرکین سے برابر قتال کرو جب تک کہ ایمان نہ لاوین حالانکہ جزیہ لیکر انکو انکے دین پر قائم رکھنا روا ہے اور حق جواب اسکا یہ ہے کہ یہان مشرکین سے قریش و عرب کے بت پرست مراد ہین اور عرب کے بت پرستون کے حق مین یہ حکم ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لاوین تو قتل کیے جاوین اور جزیہ کا حکم اہل کتاب و مجوس اور سوائے عرب کے بت پرستون کے حق مین ہے- قولہ فلا عدوان الا علی الظالمین- اسے فلا تعتدوا الا علی المنتھین- یعنے پس اعتداء نہ کرو ان لوگون پر جو باز رہے ہین اسواسطے کہ اچھا نہین کہ ظلم کیا جاوے مگر اسی پر جو ظلم کرے پس علت کو بجائے حکم کے قائم کردیا اور جزائے ظلم کو بھی اسی کے نام سے فرمایا یعنے فلا عدوان کہا تو یہ بنا بر مشاکلت کے ہے جیسے قولہ تعالے فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ یعنے جو تم پر تعدی کرے تم اسپر تعدی کرو حالانکہ مظلوم تو عوض لیتا ہے و مثل قولہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا- یعنی بدکاری کی سزا اسکے مثل بدی ہے حالانکہ سزا تو عدل ہے نہ ظلم یا یہ معنے ہین کہ اگر تمنے باز رہنے والون سے تعرض کیا تو تم پھر ظالم ہوجاؤگے پس عدوان تمپر ٹوٹ پڑے گا اسواسطے کہ عدوان نہین مگر اسی پر جو ظالم ہو- ف قال فی العرائس وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ- اشارہ مین دشمن نفس لیا کیونکہ نفس سب سے بڑا دشمن ہے لہذا اپنے نفسون کے ساتھ اپنی اوقات کے نگاہ رکھنے پر ہمیشہ محاربہ کرو کہ تمھارے اوقات اس صفت کے ساتھ ہون کہ تمھارے حالات باطنہ طبیعت کے میل کچیل اور جبلت کی نجاست اور بشریت کی برائیون سے پاک ہوجاوین یہانتک کہ وقوع خطرات کا فتنہ دیوان اسرار مین نہو یعنے صاف سینون مین اور سور دلون مین جو بنور احدیت سے نورانی ہین شیطانی خطرات کا دخل نہو اور ہمت جمع ہوجانے اور پریشانی سے اجتماع ہوجانے کے بعد تمھارے اسرار مین مکاشفات قربت کا گھر ہوجاوے اور جب نفوس منفرد ہو کر عزیز غفار کے حضور مین حاضر رہتے ہین تو انکی باطنی حقیقت پر حقائق ایمان کا غلبہ ہوتا ہے

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ

حرمت کا مہینہ مقابل حرمت کے مہینے کے اور ادب رکھنے مین بدلا ہے پھر جنے تم پر زیادتی کی تم اوسپر زیادتی کرو جیسے

مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

دینے زیادتی کی تم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگارون کے

اس آیت مین مبالغہ کے ساتھ مسلمانون کے دلون سے احرام و ماہ حرام وحرم مین قتال کی کراہت کو نکال ڈالا اول تو اسطرح کہ فتنہ شرک سب گناہون سے بدتر ہو بلکہ شرک اصل ہو اور باقی سب شاخ ہین دوم فرمایا اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ - ماہ حرام بمقابلہ ماہ حرام ہے یعنے جیسے انھون نے تمسے ماہ حرام مین قتال کیا اسی طرح تم انسے قتال کروگے رہا احرام وحرم تو فرمایا وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ اور جمیع حرمات کا قصاص ہو ف حرمات جمع حرمہ وہ چیز جسکا احترام کیا جاتا ہو یعنے ہر ایک حرمت جب ہتک کرین تو برابر بدلا لو فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ جسنے تم پر ظلم کیا ف اسطرح کہ قتال کیا تم سے حرم مین یا حالت احرام مین یا ماہ حرام مین فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ تو تم اسپر عدوان کرو جیسے اسنے تمپر اعتداء کیا ف یعنے کافرون نے جو ظلم کیا اسکا بدلا ظلم نہین مگر اسکو بھی اعتداء کہدیا گیا کیونکہ وہ جسکا بدلا ہی چونکہ اسکے ساتھ صورت مین مشابہ ہو اسواسطے وہی اسکا لفظ مین نام لیا گیا- وَاتَّقُوا اللّٰهَ - اور اللہ تعالی سے تقوی رکھو ف حتی کہ تم میل نہ کرو اور نہ عدوان مین سے زائد ہو- وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ - اور جان رکھو کہ اللہ تعالے متقین کے ساتھ ہی جو متقی ہین ف یعنے وہ متقیون ہی کو مدد و نصرت دیتا ہو مترجم کہتا ہو کہ چند معدود صحابہ رضی اللہ عنہم جو متقی تھے دیکھو ان کو لاکھون کافرون پر ہمیشہ غلبہ دیا- پھر جب پہلے بادشاہون نے طریق سنت چھوڑا و دین بگاڑا تو سب مٹ گیا- حرم خانہ کعبہ کے گرد کچھ دور تک کی زمین حرم کہلاتی ہو- احرام عمرہ یا حج کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھ کے تلبیہ کہنا طریقہ مسنون احرام کا ہو جسسے بہت سی چیزین حرام ہوجاتی ہین یہانتک کہ عمرہ یا حج ادا کرے یا ہدی بھیجکر حلال ہو چنانچہ فقہ مین مفصل مذکور ہو آور شہر حرام وہ شوال و ذی قعدہ و ذی الحجہ اور رجب ہو اور یہان حج کے اول تین مہینون مین سے کوئی مہینہ ہو مراد ہو اور معالم مین فرمایا کہ وہ ذی قعدہ تھا- ابن کثیرؒ نے تفسیر آیت مین ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس بروایت عکرمہ اور ضحاک و سدی و قتادہ و ربیع بن انس وعطا، وغیرہم نے کہا کہ چھٹے سال ہجرت مین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کا احرام باندھکر اسکے ادا کے واسطے چلے اور حدیبیہ مین پہونچے اور مشرکون نے آپکو مکہ مین داخل ہونے اور کعبہ معظمہ تک پہونچنے سے باز رکھا اور آپ کو مع تمام مسلمانون کے جو آپ کے ساتھ تھے روکا اور یہ ذی قعدہ کے مہینہ مین واقع ہوا اور وہ ماہ حرام ہو یہانتک کہ مشرکین سے اس قرارداد پر صلح کرلی کہ دوسرے سال مکہ مین داخل ہوکر عمرہ قضا کرینگے پھر دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مع ان مسلمانون کے جو آپ کے ساتھ تھے داخل ہوکر عمرہ قضا کیا پس یہ آیت اسی قضیہ مین اُتری- الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص- اور امام احمد نے جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ماہ حرام مین جہاد نہ کرتے الا یہ کہ آپ سے دشمن قتال کرتے تو جہاد کرتے پھر جب ماہ حرام آجاتا تو ٹھہر جاتے یہانتک کہ وہ گذرجاتا- یہ اسناد صحیح ہو اور جب آپ حدیبیہ مین پہونچے اور خبر دی گئی کہ قریش اور انکے ہم سوگند ایک جماعت کثیر مشرکون کی لڑنے پر تیار ہین اور آپ نے حضرت عثمان بن عفان کو بھیجا کہ مشرکون کو سمجھا دین کیونکہ وہان انکا کنبہ بہت تھا پھر اسی حال مین کہ آپ حدیبیہ مین مقیم تھے آپ نے سنا کہ عثمان قتل کیے گیے تو آپ نے باوجود اس حالت احرام کے اپنے اصحاب سے بیعت لی اور وہ ایک ہزار چار سو آدمی تھے اور ایک درخت کے نیچے بیعت لی اس بات پر کہ مشرکون سے قتال کرین اور نہ بھاگین یہانتک کہ مرجاوین پھر جب آپکو خبر پہونچی کہ عثمان نہین مقتول ہوے تو جہاد کرنے سے باز رہے اور مصالحت کیطرف میل کیا اور یہ صیادی مین ہو کہ عام حدیبیہ مین مشرکون نے کچھ تیر و پتھر مسلمانون پر پھینکے و مارے تھے اور مسلمانون نے ماہ حرام مین قتال کرنا مکروہ جانا اور مشرکون کی طرف سے ہتک تھی پس اللہ تعالے نے اس آیت مین فرمایا- الشہر الحرام بالشہر الحرام- یعنے وہ ماہ ذی قعدہ جسمین تمنے داخل ہوکر عمرہ قضا کیا بدلے اس ماہ ذی قعدہ کے ہو جسمین انھون نے تمکو روکا تھا اور اس کا ہتک اسکے ہتک کے مقابلہ مین ہو پس تم کچھ مبالات نہ کرو اور اسپر حجت بیان فرمائی کہ والحرمات قصاص اے حرمت کی چیزین قصاص جاری ہو

پس جب انھون نے تمھارے ماہ حرام کی حرمت کا اسطرح ہتک کیا کہ تمکو روکا پس تم بھی انکے ساتھ ایسا ہی کرو کہ با جبر غلبہ کے ساتھ داخل ہو اور اگر تم سے لڑین تو انکو قتل کرو قال المترجم مجھے ہمین تاویل ہی بہتر ہے کہ دوسرے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم موافق صلح کے داخل ہوئے تھے بزور شمشیر نہین گئے تھے جیسا کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہے پس تحقیق معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے نے مسلمانون کو انکے استعلام کا جواب دیا کہ اگر تمکو یہ خیال ہے کہ اس سال اگر قریش اپنا وعدہ وفا نہ کرین اور قتال کرین تو کیونکر انسے قتال کیا جائیگا حال یہ ہے کہ ماہ حرام و شہر حرام اور حالت احرام ہے تو یہ مساوات جاری ہے تمھارے انکے درمیان پس تم اسکی مبالات نہ کرو جیسا کہ مفسر نے پہلے ذکر فرمایا ہے اور قولہ فاعتدوا بمثل ما اعتدی علیکم- علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے اس قول مین روایت کی کہ یہ مکہ مین نازل ہوئی کہ جب نہ اسلام کی شوکت تھی اور نہ جہاد تھا پھر مدینہ مین آیۂ قتال نازل ہونے سے منسوخ ہوگئی اسکو ابن جریر نے ذکر کیا اور کہا کہ یہ آیت مدنیہ ہے اور اسکو مجاہد کیطرف منسوب کیا اور بعض نے کہا کہ یہ حکم اب بھی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جاری ہے کہ جو کسی کے مال و بدن مین تعدی کرے تو اسکو روا ہے کہ وہ خود اسکے قتل پر تعدی کرے- قیل بہذا قال الشافعی وغیرہ و امام ابو حنیفہ کے نزدیک بدنی تعدی دو قسم کی ہے ایک وہ مقدار جسمین قصاص ہے اور دوم وہ کہ اسمین قصاص نہین پس غیر قصاص ساقط ہین امام المسلمین اسمین تعدی کرنے والے کو تعزیر دیگا اور فقہائے حنفیہ نے باب التعزیر مین اسکی صورتین مختلفہ باختلاف اشخاص اشراف و اراذل بہت بیان کی ہین- اور جنمین قصاص ہے پس وہ حاکم کے حکم پر موقوف ہے یہ شخص خود تعدی نہین کرسکتا ہے اور یہی حکم اموال مین ہے کہ تعدی کرنا نہین جائز ہے لقولہ علیہ السلام ادا الامانۃ الی من ائتمنک ولا تخن من خانک رواہ الدارقطنی وغیرہ یعنے ادا کرے امانت اسکی جسنے تیرے پاس امانت رکھی ہے اور خیانت مت کر اسکی جسنے تیری خیانت کرلی ہے اور یہی قول جمہور مالکیہ و عطاء خراسانی کا ہے- قولہ واتقوا اللہ- یعنے انتقام لینے مین اور تعدی چھوڑنے مین تقوی کرو یعنے بدلا لینے مین حد سے تجاوز نکرنا- قولہ مع المتقین- اگر کہا جاوے کہ ساتھ ہونا تو لوازم اجسام سے ہے اور اللہ تعالے اس سے پاک و برتر ہے کہ وہ جسم یا جسمانیات سے ہو سبحانہ و تعالے پس کیونکر وہ متقین کے ساتھ ہے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالے کی فتح و نصرت متقیون کے ساتھ ہے اور اپنی ذات پاک کو جو ذکر فرمایا تو یہ تقویت و تکریم ہے- پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالے اپنے متقی بندون کے ساتھ ہے تو ظاہر اوہم کرتے کہ اب ہم کو کسی ہتھیار و سامان کی ضرورت نہین ہے کیونکہ نفس و شیطان کے وسوسہ کا موقع ہے پس اللہ تعالے نے تنبیہ کی کہ نصرت الٰہی تم پر بتقوی ہے اور تقوی فدائے جان و مال ہے کہ یہ دنیاوی تعلق و یہان کی زندگی محبوب نہ رہے پس اپنی جان و مال کو

عقل ایمانی کے ساتھ تدبیر سے قربان کرو اور نصرت الٰہی عزوجل کی امید وار ہو فقال تعالے

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

اور خرچ کرو | اللہ کی راہ مین | اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت مین | اور نیکی کرو | اللہ چاہتا ہے نیکی والون کو

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ- اور تم راہ الٰہی مین خرچ کرو ف یعنے اسکی طاعت مین خواہ جہاد ہو یا کوئی اور ہو وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ- اور اپنے ہاتھون اپنے آپ کو ہلاکت مین نہ ڈالو ف باین طور کہ جہاد مین خرچ کرنے مین بخل کرو یا یہ کہ جہاد چھوڑ دو کیونکہ اس سے دشمن تم پر قوی ہو جائیگا- وَاَحْسِنُوْا- اور نیکی کرو ف یعنے نیک کام کرو جہاد مین خرچ کرنے وغیرہ سے اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ- یعنے اللہ تعالے دوست رکھتا ہے نیکو کارون کو ف یعنے انکو ثواب دیتا ہے- انفاق خرچ کرنا فی سبیل اللہ- یہان مراد ہر طاعت الٰہی ہے اور حدیث مین ہے کہ جسنے خرچ کیا کچھ فی سبیل اللہ تو اللہ تعالے اسکے لیے سات سو گونہ لکھیگا- رواہ الترمذی والنسائی اس حدیث مین جہاد مراد ہے اور فی سبیل اللہ کا اطلاق جہاد پر بکثرت آیا ہے ولیکن نظر بظاہر لفظ مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسکو جہاد وغیرہ عام لیا اور تہلکہ کو بہ سبب ضرورت کہا بایدیکم- اسے بانفسکم یعنے مراد ایدی سے انفس یعنے جان ہے گویا ہاتھ ذکر کرکے کل جسم مراد لیا جیسے کہتے ہین کہ جیرہ الکھد و

یعنے اس شخص کا نام درج کردو لوگوں کے افعال کا ظہور ہاتھ سے زیادہ ہے پس اسکو ہلاکت میں ڈالنا گویا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ٹھہرا۔ اور بعض نے
کہا معنی ہیں کہ نہ ڈالو اپنے ہاتھوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں پس مفعول محذوف ہوگا۔ پھر جاننا چاہیے کہ اس آیت کے سبب نزول اور معنی میں
اختلاف اقوال ہے ولیکن جو معنی عام لوگ اس سے سمجھتے ہیں وہ مراد نہیں ہیں اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو اچھی طرح ذکر کیا ہے لہذا میں نقل کرتا ہوں
بحذف اسانید قال ابن کثیر بخاریؒ نے حذیفہؓ سے روایت کی کہ قولہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کہا حذیفہؓ نے کہ نفقہ کے بارے میں اتری ہے اور ابن ابی حاتم
نے مثل اسکے روایت کی اور کہا کہ ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و عطاء و ضحاک و حسن و قتادہ و سدی و مقاتل سے اسکے مانند مروی ہے۔ اور
یزید بن ابی حبیب نے اسلم ابی عمران سے روایت کی کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے قسطنطنیہ میں کفار سے لڑائی کے وقت دشمن کی صف پر حملہ کیا
یہانتک کہ صف کو پھاڑ دیا اور ہمارے ساتھ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے پس چند لوگوں نے کہا کہ اس حملہ آور نے اپنی جان کو تہلکہ میں ڈالا پس
ابو ایوبؓ نے کہا کہ ہم لوگ اس آیت کے زیادہ جاننے والے ہیں ہمارے حق میں اتری ہے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ مشاہد میں حاضر ہوئے اور مدد کی ہمنے آپکی پھر جب اسلام پھیل گیا اور ظاہر ہوگیا تو ہم لوگ یعنے انصاری لوگ جمع ہوئے اور ہمنے آپس میں کہا کہ
ہمکو اللہ تعالے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے کرامت دی اور ہمکو آپ کی مددگاری کرنے کی کرامت دی یہانتک کہ اب اسلام پھیل گیا اور لوگ
مسلمان بہت ہوگئے اور ہمنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل و مال و اولاد سب پر اختیار کر لیا تھا یعنے اہل و مال و اولاد کو آپ کے پیچھے چھوڑ دیا
تھا کہ کچھ پروا نہ تھی صرف آپکو ہمنے لے لیا تھا اور اب حال یہ ہے کہ لڑائی نے اپنی ہتھیار رکھدیے یعنے اب کچھ جنگ و جدال باقی نہیں ہے پس ہم اپنے
اہل و اولاد کی طرف رجوع کریں اور انہیں کے ساتھ میں مقیم رہیں پس ہمارے حق میں یہ آیت اتری وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ
پس تہلکہ اہل و مال کے درمیان اقامت کرنے اور جہاد چھوڑنے میں تھا یعنے یہی مراد ہے۔ رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی وعبد بن حمید فی تفسیرہ و
ابن ابی حاتم وابن جریر وابن مردویہ والحافظ ابو یعلی فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح غریب ہے
اور حاکم نے کہا کہ شیخین کی اعلی شرط پر صحیح ہے مگر شیخین یعنے بخاری و مسلم نے اسکو روایت نہیں کیا ہے اور ابو داؤد کی روایت اسطرح ہے کہ ہم لوگ قسطنطنیہ
پر جہاد میں تھے اور اہل مصر پر عقبہ بن عامر سردار تھے اور اہل شام پر یزید بن فضالہ بن عبید تھے پس قسطنطنیہ پر رومیوں کی ایک بڑی بھاری صف نکلی پس ہمنے بھی
انکے واسطے صف بندی کی پھر مسلمانوں میں سے ایک شخص نے رومیوں پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صف میں گھس گیا پھر وہ صف پھاڑ کر ہماری طرف نکلا پس لوگ چیخ کر
آواز دینے لگے کہ سبحان اللہ اس نے اپنے آپ کو تہلکہ میں ڈالا پس ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے لوگو تم اس آیت کی وہ تاویل کرتے ہو جو اسکی تاویل نہیں ہے
اور یہ تو ہم گروہ انصار کے حق میں اتری ہے کہ جب اللہ تعالی نے اپنے دین کو عزت دی اور اسکے مددگار بہت ہوگئے تو ہم نے آپس میں کہا کہ اب اگر ہم اپنے
اموال کیطرف متوجہ ہوں اور اسکی اصلاح کریں تو اچھا ہے پس اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری۔ الخ۔ ایک شخص نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں تنہا
دشمن پر حملہ کروں تو کیا میں نے اپنے آپ کو تہلکہ میں ڈالا تو براءؓ نے فرمایا کہ نہیں اور اللہ تعالی نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ فقاتل فی
سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک یعنے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو راہ الٰہی میں قتال کر تو اپنے ہی نفس کو مکلف کریگا۔ (یعنے آیت دلیل
ہے کہ تنہا آپکو مکلف فرمایا تو تنہا حملہ جائز ہوا) اور یہ آیت تو نفقہ کے بارہ میں ہے رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ۔ ولیکن تہلکہ یہ ہے
کہ آدمی گناہ کرے پس وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا جبکہ توبہ نہ کرے (الترمذی وغیرہ) اور ابن ابی حاتم نے عبد الرحمن بن الاسود
بن عبد یغوث سے روایت کی کہ انھوں نے دمشق کا محاصرہ کیا پس قبیلہ ازد شنوءہ میں سے ایک شخص چلا اور دشمن کی طرف اکیلا لپکا
تاکہ ان سے بھڑے پس مسلمانوں نے اس پر اس بات کو عیب جانا اور اس کا قصہ عمرو بن العاص تک پہونچایا

پس عمرؓ نے اسکے پاس آدمی بھیجکر اسکو بلوایا اور کہا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التهلكة مترجم کہتا ہے کہ عمرو بن العاص اسکے عام معنے لیتے تھے جیسے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سردار کرکے جہاد کو بھیجا تو وہان انکو احتلام ہوگیا اور سخت سردی مین نہانے سے رکے اور تیمم سے نماز پڑھائی پھر مدینہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو آپنے پوچھا پس عمرو بن العاص نے یہی آیت پڑھکر عرض کیا تو آپ مسکرائے اور فرمایا اے فقیہ عمرو بن العاص۔ پھر کچھ نہین فرمایا (الصحاح) اس سے معلوم ہوا کہ عمرو بن العاص کا اجتہاد ٹھیک تھا ورنہ آپ ضرور رد فرماتے فافہم۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ تعالے وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة۔ یہ قتال کے بارہ مین نہین یہ تو نفقہ کے بارہ مین ہے یون کہ تو اللہ کی راہ مین خرچ کرنے سے ہاتھ روک لے اور اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالے۔ اور ضحاک بن ابی جبیرہ سے روایت ہے کہ انصارؓ صدقہ دیتے اور اپنے اموال مین سے خرچ کیا کرتے تھے پس انکو ایک سال قحط پہونچا تو انھون نے راہ خدا مین خرچ کرنے سے ہاتھ روکا پس یہ آیت اتری۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة۔ اور حسن بصری نے کہا کہ یہ بخل ہے۔ نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ آدمی کوئی گناہ کرے پھر کہے کہ یہ میرے لیے بخشا نہ جائیگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔ (ابن مردویہ) یعنے یہ ہوے کہ مغفرت سے مایوس ہونا ہلاکت ہے بلکہ توبہ کرے اور نیکو کاری بڑھاوے کیونکہ بحکم قولہ ان الحسنات یذهبن السیئات۔ نیکیون سے بدیان مٹ جاتی ہین۔ اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ عبیدة السلمانی وحسن وابن سیرین وابو قلابہ سے اسکے مانند روایت کیا گیا ہے یعنے مانند قول نعمان بن بشیر کے مروی ہے کہ یہ آیت ایسے شخص کے حق مین ہے کہ جسنے گناہ کیا پس اعتقاد کیا کہ میرے حق مین بخشا نہ جائیگا پس وہ اپنے ہاتھون تہلکہ مین ڈال دیتا ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ تہلکہ عذاب الٰہی ہے۔ اور ابن ابی حاتم و ابن جریر دونون نے محمد بن کعب سے روایت کی کہ وہ قولہ تعالے ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة کی تفسیر مین کہتے تھے کہ قوم مجاہدین اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرتے تھے پس آدمی سامان اپنے ساتھ لیتا جو بنسبت دوسرے کے توشہ مین زیادہ ہوتا وہ باقیون کو دیتا یہانتک کہ اسکے پاس کچھ نہ رہتا تو چاہتا کہ ساتھی اسکی مواسات کرے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة۔ اور ایسا ہی زید بن اسلم سے اس آیت کی تفسیر مین مروی ہے کہ کچھ لوگ جہاد کو نکلتے جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا کرتے پس یہ لوگ بدون نفقہ کے نکلتے تھے پس یا تو رستہ نہ تھا یا زاد راہ تھے کہ میسر نہین تھا پس اللہ تعالے نے حکم دیا کہ جو اللہ تعالے نے رزق دیا ہے اسمین سے نفقہ لے لیا کرین اور اپنی جانون کو ہلاکت مین نہ ڈالین اور تہلکہ یہ ہے کہ آدمی بھوک یا پیاس یا چلنے کی تکلیف سے ہلاک ہو جاوے پھر جس شخص کے پاس توشہ بچتی ہوتا اسکو حکم دیا کہ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین پس یہ اقوال اس بارہ مین سلف سے مروی ہین ولیکن بعض اسکے سبب نزول ہین اور بعض داخل نزول ہین پس سبب نزول وہ ہے جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ تہلکہ یہ ہے کہ مال و اولاد مین قیام کرین اور جہاد کو ترک کرین چنانچہ اس بارہ مین خاص حدیث بھی وارد ہے کہ آخر اس امت والے جہاد چھوڑ کر دنیا کی زراعت وغیرہ مین مشغول ہو جاوینگے تو اسوقت انپر دشمن غالب ہو جائیگا پھر یہ لوگ اپنی حالت درست کرنے پر بطریقہ اہل کفر آمادہ ہونگے اور واللہ کبھی درست نہونگے جب تک کہ اپنے دین کے طریقہ پر نہ آوین۔ کما فی حدیث ابن ماجہ وغیرہ مترجم کہتا ہے کہ دیگر احادیث شاہد ہین کہ یہ اصلاح اسی وقت ہوگی جب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پیدا ہونگے پس یہ تو سبب نزول ہے اور باقی اقوال داخل نزول ہین اسیواسطے شیخ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ یہ سب امور جو روایت کیے گئے ہین اس آیت کی تفسیر مین معتبر ہین پس دین و دنیا کی راہ سے جو امر آدمی کے حق مین تہلکہ ہو سکتا ہے وہ اسمین داخل ہے پس اگر آدمی لڑائی مین تنہا صف دشمن مین گھس جاوے جہان سے بچنے اور چھٹکارے کی راہ نہ ہو اور نہ وہان ضرورت ہو اور نہ اس سے مومنون کیواسطے کوئی اثر پیدا ہوتا ہو جو انکو کارآمد ہو تو یہ بھی تہلکہ مین داخل ہے قال ابن کثیر اور مضمون آیت کا یہ ہے کہ مسلم

یا خرچ کرنیکا اللہ تعالے کی راہ مین سب وجوہ قربات وطاعات سے خصوصا مال صرف کرنیکا دشمنون کے ساتھ قتال کرنے مین اور مال ایسی صورتون مین صرف کرنیکا جس سے مسلمانون کو تقویت حاصل ہو اور دشمن زیر ہون اور خبر دی کہ جو شخص بخل سے نہ خرچ کرنے کی عادت کرے تو یہ ہلاکت ہی پھر اسپر احسان کے حکم کو عطف کیا اور وہ مقامات طاعات مین سے اعلی ہی ف۔ قال الشیخ فی العرائس فی حقائق قولہ تعالے وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ انفاق کے تین حال ہین نفقۂ زاہدین۔ نفقۂ محبین۔ نفقۂ عارفین۔ پس نفقۂ زاہدین یہ ہی کہ تمام دنیا کو مع اوسکی لذتون کے اہل دنیا کے واسطے چھوڑ دے کہ اس سے دنیا کے لوگ نفع اٹھاوین اور اپنے نفس کو اللہ تعالے کیواسطے ایام اللہ تعالے مین خرچ کر دے۔ قال المترجم ایام اللہ تعالے شامل ہی جہاد وقتال کفار کو اور جہاد نفس امارہ کو مع جمیع فرائض وطاعات کے۔ یعنے اپنی جان کو براہ جہاد مین اللہ تعالے پر خیرات کر دے اور نیز اسکی فرمانبرداری مین نفس کے ساتھ لڑائی مین اللہ تعالے کے واسطے خیرات کر دے۔ اور نفقۂ محبین یہ ہی کہ جو اسنے حق سے پایا ہی وہ اہل حق کو دیدے یعنے طالبان راہ حق کو وہ دیدیا کرے جو اسکو حق عز وجل سے کرامت ملے اور یہ درحقیقت ایسا انفاق ہی کہ اسکے پاس کچھ نہ جاویگا مگر اورون کو مل جاویگا۔ اور نفقۂ عارفین یہ ہی کہ مقام فنا مین غیرت حق کو اپنے اسرار مین پاکر اپنی ارواح کو خیرات کر دے۔ یعنے جو لوگ عارف بحق عز وجل ہین انکو حضرت حق عز وجل کے موجود ہونے پر ساتھ مین غیر کا وجود رکھنا موجب غیرت حق عز وجل جانکر اپنے آپ کو بالکل درمیان سے فنا کرین اور درحقیقت یہ نفقہ انکی بے اختیاری مقام عرفان وفنا مین پیدا ہوتا ہی احسان کا مرتبہ اہل مشاہدہ کے مراتب سے بھی اعلی مرتبہ ہی اور اللہ تعالے نے انکو آگاہ کر دیا کہ وہ حقیقت مشاہدہ نہ پاوینگے مگر اسی طرح سے کہ اپنی زندگانی کو خاصان حق کے واسطے خیرات کر دین اور جو شخص کہ مقام احسان سے گم ہوا وہ مشاہدہ سے محجوب ہوا اور بطیش وگرفتاری نفس مین ہلاک ہوا درحالیکہ خواہشہائے نفسانی مین متحیر اور اسکی ہوسات کے ورطہ مین غرق ہے پھر واضح ہو کہ منجملہ مراتب طاعات کے حج وعمرہ ہے اگرچہ اسوقت تک حج فرض نہوا تھا بلکہ ادائے عمرہ کے واسطے قصد تھا لہذا اصل مقصود کی خلوص نیت واحکام کو مع فرضیت حج کے باتقدیر فرضیت حج کے ارشاد فرمایا بقولہ تعالے

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ

اور پورا کرو حج و عمرہ اللہ کے واسطے پھر اگر تم روکے گیے تو جو میسر ہو قربانی سے بھیجو اور نہ منڈاؤ بال سر کے جب تک

الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ

پہونچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر پھر جو کوئی تم مین مریض ہو یا اوسکو دکھ دیا اسکے سرنے تو بدلا دیوے روزہ سے یا خیرات یا

صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

ذبح کرنا پھر جب تم کو خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ لیوے عمرہ ملا کر حج کے ساتھ تو جو میسر ہو قربانی پہنچا وے پھر جسکو پیدا نہو

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى

تو روزہ تین دن کا حج کے وقت مین اور سات دن جب پھر کر جاؤ یہ دس ہوے پورے یہ اسکو ہے جسکے گھر والے نہون رہتے

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

پاس مسجد الحرام کے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔ اور حج وعمرہ کو اللہ تعالے کے واسطے پورا کرو ف یعنے ادا کرو دونون کو دونون کے حقوق کے ساتھ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ۔ پھر اگر تم روکے گیے ف یعنے اگر تم ان دونون کے تمام کرنے سے بوجہ دشمن وغیرہ کے روکے گئے فَمَا اسْتَيْسَرَ

ع ۲۴

۱۵۱

مِنَ الْهَدْيِ ۔ پس جو جانور ہدی سے تم کو آسان ہو ف وہ بھیجو اور وہ بکری ہے وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۔ اور اپنے سر مت منڈاؤ یہانتک کہ ہدی کا جانور اپنے مقام حل مین پہونچ جاوے ف یعنے ہدی بھیجو اور جو شخص لیجاوے اُس سے دن مقرر کرو پھر اُس دن تم سمجھو گے کہ اُسنے وہان ذبح کرکے مساکین پر بانٹ دی ہوگی تب تم حلق کرا کے حلال ہو جاؤ اور اس سے پہلے سر مت منڈاؤ یعنے حلال ہو جاؤ جب تک ہدی اپنے محل یعنے مقام ذبح پر پہونچکر حلال نہ ہو محل بقول شافعی وہ مقام جہان احصار ہوا اور روکا گیا۔ اور بقول ابو حنیفہؒ وہ حرم ہے پھر جب حصار کیوجہ سے احرام کی تکلیف سے اسطرح نکلا کہ ہدی بھیجکر بعد محل پر ذبح ہونے کے یہان حلق کرکے حلال ہوا تو آئندہ جس حج یا عمرہ کا احرام تھا دوسرے سال یا جب میسر ہو قضا کرے اور واضح ہو کہ احرام مین سلا کپڑا اور سر ڈھانکنا و بال توڑنا و ناخن کترانا و عورتین و خوشبو و شکار وغیرہ سب ممنوع ہین جیسے مردہ کی حالت ہوتی ہے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا ۔ پھر جو کوئی تم مین سے مریض ہو ف جسکو احرام کے ممنوعات مین سے کسی امر کی ضرورت بطور دوا وغیرہ کے طاری ہوئی اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ ۔ یا اسکو ایذا سر مین ہو ف مثلا جوئین کثرت سے پڑ جاوین حتی کہ منڈانے کی ضرورت پڑی اور ہنوز مناسک حج یا عمرہ ادا نہین کیے ہین تو ایسا کرے ۔ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۔ پس فدیہ واجب ہے روزے یا صدقہ یا قربانی سے ف فدیہ مین ان تین چیزون کا اختیار ہے تاکہ جو آسان ہو وہ اختیار کرے پس چاہے تین دن روزے رکھے چاہے تین صاع چھ مساکین کو ہر مسکین کو نصف صاع دیدے اور چاہے ایک بکری قربانی کردے ۔ اگر کسی شخص نے بغیر عذر کے سر منڈایا ہو تو جواب یہ ہے کہ جسنے بغیر عذر کے سر منڈایا وہ بھی فدیہ ادا کرے لیکن کفارہ ادا کرنیکا مستوجب ہوگا اور اسیطرح جسنے سواے سر منڈانے کے اور طور پر استمتاع لیا مثلا خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنا یا تیل لگایا خواہ عذر سے یا بغیر عذر کے وہ بھی اسی کے حکم مین لاحق ہے پھر یہ تو اسوقت تھا کہ دشمن وغیرہ سے پورا کرنے سے روکا گیا تھا۔ اور جب احصار جاتا رہے تو فرمایا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۔ پھر جب تم بیخوف ہوے یعنے ادا کرنے مین مطمئن ہوے تو جسنے عمرہ سے حج تک نفع اُٹھایا تو جو کچھ ہدی سے آسان ہو ف سیوطی نے کہا یعنے شوال سے لیکر اواخر حج ذی الحجہ تک مین عمرہ یا احرام صحیح ادا کیا پھر اسی سفر مین حج بھی کرلیا دوسرے احرام سے تو یہ متمتع ہے پس شکرانہ کی قربانی کرے جسمین کمتر ایک بکری ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور ساتھی اگر کسی نے ایک احرام سے عمرہ مع حج ادا کیا تو یہ بھی ایک قسم تمتع ہے جسکو قران بکسر قاف کہتے ہین اور اسمین بھی قربانی کا حکم ہے جیسا کہ ابن الہمام نے فتح القدیر مین بیان کیا ہے یہ اسوقت کہ ہدی کی قیمت ہو اور ملے فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ ۔ پھر جسنے ہدی نہ پائی (خواہ دام نہ ہون یا نہ ملے) تو واجب ہین (دس روزے) تین روزے حج مین ف چھٹی ساتوین آٹھوین یا نوین تک لیکن چھٹی ذی الحجہ سے افضل ہے اسواسطے کہ نوین کو عرفات مین تکان ہوگا ۔ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۔ اور سات دن جب تم لوٹ آؤ ف اپنے گھر ۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ یہ سب دس روزے پورے ہین ۔ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ یہ سب اس شخص کے لیے جسکے اہل خانہ حاضران مسجد حرام سے نہون اور تم اللہ تعالے سے تقوی کرو اور جانو کہ اللہ تعالے شدید العقاب ہے ۔ ف چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ کے قصد مین حدیبیہ کے مقام پر روکے جانے کے ذکر مین حج و عمرہ کا ذکر آیا اور کلام اسطرف منجر ہوا پس بیان حج و عمرہ کے مسائل کو فرمادیا ۔ اور مفسر رحمہ اللہ نے اس مقام پر تمام مسائل کا مبنی بنا بر قول امام شافعی کے رکھا ہے لہذا ضرور ہوا کہ مسائل اس خصوص مذہب امام ابو حنیفہؒ ذکر کردون کہ تفسیر کے بیان مین یہ بھی معلوم ہو جاوے ولیکن قبل اسکے وہ الفاظ جو شرعی اصطلاح ہین بیان کرنا ضرور ہے تاکہ تفسیر اچھی طرح سمجھ مین آجاوے اور مسائل بھی معلوم ہو جاوین حج در اصل یعنے قصد کرنا اور شرع مین قصد کرنا خانہ کعبہ کا زمانہ خاص یعنے ماہہاے حج مین واسطے اداے مناسک کے عمرہ یعنے زیارت اور شرعا زیارت خانہ کعبہ بطریق خاص اور عمرہ کے واسطے کسی زمانہ کی خصوصیت نہین سال مین

جب چاہے اور جتنی مرتبہ چاہے ادا کرے اور اصح یہ ہے کہ جسپر حج فرض ہے اسپر عمر مین ایک مرتبہ عمرہ بھی واجب ہے کما فی العالمگیریہ وغیرہا عن الجوہرۃ۔
پھر حج مین احرام کے ساتھ منیٰ جاکر صبح کو عرفات پہونچکر بعد ظہر کے ظہر وعصر ملاکر پڑھنے کے بعد عرفات مین وقوف کرے پھر بعد غروب کے واپس ہوکر مزدلفہ
مین پہونچکر مغرب وعشا ملاکر پڑھے۔ صبح کو جبل قزح مزدلفہ کے قریب وقوف کرے پھر طلوع کے بعد روانہ ہوکر جمرۃ العقبہ کی کنکریان مارکر سر منڈاکر حلال
پھر روانہ ہوکر خانۂ کعبہ کا طواف وسعی کرکے پورا حلال ہوجاوے پھر منیٰ جاکر تین دن رمی الجمرات کرکے سب مناسک پورے کرے اور عمرہ صرف احرام کے
ساتھ طواف وسعی ہے ان چیزون کے تمام کرنے سے حج وعمرہ پورا ہوجاتا ہے احصار روکنا اور مصدر مجہول بمعنے روکا جانا اور اسمین اختلاف ہے کہ حج مین کس
چیز کا روکنا مراد لیا گیا ہے جو تفسیر مین آویگا بالجملہ محصر وہ ہے جو خانہ کعبہ تک پہونچنے نہ پایا اور کسی چیز نے اسکو روکا۔ ہدی اسم اس چیز کا جو ہدیہ کیجاوے
اور مراد یہان جانور قربانی کا ہے اور یہ بیان ہوگا کہ کون جانور قربانی مراد ہے اور بیضاوی مین ہے کہ ہدی جمع ہے مثل جدی وجدیۃ وہو الاصح۔ محل بکسر حا
مطلب جگہ وزمانہ دونو کے واسطے بولا جاتا ہے اور مراد یہان جگہ ہے۔ تحلل۔ حلال ہونا یعنی احرام سے نکل جانا۔ نسک جمع نسیکہ مراد قربانی کا جانور۔ تمتع وامثلہا
کہ حج ادا کرنا تین طرح ہے ایک افراد۔ دوم تمتع۔ سوم قران اور احرام مین یہ حکم ہے کہ سلا ہوا کپڑا نہ پہنے اور مرد سر نہ ڈھکے بال نہ منڈائے نہ کترائے نہ تیل
تیل ڈالے نہ خوشبو لگائے علی ہذا ناخن وغیرہ بھی نہ کترائے نہ عورتون کے پاس جائے نہ شکار مارے اور دیگر احکام ہین جو فقہ مین مفصل مذکور ہین۔ اور
ایام حج یعنے ایام ادائے حج دس روز ذی الحجہ کے ہین اور اشہر الحج یعنے مہینہ حج سے یہ مراد ہے کہ شوال سے حج کا احرام جائز ہے اور اگر کسی نے
سفر کرکے انھین دنون مین عمرہ کا احرام باندھکر ادا کیا تو اسنے مہینہ حج ہی مین عمرہ ادا کیا۔ اور نوین تاریخ روز عرفہ ہے اور اسکا روزہ امام شافعی کے
نزدیک حاجیون کے لیئے مکروہ ہے بسبب روایت ابوداود کے وامام ابوحنیفہ کے نزدیک ممانعت محمول ہے اس بات پر کہ حاجی کو وقوف عرفہ وغیرہ سے
ضعف لاحق نہو بسبب روزہ کے دسوین روز عید اضحی کو بالاتفاق روزہ حرام ہے اور ایام تشریق گیارھوین بارھوین تیرھوین تاریخ ہے اور انکا روزہ
حدیث مین حرام ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور متمتع نے اگر تین روز تمتع کا روزہ ان ایام مین رکھنا چاہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہین جائز ہے اور مفسر
نے ذکر کیا کہ شافعی رحمہ اللہ کے دو قول مین سے بھی یہی قول اصح ہے اور قول قدیم شافعی کا یہ ہے کہ جائز ہے اور دلیل یہ کہ دارقطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کی
کہ متمتع اگر ہدی نہ پاوے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو رخصت دی کہ ایام تشریق مین روزہ رکھلے اور یہی قول امام مالک واحمد واسحق کا ہے اور
نووی شافعیؒ نے روضہ مین اسکو ترجیح دی ہے اور ایسے ہی ابن حجر نے کہا کہ آیت عام ہے کہ ایام حج مین تین روز روزہ رکھے ایام تشریق کا استثنا نہین ہے
اور یون کہنا اولے ہے کہ نہی از صوم تشریق مخصوص ان لوگون کے واسطے ہے جو متمتع نہون کیونکہ اسمین خبر احاد کی تخصیص آیت قطعی سے
لازم آتی ہے اور یہ بہ نسبت اسکے عکس کے اولے ہے اور ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ ہم اسکو تسلیم نہین کرتے کہ ایام تشریق ایام حج مین
ہین کیونکہ ایام حج فقط دسوین ذی الحجہ تک ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے فرمایا: اتموا الحج والعمرۃ للہ۔ اے تمام کرو حج وعمرہ کو واسطے
اللہ تعالے کے اے خالص اللہ تعالی کے واسطے انکو پورا کرو اور ایک قراءۃ مین واقیموا الحج والعمرۃ للہ۔ آیا ہے اسیواسطے مفسر سیوطیؒ نے اس
غریب قراءۃ کو تفسیر کا مدعا بنا کر اور ہما سمجھو تھا تفسیر کی یعنے اتمام سے مراد یہ ہے کہ ٹھیک ارکان سے مع آداب ادا کرو اور اس سے نکلا کہ عمرہ واجب
پس جاننا چاہیے کہ حج کے بشرط استطاعت فرض ہونے مین تواتر کا اتفاق ہے مگر عمرہ کے بارہ مین دو قول ہین ایک یہ کہ واجب ہے اور استدلال
اسپر اس آیہ واحادیث سے ہے کیونکہ امر ہے اتمام عمرہ کا اور امر واسطے وجوب کے ہے اور منجملہ احادیث کے صحیح مین ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جسکے ساتھ ہدی نہو وہ احلال کرے حج وعمرہ کے ساتھ اور نیز صحیح مین ثابت ہوا کہ آنحضرت
وسلم نے فرمایا کہ داخل ہوا عمرہ حج مین قیامت تک اور مدین ثابت سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج وعمرہ

دونوں فریضہ ہیں تجھے مضر نہیں جاہے جس سے ابتدا کرے۔ اخرجہ الدارقطنی والحاکم۔ مترجم کہتا ہے کہ عمرہ واجب ہونیکا قول ایک جماعت صحابہ و تابعین
سے مروی ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی و احمد و اسحٰق کا۔ اور یہی جوہرہ میں اصح قرار دیا ہے لیکن بعض نے کہا کہ ان دلیلوں سے وجوب ثابت نہیں ہوتا
باوجودیکہ صحیح احادیث سے خلاف پڑتا ہے چنانچہ شافعی و عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید نے ابوصالح تابعی سے اور ابن ماجہ نے طلحہ بن عبید اللہ
سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حج تو جہاد ہے اور عمرہ تطوع ہے۔ اور ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید نے جابرؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا عمرہ واجب ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں لیکن اگر تم عمرہ ادا کرو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔ اسکو ترمذیؒ نے بھی جابرؓ سے مرفوعاً روایت
کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے پس یہ احادیث صریح ہیں کہ عمرہ واجب نہیں ہے اور یہی قول ہے بعضے صحابہ مثل عبداللہ بن مسعود و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور
بعضے تابعین کا اور یہی مذہب ہے امام مالک و ابوحنیفہ وغیرہم کا لیکن مذہب حنفیہ کی کتاب تحفہ میں وجوب کو اصح کہا ہے اور حدیث زید بن ثابت
کا جواب یہ ہے کہ وہ دونوں کو احرام سے شروع کرنے کے بعد واجب ہیں اور اسپر اتفاق ہے کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے حتی کہ اگر احصار وغیرہ سے
اسوقت ادا نہ کر سکے تو دوسرے وقت اسکی قضا واجب ہے چنانچہ حضرت صلعم نے عمرہ حدیبیہ کو قضا فرمایا اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے اور سراج میں نقل کیا
کہ جب ہدی بھیجکر احرام عمرہ سے حلال ہو گیا تو امام شافعی کے نزدیک اسپر قضا واجب نہیں ہے۔ قلت ہذا عجیب مع قولہ بوجوب العمرۃ ابتداءً۔ اور شیخ ابن حجرؒ نے
فتح الباری میں قضا واجب ہونے پر اجماع نقل کیا اور یہی امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں ایام حج میں عمرہ ادا کرنے کو حرج
عظیم جانتے یعنے ممنوع شدید سمجھتے تھے پس حضرت صلعم نے اس گمان کو دور کر دیا کہ تا قیامت عمرہ داخل حج ہو گیا اور حدیث اول تو قران یا تمتع کیواسطے
ارشاد ہے تاکہ ثواب مزید حاصل کریں اس سے وجوب عمرہ پر استدلال کیونکر تجویز کیا جاتا ہے ورنہ قران یا تمتع واجب ہونے پر بدرجہ اولی استدلال ہوگا
جبکہ ہدی موجود ہو حالانکہ یہ کسی نے نہیں کہا ہے فافہم ہاں اس حدیث سے البتہ حج و عمرہ ایک احرام سے بطور قران ادا کرنے کی افضلیت نکلی اور یہی ابوحنیفہ
کا مذہب ہے اور آیت کریمہ سے مراد یہ کہ بعد شروع کے دونوں کو تمام کر جیسا کہ بلا خلاف بعد شروع کے واجب ہوتا ہے اور آیہ کریمہ و احادیث سے یہی معنی باتفاق
حاصل ہوتا ہے و سیاق آیہ کریمہ بھی اسپر شاہد ہے قال ابن کثیرؒ۔ اللہ تعالے نے احکام صیام و ذکر جہاد کے بعد مناسک کا بیان شروع فرمایا پس حج و عمرہ تمام کر دینے کا
حکم کیا اور ظاہر سیاق یہ ہے کہ حج و عمرہ میں شروع کر دینے کے بعد انکے جو افعال ہوتے ہیں انکو پورا ادا کرو اسیواسطے اسکے بعد فرمایا۔ فان احصرتم۔ اے اگر تم خانہ کعبہ تک
پہونچنے اور انکے افعال ادا کرنے سے روکے گئے۔ اسی وجہ سے علماء نے اتفاق کیا ہے کہ حج و عمرہ میں شروع کر دینا ملزم ہے خواہ کہا جاوے کہ عمرہ واجب یا مستحب ہے
اور علی رضی اللہ عنہ سے۔ اتموا الحج والعمرۃ للہ۔ میں اتمام کے یہ معنی مروی ہیں کہ اپنی اہل کے گھر سے احرام باندھ لے اور یہی قول ابن عباس و سعید بن جبیرؓ
طاؤس کا ہے اور سفیان ثوری نے کہا کہ دونوں کا اتمام یہ ہے کہ اپنی اہل کے گھر سے احرام باندھکر نکلے کچھ نہ چاہتا ہو سوائے حج و عمرہ کے اور اہلال کرے
میقات سے یہ نہ ہو کہ تجارت یا کسی ضرورت سے نکلے کہ جب مکہ سے قریب ہو تو کہے لاؤ حج یا عمرہ ادا کر لوں اور اس سے حج یا عمرہ تو ہو جاویگا ولیکن
اتمام یہ ہے کہ اسکے لیے نکلے کسی اور کے واسطے نہ نکلے واضح ہو کہ حدیث میں مسجد بیت المقدس سے احرام کرکے بیت اللہ کا حج ادا کرنے میں مغفرت و جنت کی
بشارت آئی ہے چنانچہ وکیع نے ایسا ہی کہا کما فی سنن ابی داؤد فی روایۃ۔ پھر جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم نے چار عمرے ادا کیے سب ذی قعدہ میں ایک عمرہ حدیبیہ
ہجرت کے چھٹے سال دوم عمرہ قضا ساتویں سال سوم عمرہ جعرانہ آٹھویں سال چہارم عمرہ اپنے حج کے ساتھ دسویں سال پس جو اقوال اسکے خلاف ہیں مانند انکا [illegible] عمرہ
غیر ماہہائے حج میں ہو یا حج سے منفرد ہو کچھ نہیں ہیں اسلیے کہ بعد ہجرت کے سب عمرے حضرت صلعم نے ذی القعدہ میں کیے سوائے عمرہ حج کے مگر ام [illegible]
ام معقل رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ رمضان میں تیرا عمرہ ادا کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے اور سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ یہ مخصوص ہے حضرت ام [illegible]
مترجم کہتا ہے کہ ام معقل کی حدیث ابوداؤد میں بھی اشارہ ہے۔ اور سدیؒ نے آیۃ اتموا الحج والعمرۃ۔ میں کہا اقیموا الحج والعمرۃ۔ [illegible]

ابن عباسؓ سے اس آیہ مین روایت کی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اسکو روا نہین کہ حلال ہوجاوے یہانتک کہ انکو پورا کرے اور
حج جبکہ یوم النحر یعنے دسوین ذی الحجہ کو جمرۃ العقبہ کی کنکریان مارین اور خانہ کعبہ وصفا ومروہ کا طواف کرلین پورا ہوجاتا ہی- اور قتادہ عن زرارہ عن ابن عباسؓ
کہا کہ حج تو وقوف عرفہ ہی اور عمرہ طواف ہی **قال المترجم** یعنے اگر حج کرنے والا وقوف عرفہ پاگیا تو حج فوت نہوگا اگرچہ نقصان لازم آویگا اسکا جبر اسطور سے
ہوگا کہ قربانی دیدے اور ایسے ہی طواف خانہ کعبہ کے بعد عمرہ فوت نہین ہی اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہی اور تفصیل فقہ مین ہی اور علقمہ وابراہیم نے
اقیموا الحج والعمرۃ للہ پڑھا اور ایسا ہی بعض صحابہ سے مروی ہی اور یہ غریب ہی اور شعبیؒ نے پڑھا واتموا الحجَّ والعمرۃُ للہ یعنے الحج کو منصوب اور العمرہ کو مرفوع
پڑھا جسکے معنی یہ ہوے کہ تمام کرو حج کو اور عمرہ اللہ کے واسطے ہی کہا شعبی نے کہ عمرہ کچھ واجب نہین ہی اور صحیحین مین ایک شخص کے قصہ مین روایت ہی کہ نبی
صلے اللہ علیہ وسلم جعرانہ مین تھے کہ اسنے دریافت کیا کہ جسنے عمرہ کا احرام باندھا حالانکہ اسپر زعفران کا لتھڑا ہوا رنگا جبہ ہی اور خلوق ہی اسکا کیا حکم ہی تو حضرت
صلعم خاموش ہورہے پس آپ پر وحی آئی پھر سر اٹھاکر فرمایا کہ پوچھنے والا کہان ہی اسنے کہا کہ یہ ہون پس فرمایا کہ جبہ اتار ڈال اور جو خوشبو تیرے لگی ہے
اسکو دھو ڈال پھر جو حج مین کرتا تھا وہی عمرہ مین کر مترجم کہتا ہی یعنے احرام عمرہ مین مانند احرام حج کے احتیاط واجب ہی- قولہ فان احصرتم- **ابن کثیر**
نے کہا کہ علما نے ذکر کیا کہ یہ آیت ہجرت کے چھٹے سال اتری جب حضرت صلعم ومکہ کے درمیان مشرک لوگ حائل ہوگئے اور آپ کو خانہ کعبہ تک نہ جانے
دیا یہی عمرہ حدیبیہ ہی جسکے بارہ مین سورہ انا فتحنا پوری نازل ہوئی ہی- وقال غیرہ لغت مین حصر بمعنے حبس وتضییق ہی بند کرنا اور ضیق مین ڈالنا اور
ابوعبیدہ وکسائی وخلیل نے کہا کہ مرض کے ساتھ احصر بولتے ہین اے احصرہ المرض روک دیا مرض نے اور دشمن کے ساتھ حصر اے احصر العدو دشمن نے
روک دیا اور ابن العربی نے کہا یہی رائے اکثر اہل لغت کی ہی اور زجاج نے کہا ملکہ سب کی- اور ابن فارس نے مجمل مین کہا کہ حصر المرض واحصر العدو
بولتے ہین برعکس اول اور یہ ضعیف ہی اور فراءؒ نے کہا دونون کے ایک معنی ہین اور یہی ابوعمر والشیبانی کا قول ہی اور اسی اختلاف کیوجہ سے
ائمہ فقہ مین اختلاف ہوا چنانچہ شافعیہ اور اہل مدینہ کے نزدیک حصر مخصوص بدشمن ہی اور یہی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا کہ نہین حصر مگر
حصر عدو اور جسکو مرض یا درد ہوپہنچا یا راہ بھٹک گیا تو اسپر کچھ نہین اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسیکے مانند ابن عمر وطاؤس وزہری وزید بن اسلم سے مروی ہی
اور ائمہ حنفیہ نے کہا کہ حصر اعم ہی خواہ دشمن روکے یا مرض سے یا بھول جانے سے یا کوئی مانع ہو اور امام احمد نے حجاج بن عمرو الانصاری سے روایت کی
کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ جسکو شکستگی عضو پہنچے یا درد یا لنگ تو وہ حلال ہوا اور اوسپر دوسرا حج واجب ہی یعنے اسکو
احرام سے حلال ہوجانا روا ہی اور اسپر حج کی قضا واجب ہی پھر عکرمہ نے جو حجاج بن عمرو الانصاری سے راوی ہین کہا کہ پھر مین نے اسکو ابوہریرہؓ
وابن عباسؓ سے ذکر کیا یعنے اس روایت کو ذکر کیا تو دونون نے کہا کہ حجاج بن عمرو نے سچ بیان کیا ہی- اس حدیث کو سنن اربعہ والون نے بھی
روایت کیا اور ابوداؤد کی ایک روایت مین لنگ اور شکستگی اور مرض مذکور ہی اور اسکو ابن ابی حاتم نے بھی دوسری وجہ سے روایت کیا پھر کہا کہ
ابن مسعود وابن الزبیر وعلقمہ وسعید بن المسیب وعروہ ومجاہد ونخعی وعطاء ومقاتل نے کہا کہ احصار تو دشمن ومرض وشکستگی سے ہوتا ہی اور مترجم کہتا ہی
کہ شاید ابن عباسؓ بھی اسکے قائل ہین ولیکن سوا دشمن کے اور چیزون کے حصر سے ہدی لازم آنے کے قائل نہین ہین واللہ اعلم- قولہ فما استیسر
من الہدی- یعنے اگر تم حج وعمرہ بعد احرام کے تمام کرنے سے روکے گیے تو جو آسان ہو ہدی سے یعنے تمپر واجب ہی یا تم ذبح کردیا بھیجو جو آسان ہو ہدی سے
اور علماء مین اتفاق ہی کہ ہدی مذکور واجب ہی اور امام مالک نے علی بن ابیطالب سے روایت کی کہ وہ بکری ہی اور ابن عباس نے کہا کہ اونٹ وگائے
وبھیڑ وبکری سب قسم مین سے ہدی ہوتی ہی اور ثوری نے فما استیسر من الہدی- مین ابن عباس سے روایت کی کہ وہ بکری ہی اور یہی قول عطاء ومجاہد وطاؤس
وابوالعالیہ ومحمد باقر وعبدالرحمن بن القاسم وشعبی ونخعی وحسن وقتادہ وضحاک ومقاتل وغیرہم کا ہی اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہی اور ابن ابی حاتم نے حضرت

عائشہ و ابن عمر سے روایت کی کہ وہ ما استیسر من الہدی۔ مین اونٹ یا گاے کے سواے اور جنس سے ہدی جائز نہین جانتے تھے اور ایسا ہی سالم و قاسم
عروہ و سعید بن جبیر سے بھی روایت ہو قال ابن کثیر ظاہر یہ ہو کہ ان لوگون نے قصہ حدیبیہ سے استدلال کیا ہو کیونکہ اس تحلل مین کسی سے بکری ذبح کرنا
مروی نہین ہو کیونکہ جابر سے روایت ہو کہ ہمکو رسول اللہ صلعم نے حکم کیا کہ سات آدمیون کے حساب سے اونٹون و گایون مین شریک ہو جاوین اور
صحیح جمہور کا قول ہو اور حضرت عائشہ سے صحیحین مین روایت آئی ہو کہ حضرت صلعم نے ایکبار دنبہ یا بھیڑ کو ہدی بھیجا تھا اور طاؤس و عوفی نے ابن عباس سے
روایت کی کہ فما استیسر من الہدی مین اسکی فراخ دستی کے موافق ہدی ہو اگر بہت خوشحال ہو تو اونٹ ورنہ گاے ورنہ بکری اور یہی حسن کا قول ہو
پس یہ ترتیب و تعدیل کی قربانی ہو۔ قولہ ولا تحلقوا رؤسکم حتے یبلغ الہدی محلہ۔ تھوڑے اہل علم اسطرف گئے ہین کہ یہ خطاب ان لوگون کو ہو جو روکے
گئے پس ہدی کا محل وہ کہ جہان اسکا ذبح کرنا حلال ہو سو مالک و شافعیؒ نے کہا کہ وہ جگہ ہو جہان روکا گیا اگرچہ خارج حرم ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے سال حدیبیہ مین حرم سے باہر حدیبیہ مین جہان روکے گئے تھے ذبح کیا تھا اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ محل اسکا حرم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ثم محلہا الی البیت العتیق۔ اور حنفیہ نے کہا کہ سال حدیبیہ مین حضرت صلی اللہ علیہ سلم نے حرم مین ذبح کیا کیونکہ نزول آپ کا حدیبیہ کے کنارے
متصل حرم بجانب بستی مکہ تھا اور زہری نے روایت کی کہ حضرت صلعم نے حرم مین ذبح کیا تھا اور قصہ حدیبیہ جو آگے آویگا اس سے اسکی تائید
نکلتی ہو۔ قال ابن کثیرؒ یہ قول یعنے لا تحلقوا رؤسکم عطف فان احصرتم پر نہین ہو بلکہ و اتموا الحج والعمرۃ للہ۔ پر عطف ہو قال المترجم پس یہ
خطاب عام ہو پھر شیخ ابن کثیرؒ کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہو کہ باستثناے محصرین ہو چنانچہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سال حدیبیہ مین خارج
حرم کے ذبح کیا اور حلق کیا جبکہ انکو کفار نے روکا تھا اور جو شخص کہ حال امن مین ہو اور حرم تک پہونچنا ممکن ہو تو اسکو سر منڈانا نہین جائز ہے
یہانتک کہ ہدی اپنے محل پر پہونچ جاوے اور اس کلام سے ظاہر ہو کہ محل اسکا حرم ہو مگر سواے اسکے جو روکا گیا ہو اور یہ کہ یہ خطاب محصر و غیر محصر
سب کو ہو اور یہی ایک جماعت اہل علم کا قول ہو پس یہان تین قول حاصل ہوے اول آنکہ خطاب محصرین کو ہو اور معنی یہ ہین کہ اگر محرم روکا جاوے اور
چاہے کہ اپنے احرام سے حلال ہو تو ہدی بھیجکر جب وہ محل احصار مین پہونچ جاوے اور ذبح کیجاوے تو حلق یا قصر کرکے حلال ہو جاوے اور یہ قول شافعیؒ کا
ہو دوم آنکہ ہدی ایک شخص کے ہاتھ بھیجے اور اسکے لیے ایکدن مقرر کر دے پس جب ہدی مذکور اپنے محل یعنے حرم مین پہونچ جاوے اور غالب گمان
ہو کہ اس دن مقررہ پر ذبح ہو گئی تو حلال ہو جاوے اور اسپر سر منڈانا یا بال کترانا کچھ واجب نہین بلکہ مستحب ہو اور یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہو اور
سوم یہ کہ خطاب محصرین و غیر محصرین سب کو ہو پس محصر کی ہدی کا محل وہ ہو جہان احصار ہوا خواہ حل ہو یا حرم ہو اور غیر محصر کے ہدی کا محل حرم ہو
واللہ اعلم۔ پھر ہدی کے ذبح سے تحلل نہین ہوتا بلکہ حلق یا قصر سے ہوتا ہو اور ظاہر قول امام ابو حنیفہ یہ ہو کہ ہدی احصار مین فقط ذبح سے تحلل
حاصل ہوتا ہو اور یہی ظاہر آیہ ہو مگر حدیبیہ کے احصار مین صحابہؓ کو حضرت صلعم نے حکم کیا کہ سر منڈاوین اور حلال ہو جاوین پس صحابہ نے تاخیر کی
کہ شاید حکم منسوخ ہو یہانتک کہ حضرت صلعم خود نکلے اور اپنا سر منڈوایا پس لوگون نے بھی ایسا کیا اور بعض نے فقط بال کترائے تو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے رحم کرے سر منڈانے والون پر تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ اور بال کترانے والون پر بھی یا رسول اللہ۔ پس
تیسری بار مین فرمایا اور بال کترانے والون پر۔ ایسا ہی صحیحین سے ثابت ہوتا ہو۔ اور کتب فقہ مذہب حنفیہ مین بھی سر منڈانا یا بال کترانا ماخوذ ہو
قولہ فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک۔ مرض سے مراد یہان وہ ہو جسپر لغت کی راہ سے مرض کا لفظ
صادق ہو اور اذی من راسہ مثل جون و درد سر و جراحت وغیرہ تو ایسے شخص کو اجازت ہو کہ اگر سر منڈائے تو روزے یا صدقہ یا نسیکہ سے
فدیہ دے پھر ہر ایک کی تقدیر کیا ہو سو حسن و عکرمہ وغیرہ سے روایت ہو کہ روزہ دس روز اور طعام دس مساکین کا ہو اور یہ قول خلاف جمہور ہے

کہ انکے نزدیک روزے تین روز کے یا چھ مسکینون کا کھانا یا نسیکہ ہی چنانچہ بخاری و مالک و احمد وغیرہم نے کعب بن عجرہ رض سے روایت کی کہ ہم
لوگ حدیبیہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم سب احرام باندھے تھے اور میرے سر پر لٹکے بال تھے پس جوئین میرے منھ پر گرتین پھر نبی
صلے اللہ علیہ وسلم میری طرف گذرے اور فرمایا کہ کیا تیرے سر کی جوئین تجھے ایذا دیتی ہین پھر اسکو حکم کیا کہ منڈا دے کہا کعب نے کہ اتری یہ آیت
فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک ۔ ہذا لفظ احمد فی روایتہ ۔ اور بخاری کی روایت مین ہی کہ فرمایا کیا تجھے
بکری نہین مل سکتی ہی مین نے کہا کہ نہین تو فرمایا تین روز روزے رکھ یا چھ مسکینون کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع ۔ کہا کعب نے کہ یہ آیت میرے حق مین
خاصکر اتری حالانکہ وہ تم سب کے واسطے عام ہی ۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت مین ہی کہ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو حکم کیا کہ اپنا سر منڈا دے اور
فرمایا کہ تین روز روزہ رکھ یا چھ مسکینون کو کھانا دے ہر ایک کو دو دو مُد کے قدر دے یا ایک بکری قربانی کر انمین سے جو تو ادا کریگا تجھے کفایت
کریگا ابن عبد البر نے ذکر کیا کہ علماء مین یہان اختلاف نہین کہ نسک اسمین ایک بکری ہی اور ابن عباس سے روایت ہی کہ جب آو کے ساتھ ہو تو چاہو
کرے کافی ہی و مجاہد و عکرمہ و طاؤس و نخعی و ضحاک سے اسکے مانند مروی ہی ذکرہ ابن ابی حاتم ۔ اور ابن کثیر نے فرمایا کہ یہی ائمہ اربعہ و عامہ علما کا مذہب
ہی کہ اس مقام پر اسکو اختیار ہی چاہے روزے رکھے اور چاہے تین صاع صدقہ کرے چھ مسکینون پر ہر ایک کو نصف صاع دے اور نصف صاع کے
دو مد ہوتے ہین اور چاہے بکری ذبح کر کے مسکینون کو بانٹ دے ۔ اور بعض تابعین سے یہان ترتیب بھی مروی ہی اور یہ خلاف سیاق قرآن اور خلاف
حدیث ہی اور یہ ترتیب تو حرم کا شکار قتل کرنے مین البتہ معروف ہی بنص قرآنی اور وہان فقہا نے بھی ترتیب پر اجماع کیا ہی پھر جاننا چاہیے کہ اس فدیہ کے
ادا کرنے کی جگہ مین اختلاف ہی پس عطاء نے فرمایا کہ جو قربانی ہی وہ مکہ مین ہی اور جو طعام و صیام ہی پس جہان چاہے ادا کرے اور یہی قول امام ابو حنیفہ
کا ہی اور یہی احوط ہی اور طاؤس و شافعی نے کہا کہ قربانی و طعام مکہ مین اور روزے جہان چاہے اور مجاہد و مالک نے کہا کہ ان سب کو جہان چاہے
ادا کرے اور یہی ظاہر ہی اسواسطے کہ تعیین پر دلیل موجود نہین ہی ۔ قولہ فاذا امنتم ۔ ای امنتم الاحصار او کنتم فی حال امن وسعۃ ۔ یعنے قولہ تعالے فاذا
امنتم کے یہ معنے کہ پھر جب تم لوگ احصار سے امن مین ہو جاؤ یا یہ مراد کہ جب تم لوگ امن و فراخی مین ہو (البیضاوی) مراد یہ کہ ادا ے مناسک پر قابو پاؤ
کما قال ابن کثیر قولہ فمن تمتع ۔ پس جو شخص تم مین سے متمتع ہوا عمرہ سے طرف حج کے ۔ اور یہ شامل ہی قران و تمتع دونون کو باین طور کہ دونون کا احرام
باندھا یا پہلے عمرہ کا احرام باندھا پھر اس سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھا اور یہی تمتع خاص ہی جو کلام فقہا مین بلفظ تمتع معروف ہی اور عام تمتع
تو دونون قسمون کو شامل ہی چنانچہ صحاح کی احادیث اسپر دلالت کرتی ہین کیونکہ راویون مین سے بعض کہتا ہی کہ تمتع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اور دوسرا کہتا ہی کہ قران کیا پھر اسمین اختلاف نہین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو اپنے ساتھ لیا تھا ۔ تو ضرور آپ احرام عمرہ سے حلال
نہوے ہون یہانتک کہ حج کیا پس اسکو قران کہتے ہین ۔ اور یہی امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک سنت و افضل ہی اور یہی مترجم رح کے نزدیک تحقیق مذہب
ہی اگرچہ علماء نے اختلاف کیا کہ افراد و تمتع و قران ۔ مین سے کون افضل ہی پس ہر ایک کے افضل ہونے کے تین اقوال موجود ہین ولیکن افراد
بایں معنی کہ خالی حج ادا کرے عمرہ نہ کرے بخیال آنکہ ایام حج مین عمرہ تمام نہین ہی یہ دلیل بہت ضعیف ہی تو قول بھی اس بناء پر ضعیف ہوگا
مگر آنکہ دوسری دلیل لائی جاوے ۔ اور تمتع بالعمرہ الی الحج کے معنے یا یہ کہ عمرہ کر کے حلال ہو کر حج کا احرام باندھنے تک آسائش کی چیزون سے انتفاع
حاصل کیا اور اسکو سیوطی رح نے ذکر کیا ۔ یا یہ کہ حج کا تقرب حاصل کرنے سے پہلے عمرہ کے تقرب سے انتفاع حاصل کیا اور ایک ہی سفر مین اللہ تعالے نے
دونون کو عطا فرمایا اور یہی قول ائمہ حنفیہ کا ہی پس قولہ فما استیسر من الہدی ۔ یعنے اسپر قربانی جو میسر آسانی سے آوے وہ واجب ہے یہ قربانی کس قسم کی ہی
جواب یہ کہ معنی اول پر یہ جبر نقصان تمتع کا ہی پس خود اسمین سے نہین کھا سکتا ہی اور دوسرے معنے پر شکریہ کی قربانی ہوگی کہ خود بھی کھا سکتا ہی اور یہی قول

ابو حنیفہؒ ہی اور یہ قربانی شافعی کے نزدیک دسوین سے پہلے بھی جائز ہی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پہلے نہین جائز ہی قال ابن کثیر لست اسکا
اکبری ہی اور اسکو اختیار ہی کہ چاہے گاے ذبح کرے اسواسطے کہ اوزاعی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے اپنے ازواج کیطرف سے
جنھون نے تمتع کیا تھا گاے ذبح کی رواہ ابن مردویہ اور صحیح مین ازواج کیطرف سے گاے کی قربانی حجۃ الوداع مین باسانید صحیحہ ثابت ہی۔ اور یہ جو مروی ہی
کہ عمر رضی اللہ عنہ تمتع سے لوگون کو منع کرتے تھے تو ابن کثیر نے جواب دیا کہ خود حضرت عمرؓ سے تصریح آئی ہی کہ وہ حرام یا ممنوع کرکے نہین منع
کرتے بلکہ مقصود یہ تھا کہ لوگ کثرت سے خانہ کعبہ کا قصد کرین کبھی حج کی نیت سے اور کبھی عمرہ کے واسطے کیونکہ ایام حج مین عمرہ کر لینے کے بعد خالص
عمرہ کے لیے نہین جاتے تھے اور سنن ابو داؤد وغیرہ مین باسناد صحیح حضرت عمرؓ سے ثابت ہوا کہ انھون نے قران کو سنت فرمایا بعض صحابہؓ نے گمان
کیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی راے سے تمتع منع کیا تو یہ خود انکی سمجھ ہی جبکہ حضرت عمر نے اپنی مراد کو صریح بیان فرمایا ہی پس ظاہر ہوا کہ یہ جو عمرؓ سے روایت
آئی کہ ایام حج مین عمرہ تمام نہین ہی اسکے یہ معنی ہین کہ عمرہ خالص قصد کرکے ادا کرو اللہ تعالے کے واسطے اور جب حج کے ساتھ مین ادا کیا تو اسکے تابع
ہو گیا اگرچہ قران سنت ہی لیکن تنہا عمرہ کرنا بھی سنت ہی اور خالص عمرہ کے قصد سے سفر کرنا۔ اتموا الحج والعمرۃ للہ کی زیادہ فرمانبرداری ہی اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً تین عمرے ہی ادا کیے ہین فتدبر۔ قولہ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم۔ تفسیر ابن کثیر مین ہی یعنے
جسنے ہدی نہ پائی تو اسکو چاہیے کہ تین روز ایام حج مین یعنے مناسک حج ادا کرنے کے دنون مین روزہ رکھے اور یہ فقط نوین تاریخ تک منحصر ہی اور
علما نے کہا کہ اولے یہ ہی کہ عرفہ یعنے نوین ذی الحجہ سے پہلے تین روز روزہ رکھ لے کیونکہ حاجیون کے واسطے عرفہ کے روزہ سے ابو داؤد کی حدیث مین ممانعت
آئی ہی اور یہی عوفی نے ابن عباس سے روایت کی اور ابن عباس وابن عمر وعلی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ ساتوین آٹھوین نوین اگر روزہ رکھا
تو تمام ہوا اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہی اور اگر قبل عید کے روزے نہ رکھے تو ایام تشریق مین روزہ رکھنے مین دو قول ہین ایک یہ کہ ہان اور یہی
مختار شافعیہ ہی کیونکہ صحیح بخاری مین حضرت عائشہ وابن عمرؓ کا قول روایت ہی کہ ایام تشریق مین روزہ رکھے جانے کی رخصت کسیکو نہین دی گئی
مگر اسیکو جو ہدی نہ پاوے اور یہی قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی اور یہ بسبب عموم قولہ تعالے وثلثۃ ایام فی الحج ہے اور یہی
قول عبید بن عمیر وعکرمہ وحسن وعروۃ بن الزبیر ہے اور یہی شافعی کا پہلا قول ہی اور جدید قول یہ ہی کہ ایام تشریق کا روزہ نہین جائز ہی کیونکہ
امام مسلم نے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایام تشریق کھانے پینے اور ذکر الٰہی کے دن ہین۔ اور یہی امام ابو حنیفہ کا مختار ہی اور یہی اکثر
اہل علم کا قول ہی۔ قولہ وسبعۃ اذا رجعتم۔ اسمین دو قول ہین ایک یہ کہ جب اپنے اترنے کی جگہ لوٹ آوے تو سات روزے رکھے اور دوم یہ کہ جب
اپنے وطن کو لوٹ آوے اور بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا حجۃ الوداع مین عمرہ سے طرف حج کے
اور ہدی لی اور اسکو اپنے ساتھ روان کیا ذی الحلیفہ سے اور اہلال کیا عمرہ کا پھر اہلال کیا حج کا پھر لوگون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع
کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ شروع کیا پھر حج کیا پس لوگون مین سے بعض تو اپنے ساتھ ہدی لائے تھے اور بعضے نہین لائے
تھے پھر جب نبی صلعم مکہ مین آئے تو لوگون سے کہا کہ جسنے تم لوگون مین سے ہدی اپنے ساتھ روان کی ہو تو وہ احرام سے جن چیزون سے حرام ہو گیا
ہی کسی چیز سے حلال نہوگا یہانتک کہ حج سے فارغ ہو اور جو اپنے ساتھ ہدی نہین لایا ہی اسکو چاہیے کہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور صفا ومروہ کی سعی
اور قصر کرے پس حلال ہو جاوے پھر حج کا احرام باندھے پھر جو شخص ہدی نہ پاوے اسکو چاہیے کہ تین روز حج مین روزے رکھے اور سات روز جب اپنے
وطن کو لوٹ جاوے الی آخر الحدیث اور صحیح مسلم کی طویل حدیث جابرؓ مین بھی اسی کے مانند آیا ہی اور ایسا ہی سعید بن جبیر وابو العالیہ ومجاہد
وعکرمہ وحسن وقتادہ وزہری وربیع بن انس سے مروی ہی اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہی اور ابن جریر نے اسپر اجماع نقل کیا ہی اور کہا گیا کہ ابو حنیفہؒ

کے نزدیک بعد تشریق کے اگر مکہ مین قیام کرے تو ادا کرنا جائز ہو۔ پھر یہ سب دس روزے ہوے پھر قولہ تلک عشرة کاملة۔ اپنے ماقبل کی تاکید ہو جیسے
عرب بولتے ہین کہ رأیت بعینی۔ یعنے مین نے اپنی آنکھون دیکھا۔ سمعت باذنی۔ مین نے اپنے کانون سنا۔ حالانکہ یہ کام تو آنکھ وکان ہی سے ہوتا ہو
اور ایسے ہی قولہ تعالے۔ ولا طائر یطیر بجناحیہ۔ پس فائدہ اس تاکید کا یہ ہو کہ یہ وہم نہو کہ تین روزے حج مین روزہ رکھین یا سات روز وطن مین اگر روزہ رکھین
(الزجاج) یا کہ عدد ختم ہونے پر دلالت کرے یہ وہم نہ ہو کہ ابھی اور کچھ باقی ہو کما فی قولہ۔ وواعدنا موسی ثلثین لیلة واتممناها بعشر فتم میقات ربه اربعین لیلة
اور بعض نے کہا کہ کاملة سے اسکے اکمال واتمام کا حکم ہو اسکو ابن جریر نے اختیار کیا ہو بعض نے کہا یعنے ہدی سے کافی ہین وحسن بصری سے
روایت ہو کہ مراد یہ کہ ہدی کے بجاے کامل وپورے ہین۔ قولہ ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام۔ یہ اس شخص کے لیے جسکے اہل حاضرین مسجد الحرام
نہون یعنے ساکنین مکہ معظمہ نہون اسمین اختلاف ہو کہ یہ اشارہ کس طرف ہو پس بعض نے کہا کہ حکم کی طرف راجع ہو یعنے متمتع پر ہدی یا روزے کا
واجب ہونا یعنے ہدی یا روزے واجب ہونیکا حکم اس شخص کے لیے ہو جسکے اہل حاضری المسجد الحرام نہون پس اگر حاضری المسجد الحرام ہونگے تو اسپر ہدی
یا صیام واجب نہونگے اگرچہ وہ تمتع کرے اور یہ شافعی وغیرہ کا قول ہو اور یہ ضعیف ہو جیسا کہ معلوم ہوگا اور بعض نے کہا کہ تمتع کی طرف راجع ہو یعنے یہ
تمتع اس شخص کے واسطے ہو جسکے لوگ حاضری المسجد الحرام نہون پس اہل حرم کے واسطے تمتع نہین ہو۔ اور یہ ابوحنیفہ ومالک کا قول ہو کہ مکی کے واسطے تمتع
قران کچھ نہین ہو اور اگر اسنے ایسا کیا تو اسپر جرمانہ کی قربانی لازم آویگی کہ ذبح کرکے فقیرون کو تقسیم کرے خود نہ کھاوے اور ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر حکم کیطرف
اشارہ نہ ہوتا تو ذلک علی من لم یکن۔ ہوتا یعنے یہ وجوب اس شخص پر ہو نہ آنکہ۔ لمن۔ کیونکہ یہ نفع کے واسطے ہو۔ ابن جریر نے کہا کہ اہل تاویل نے اجماع
کیا اس بات پر کہ اس سے مراد اہل حرم ہین اور اس بات پر کہ اہل حرم کے واسطے تمتع نہین ہو پھر اختلاف اسمین کیا کہ وہ کون لوگ ہین پس بعض نے کہا کہ اس
سے خاصکر اہل حرم یعنی اہل مکہ مراد ہین چنانچہ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ اہل حرم ہین اور قتادہ نے کہا کہ ہمسے ذکر کیا گیا کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ تمہارے
لیے تمتع نہین ہو بلکہ وہ اہل آفاق کے واسطے حلال کیا گیا ہو اور تمپر حرام کر دیا گیا ہو تم مین کا آدمی تو حرم سے اتنی دور نکل جاتا ہو کہ اسکے اور حرم کے درمیان
ایک وادی ہو جاوے پھر عمرہ کا احرام باندھتا ہو اور عبد الرزاق نے طاوس سے روایت کی کہ تمتع اہل مکہ کے واسطے نہین ہو بلکہ ان لوگون کیواسطے
ہو جنکے اہل حاضرین حرم سے نہون اور کہا کہ مجکو ابن عباس رض سے بھی مثل قول طاوس کے روایت پہونچی ہو اور بعض نے کہا کہ مراد اہل حرم اور وہ لوگ ہین
جو حرم ومواقیت کے درمیان رہتے ہین یعنے مواقیت سے لیکر مکہ تک جو لوگ رہتے ہین کسی کے واسطے تمتع وقران نہین ہو۔ اور مواقیت یہ ہین ذو الحلیفہ
وجحفہ وقرن ویلملم وذات عرق۔ اور انکو مواقیت اسلیے کہتے ہین کہ بدون احرام کے ان مقامات سے تجاوز نہین کرسکتا ہو اور یہی ابوحنیفہ
کا قول ہو اور عبد الرزاق نے عطاء سے روایت کی کہ مواقیت کے اندر رہنے والے اہل مکہ کے مانند ہین کہ اسکے واسطے تمتع نہین ہو اور ایسے ہی ابن المبارک
نے مکحول سے روایت کی ہو۔ اور قولہ حاضری المسجد الحرام در اصل حاضرین بصیغہ جمع تھا نون بسبب اضافت کے ساقط ہوگیا اور اوپر کی روایات
سے ظاہر ہوتا ہی کہ اہل سے مراد اپنے لوگ ہین اور ابن جریر نے کہا کہ مراد زوجہ واولاد جو اسکی پرورش مین ہون باپ دادا بھائی بند وغیرہ مراد
نہین ہین مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل کنایہ بذات خود ہو اور سراج مین بھی اسکی پیروی کی لیکن یہ ضعیف قول ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو حاضرة المسجد
الحرام ہوتا کما فی قولہ تعالے واسألهم عن القریة التی کانت حاضرة البحر۔ حالانکہ یہان حاضرین ہو فقط۔ قال الشیخ فی العرائس۔ قولہ تعالے واتموا الحج والعمرة
للہ۔ حق سبحانہ وتعالے نے اہل حقیقت کے لائق اپنے یہ واجب کیا کہ درگاہ عزت تک پہونچنے کے قصدون کو پورا کرین باین طور کہ مقام قدم کی زیارت
کو متوجہ ہونے کی حالت مین تمام حدوث سے مجرد ہو جائین اور توحید کی پوری تحقیق کرنے مین اپنے کو فانی کرکے بقاء حق سے باقی ہونے مین تمام کائنات
سے منفرد ہو جاوین اور ربوبیت سے عارف ہونے کے قصد مین عبودیت کا لباس پہنین تاکہ باطنی قبولیت ظاہری قبولیت کے ساتھ مل جاوے کیونکہ

انھون نے ابتدائے حال مین اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب مین بسر وچشم فرمانبرداری کے ساتھ بَلٰی-جواب دیا تھا یعنے تو ہمارا پروردگار معبود حق موجود برحق ہے پس عہد پورا کرنے کے واسطے امر ظاہر کو درست کرین اور اسکے سامان مین سرگرم ہون باین طور کہ لبیک کہین یعنے ہم بکر رستری فرمانبرداری مین جھکالے دل وجان سے حاضر ہین پس حج تو اہل تمکین کے لیے ہے اور عمرہ اہل تکوین کے واسطے ہے اور حج کو بھی پورا کرینگے کہ مناسک مین رب البیت کا مشاہدہ ہو یعنے اپنی خودی تک درمیان سے فراموش ہو اور یہ سب لِلّٰهِ یعنے خالص بہ نیت الٰہی عزوجل ہو قال المترجم حاصل یہ ہے کہ حج وعمرہ میںنے قصد وزیارت ہے اور اشارہ ہے قصد بارگاہ حق وزیارت ملک قدم اور اتمام یہ کہ دل سے تمام ماسوائے حق کو ترک کرو اور اسکی عبادت ظاہری وباطنی مین تن جان خرچ کرو دو تو مراد کو پہونچو لیکن جسمانی عوارض بشریت کبھی مانع ہوتے ہین اور یہ جسم تمام جانورون مین انسان کے ساتھ یکسان شریک ہے- قولہ فان احصرتم- ای اگر روکے گئے بشریت کے اوصاف جو تم مین پیدا کردیے گیے ہین اگر انھون نے تمکو حقیقت کے بلند مقام پر چڑھنے سے روکا اور طبیعت جو امتحان مین ڈالی گئی ہے اگر اسکے امتحانی پردے تمکو مانع ہوئے تو شرع وحقیقت کی راہ سے ادھر ادھر مت ڈول جاؤ بلکہ اپنے نفس کو اللہ تعالے کے واسطے قربان کردو قال المترجم یعنے روح کو مقام عزت تک پہونچنے مین نفس وطبیعت جو مبتلائے امتحان ہے روکتی ہے خواہ اپنا نفس ہوا اپنی طبیعت ہو یا غیر کا مثل کفار کے پس ظاہر انسے جہاد کرو اور باطن مین اپنی باطنی اخلاق مذمومہ سے تاکہ حقیقت تک پہونچو پھر اللہ تعالے نے

اوقات حج وممنوعات وحسن آداب کا ارشاد فرمایا بقولہ تعالے

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ

حج کے کئی مہینے ہین معلوم پھر جسنے لازم کرلیا انمین حج تو بے پردہ ہونا نہین ہونا عورت سے نہ گناہ کرنا نہ جھگڑا کرنا حج مین

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ

اور جو کچھ تم کروگے نیکی اللہ کو معلوم ہوگی اور خرچ راہ لیا کرو کہ خرچ راہ مین بہتر ہے گناہ سے بچنا اور مجھسے ڈرتے رہو اے عقلمند و

اَلْحَجُّ- یعنی وقت حج کا اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ مہینے معلومہ ہین ف یعنے شوال وذوالقعدہ وعشرۂ ذی الحجہ ہین اور بعض نے کہا کہ ذی الحجہ بھی پورا مہینہ ہے فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ پھر جسنے ان مہینون مین حج کو فرض کرلیا ف یعنے اپنے اوپر ان مہینون مین حج کو باین طور فرض کیا کہ حج کا احرام باندھ لیا- فَلَا رَفَثَ- تو رفث نہ ادر ف یعنے نہین جماع اسمین وَلَا فُسُوْقَ- اور فسوق نہ ادر وف یعنے معصیت نہین چاہیے اور فسوق در اصل گناہ سے بڑھکر ہے- وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ- اور جدال نہ ادر و مع حج مین ف یعنے جدال نہین چاہیے اور ایک قراءۃ مین رفث وفسوق و جدال سب کو رفع ہے- توضیح یہ کہ ابن کثیر وابوعمرو کی قراءۃ تو فلا رفثٌ ولا فسوقٌ ولا جدال- یعنی دو اول مرفوع اور سوم بالفتح اور ماسوائے ابن کثیر وابوعمرو کے باقیون کی قراءۃ مین دونون اول کو بھی فتحہ ہے یعنے مبنی بر فتحہ ہین اور ان تینون مین نفی سے مراد نہی ہے ای مت ایسا کرو وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ- اور نیکی سے جو کچھ تم کرو اسکو اللہ تعالے جانتا ہے ف یعنے تمکو اسکی جزا یعنے ثواب عطا کریگا- اہل یمن بدون زادراہ وخرچ کے حج کرنے آتے پس لوگون کو بھار ہو جاتے تھے تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا قولہ تعالے وَتَزَوَّدُوْا یعنے زادراہ وتوشہ لو ف وہ چیز لیا کرو یعنے سفر کے لیے جو تمکو تمھارے مقصود کو پہونچادے پس منزل آخرت کے لیے بھی توشہ لو اسطرح کہ جو حکم دیا گیا اسپر عمل کرو اور اپنی طرف سے نفل ادا کرکے تقوی پورا کرو فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى- کیونکہ سب سے بہتر زادراہ تو یہی تقوی ہے ف کیونکہ دائمی وطن اصلی کیلیے یہی زادراہ ہے جس سے بوطن راحت پہونچوگے اور باقی منزل دنیادی وطن تو زندگانی حباب کا خیال سامان ہے لیکن یہ سمجھ انھین کو ہوتی ہے جو عقل رکھتے ہین اور نصیحت انھین کو نافع ہوتی ہے لہذا فرمایا- وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ- اور اے صاحبان عقل تم مجھی سے تقوی رکھو ف میرے ہی نافرمانی کے

غضب سے ڈر دار رہے یا ہی ناخوشی سے بچو- اس وجہ سے کہ سوائے حق تعالے کے باقی سب ہیچ ہیں- واضح ہو کہ حج تو چند اعمال ادا کرنے کا نام ہے لیکن ہر وقت نہیں بلکہ اسکے ایام خاص ہیں- وہ عرب میں زمانہ جاہلیت قدیم سے معروف و معلوم تھے اور اسی تواتر سے وہ تمام جہان والوں کو معلوم ہو گئے- فلا رفث ولا فسوق- کے معنے- فلا ترفثوا ولا تفسقوا- یعنے رفث مت کرو اور فسوق مت کرو- اور لا جدال فی الحج- یعنے جدال مت کرو در حالیکہ تم احرام میں ہو یعنے حج سے احرام حج کی حالت مراد ہے بلکہ مطلقاً احرام میں خواہ عمرہ ہو یا حج ہو یہ چیزیں منع ہیں- پھر جاننا چاہیئے کہ- الحج اشہر معلومات- میں یا تو تقدیر یہ ہے- وقت الحج اشہر معلومات- یا الحج حج اشہر معلومات- پس اول تقدیر پر وقت الحج سے یا تو وقت ادا الحج لیا جاوے یا وقت احرام الحج پس بالاتفاق ادائے حج تو ان مہینوں کے سوائے اور مہینوں میں درست نہیں ہے اور احرام حج میں خلاف ہے پس شافعیؒ کے نزدیک حج کا احرام بھی اور مہینوں میں سوائے ان ماہہائے معلوم کے درست نہیں کیونکہ اللہ تعالے نے ان مہینوں کو باقی سال کے مہینوں سے مخصوص کر دیا اور یہی قول ابن عباس و جابر و عطا و طاؤس و مجاہد سے مروی ہے اور شافعیؒ نے مسلم بن خالد کی روایت سے ابن عباس سے روایت کی کہ کسیکو نہیں چاہیئے کہ حج کا احرام باندھے مگر انھیں ماہہائے حج میں کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا- الحج اشہر معلومات- اور مسلم بن خالد الزنجی جو شافعی کے شیخ ہیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر ابن ابی حاتم وغیرہ نے دیگر وجہوں سے بھی ابن عباس سے روایت کی پس ایک دوسرے کی مؤید ہیں مترجم کہتا ہے کہ مسلم بن خالد الزنجی میں راجح قول یہ کہ وہ ثقہ معتمد ہیں اگرچہ حفظ میں کچھ ہو- اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ابن عباس سے روایت کی کہ حج کا احرام نہ باندھے مگر حج ہی کے مہینوں میں اسواسطے کہ سنت حج سے یہ بات ہے کہ حج کے مہینوں میں حج کا احرام باندھے ابن کثیر نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور صحابی نے جب کہا کہ سنت سے یہ بات ہے تو وہ اکثروں کے نزدیک حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے اور شافعی و بیہقی نے روایت کی کہ جابر بن عبد اللہؓ سے سوال کیا گیا کہ حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھے تو فرمایا کہ نہیں- اور شافعی نے جو مسلم بن خالد سے روایت کی اسکے مثل ابن مردویہ نے جابرؓ سے مرفوعاً روایت کی اور ابن کثیر نے کہا کہ اسکے اسناد میں مضائقہ نہیں ولیکن مرفوع روایت سے جابر کا قول موقوف اصح و اثبت ہے **قال المترجم** باوجود اس طول استدلال کے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سوائے ماہہائے حج کے اور مہینوں میں احرام صحیح نہیں ہے جیسا کہ شافعی کا مذہب ہے بلکہ غایت یہ کہ خلاف سنت ہے جسکا مآل یہ کہ مکروہ ہوگا- اور بر تقدیر ثانی یعنے الحج حج اشہر معلومات- یہ نکلتا ہے کہ حج کا احرام بھی ان مہینوں میں بہ نسبت اور مہینوں کے اکمل ہے اگرچہ اور مہینوں میں بھی صحیح ہے اور سال کے تمام مہینوں میں حج کا احرام صحیح ہونیکا قول ابراہیم نخعی وغیرہ سے مروی ہے اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ و مالک و احمد و اسحق و ثوری و لیث بن سعد کا ہے مگر آنکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور مہینوں میں احرام حج کراہت کے ساتھ درست ہے اور امام مالک سے مشہور یہ ہے کہ بلا کراہت درست ہے اور قول ابو حنیفہ اصح ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یسئلونک عن الاہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج- پس معلوم ہوا کہ سب چاند احرام حج کے میقات ہیں اور نیز دو نسک میں سے ایک حج دوسرا عمرہ ہے اور احرام عمرہ تمام سال میں درست ہے پس ایسا ہی احرام حج بھی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ احرام درست ہے اور مکروہ ہونا بدلیل ان روایات کے ہے جو مذہب شافعی کے بیان میں گذریں پس ظاہر ہوا کہ ابو حنیفہؒ کا مذہب سب دلائل کا جامع ہے- وایاک ان تتفوہ کما تفوہ بعض الناس بان آیۃ المواقیت عامۃ والاشہر خاصۃ والخاص مقدم علی العام وبان القیاس علی العمرۃ مصادم للنص باطل لانہ ظہر ان لا معارضۃ بینہما وانما الکراہیۃ بخلاف السنۃ الاتری مالکا لا یکرہ ایضا وانما منعنا ان نتکلم مع ہذا المتفوہ بالاصول لان کلامہ ینادی بجہالتہ بہا فافہم- پھر یہ جو فرمایا کہ اشہر معلومات تو معلومات کے یہ معنی ہیں کہ حج تمام سال میں ایک مرتبہ جانے تو جیسے مہینوں میں ہے عمرہ کے مانند نہیں ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے معلوم ہیں یا مخاطب لوگ خود جانتے ہیں کہ ان مہینوں سے تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی ہے- پھر بخاریؒ نے فرمایا کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ وہ شوال و ذو القعدہ

ودس دن ذی الحجہ کے ہیں اور اسکو ابن جریرؒ نے بالاسناد روایت کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہی اور حاکم نے بھی روایت کر کے کہا
کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہی اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی قول حضرت عمرؓ و علیؓ و ابن مسعودؓ و عبداللہ بن الزبیرؓ و ابن عباسؓ و عطاء و طاؤس و مجاہد و ابراہیم نخعی
شعبی و حسن و ابن سیرین و مکحول و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس و مقاتل سے مروی ہی اور یہی امام ابوحنیفہ و شافعی و احمد و ابویوسف و ابوثور کا مذہب ہے
مگر شافعیؒ کے نزدیک ذی الحجہ کے نو دن و دسویں رات تک ہی اور ابن جریرؒ نے کہا کہ دو مہینے کامل اور کچھ تیسرے مہینہ پر اطلاق اشہر یعنے لفظ جمع کا
تغلیب ہی باوجودیکہ تین مہینے پورے بھی نہیں ہیں قال المترجم بیان سے یہ فائدہ ثابت ہوگیا کہ ثلثۃ ایام فی الحج یعنی تین روزے ایام حج یعنے نوین
تک ہوجانے چاہییے ہیں اور بعد دسوین کے ایام تشریق کے روزے رکھنا ایام حج میں ہونگے کما مر۔ اور امام مالکؒ نے اور قدیم قول میں شافعیؒ نے کہا
کہ شوال و ذوالقعدہ اور پورا ذی الحجہ ہیں اور یہی ابن عمرؓ سے مروی ہی چنانچہ ابن جریرؒ و ابن ابی حاتمؒ نے باسناد صحیح انسے روایت کیا ہی اور یہ بعض تابعینؒ
سے بھی نقل کیا گیا ہی اور شاید مطلق بیان اُسی مقید پر محمول ہوگا ولیکن مذہب مالکؒ یہی ہی کہ پورا ذی الحجہ بھی ایام حج میں ہی اور فائدہ خلاف کا جب
ظاہر ہوتا ہی کہ مثلاً طواف حج میں تاخیر ہوگئی یعنے اُسنے دسوین ذی الحجہ کو طواف نہیں کیا حتی کہ ایام حج گذرگئے۔ تو امام مالکؒ کے نزدیک چونکہ پورا
ذی الحجہ ماہ حج میں سے ہی اسپر تاخیر کے جرم میں قربانی لازم نہ آویگی اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ جنکے نزدیک ذی الحجہ کے دس ہی روز ہیں انکے نزدیک تاخیر سے جرم
کی قربانی لازم آویگی اور مالکؒ کے نزدیک آخر ذی الحجہ تک ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ مخصوص حج کے ایام میں ہوگیا ہی پس باقی ذی الحجہ میں عمرہ کرنا مکروہ
ہی اور یہ معنی نہیں ہیں کہ دسوین رات کے بعد بھی حج کرنا صحیح ہی اور ابن ابی حاتمؒ نے اپنی اسناد سے طارق بن شہابؓ سے روایت کی کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے
فرمایا کہ حج اشہر معلومات ہیں انمین عمرہ نہیں ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہی قال المترجم اسمین یہ اشکال پیش آتا ہی کہ حضرت صلعم نے ایام حج
میں عمرے ادا کیے ہیں اور غایت جواب یہ ہوسکتا ہی کہ ان مہینوں کو خصوصیت صرف ایام حج ہی سے ہی عمرہ کو اسمین دخل نہیں ہی فتامل واللہ اعلم
قولہ فمن فرض فیہن الحج ابن جریرؒ نے فرمایا کہ اس امر پر اجماع ہوا کہ فرض سے یہان ایجاب و الزام مراد ہی یعنے واجب کر لیا یا لازم کر لیا ان مہینوں میں اپنے
اوپر حج کو۔ پس یہ لازم کر لینا احرام سے ہوتا ہی پھر شافعیؒ کے نزدیک احرام باندھنا فقط نیت سے متحقق ہوجاتا ہی اور ابوحنیفہؒ نے کہا کہ تلبیہ کہنے سے
یا ہدی اپنے ساتھ روان کرنے سے متحقق ہوتا ہی اور تفسیر ابن کثیرؒ میں ہی کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فمن فرض فیہن الحج۔ یعنے جو احرام
باندھا حج یا عمرہ کا۔ اور عطاءؒ نے کہا کہ فرض سے مراد احرام ہی اور ایسا ہی ابراہیمؒ و ضحاکؒ وغیرہ سے مروی ہی اور ابن عباسؓ سے عکرمہؒ نے روایت کی کہ
جسنے ان مہینوں میں حج کا احرام باندھا اسکو نہیں چاہیے کہ حج کا تلبیہ کہے پھر کسی مقام میں مقیم رہے اور ابن ابی حاتمؒ نے کہا کہ ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ
و مجاہد و عطاء و ابراہیم و عکرمہ و ضحاک و قتادہ و سفیان و زہری و مقاتل ہشامی کے مانند مروی ہی اور طاؤس و قاسمؒ نے کہا کہ وہ تلبیہ ہی قال المترجم یہ
سب مذہب ابوحنیفہؒ کی تقویت کرتے ہیں۔ قولہ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ ابن عباسؓ کی روایات سے ثابت ہوتا ہی کہ رفث اپنی عورت سے
جماع یا جماع کی تعریض یا عورتوں کے سامنے ایسا ذکر کرنا یعنی عورتوں کے سامنے ہونا ممنوع نکلا اور ابن عمرؓ سے مروی ہی کہ جماع یا فحش یا لغو بکنا اور جنابر
عورتوں کی پیٹھ پیچھے بھی تعریض ممنوع ہوگی اور رفث یعنے جماع تو ابن عباسؓ و ابن عمرؓ اور ایک جماعت فقہاے تابعین سے مروی ہی اور فسوق وہ ہی
یعنے حدود شرعی سے باہر ہوجانا اور طاعت سے نکل جانا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا وہ معصیت سے بڑھکر ہی بلکہ کفر سے درجہ دوم ہی۔ لقولہ تعالیٰ وکرہ الیکم الکفر
والفسوق والعصیان۔ تو فسوق بعد کفر کے اور قبل عصیان کے ہی۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ وہ سب معاصی ہیں اور ابن عمرؓ کہتے تھے کہ حرم
میں معصیتوں کا مرتکب ہونا اور ابن عباسؓ نے فسوق کی تفسیر گالی گلوج سے بھی کی اور ضحاکؒ نے کہا کہ وہ برے القاب سے یاد کرنا اور ابن عباسؓ کی تفسیر معاصی کے مانند
عطاء و سعید بن جبیر و مجاہد و قتادہ و ابراہیم و زہری و ربیع وغیرہ تابعین سے مروی ہی اور ابن جریرؒ نے اختیار کیا کہ فسوق اس مقام پر وہ معصیتیں ہیں جنکا

جسکا ارتکاب حالت احرام مین منع ہو جیسے شکار مارنا و ناخن کاٹنا و بال کترنا وغیرہ جیسا کہ ابن عمرؓ سے مروی ہو اور حق یہ ہو کہ کسی معصیت کی تخصیص ظاہر نہین
ہوتی ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جنھون نے جمیع معاصی سے تفسیر کی انھین کا قول صواب ہو۔ اور لاجدال ماخوذ ہو جدل بمعنے فتل سے اور مستعمل ہوتا ہو بمعنے
خلاف ولڑائی جھگڑا اور یہان دو قول ہین ایک یہ کہ لاجدال فی الحج۔ یعنے کچھ جھگڑا نہین وقت حج مین یعنے اسکے مناسک مین کیونکہ اللہ تعالے نے اسکو
واضح فرما دیا ہو یہ مجاہد وسدی سے مروی ہو اور مالک وعبد الرحمن بن زید بن اسلم سے یہ مضمون مروی ہو کہ عرب کے لوگ جدا جدا موقف پر جھگڑتے اور جدال
کرتے کہ ہمارا موقف بھی موقف ابراہیم ہو پس اللہ تعالے نے اسکو قطع کر دیا کہ اپنے نبی صلعم کو مناسک سکھلا دیے اور قاسم بن محمد سے روایت ہو کہ جدال
یہ کہ ایک کہے حج کل ہوگا اور دوسرا کہے کہ آج ہو اور ابن جریرؒ نے ان سب اقوال کا مضمون لیا اور کہا کہ جدال سے مراد حج مین جھگڑا قطع کرنا اور دوسرا
قول یہ ہو کہ جدال سے مخاصمت ہو چنانچہ ابن عباس سے روایت ہو کہ فرمایا جدال یہ کہ تو اپنے ساتھی سے مخاصمت کرے یہانتک کہ اسکو غصہ آجاوے اور
ایسا ہی ابن مسعودؓ سے مروی ہو اور عطاء و ابو العالیہ و مجاہد وعکرمہ وسدی و ابراہیم نخعی وغیرہ بہتیرے علماء تابعین نے بھی ایسا ہی کہا ہو اور عکرمہ سے روایۃ ہے
کہ جدال یہ کہ کسی مسلمان کو غصہ دلاوے مگر آنکہ اپنے مملوک کو عتاب کرے بدون اسکے کہ اسکو مارے پس وہ غصہ مین آجاوے تو انشاء اللہ تعالے مضائقہ
نہین ہو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اگر مملوک کو مارے تو بھی روا ہو کیونکہ امام احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ کی حدیث اسماء بنت ابی بکر مین ہو کہ ابو بکرؓ نے اپنے غلام
جسنے پانی کا لدا اونٹ کھو دیا تھا مارا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے اور تبسم فرماتے اور کہتے کہ اس محرم کو احرام باندھے ہوے کو دیکھو کیا کرتا ہے۔
مترجم کہتا ہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسواسطے اسکو مارا کہ اُسی اونٹ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زاد راہ تھا چنانچہ روایت مین اسطرف
اشارہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکرؓ کا سامان باہم ملا ہوا تھا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے گویا اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے مارا ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس قول مین ایک لطیف اشارہ ہو کہ ایسا نہ کرنا اولے ہو اور عبد بن حمید نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اپنا نسک پورا کیا اور مسلمان لوگ اسکی زبان اور ہاتھ سے سلامت رہے تو اسکے اگلے گناہ بخشے گئے۔ اور نقل کیا گیا کہ طبرانی
نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رفث عورتون سے جماع کی تعریض کرنا اور فسوق تمام معاصی ہین اور جدال یہ کہ
اپنے ساتھی سے مخاصمہ کرے مترجم کہتا ہو کہ اگر سند صحیح ہو تو کافی ہو۔ اور قولہ فی الحج۔ یہان ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لانے مین شان حج کے ساتھ کمال اعتنا کا
اظہار ہو اور حکم مذکور کی توجیہ وسبب کا اشارہ ہو کیونکہ زیارت بیت معظم ان امور کے ترک کی موجب ہو۔ پھر جاننا چاہیے کہ یہان لارفث ولافسوق ولاجدال فی الحج
کو نفی کے ساتھ بطور خبر بیان فرمایا حالانکہ مراد نہی ہو تو یہ مبالغہ ہو اور دلالت ہو کہ حج ایسی عظیم الشان عبادت مین ایسی قبیح باتین گویا موجود ہی نہین ہوسکتی
ہین پس یہ خبر بمعنے نہی ہو اور ابن العربی رحمہ اللہ نے کہا کہ خبر بمعنی نہی نہین پائی گئی اور نہ پائی جا سکتی ہو اسواسطے کہ ان دونون کی حقیقت مختلف اور
وصف مین تباین ہو اور قولہ تعالے فلا رفث الخ مین رفث پائے جانے کی نفی نہین ہو بلکہ اسکے مشروع ہونے کی نفی ہو یعنے حج مین رفث وفسوق وجدال
مشروع نہین ہو کیونکہ رفث وغیرہ تو حج مین بعضے لوگون سے پایا جاتا ہو اور اللہ تعالے نے جو خبر دی اُسکے برخلاف پایا جانا محال ہو پس نفی کا مرجع
یہ ہو کہ یہ چیزین مشروع طور پر نہ پائی جاوینگی اور محسوس طور پر پائے جانے کی نفی نہین ہو پس جو پایا گیا وہ خلاف حکم شرع پایا گیا اور کہا کہ یہ دقیقہ
علما سے چھوٹ گیا ہو قولہ وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ۔ پہلے شریعت نے بدکاری سے نہی فرمادی یا خبر دے دی کہ وہ مشروع نہین ہو اسکے پیچھے ہی خیر
یعنے نیکو کاری پر آمادہ کر دیا تاکہ ان قبیح چیزون کی جگہ خوب چیزون سے بدلا کیا جاوے اور یہ گویا زیادہ بلیغ بایں معنے ہو کہ ان قبیح چیزون سے باز رہنا خود
مستلزم خیر تھا کیونکہ رفث نہو تو کلام خوب ہوگا اور فسوق نہو تو نیکی ہو اور جدال نہین تو وفاق ہوگا پھر فرمایا کہ جو نیکی کرو اسکی اللہ تعالے جزا دیگا پس
سوا اسکے انکو بھی نیکی پر آمادگی دلائی اور حاصل آنکہ مطمح نظر خیر ہووے زیادہ پر زیادہ فافہم۔ وقولہ تزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ یعنے زاد راہ لیا کرو اسقدر

جو تمھارے سفر کو پورا کر دے اور سب سے بھلا زادراہ تو تقوی ہے اور ظاہر یہ تھا کہ التقوی خیر الزاد کیونکہ تقوی کو خیر زاد ثابت کرنا منظور ہے ولیکن
ظاہر کے خلاف مین بلاغت ہے کیونکہ خیر الزاد التقوی کہنے کے معنے یہ ہوگئے کہ خیر زاد جسکو چاہتے ہو تقوی ہے پس فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خیر زاد اور تقوی دونون
متحد ہین اور ابن کثیر کی تفسیر مین ہے کہ ابو داؤد نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اہل یمن حج کو آتے اور زادراہ نہین لیتے اور کہتے کہ
ہم متوکل لوگ ہین تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا وتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ اور اسکو بخاری و ابن حبان نے بھی روایت کیا اور نسائی و ابن ابی حاتم کی روایت
مین بجاے اہل یمن کے کچھ لوگ یعنے مبہم ہے اور اس مبہم کی تفسیر روایت ابو داؤد ہے اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ کچھ لوگ اپنے اہل سے
نکلتے انکے پاس زاد راہ نہین ہوتا اور کہتے کہ ہم بیت اللہ کا حج کرتے ہین کیا وہ ہمین کھانے کو نہ دیگا پس اللہ تعالے نے فرمایا کہ زادراہ وہ چیز لیا کرو
جو تمھارے منھون کو لوگون سے باز رکھے۔ اقول ابن الجوزی نے کہا کہ ان لوگون پر ابلیس نے اپنا جال پھیلایا کہ بغیر زادراہ نکل کھڑے ہوے اور اسکو توکل
سمجھا حالانکہ یہ بڑی خطا ہے یعنے توکل تو یہ ہے کہ ہر چیز جو تدبیر حواس سے میسر آوے اس سب مین اللہ تعالے ہی کی قدرت جانے کہ اسی نے حواس دیے اور اسی
کی قدرت سے کام ہوا اور اسی کے پیدا کرنے سے یہ انجام ہوا تاکہ امتحان مین رہے اور حواس و تدبیر کو درمیان سے خارج کرے فافہم فانہ حق نفیس۔ اور
ابن جریر و ابن مردویہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ لوگون کا یہ دستور تھا کہ جب احرام باندھتے اور انکے ساتھ انکے توشے ہوتے تو انکو
پھینک دیتے اور از سر نو زادراہ مہیا کرتے پس اللہ تعالی نے اتارا وتزودوا فان خیر الزاد التقوی پس اس سے منع کر دیے گئے اور حکم کیے گئے کہ آٹا و ستو
اور کعک زادراہ لین اور یہی ابن الزبیر و ابو العالیہ و مجاہد و عکرمہ و شعبی و نخعی و سالم بن عبد اللہ و قتادہ و ربیع وغیرہ نے کہا ہے اور سعید بن جبیر سے اسکے
مانند مروی ہے اور کعک کی جگہ خشکنانج مذکور ہے اور وہ خشک نان کی تعریب ہے اور مراد کعک ہین اور ابن عمر نے کہا کہ آدمی کے کرم مین سے یہ بات بھی ہے کہ سفر
مین اسکا زادراہ طیب یعنے حلال ہو یعنے اگر ایسا کرے تو کریم النفس ہے۔ قال اور جب لوگون کو سفر دنیا کے توشے کا حکم کیا تو آخرت کے توشہ کا بھی
ارشاد کیا فان خیر الزاد التقوی۔ یعنے سفر آخرت مین تقوی ساتھ لو جیسے فرمایا۔ ولباس التقوی ذلک خیر۔ یعنے پہلے لباس ظاہری کے ذکر کے بعد لباس
باطنی و معنوی کی طرف ارشاد کیا کہ وہ تقوی ہے اور وہ ظاہری سے بہتر و نافع تر ہے اور عطاء خراسانی نے فان خیر الزاد التقوی مین کہا مراد زاد آخرت ہے
اور جریر بن عبد اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا کہ جو دنیا مین توشہ مہیا کریگا آخرت مین اسکو نافع ہوگا اخرجہ ابو القاسم الطبرانی
اور مقاتل نے کہا کہ جب یہ آیت تزودوا۔ اتری تو فقراء مسلمین مین سے ایک نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نہین پاتے جسکو زادراہ
لین تو فرمایا کہ اتنا زادراہ مہیا کر کہ جس سے اپنے منھ کو لوگون سے باز رکھے اور سب سے اچھا جو زادراہ تم لو وہ تقوی ہے رواہ ابن ابی حاتم۔ قولہ
تعالے واتقون یا اولی الالباب۔ واتقون مین یاے متکلم اور بیشتر حذف ہوتی ہے مانند رب اغفرلی وغیرہ کے اور الباب جمع لب بمعنی خالص ہر چیز اور مراد
وہ عقل جو خالص ہو وہم و حواس و خواہش نفس کے لگاؤ سے قال البیضاوی پہلے انکو تقوی پر آمادہ کیا پھر واتقون۔ سے حکم دیا کہ مقصود و اسکا تقوی
اللہ تعالے ہی ہو پس ما سواے اللہ تعالے سب سے منھ پھیر لو اور ہر چند کہ تقوی تمام لوگون سے مطلوب ہے کوئی ہو لیکن چونکہ یہ مقتضاے عقل خالص و
صافی ہے اسواسطے خطاب خاص کر اولو الالباب کو فرمایا ہے اور یہ بلاغت کلام ہے کہ تکمیل جز کے مین سے دانا کو حکم دیا جاتا ہے پھر وہ سب لوگون کو سمجھا دیتا ہے فی
عرائس مین کہا قولہ الحج اشہر معلومات۔ اللہ عزوجل نے بندگی کرنے کے اوقات ظاہر کر دیے تاکہ اسکے بندے اسکی خدمتگذاری مین ملال آگین نہو
جاوین اور اپنی سستی سے اسکے عتاب و غضب مین نہ پڑ جاوین اور نیز اوقات بیان فرمائے تاکہ امتحان کی زحمت و رنج سے مشاہدۃ الرحمن کیطرف
منتقل ہوئے اور دیدار ربوبیت سے کشادگی حاصل کرنے کے ساتھ بندگی کے بوجھ سے اہل معرفت کو آرام و دائمی خوشحالی ہوا اور حق عزوجل نے
اپنے خالص لوگون کے لیے سند قربت پر جگہ پانے کے واسطے صفا و وفا و طمانینت و یقین و جمع ہمت کے اوقات مقرر کر دیے تاکہ پہچان لین کہ اسکے

جناب بزرگ کی طرف قصد کرنا ہین نہین پڑتا مگر انھین اوقات معلومہ مین - قال المترجم یعنے اہل حق کو آگاہ کر دیا کہ میری بارگاہ کا قصد ایسی حالتون و وقتون مین کرو کہ دل و وقت صاف ہو بلا کدورت اور وفاداری پر جمے ہو یعنی جو تم نے عہد کیا ہی اسکی وفاداری اور دل و جان سے میری بندگی پر منضبط ہو اور قلب تمھارے میری یاد سے مطمئن ہون اور میری مہربانی پر تمکو یقین کامل ہو اور تمھاری ہمت سوا میرے ادھر ادھر پریشان نہو بلکہ توی قادر یقین کرکے دل جمعی ہو پس یہ باتین ہونگی تو ان اوقات مین قصد کرنے سے میری بارگاہ مین پہونچوگے اور یہ سب باتین آیات و احادیث سے ماخوذ ہین شیخ نصر آبادیؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے عبادات کے واسطے اوقات مقرر فرمائے ہین تاکہ بندہ انکے وقت سے پہلے انکو طہارت سے ادا کرنے کی غرض سے مستعد باسامان ہو ہے اور معرفت کے واسطے کوئی وقت مقرر نہ کیا تاکہ ایسا نہو کہ بندہ کبھی کسی حال مین مشاہدہ کے مراقبہ سے اپنی باطن کو خالی چھوڑ دے - قولہ فان خیر الزاد التقوی - حق عز و جل کیطرف متوجہ ہونے کی حالت مین کسی غیر کی طرف رخ کرنے اور ملتفت ہونے سے بچے رہو کیونکہ ہر حال مین تمھارا توشہ و بھروسا وہی ہے سوا اسکے تم کسی کے محتاج نہین ہوتے ہو - یعنے کافرون مشرکون بدعتیون کی مرادین غیر کی طرف محض بداعتقادی ہی حالانکہ جسکو دیتا ہی وہی دیتا ہی - آور نیز اشارہ ہی کہ جب تمنے چاہا کہ ہم ہمیشگی کا پر بیٹ میدان قطع کرین اور ازلیت کا لمبا بیابان طے کر جائین تو ملک غیب کی سیر کے واسطے اپنی عاشق روحون کے لیے نور وحدت سے توشہ لیکر قلوب کے گھوڑون پر سوار ہو جاؤ اور نور حق گم کر دینے سے ڈرو کیونکہ وصال حق چاہنے مین سب سے بھلا توشہ یہی کہ اسی کے طالب اسی کے محتاج رہو - قولہ واتقون یا اولی الالباب یعنے اے عقل والو کیونکہ عقل کے نور سے تمھین خاص لوگ ہو پس جسکی عقل مین صفت عظمت آگئی اسکا دل میرے امتحان والے گھر مین یعنے دنیا مین نہین لگتا ہی اور بعض نے کہا کہ اہل خاص لوگون کو خطاب ہی کیونکہ عارف کے پاس سوا اسکے معروف کے جسکو پہچان لیا ہی اور کچھ توشہ نہین ہی اور محب کے پاس کچھ زاد راہ سوا اسکے محبوب کے نہین ہی ؎ بجز اشوق دیدار رہبر ہی سارا + چلے ہم تو توپیشوا تھا ہمارا - واتقون یا اولی الالباب - شیخ واسطیؒ نے فرمایا کہ ایسے ہی اہل عقل لوگون کو خطاب کیا کیونکہ انھین کو محبوب و پسند کر لیا ہی اور کہا گیا یعنے اے ٹھیک سمجھ والے لوگو میری طرف متوجہ ہو کر جو فرماتا ہون اسکو سمجھ لو اور نیز واسطیؒ نے فرمایا کہ وہ خاص لوگون مین ہین اور عموم کے لیے انکی طرف راہ نہین کھلی گئی ہی

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ

کچھ گناہ نہین تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا پھر جب طواف کو چلو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک

الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝ ثُمَّ أَفِيضُوا

مشعر الحرام کے اور اسکو یاد کرو جسطرح تم کو سکھایا اور تم تھے اس سے پہلے راہ بھولے پھر طواف کو چلو

مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

جہان سے سب لوگ چلین اور گناہون کی بخشش مانگو اللہ سے اللہ ہی ہی بخشنے والا مہربان

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ - تمپر کچھ بھی گناہ نہین ہوف اس بات مین کہ - أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ - تم چاہو فضل یعنے رزق اپنے رب سے ف باین طور کہ حج مین تجارت کرو حالانکہ لوگون نے اسکو مکروہ جانا تھا - یہ درمیانی بیان ہی بعد اسکے حج کا بقیہ حکم ارشاد فرمایا بقولہ تعالے فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ - پھر جب تم عرفات سے روانہ ہوف یعنے جب عرفہ کے روز عرفات مین وقوف کرکے سورج ڈوبنے کے بعد بجانب مزدلفہ روانہ ہو اور رات مین مزدلفہ مین رہو - صبح کی نماز اول طلوع فجر ہوتے ہی پڑھکر وقوف کرو - فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ - تو مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالے کو یاد کرو ف تکبیر و تلبیہ وغیرہ کے ساتھ اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشعر الحرام کے پاس برابر ذکر الٰہی کرتے رہے

یہانتک کہ خوب اُجالا ہو گیا روانہ ہوئے سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہوئے مشعر الحرام کو قزح بھی کہتے ہیں وہ مزدلفہ کے آخر میں ایک پہاڑ ہے پس
یاد الٰہی تعالےٰ کا احسان انکے حق میں بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ - اور اللہ تعالےٰ کو یاد کرو جیسا اُسنے تمکو ہدایت کی ف مناسک حج و معالم
دین ٹھیک کرکے سکھلا دیے جن کو مشرکوں نے بگاڑ دیا تھا۔ تو اس نعمت پر شکر کے ساتھ یاد کرو وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝
بیشک تم اس سے پہلے البتہ گمراہوں میں سے تھے ف ان کنتم یعنے انہ کنتم۔ غرض کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو ہدایت کرکے گمراہی سے نکالا۔ واضح ہو کہ قریش
اپنے آپکو دین میں اعلیٰ درجہ کا سمجھکر مشعر الحرام سے آگے نہ جاتے اور باقی عرب سب عرفات جاتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے رد کر دیا کہ ثُمَّ أَفِيضُوا
مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ - پھر تم یعنے قریش بھی وہیں سے چلو جہاں سے لوگ چلیں ف برابر عرفات تک جاکر وہاں سے مزدلفہ کی راہ چلو۔
واضح ہو کہ منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے دوسرا راستہ ہے۔ پھر عرفات سے مزدلفہ آوے وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ اور اللہ تعالےٰ
سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگو اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے ف شان نزول اس آیہ کا یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اسلام سے پہلے عرب والے موسم حج میں
تجارت خرید فروخت کرتے اور حج بھی ادا کرتے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو اہل اسلام نے اس سے پرہیز کیا کہ کہیں گناہ نہو اور حج کا ثواب نہ گھٹ جائے
چنانچہ بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جاہلیت میں عکاظ و مجنہ و ذوالمجاز بازار میں ہوتی تھیں پھر مسلمانوں نے موسم حج میں تجارت کرنے سے
گناہ کے خوف سے پرہیز کیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج - اور ابو داؤد وغیرہ کی روایت میں ابن عباسؓ
سے ہے کہ موسم حج کے زمانہ میں لوگ خرید و فروخت و تجارت سے پرہیز کرتے تھے اور کہتے کہ یہ یاد الٰہی کے ایام ہیں پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا لیس علیکم
جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم - اور علی بن طلحہ نے ابن عباسؓ سے اسکے معنے یہ روایت کیے یعنے تمپر احرام سے پہلے یا احرام کے بعد خرید و فروخت میں
حرج نہیں ہے۔ پس اس آیت میں تجارت کے واسطے رخصت ہے یعنے حج کے واسطے خالص نیت کرے اور اسکے طفیل میں رزق کمانا بھی روا ہے اور
ابن کثیر کی تفسیر میں ہے کہ عطاء نے روایت کی کہ ابن عباسؓ یوں پڑھا کرتے لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج۔ جیسا کہ بخاریؒ نے
ابن عباسؓ سے روایت کیا اور ایسے ہی عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ اقول مواسم الحج۔ کا لفظ ابن عباسؓ
نے بطور تفسیر کے پڑھا ہے اور یہ مراد نہیں کہ داخل آیت ہے جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ کی روایت ابن عباسؓ سے ظاہر ہے قال ابن کثیر اور ایسے ہی تفسیر کیا ہے آیہ
کریمہ کو مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و منصور بن معتمر و قتادہ و ابراہیم و ربیع بن انس وغیرہ نے ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ اے ابو عبد الرحمن ہم
لوگ مزدوری پیشہ ہیں کہ مکہ کی طرف آج کل لوگوں کو کرایہ پر سوار کراتے ہیں اور حج کی نیت بھی کرتے ہیں کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کا
حج ہی نہیں ہوتا تو آپ کے نزدیک ہمارا حج ہوتا ہے یا نہیں تو فرمایا کہ کیا تم لوگ اُن آدمیوں کی طرح احرام نہیں باندھتے اور طواف نہیں کرتے اور
رمی جمار نہیں کرتے ہو اُسنے کہا کہ ہاں کرتے تو ہیں پس فرمایا کہ تب تو حاجی ہے پھر کہا کہ ایک شخص نے نبی صلعم کے پاس آکر یہی بات کا سوال کیا تھا کہ
جو تو نے مجھسے سوال کیا پس آنحضرت صلعم نے اسکو کچھ جواب نہیں دیا یہانتک کہ یہ آیت اُتری۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم پھر
آنحضرت صلعم نے اس شخص کو بلاکر یہ آیت پڑھ سنائی اور فرمایا کہ تم لوگ حاجی ہو۔ اس حدیث کو امام احمد و ابو داؤد و عبد الرزاق نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً اور ابن ابی حاتم نے
اور ابن جریر نے دوسری وجہ سے ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کیا اور ابن جریر نے مانند اسکے ابن عمرؓ سے موقوفاً روایت کی ہے اور ابن جریر نے ابو صالح سے
جو حضرت عمرؓ کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے روایت کی کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا تم لوگ حج میں تجارت کیا کرتے تھے یعنے زمانہ جاہلیت
میں عرب ایسا کیا کرتے تھے تو فرمایا کہ ان لوگوں کی کمائی ہی نہیں ہوتی تھی سوائے ایام حج میں آ قول اسمیں اشارہ نکلتا ہے کہ حضرت عمرؓ تجارت خود ایسا نہیں
کرتے تھے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ کچھ لوگ تو تجارت سے تقوی کرتے تھے اور کچھ لوگ تھے کہ تاجروں کو کہتے کہ حاجی نہیں وارد ہیں پس یہ آیہ

اول والون کے لیے رخصت ظاہر کرنے کو اور وہم والون کے رد کرنے کو نازل ہوئی ہے۔ اور عکاظ بضم عین مہملہ وآخر ظاء معجمہ قبیلہ قیس کا بازار تھا اور مجنۃ بفتح میم وجیم وتشدید نون قبیلہ کنانہ کا بازار مرالظہران پر تھا اور ذوالمجاز بذال وبفتح میم وجیم وآخر زاء معجمہ ہذیل کا بازار تھا۔ اور فضلاً یعنے رزق ہے کمائی قولہ تعالے۔ وابتغوا من فضل اللہ۔ سورۂ جمعہ ۱۲ اور آیت سے رخصت ثابت ہوتی ہے لیکن تجارت مین مشغول نہونا اولیٰ ہے۔ اقول اور جسکے دل مین کراہت سماوے اسکو تجارت کرنا اولیٰ ہے تاکہ نفس کو مردود کرکے حکم آلہی پر مطیع کرے۔ قولہ فاذا افضتم من عرفات۔ محاورہ مین کہتے ہین فاضوا لاناء اے برتن لبریز ہوگیا کہ کنارون سے کچھ بہنے لگا اور افضت الماء اے مین نے کثرت کے ساتھ پانی بہایا پس وہ متعدی ہے اسی سے کہا گیا کہ اصل افضتم انفسکم تھا اے چلایا تمنے اپنے آپکو پس گویا انکی کثرت سے انکو مثل پانی کے سیلان کے قرار دیا اے جب تم عرفات سے رو کی طرح چل نکلو اور اسمین لطافت ہے قال ابن کثیر عرفات منصرف ہوا اگرچہ علم بصیغہ مونث ہے اسواسطے کہ در اصل وہ مثل مسلمات ومومنات کے جمع عرفہ ہے پھر اس سے ایک خاص مقام کا نام رکھدیا گیا پس اسمین اصل کی رعایت کی گئی تو منصرف پڑھا گیا۔ اختارہ ابن جریرؒ بعض نے زعم کیا کہ در اصل اسکا واحد عرفہ نہین جیساکہ فراءؒ نے کہا اور لوگ جو عرفہ اس مقام کو بولتے ہین وہ مولدین کا لغت ہے محض عربی نہین ہے اقول یہ قابل تسلیم نہین ہے کیونکہ فصحاء عرب کے کلام مین اس مقام کا نام عرفہ واقع ہوا ہے پس مولد لغت ہونا مسلم نہین ہان یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ عرفہ وعرفات بمعنے واحد ہین اسواسطے کہ وہان متعدد مقامات نہین کہ ہر ایک کا نام عرفہ ہو جسکی جمع عرفات ہوا اور بعض نے کہا کہ اسمین تانیث ہی نہین کیونکہ تاء ملفوظ تو علامت جمع مونث ہے اور تاء مقدر یہان بوجہ تاء مذکور کے ہو نہین سکتی اقول یہ توجیہ مناسب اسوقت ہے کہ مثل دیگر مقامات کے نامون کے عرفات بھی ایک بقعہ کا اسم مرتجل قرار دیا جاوے کما قال ابن عطیہ قال ابن کثیر اور اس مقام کو عرفات اس لیے کہتے ہین کہ عبد الرزاق نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے جبرئیلؑ کو ابراہیم علیہما السلام کے پاس بھیجا انھون نے ابراہیمؑ کو حج کرایا یہانتک کہ جب عرفات کے مقام پر آئے تو بولے کہ قد عرفت تونے ارکان حج کو خوب پہچان لیا حالانکہ قبل اسکے ایکبار یہان آئے تھے اسی سے عرفہ اسکا نام ہوا اقول دن کو بھی عرفہ بولتے ہین اور اس مقام کو بھی ولیکن عرفات بروزن جمع کہنے کے وجہ معلوم نہوئی قال ابن کثیر اور ابن المبارک نے عطاءؒ سے روایت کی کہ جبرئیلؑ ابراہیمؑ کو مناسک حج بتلاتے جاتے اور وہ کہتے جاتے عرفتُ عرفتُ پس عرفات نام ہوا اور اسیکے مانند ابن عباس وابن عمرو وغیرہ سے مروی ہے تو پہچاننا گویا جمع واقع ہوا یعنے یہان سب عرفات پورے ہوے اور بیضاوی وغیرہ نے وجہ تسمیہ اور بھی ذکر کی ہین کہ آدم جنت سے سراندیپ مین گرے اور حوا جدہ مین اور باہم تلاش مین پڑے تو جب آدم نے حج کیا تو اسی مقام پر باہم تعارف ہوا یا اسوجہ سے کہ یہان لوگون مین باہم تعارف ہوتا ہے۔ دفی السراج۔ سدیؒ نے کہا کہ جب ابراہیمؑ نے لوگون کو حج کے واسطے منادی کی اور انھون نے تلبیہ کے ساتھ جواب دیا تو اللہ تعالے نے انکو عرفات کے مقام کی طرف نکلنے کا حکم کیا اور اس مقام کا پتہ بتلا یا گیا پھر ابراہیمؑ جب جمرہ اولیٰ یعنے پہاڑی جہان پہلے کنکریان مارتے ہین پہونچے تو شیطان انکے سامنے ہوا کہ انکو پھیرنے لگا پس ابراہیمؑ نے اسکو کنکریان مارنی شروع کین اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے پھر ساتوین کنکری پر وہ بھاگ کر جمرۂ ثانیہ پر جا گرا پھر اسکو تکبیر کہتے ہوے کنکریان ماریں تو وہ جمرۂ ثالثہ پر گرا وہان بھی کنکریان ماریں جب شیطان نے دیکھا کہ وہ میری بات نہ مانینگے تو بھاگ گیا پھر ابراہیمؑ چلکر ذوالمجاز تک آئے اور نہ پہچانا تو آگے بڑھے اسی سے وہ ذوالمجاز گذر جانے کا مقام کہا گیا پھر جب عرفات پہونچے تو اسکو پتہ سے ٹھیک پاکر پہچان لیا تو یہ جگہ اور یہ دن اس وجہ مذکور سے اس نام سے معروف ہوا اور جاننا چاہیے کہ عرفات وقوف کا مقام ہے کہ وہان حاجی ٹھہرتے ہین اور کھڑے ہوتے ہین اور غروب تک رہتے اور وقوف یعنے کھڑا ہونا خاص کر شرط نہین بلکہ یہان موجود ہونا شرط ہے حتی کہ اگر سوتا ہوا یا راہ مین گذرتا ہوا یہان سے گذرے تو بھی وقوف مل گیا کما فی الفقہ۔ اور وہ عمدہ افعال حج سے ہے تا آنکہ گویا وہی رکن ہے جسنے یہ پا لیا اسنے حج پا یا اور جسکا یہ فوت ہوا اسکا حج جاتا رہا قال البیضاوی وغیرہ کہ آیت مین کچھ وقوف عرفہ واجب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ افاضہ یعنے عرفات سے چلنا نہین ہوسکتا

مگر اسمین وقوف کے بعد افاضہ کا حکم دیا بقولہ ثم افیضوا اور امر واسطے وجوب کے ہے پس وقوف بھی واجب ہوا وقال ابن کثیر امام احمد و اہل سنن
نے صحیح اسناد کے ساتھ عبد الرحمن بن یعمر الدیلی سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ الحج عرفات ثلثا یعنے
حج یہی عرفات کا وقوف ہے اسکو تین بار فرمایا اور پھر فرمایا جسنے روز عید کے فجر طلوع ہونے سے پہلے اسکا وقوف پایا۔ اسنے حج کو پالیا۔ اور حدیث صحیح مین ہے
کہ آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع مین نماز ظہر پڑہکر عرفات مین وقوف کیا یہانتک کہ آفتاب غروب ہوگیا اور اس حدیث مین فرمایا کہ جسنے وقوف عرفہ کو
طلوع فجر سے پہلے پالیا اُسنے حج کو پایا۔ قول العینی نماز ظہر وعصر جمع کرکے پڑہلین اور ظہر اسواسطے کہا تاکہ معلوم ہو کہ جمع کرنا عصر کا ظہر کے ساتھ تھا برعکس نہین تھا
پھر ائمہ نے اتفاق کیا ہے کہ وقوف عرفہ واجب ہے اور رہا وقت وقوف کا سو حدیث بالا مین ظہر سے مذکور ہوا اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ و مالک وشافعی
رحمہم اللہ کا ہے اور امام احمد کے نزدیک ابتداے روز عرفہ سے یعنے اول وقت سے جائز ہے اور حجت انکی حدیث عروۃ بن مضرس طائی ہے جسمین مذکور ہے
کہ عروۃ مزدلفہ مین آنحضرت صلعم سے ملے در حالیکہ آپ نماز صبح کے لیے نکلے تھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اپنے طے کے پہاڑ سے آتا ہون مین نے
اپنی سواری کو ماندہ کردیا اور اپنے کو تھکا مارا اور واللہ مین نے کوئی ٹیکرا و ٹیلا نہین چھوڑا مگر کہ اسپر توقف کیا بھلا میرا حج ہوجائیگا تو حضرت صلعم نے فرمایا
کہ جو ہماری اس نماز مین حاضر ہوا اور ہمارے ساتھ وقوف کیا یہانتک کہ ہم چل نکلین اور حال یہ کہ وہ شخص اس سے پہلے رات یا دن مین عرفہ مین وقوف کرچکا
تو اُسکا حج پورا ہوا رواہ احمد و اصحاب السنن وصححہ الترمذی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی سے تنبیہ ہے کہ سواے عرفات کے کسی ٹیلہ و
ٹیکرے کا کچھ اعتبار نہین ہے حتی کہ علماء نے کہا کہ اگر کسی دوسرے مقام پر وقوف کو مثل عرفات کے خیال کرے تو وقوف کفر ہے ابن کثیرؒ نے کہا کہ عرفات کو مشعر الحرام و مشعر اقصیٰ و الال بر
وزن ہلال بھی کہتے ہین اور اسکے درمیانی پہاڑ کو جبل الرحمۃ کہتے ہین وقال المفسر السیوطیؒ مشعر الحرام جبل قزح کو کہتے ہین اقول یہی معروف ہے حتی کہ آیت مین
عرفات سے چلنے کے بعد مشعر الحرام مزدلفہ مین ذکر الہی کا حکم دیا لہذا وقوف مزدلفہ بقول ابوحنیفہؒ واجب و بقول شافعی رکن ہے پھر صحیح ہوا کہ عرفات
تمام موقف ہے جہان چاہے کھڑا ہو سواے بطن عرنہ کے اور ابن کثیر کی تفسیر مین ہے کہ مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ عرفات مین حضرت صلعم نے ہم
لوگون کو خطبہ سنایا پس حمد و ثنا کے بعد کہا اما بعد اور یہ خطبہ مین آپکا دستور تھا کہ اما بعد کہا کرتے پس فرمایا کہ یہ روز حج اکبر ہے آگاہ رہو کہ مشرک و بت پرست
لوگ اس روز آفتاب غروب ہونے سے کچھ پہلے جب آفتاب پہاڑون کی چوٹیون پر ایسا نظر آتا جیسے مردون کے سر پر عمامہ ہوتے ہین یہان سے چل
نکلتے تھے اور ہم یہان سے غروب آفتاب کے بعد چلتے ہین اور مشرک لوگ مزدلفہ کے مشعر الحرام سے آفتاب طلوع ہونے کے بعد جب سورج پہاڑون کی
چوٹیون پر ایسا ہوتا جیسے مردون کے سر پر عمامے ہوتے ہین چل نکلتے اور ہم وہان سے سورج نکلنے سے پہلے چلتے ہین ہماری راہ مشرکون کی راہ سے برخلاف ہے
رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین قال ابن کثیر بیان سے ثابت ہوا کہ مسور بن مخرمہ نے حضرت صلعم سے سنا ہے خالی دیکھنا بلا سماع نہین جیسا
کہ بعضے اہل حدیث نے وہم کیا ہے قال المترجم پھر یہان سے چلکر مزدلفہ مین آتے ہین اسکے انتہا پر جبل قزح یعنے مشعر الحرام ہے اور تمام مزدلفہ موقف ہے
سواے بطن محسر کے وقال تعالی فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام نماز مغرب کو تاخیر کرکے مزدلفہ مین پہونچکر عشاء کے ساتھ جمع کرلیتے ہین اور صحیح مسلم کی
حدیث طویل مین جابرؓ سے ہے کہ پھر حضرت صلعم برابر عرفات مین کھڑے رہے یہانتک کہ سورج کی روشنی غائب ہوئی اور زردی کچھ ظاہر ہوئی یہانتک کہ
سورج کا گرد بھی ڈوب گیا پھر آپنے اُسامہ کو اپنی سواری کی ردیف مین سوار کرلیا اور عرفات سے چلے اور قصوا کی باگ اسقدر کھینچے تھے کہ اسکا سر
مورک رحل سے چھوجاتا تھا اور داہنے ہاتھ سے لوگون کو اشارہ کرتے جاتے کہتے ہوئے کہ اے لوگو آہستگی سے آہستگی سے چلو۔ جہان کسی ٹیکرے و پہاڑی
پاس آتے تو اُسکی باگ ذرا ڈھیلی کردیتے کہ وہ چڑھ جاتی یہانتک کہ مزدلفہ مین آئے اور وہان نماز مغرب وعشا کو ایک اذان اور دو اقامت سے ادا کیا اور
دونون کے بیچ مین سنت نماز کچھ نہین پڑھی پھر لیٹ رہے یہانتک کہ فجر طلوع ہوئی پھر صبح ظاہر ہونے پر اذان و اقامت سے نماز فجر پڑھی پھر قصوا پر سوار ہوکر

روانہ ہوئے یہانتک کہ مشعر الحرام کے پاس آئے پس قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالے سے دعا مانگی اور تکبیر و تہلیل و توحید کہی اور برابر کھڑے رہے یہانتک کہ خوب اجالا ہو گیا پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے چل نکلے۔ اور اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ذکر سے مراد دعا و ثنا و تکبیر و تہلیل ہے اور سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ مزدلفہ کی نماز مغرب و عشا ہے اور صحیح قول اول ہے اور عند المشعر الحرام کے معنے یہ ہیں کہ جو میدان قریب مشعر حرام ہے اور یہ بنظر فضیلت ہے ورنہ سوائے وادی محسر کے تمام مزدلفہ موقف ہے جیسے تمام عرفات اگرچہ سوائے بطن عرنہ کے موقف ہے مگر جبل الرحمۃ کے قریب کھڑے ہوتے ہیں اور حضرت ابن عمرؓ نے عند المشعر الحرام میں کہا کہ یہ پہاڑ اور اسکا اردگرد ہے اور عبد اللہ بن عمروؓ نے کہا کہ مشعر الحرام یہ پہاڑ ہے اور عبد الرزاق نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ ابن عمرؓ نے لوگون کو قزح پر ازدحام کرتے دیکھکر (یعنی قزح ۱۲) فرمایا کہ کس بات پر یہ لوگ ازدحام کرتے ہیں یہان تو سب مشعر الحرام ہے اور ابن عباسؓ و سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و سدی و ربیع و حسن و قتادہ سے مروی ہے کہ وہ ہر دو پہاڑ کے بیچ کا مقام ہے قال ابن کثیر مشاعر معالم ظاہرہ ہیں اور مزدلفہ کو مشعر الحرام اسلیے کہتے ہیں کہ وہ داخل حرم ہے اور اسکے وقوف میں تین قول ہیں ایک یہ کہ رکن ہے بدون اسکے حج نہیں صحیح ہے یہ قول بعض سلف و بعض شافعیہ مثل قفال و ابن خزیمہ کا بدلیل حدیث عروہ بن مضرس ہے دوم آنکہ وقوف مزدلفہ واجب ہے قربانی سے اسکا جبر نقصان ہوجاتا ہے یہ ایک قول شافعی ہے اور قول ابو حنیفہؒ ہے اور یہی ارجح ہے اور سوم آنکہ مستحب ہے اسکے ترک سے کچھ نہیں لازم آتا اور یہی شافعی کا تیسرا قول ہے اور ابن المبارک و امام احمد نے باسناد منقطع حضرت صلعم سے روایت کی کہ عرفات سب موقف ہے سوائے میدان عرنہ کے اور مزدلفہ سب موقف ہے سوائے محسر کے فجاج مکہ سب قربانی کی جگہیں ہیں اور یہ حدیث بسند متصل بھی روایت کی گئی ہے۔ قولہ واذکروہ کما ہدیکم بیضاوی وغیرہ میں کہا کہ کاف تشبیہ و تمثیل قرار دیا ہے اذکروہ کما علمکم۔ یاد کرو اسکو جیسے تمکو تعلیم فرمایا ہے۔ یا اذکروہ ذکرا حسنا کما ہدیکم ہدایۃ حسنۃ۔ یعنے یاد کرو اسکو ذکر خوب سے جیسے اسنے تمکو ہدایت خوب سے ہدایت کی ہے اور بعض نے کہا ذکر دوم سے مراد اثر نعمت کا شمار کرنا اور کاف تعلیل کا ہے اور اسکو مفسر سیوطیؒ نے اختیار فرمایا اور اسکی خوبی اور چسپیدگی اس مقام پر پوشیدہ نہیں ہے قال ابن کثیر یہ اُن لوگون کو تنبیہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جس ہدایت پر تھے کہ مشاعر حج انکو تعلیم کیئے گئے تھے اسی ہدایت کا اثر بھی انعام کیا اسیواسطے فرمایا۔ وان کنتم من قبلہ لمن الضالین یعنے ہدایت کے پہلے تم گمراہون میں سے تھے اور ضمیر قبلہ۔ کو بعض نے رسول اور بعض نے قرآن کی طرف راجع کیا ہے یعنے قبل رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا نزول قرآن کے تم بھی گمراہ تھے۔ یہ معنی بھی صحیح ہیں اور قبل ہدایت کے گمراہ ہونا اسکا استلزام ہے کیونکہ قولہ ای قبل الہدی۔ اور ہدایت اسی طور پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا قولہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔ اس خطاب کی تاویل میں دو قول ہیں اول آنکہ خطاب جمیع امت کو ہے اور دوم آنکہ قریش کو ہے پس قول اول پر یہ وجہ بیان کی گئی کہ الناس سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں اور معنے یہ ہیں کہ پھر چل نکلو تم سب لوگ جہان سے چلا تھا ابراہیم اور اطلاق ناس کا ابراہیم پر جو اکیلے ہیں بنظر تعظیم ہے مانند قولہ ان ابراہیم کان امۃ قانتا یعنے ابراہیمؑ کو ایک امت قرار دیا۔ اور غریب قراءۃ یہان سعید بن جبیر کی ہے کہ انھون نے الناسی پڑھا یعنے بھولنے والا اور مراد آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ماخوذ ہے قولہ تعالے فنسی۔ یعنے آدم نے عہد بھلا دیا۔ پھر یہان دو احتمال ہیں ایک یہ کہ انکو عرفات سے اذا افضتم کا حکم ہے اور اسپر یہ وارد ہوتا ہے کہ ثم واسطے ترتیب تراخی کے ہے اور پہلے عرفات سے مزدلفہ کا افاضہ مذکور ہوچکا تو پھر کیونکر عرفات سے افاضہ ہوگا اور اسکا یہ جواب دیا گیا کہ ثم بمعنے واو ہے تراخی نہیں مقصود ہے یا یہ ترتیب بیان ہے نہ ترتیب عملی۔ اور دوسرا احتمال یہ کہ یہ مزدلفہ سے دوسرا افاضہ ہے طواف کے واسطے تو ثم اپنے معنے پر ہوگا یعنے ترتیب و تراخی کے معنے بخوبی بنتے ہیں اور اسی احتمال کو ابن جریر نے ترجیح دی اور ظاہر قرآن اسکو مقتضی ہے۔ و لیکن اسمین ایک علت خفی ہے وہ یہ ہے کہ جاہلیت میں بھی دستور تھا کہ مزدلفہ سے طواف کو آتے تھے تو مزدلفہ سے افاضہ ابراہیم کے مثل افاضہ کے حکمت ظاہر نہین ہے اور صحیح قول دوم ہے کہ یہ خطاب قریش کو ہے یعنے اے قریش تم بھی وہین سے چلو جہان سے اور لوگ چلے ہیں یعنے عرفات میں لوگون کے مانند وقوف کر کے

وہین سے تم بھی مزدلفہ چلو۔ اور اسپر بھی وارد ہوتا ہے کہ ثم واسطے عطف و ترتیب و تراخی کے ہے پس اگر جزا پر عطف ہو یعنے فاذکروا اللہ پر تو لازم آتا ہے کہ مزدلفہ کے ذکر کے بعد عرفات سے افاضہ ہو حالانکہ اسکے برعکس ہے اور اگر شرط و جزا مجموع پر عطف ہو تو افاضہ عرفات کے بعد پھر افاضہ عرفات لازم آتا ہے اور جواب اسکا دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ کلام مین تقدیم و تاخیر ہے یعنے یون ہے کہ فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ثم افیضوا من حیث افاض الناس فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام۔ اور مترجم کہتا ہے کہ ضعف اس جواب کا ظاہر ہے اور صحیح جواب یون ہے کہ ثم یہان ذکر کرنے کی ترتیب کے لیے ہے تراخی بزمانہ کے معنے مین نہین ہے یعنے یہان دو باتین ذکر فرمانی منظور تھین ایک تو عرفات سے مزدلفہ مین آکر مشعر الحرام کے پاس یاد الٰہی کرنا اور دوسری یہ بات کہ اے قریش تم لوگ بھی سب لوگون کے ساتھ عرفات ہی سے چل کر آؤ اور دعوی جاہلیت چھوڑو کہ ہم بڑے رتبہ کے لوگ ہین پس پہلے ایک بات بیان فرمائی پھر دوسری بات فرمائی جیسے ہمارے محاورہ مین بولتے ہین کہ ایک بات تو یہ تھی پھر دوسری بات یہ ہے اور بیضاوی وغیرہ مین ایک یہ جواب مذکور ہے کہ ثم رتبہ کی راہ سے تراخی کے واسطے ہے کہ دونون افاضہ کے درمیان فرق رتبہ کا ہے کیونکہ عرفات سے لوگون کے ساتھ چلنا صواب ہے اور مزدلفہ سے افاضہ بخلاف اور لوگون کے خطا تھا۔ فہم اور شیخ ابن کثیر کے کلام سے اس خطاب کی تاویل کی ایک وجہ خوب ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ افیضوا کا خطاب عام طور پر ہر ایک کو ہے یعنے عرفات کے ہر ایک وقوف کرنے والے کو حکم دیا اگرچہ مصداق حکم کے قریش ہو جاتے ہین کیونکہ وہی لوگ اسکے خلاف کرتے تھے اور ثم اس صورت مین بھی بمعنی واؤ یا ترتیب بیانی ہوگا چنانچہ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ثم اس مقام پر خبر کے خبر پر عطف کرنے اور ذکر کے ترتیب کے لیے ہے۔ گویا اللہ تعالے نے عرفات مین وقوف کرنے والے کو حکم دیا کہ مزدلفہ جاوے تاکہ مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالے کو یاد کرے اور اسکو حکم دیا کہ عرفات مین اسکا وقوف کرنا جمہور لوگون کے ساتھ ہووے جیسے قریش کے سوا سب لوگ ایسا کرتے بھی تھے اور قریش کا یہ حال تھا کہ وے حرم سے نہین نکلتے بلکہ حرم کا جو حل سے ملا ہوا کنارہ ہے وہان کھڑے ہوتے اور کہتے کہ ہم تو اللہ والے لوگ ہین اسکے حرم کے خاص رہنے والے ہین عام لوگون کے مانند نہین ہین پس مزدلفہ سے باہر نہوتے چنانچہ بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ قریش اور جو کوئی انکے دین پر ہوتا مزدلفہ مین وقوف کرتے اور حُمس کہلاتے تھے یعنے دین پر مضبوط لوگ اور باقی سب عرب والے عرفات مین کھڑے ہوتے تھے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو حجۃ الوداع مین قریش وغیرہ اپنے گمان مین ٹھانے بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس یہین مزدلفہ کی حد پر وقوف کرینگے لیکن اللہ تعالے نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ عرفات مین جا کر وہان وقوف کرین پھر وہان سے افاضہ کرین چنانچہ فرمایا۔ من حیث افاض الناس۔ اور ایسا ہی ابن عباسؓ مجاہدؒ قتادہ وسدی وغیرہم کا قول ہے اور اسکو ابن جریر نے نقل کیا اور کہا کہ اسی پر مفسرین کا اجماع ہے یعنے سلف کے علما جو لوگ احادیث و آثار سے تفسیر کرنے والے ہین سب اسپر متفق ہین اور پچھلون مین جو لوگ عقلی باتین بنانے والے یا ناقل ہین وہ مفسر نہین ہین انکا کچھ اعتبار نہین ہے۔ قال ابن کثیر پھر بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے ایسی بات روایت کی جو مقتضی ہے کہ یہان افاضہ سے مراد مزدلفہ سے منی کی طرف رمی جمار کرنے کا افاضہ ہے اور ابن جریر نے اسکو فقط ضحاک سے نقل کیا اور کہا کہ الناس سے مراد ابراہیم ہین اور کہا کہ اجماع امت اگر یہ خلاف اسکے نہوتا تو یہی ارجح تھا۔ قولہ واستغفروا اللہ یعنی ان سے کہا کہ معنے یہ ہین کہ جو طریقہ مناسک حج کا ہے اس سے برخلاف چلنے سے استغفار کرو اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر بغیر سوچے سمجھے ہے اسواسطے کہ اسلام مین تو حضرت صلعم کو حکم ہی دیدیا کہ عرفات مین وقوف کرو تو کسی قریشی نے خلاف نہین کیا اور اگر زمانہ جاہلیت کی مخالفت مراد ہے تو وہ اسلام لانے سے سب عفو ہو گئے کیونکہ اسلام سے سب پچھلے گناہ مٹ جاتے ہین جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس سب کا اتفاق ہے تو کوئی مخالفت باقی نہ تھی جس سے استغفار کا حکم قرار دیا جاوے اور صحیح یہ ہے کہ عرفات وغیرہ قبولیت کے مقامات ہین چنانچہ اہل عرفات کی مغفرت و نزول رحمت ودعا کی قبولیت مین بہت حدیثین آئی ہین اور استغفار کا حکم اسواسطے مخصوص کیا کہ وہ نقصان عبادت کو پورا کرنے والا اور مزید ثواب حاصل کرنے والا

ہوجاتا ہی اور عبادت پورے طور پر ادا ہونا متعذر ہی ہر ایک درجہ کا آدمی اپنے درجہ کی خطا مین پکڑا جاتا ہی اور ابو داؤد کی حدیث سے ثابت ہی کہ نماز کے ختم کرنے پر کامل کم کسیکو میسر ہوتا ہی کچھ نہ کچھ نقصان رہتا ہی اسی حکمت سے سنتین مشروع ہین قال ابن کثیر بہت آیا ہی کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندون کے لیے اداے عبادت کے بعد استغفار کا ذکر فرماتا ہی کہ استغفار کرین اور صحیح مسلم مین ثابت ہی کہ حضرت صلعم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے۔ اور ابن جریر نے عباس بن مرداس السلمی کی روایت سے جو حدیث آئی کہ حضرت صلعم نے عشیۂ عرفہ کو اپنی امت کے واسطے استغفار فرمایا یہان ذکر کی ہی سبحان اللہ والحمد للہ اس امت مرحومہ کے مبارک نصیب ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل علیہم السلام نے افضل الامۃ کے لیے حجۃ الوداع مین افضل مقام مین افضل یوم جمعہ کے افضل ساعت مین استغفار فرمایا اور یہ نعمت عطیہ رب ارحم الراحمین جل شانہ ہی اسواسطے کہ افعال سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم عین طاعت بوحی خفی ہین خصوص یہ کرامت عظمیٰ کہ ضرور آمین یہی اعتقاد ہی پس مبارک اُس شخص کو جو آپکا امتی رہے حتیٰ کہ مرجاوے اللھم مولای لك الحمد والمجد والكبرياء والعظمة وانت ربي ذو الفضل العظيم اللهم توفنى مومنا موقنا مغفورا من امة حبيبك ورسولك محمد واللھم صل وسلم على سيدنا ومولانا محمد واله وصحبه افضل الصلوة وازكاها عدد ملائكتك ورضا نفسك وزنة عرشك ابدًا ابدًا وانت على كل شئ قدير وانت مولاى نعم المولیٰ ونعم المجيب سبحان الله والحمد لله الذي لا اله الا الله عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته والحمد لله رب العرش العظيم كل شئ هالك الا وجهه لا اله الا الله هو ذو الجلال والاكرام۔ اور ابن مردویہ نے حدیث بخاری ذکر کی کہ شداد بن اوس سے روایت ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استغفار مین سب سے سردار یہ ہی کہ بندہ کہے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ جسنے اسکو رات مین کہا پھر اس رات مین مرگیا تو جنت مین گیا۔ اور جسنے اسکو دن مین کہا پھر اس دن مرگیا تو جنت مین گیا رواہ البخاری وغیرہ۔ اور اس استغفار کے فضائل صحیحہ بہت ہین اگر توفیق ہو تو اسپر مواظبت دائمی لازم ہی۔ اور عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھلائیے جسکو مین اپنی نماز مین پڑھا کرون فرمایا کہ کہا کر اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا وانہ لا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم۔ رواہ البخاری ومسلم ف شیخ نے عرائس مین حقائق کو یون بیان کیا کہ قولہ واذکروہ کما ہدیکم۔ حق عز وجل نے اپنی ذات پاک وصفات قدس کی معرفت سے نعمت غیر متناہی دیدی اسکو زبان عرفان سے یاد کرو جیسے اسنے تمکو اپنی معرفت وخصائص قربت کی راہ بتائی ہی اور اوّل معرفت کے ساتھ یاد اسطرح کرو جیسے تمکو ہدایت کی ہی یعنے ذکر وتسبیح وتحمید باری تعالےٰ بندے کے امکان سے خارج ہی یہ بھی اسکی نعمت ہی کہ بندے کو اپنے عرفان کی طرف راہ دے ورنہ بدون اسکے محض جہالت وضلالت ہوتی پس جہانتک جیسے عرفان وشناخت عطا ہوئی ہی ویسے وہ یاد کرے واللہ تعالےٰ اعلم۔ قولہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس جب یاد کے انوار سے مشاہدہ حاصل ہو تو عبادات کے رسم مین عوام لوگون کی طرح مشغول ہوتا کہ وجد مین تم بالکل فنا نہ ہوجاؤ وقال المترجم یہ صعود کے بعد نزول کا مرتبہ ہی اور یہ وہ وقت ہی کہ عارف خود بخود حکم آلہی کی فرمانبرداری کرتا ہی جیسے اور لوگ بتکلف کرتے ہین اسی سے حدیث عائشہؓ مین ہی کہ خلق عظیم حضرت صلعم کا قرآن مجید تھا۔ اور چونکہ یہ عبادت بقوت حقانی بمرتبۂ مشاہدہ احسانی ہوتی ہی اسی سے کہا گیا کہ زاہد پرہیزگار کی ہزار رکعت کو عارف باوقار کی دو رکعت سے مساوات نہین ہی۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ یعنے تمپر جو حق معرفت اپنے خالق عز وجل کا فرض ہی اور جو حق طاعت واجب ہی کوئی تم سے ادا نہین ہو سکتا تو اپنے خالق عز وجل سے مغفرت مانگو کہ اللہ تعالےٰ بڑا بخشنے والا ہی یعنے تمپر حق معرفت سے پہچان کر حق طاعت واجب تھا

اسمین تمنے تصور کیا تو مغفرت مانگو اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہو رَّحِیْمٌ بڑا مہربان ہو کہ تمکو تمہارے حالات و مقامات کی طرف پہونچادے اور ابن عطاؒ
نے کہا کہ جب تم نے اپنے باطن کو میری یاد سے آباد کر لیا اور اسمین اپنی تمام کوشش کو صرف کر دیا تو بندگی کی رسوم و عبادات کے طریقون پر
عوام کے مانند تم بھی رجوع ہوکر قائم ہو اور غیر حق کے ساتھ اپنے مشغول ہونے کی مغفرت چاہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے مطیع بندون کی تقصیر کو جو انسے
طاعات ادا کرنے مین ہو جاتی ہو بخشنے والا ہو اور وہ بہت مہربان ہو کہ نافرمانون کو اپنی رحمت سے اپنے دروازے سے رد نہین کرتا ہو اور استاد ابو القاسم
قشیریؒ نے فرمایا کہ اسمین اشارہ یہ ہو کہ خرقہ یا جبہ یا رنگین کپڑا وغیرہ پہنکر ظاہر مین اپنی شکل کو ممتاز کر کے اظہار مت کرو بلکہ ایسا ہو جا جیسے عوام مین سے
تو بھی ایک ہو اور جب کبھی تیرے دل مین یہ خطرہ گذرے کہ تو نے کوئی امر کیا یا تیرے سبب سے یا تیرے لیے کوئی چیز کی گئی یا تجھسے کوئی چیز واقع ہوئی
ہو تو اللہ عز وجل سے استغفار کر اور از سر نو اپنے ایمان کی تجدید کر لے کیونکہ یہ شرک خفی تیرے دل مین بیوقوفی سے سما گیا تھا مترجم کہتا ہو کہ یہ کلام
معرفت نفیس ہو جس سے اس زمانہ کے صوفی جاہلونکو نصیحت حاصل کرنا چاہیے جو سراسر دعوی باطل سے احمق جاہل متکبر برباد ہوتے ہین اور عوام مسلمانون
کو بھی نصیحت لینا چاہیے جو ایسے رنگے ہوے جانورون کے دام مین آکر دنیا حاصل کرنے کی آرزو مین آخرت بلکہ ایمان سے محروم ہو جاتے ہین حالانکہ خود
انکو خبر نہین ہوتی ہو اور جب کسی مرد نیک کے دل مین رعونت کا وسوسہ آیا تو شیطان نے اسپر قابو پایا کہ وہ نیکی سے بدی مین گرا و ہلاک ہو گیا نعوذ باللہ تعالیٰ
العظیم من وساوس الشیطان فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا فَمِنَ
پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام تو یاد کرو اللہ کو جیسے یاد کرتے تھے اپنے باپ دادون کو بلکہ اُس سے زیادہ یاد
النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
پھر کوئی آدمی کہتا ہو اے رب ہمارے دے ہمکو دنیا مین اور اسکو آخرت مین کچھ حصہ نہین ہے اور کوئی انمین کہتا ہو اے رب ہمارے
فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝
دے ہمکو دنیا مین خوبی اور آخرت مین خوبی اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے یہ لوگ انکین کو ہو حصہ اپنی کمائی سے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہو
واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت والے بعد حج کے اپنے باپ دادون کے مفاخر جہل و تعلیات بیان کرتے پس حق تعالیٰ نے فرمایا فَاِذَا قَضَیْتُمْ
مَّنَاسِکَکُمْ پھر جب تم لوگ اپنے مناسک پورے کر چکو باین طور کہ مزدلفہ سے جانب منیٰ کو طلوع سے پہلے چلکر اول جمرۃ العقبہ کی کنکریان
مارکر ذبح و حلق کے بعد دسوین ہی کو طواف کر کے منیٰ مین آکر رہو فَاذْکُرُوا اللّٰہَ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو ف اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکبیرون سے مقام منیٰ گونجتا تھا غرضکہ اہل ایمان کو حکم دیا کہ ہدایت کے بعد ذکر الٰہی کرین ۔
کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ۔ مانند اپنے باپ دادون کے ذکر کے یا اس سے بھی اشد ذکر یعنی چاہیے کہ ذکر الٰہی بہ نسبت تفاخر
جاہلیت کے بہت زیادہ ہو اور بھلا اتنا تو ضرور ہو جتنا باپ دادون کے تفاخر کیا کرتے تھے اور واضح ہو کہ آخر دعا ہو پھر جو قوم کا فر وہ فقط دنیا
چاہتی ہو تو اُسکی مذمت فرمائی بقولہ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝
پس آدمیون مین سے بعض وہ ہو جو کہتا ہو کہ الٰہی ہمکو دنیا مین دے اور اسکے لیے آخرت مین کچھ بھی نصیب نہین ہو ف دنیائے فانی مین جو مقدر ہو گا
دیا جائیگا۔ چنانچہ نصوص سے ثابت ہو کہ کافرون کو خیرات و صدقہ وغیرہ کے عوض دنیا مین دیا جاتا ہو وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ اور آدمیون مین سے ایک فریق ہو جو کہتا ہو کہ الٰہی ہمکو دنیا مین خوبی دے اور
آخرت مین خوبی دے اور ہمکو عذاب دوزخ سے بچاوے ف یہی مومن بندے خوب ہین ۔ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا

ایسے بندون کے لیے اپنی کمائی سے حصہ ہے ف دنیا مین بھی خوبی سے رہے اور اصل حصہ آخرت پایا اور وہ کچھ دور نہین ہے۔ وَاللّٰہُ سَرِیْعُ
الْحِسَابِ۔ اور اللہ تعالے جلد حساب کرنے والا ہے۔ف ایک حدیث مین آیا کہ حساب تو دنیاوی دن کے نصف مقدار مین پورا فرما دیگا۔ اور
دوسری حدیث مین آیا کہ مومن کے لیے بقدر ایک نماز فریضہ کے معلوم ہوگا۔ مناسک جمع منسک بفتح السین اوکسرہا اور مراد اعمال حج ہین بلا تفرقہ
واجب و رکن وغیرہ جیسے حدیث مین ہے خذوا عنی مناسککم۔ یعنے سیکھ لو مجھسے اپنے مناسک ا ے اعمال حج کو۔ اور جمہور قرا نے یہان دونون کاف ظاہر
کرکے پڑھا ہے یعنے مناسک کم۔ اور ابو عمرو نے دونون کو ادغام کیا حالانکہ ایسا ادغام ایک ہی کلمہ مین سوائے اس مقام اور سورۂ مدثر کے۔ قولہ
ما سلککم نے سقر کے سوا ے نہین ہے۔ قولہ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم۔ ہر چند کہ ذکر آلٰہی ہر حال مین ہے جیسا کہ حدیث عائشہ مین آیا ہے کہ رسول صلعم
ہر حال مین اللہ تعالے کو ذکر کرتے تھے (البخاری وغیرہ) پس یہان مراد اکثار و مبالغہ ہے اور یہ بھی خود منصوص ہے۔ بقولہ تعالے یا ایہا الذین امنوا اذکروا اللہ
ذکرا کثیرا۔ اے ایمان والو یاد کرو اللہ تعالے کو بہت کثرت سے یاد کرنا۔ پس مراد یہان رسم جاہلیت چھوڑنا اور اسکو نیکی سے بدلنا اور نقص عبادت
کو پورا کرنا۔ قال البیضاوی عرب کا دستور تھا کہ اپنے مناسک پورے کرنے کے بعد منیٰ مین مسجد اور پہاڑ کے درمیان جو مقام ہے وہان کھڑے ہوتے
اور اپنے باپ دادون کی خوبیان اور قتل و غارت و باہمی کشت و خون مین اپنی فتحمندیان زور شور سے ذکر کرتے۔ ہ خانہ کعبہ کے نزدیک کھڑے
ہوکر نظم و نثر فصیح و بلیغ عبارات مین اپنے باپ دادون کے مفاخر بیان کرتے اور اس سے غرض اپنی ناموری و شہرت و دکھلانا و سنانا تھا پھر جب اللہ
تعالے نے ایمان دیکر انکو ممنون کیا تو انکو حکم کیا کہ اس ذکر بیہودہ و معصیت قبیحہ کی جگہ اللہ تعالے کا ذکر تسبیح و تہلیل و تمجید و تکبیر و ثنا و تحمید سے کیا کریں اور
وہ اسی جذبہ شوق و شور محبت و زور ادب سے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھکر ہو اسواسطے کہ وہ بر بنائے جہل باطل تھا اور یہ بر بنائے حق صریح و صدق صحیح ہے
تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ جاہلیت کے لوگ موسم مین کھڑے ہوتے پھر ان مین کوئی کہتا کہ میرا باپ کھانا کھلاتا
اور لوگون کا بار اٹھاتا اور لوگون کے خون کی دیت اپنے ذمہ لے لیتا غرضکہ انکو اپنے باپ دادون کی باتین فخریہ بیان کرنے کے سوائے کوئی کام
نہ تھا پس اللہ تعالے نے حضرت صلعم پر نازل فرمایا۔ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا۔ اور یہی سدی نے انس بن مالک سے روایت کیا
اور ابی وائل و عطا بن ابی رباح و سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و سدی و عطاء خراسانی و ربیع بن انس و حسن و قتادہ و محمد بن کعب سے بھی اسیکے
مانند مروی ہے (ابن ابی حاتم) اور ایسے ہی ابن جریر نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے تو باپ دادون کے ذکر سے ذکر آلٰہی کی تشبیہ صرف اسی
کثرت مین ہوئی کہ جیسے زمانہ جاہلیت والون کو باپ داداؤن کے افتخار بیان کرنے کے سوائے کوئی کام نہ تھا تو تم کو چاہیے کہ بعد ایمان و
ہدایت کے تمھارا کام سوائے یاد آلٰہی و اسکی حمد و ثنا کے کچھ نہ ہو بلکہ اسوقت کے جوش سے یہ جوش حق زیادہ ہو بعض سلف سے یہان ایک تشبیہ کے
معنے غریب مروی ہین چنانچہ ابن جریج نے عطا سے روایت کی کہ قولہ کذکرکم آباءکم۔ مانند اپنے باپون کے ذکر کے یعنے جیسے بچہ ابا۔ اماں کہا کرتا ہے
کہ سوائے ماں باپ کی پکار و یاد کے اسکا کچھ دھیان نہین رہتا اسی طرح تم بھی اداے مناسک کے بعد یہی لہجہ یاد آلٰہی عز و جل کا رکھو اور ایسا ہی
ضحاک و ربیع بن انس کا قول ہے اور ابن جریر نے ابن عباس سے بھی اسی کے مانند روایت کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین اباءکم اب و ام وغیرہ
ہونگے اور یہ طریقہ زبان عرب مین معروف ہے اور واضح ہو کہ بلاغت کلام مین ہر وجہ سے معنی شامل ہو سکتے ہین کیونکہ اصل مقصود تو یاد آلٰہی مین کثرت
و شدت ہے اور یہ تشبیہ انکو سمجھانے کے لیے بیان فرمائی کہ حضرت حق عز و جل کی یاد مین تمکو اتنا استغراق تو ہو جسقدر زمانہ جاہلیت والے باپ دادون
کے فخر یات مین کرتے اور جیسے بچہ اپنے مجازی پرورش کرنے والے ماں باپ کو یاد مین رکھتا ہے بلکہ تمکو اپنے حقیقی رب تعالے کو پہچاننے کے بعد اس سے
کہین زیادہ استغراق چاہیے کیونکہ۔ الذین آمنوا اشد حبا للہ۔ مومنون کو اپنے رب عز و جل سے بہت سخت محبت ہوتی ہے۔ قولہ او اشد ذکرا۔ ابن کثیر نے

کہا کہ کلمہ (او۔یا) اس مقام پر تحقیق کے واسطے ہی شک کے واسطے نہین۔ جیسے قولہ۔ فہی کالحجارۃ اواشد قسوۃ۔ یعنے یہودیون کے دل تو
پتھر کے یا اس سے زیادہ سخت ہین۔ اور قولہ تعالےٰ کخشیۃ اللہ او اشد خشیۃ۔ یعنے کافرون سے لڑائی مین ایسے ڈرتے ہین جیسے اللہ تعالےٰ سے یا بڑھکر اور قولہ
تعالےٰ فارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون۔ یعنے یونس کو ہمنے ایک لاکھ یا زائد کی طرف بھیجا۔ اور قولہ تعالےٰ۔ فکان قاب قوسین او ادنےٰ۔ یعنے معراج مین
قرب قاب قوسین یا اس سے بھی زائد ہوا۔ اور شیخ ابوالبقا نے تبیان مین کہا کہ او۔ اس مقام پر تخییر یا اباحت کے لیے ہی۔ اقول یعنے تمکو اختیار
دیا گیا کہ چاہو آباء کے ذکر کے مثل یاد کرو یا اس سے اشد شاید اشارہ کیا کہ حکم وجوب کے واسطے نہین ہی اور واضح ہو کہ اشد ذکرا مین اشد کو مقدم کیا
اور ذکرا اشد نہین فرمایا کہ تکرار کا وہم ہو اور فواصل کی رعایت ہو اور وہ حال قرار پاکر منصوب ہو گیا فاحفظ اور بیان علمائے تفسیر کے دقائق
متعلق بلاغت ہین جنکو مترجم نے ترک کیا جو کشاف و بیضاوی و بحر ابوحیان و تبیان عکبری و طیبی وغیرہ مین مذکور ہین اور حاصل معنی یہ کہ فاذکروا اللہ
کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا اللہ منکم لآبائکم۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی ایسے یاد کرنے والے ہو جاؤ جیسے اپنے باپ دادون کو یاد کرتے تھے یا اپنے آباء کو
یاد کرنے سے بڑھکر اللہ تعالےٰ کی یاد کرنے والے ہو جاؤ یعنے تمھارے نفس کا انصاف یہی ہی کہ باطل کی کوشش والون سے تم حق کی کوشش مین بڑھے ہوئے ہو
یہی مختار عکبری و بیضاوی ہی۔ قولہ فمن الناس۔ فا تفصیل ہی یعنے نفس الامر مین ذکر کرنے والون کا مآل کار اس تفصیل سے ہی کہ بعض دنیا چاہتے ہین اور بعض خوبی
دوجہان مانگتے ہین پس اول کی مذمت کی اور اُس سے نفرت دلائی کہ ایسا نہونا چاہیے قال ابن کثیر آہ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی اعراب دیہاتیون
مین سے ایک قوم تھی کہ وہ موقف پر آتے اور کہتے کہ اللہ تعالےٰ اس سال کو ایسا کر دے کہ بارش اچھی ہو اور پیدا وار خوب ہو اور اس سال مین خوب اولاد ہو
پس امر آخرت سے کچھ نہین ذکر کرتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگون کے حق مین نازل فرمایا فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا وما لہ فی الآخرۃ من
خلاق۔ اور بعد انکے دوسرے آتے یعنے مومنین اور کہتے۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پس اللہ تعالےٰ نے انکے حق مین اُتارا۔
اولئک لہم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب۔ مترجم کہتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ جملہ اخیرہ متعلق بمومنین ہی جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے کہا ہی اور بیان بعض
محشین بیضاوی سے زلت واقع ہوئی کہ دونون کی متعلق قرار دیا فافہم۔ اور اس روایت سے نکلتا ہی کہ قولہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ الی آخرہ۔ بزبان مومنین
نازل ہوئی اور شاید کہ یہ انکی دعا کا مضمون ہو واللہ اعلم۔ اور بیضاوی مین ہی کہ مالہ فی الآخرۃ من خلاق۔ کے یا تو یہ معنے ہین کہ آخرت مین سے اسکا کچھ نصیبہ
نہین ہی کیونکہ ہمت اسکی صرف دنیا پر مقصور ہی اور یا یہ معنے ہین کہ اسکی طلب مین آخرت کی درخواست بالکل بھی شامل نہین اقول اور یہی ظاہر اثر ابن عباس ر
ہی فافہم۔ اور بعض طالب دنیا کے حق مین حدیث مین ثابت ہوا کہ بندہ درہم و دینار ہلاک ہوا چنانچہ ابوہریرہؓ سے روایت بخاری مین صحیح ہی اور اپنے موقع پر
آویگی پھر جنھون نے دنیا و آخرت مانگی انھون نے دنیا کا قصد نہین کیا بلکہ خوبی دنیا کے ساتھ مین آخرت چاہی کیونکہ مومن تو پہلے ہی دنیا کے ملعون ہونے پر
ایمان لایا ہی لیکن دنیا مین آخرت کی کمائی ہی اور وہ کبھی پریشانی و محتاجی دنیا سے پراگندہ ہو جاتی ہی لہذا دنیا کی خوبی اسواسطے طلب کی کہ آخرت کا سامان
میسر ہو بیضاوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا کہ حور و نیک بخت خوبی دنیا ہی اور حور و خوبی آخرت اور بد عورت عذاب النار ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے یہ اثر صحیح نہین بلکہ کسی فقیہ کا قول ہی آہ حسن بصری سے روایت ہی کہ حسنہ دنیا علم و عبادت ہی اور حسنہ آخرت جنت ہی۔ وقنا عذاب
النار۔ ہمکو عذاب نار سے نجات دے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کے اختیار مین ہی۔ اور ظاہری آثار قبولیت یہ ہین کہ بندہ کو ناپاک خواہشون گناہون سے بچاؤ جن سے
عذاب دوزخ مین پڑتا ہی۔ حدیث مین ہی کہ جہنم تو شہوات سے گھری ہوئی ہی کما فی الصحیح۔ پس جو شخص ان شہوات مین گھسا حتی کہ آخر عمر گذر گئی تو مرتے ہی جہنم مین انتہا
ہوئی نعوذ باللہ تعالےٰ جیسے جنت ایسی چیزون سے گھری ہوئی ہی جو نفس پر شاق و ناگوار ہین کما فی الصحیح۔ تو جسنے دنیا مین نفس کو مغلوب کیا اور نماز و روزہ وغیرہ
کی ناگواریان طے کر گیا تو مرتے ہی جنت پر انتہا ہوئی اللہم وفقنی لذالک وانت ربی نعم المولےٰ ونعم النصیر پس دنیا مین ایسی توفیق نیک سے

کہ یہ اعمال نیک پورے کرسکے اور اللہ تعالیٰ اسکے لیے نیک سامان مہیا فرماتا ہے چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ۔ فی الدنیا حسنۃ مین حسنہ دنیا کا بیان ہر ایسی چیزون سے ہے جو آخرت کے لیے نیک مددگار ہون چنانچہ سلف کے علما تفسیر کی عبارات مین عافیت و پاک جورو و رزق واسع و علم نافع و عمل صالح و سواری شائستہ و ثنا جمیل متفرق مذکور ہین اور یہ سب حسنۂ دنیا مین شامل ہین اور ایسی جو چیزین کہ دنیا مین ہر وجہ شرعی مفید و موید آخرت ہون داخل ہین اور حسنہ آخرت مین سے اعلیٰ تو جنت مین داخل ہونا کہ جس سے دیدار باری تعالیٰ نصیب ہو اور اسکے توابع دیگر امور مثل آسانی حساب اور امن از فزع اکبر وغیرہ ہین رہا دوزخ سے نجات تو وہ اسکو بھی شامل ہو کر دنیا مین اللہ تعالیٰ ایسے اسباب مہیا فرما وے کہ بندہ حرام اور مشتبہات چیزون سے اور گناہون سے بچ جاوے اور شیخ ابو عبد الرحمن القاسم نے فرمایا کہ جسکو قلب شاکر اور زبان ذاکر اور تن صابر دیا گیا وہ دنیا کی حسنہ و آخرت کے حسنہ عطا کیا گیا اور عذاب دوزخ سے بچا لیا گیا۔ اسی سے حدیث مین اس دعا کی ترغیب آئی ہے چنانچہ امام احمد نے بسند صحیح روایت کی کہ قتادہؒ نے انسؓ سے دریافت کیا کہ حضرت صلعم اکثر کون دعا مانگتے تھے تو کہا کہ کہتے تھے۔ اللّٰھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اور انسؓ کا دستور تھا کہ اسی سے دعا کیا کرتے اور جب کسی خاص بات کی دعا کرتے تو اسمین اس دعا کو شامل کرتے تھے رواہ مسلم وفی البخاری ایضا من حدیث انسؓ امام احمدؒ نے انس بن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون مین سے ایک شخص کی عیادت کی حالانکہ وہ شخص بیماری سے مثل فرخ کے ہو گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ بھلا تو اللہ تعالیٰ سے کسی عبارت سے دعا کرتا یا اس سے کچھ سوال کرتا ہے اسنے عرض کیا کہ ہان مین کہا کرتا ہون کہ اے میرے رب تعالیٰ جس چیز کی وجہ سے تو مجھے آخرت مین عقاب کرنے والا ہو اسکو مجھے دنیا ہی مین مواخذہ کر کے تمام کر دے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبحان اللہ تو اسکی طاقت نہین رکھتا یا کہا کہ تو اسکو برداشت نہین کر سکتا ہے بھلا تو نے یون کیون نہ کہا کہ۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ انسؓ نے کہا کہ پھر اسنے اس دعا کو مانگا تو اللہ تعالیٰ نے اسکو شفا عطا فرمائی اخرجہ مسلم اور شافعی نے عبد اللہ بن السائب سے روایت کی کہ اسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ رکن بنی جمحؑ اور رکن اسود کے درمیان یون دعا کرتے تھے کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین گذرا مین رکن پر مگر آنکہ مین نے اسپر ایک فرشتہ دیکھا جو آمین کہتا ہے یعنے جب کبھی آپنے طواف کیا تو مقام رکن پر مشاہدہ فرمایا کہ فرشتہ آمین کہتا رہتا ہے۔ پس جب تم لوگ رکن مذکور پر گذرا کرو تو کہو۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ مترجم کہتا ہے کہ ارشاد یہ ہوا کہ جب لوگ یہ دعا کرینگے تو فرشتہ آمین کہیگا پس اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے گویا وہ فرشتہ اسیواسطے مامور ہے کیونکہ فرشتہ تو وہی کرتا ہے جو حکم ہے جب آپ نے ایسے وقت مین اسی دعا کو تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دعا بہت خوب ہے۔ قولہ اولئک لہم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب۔ مفسر سیوطیؒ نے اشارہ کیا کہ مما مین تبعیضیہ نہین ہے یعنے یہ معنے نہین ہین کہ بعض کمائی پاوینگے بلکہ معنے من اجل ما کسبوا۔ ہے کہ اپنے اعمال کی جہت سے آخرت مین حصہ پاوینگے اور اگر نصیب کی تنکیر واسطے تعظیم کے ہو تو ایسے لوگون کے لیے بڑی بشارت ہے یعنے انکو انکے اعمال کی جہت سے نصیب عظیم ملیگا۔ اور وہ اسکی جزا و ثواب عظیم ہے خصوص جبکہ مما کسبوا۔ بمعنے مما دعوا۔ ہو یعنے انکی دعاء مذکور کی جہت سے انکو ثواب عظیم ہے پس اس دعا کی بڑی فضیلت نکلی اور دعا کو کسب کہنا اسوجہ سے کہ وہ اعمال سے ہے اور جائز ہے کہ مما کسبوا بمعنے من جنس ما کسبوا ہو یعنی اسکی جنس سے جو انھون نے کمایا ہے اور وہ جنس ان اعمال کی جزا و ثواب ہے جو نافع ہونے مین انکی مثل ہے۔ اور سریع الحساب یعنی باوجود بندون کی کثرت اور انکے اعمال نیک و بد کی کثرت کے بہت قلیل مقدار مین حساب کر لیگا چنانچہ شیخ مفسر نے بحوالہ حدیث کے دنیا کے نصف روز کی مقدار کہا اور بیضاوی وغیرہ نے ایک لمحہ کہا اور حق یہ ہے کہ سریع الحساب اگر صفت باری تعالیٰ ہے تو نصف روز کیا بلکہ لمحہ بھی بہت ہے اسکی شان اعلیٰ وارفع ہے کہ وہاں اسکے حساب مین وقت کو دخل ہو اور اگر اسکے حساب کے

ہ توع کی طرف نظر ہو تو اسکی حکمت کی راہ سے مقدار اسکی ہونا کچھ بعید نہیں پس جب حدیث وارد ہو تو وہی مقدار معتمد ہوا اور ہزار برس و پچاس ہزار برس کا دن جو دیگر آیات مین آیا ہو اس سے یہان منافات نہین ہو کیونکہ وہ تو دن کی مقدار ہو جسمین نیک و بد اس دن قیامت مین عجائبات دیکھینگے کہ نیک لوگ سایۂ رحمت مین اپنے پیغمبر کے حوض سے سیراب و رزق پاوینگے اور بد لوگ تمازت آفتاب و شدت عذاب مین پچتاوینگے پھر حساب کا انجام صرف دنیاوی نصف روز مین ختم ہو کر اپنے اپنے وطن اصلی یعنے جنت یا جہنم چلے جاوینگے اور انشاء اللہ تعالی اپنے موقع پر احادیث و آیات سے تفصیل آویگی- اور جائز ہو کہ یہ معنی ہون کہ یاد الٰہی وغیرہ مین پیش قدمی کرو کہ حساب الٰہی سریع ہو یعنے قریب ہو کہ قیامت قائم ہو اور لوگ محاسبہ مین آوین اور معنی اول ہین و ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فرمایا کہ حساب تو قریب دوپہر ہی تک ہو جاویگا تاکہ اسکے بندونکو حور کے ساتھ قیلولہ نصیب ہو اور اسکے دشمنون کو شیاطین مقرنین کے ساتھ گرفتاری ہو اور مترجم کہتا ہی کہ یہ تمثیل ہو پھر جب واقع ہوگا تو عیان ہو جاویگا- اور حاکم نے مستدرک مین سعید بن جبیر سے روایت کی کہ ایک شخص نے ابن عباس سے آکر پوچھا کہ مین نے ایک قوم کو اپنے آپکو مزدوری پر بدین شرط دیا کہ وہ مجھے اپنا بوجھ لادین پھر مین نے اپنی اجرت مین سے کچھ انکو وضع کر دی اس شرط پر کہ وہ مجھے اپنے ساتھ حج کرنے کی فرصت دین تو بھلا یہ جائز ہوگا تو ابن عباس نے فرمایا تو ان لوگون مین سے ہو جنکے حق مین اللہ تعالے نے فرمایا- اولئک لھم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب- حاکم نے کہا کہ یہ حدیث شیخین کے شرط پر صحیح ہو- اور شیخ نے عرائس مین ذکر کیا- قولہ تعالے فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم یعنے مجھے یاد کرو مثل یاد ایسے شخص کے جو تمام عمر کے ہر وقت مین یہ جانتا ہو کہ مین کسی کے نطفہ سے پیدا ہون کیونکہ یہ ایسی یاد ہو کہ آدمی سے کبھی اپنی زندگی مین بھولتا نہین ہو پس جو باپ دادون کا پیدا کرنیوالا ہو اسکی یاد بھی ایسی ہی چاہیے قال المترجم شیخ نے ذکر قلبی کی طرف اشارہ کیا اور یہ در اصل ظاہر مین بھی مراد ہو کیونکہ اہل علم مین سے کوئی اسکا قائل نہین کہ زبانی ذکر جو بدون دل کی نیت کے ہو کچھ مفید ہو تو حاصل یہ ہوا کہ تفسیر ظاہر مین جو مذکور ہوا وہ تفسیر بالنور و مراد ہو لیکن اسمین اشارہ کے معنے یہ ہین کہ زبانی ذکر کے ساتھ ذکر قلبی اسطرح مفہوم ہو کہ جیسے آدمی اپنی پیدائش کا مجازی پیدا کرنے والا باپ یاد رکھتا ہو اس سے بڑھکر حقیقی پیدا کرنے والے کو دل سے یاد رکھے فافہم اور نیز ایسی یاد کرو جیسے بچہ اپنے باپ کو اپنے سب مقصود کے وقت یاد کرتا ہو کیونکہ وہ اپنی سب خواہشون مین اسکی طرف ٹھکانا بناتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میرا ٹھور ٹھکانا اسکی پاس ہو تو مرجع حقیقی کو حقیقۃً یاد رکھو پس اللہ عزوجل نے معبودیت کی شرطین ذکر کیے وصف سے بندون کو بتلائین کہ معبودیت کا یہ ادب ہے قال المترجم یعنے بندہ اپنے معبود کا وہی ہے جو اسکو اتنا تو یاد رکھے جیسے بچہ اپنے باپ کو مرجع سمجھتا ہے بلکہ اس سے بڑھکر یاد رکھے کیونکہ بچہ تو بچپن سے باپ کو جو درحقیقت اسیکے مانند مجبور بندہ ہے ایسا سمجھتا ہو اور معبود عزوجل تو جملہ اوصاف کمال مین درحقیقت ہو اسکو اس سے بے انتہا درجہ بڑھکر سمجھنا چاہیے و لیکن کمال رحمت سے بندون سے اسکو قبول فرمایا کہ بچہ مذکور کے برابر تو یاد رکھین فافہم اور نیز اللہ تعالے نے اپنے بندون کو اس بات پر ملامت و تنبیہ کی دی کہ وہ اپنے پروردگار کے سوائے غیر کی یاد کرین اور بعض نے فرمایا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ تیرے باپ نے جو تجھپر احسان کیا اسکی وجہ سے تو اسکو ہمیشہ یاد رکھتا ہو اور اسکا ذکر کرتا ہو حالانکہ میرا احسان تو قدیم سے بے شمار ہو پھر تو مجھے اتنا ہی یاد کر جتنا تو اپنے باپ کو یاد کرتا ہو شیخ واسطیؒ نے فرمایا کہ لوگون کی یہ حالت ہو کہ یاد تو ایسی کرتے ہین جیسے کوئی ایسی بات کرتا ہو جسکی اسکو عادت پڑ گئی اور لت ہو گئی ہو اور دعا ایک معمولی عادت ہو گئی تو پھر کیسے اسکی برکتین اور بڑھتیان مانگتے ہین- اور ابو یعقوب مکی سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس آیہ کریمہ کی فرمانبرداری کے موافق کیونکر اپنے باپ کی یاد طرح اللہ عزوجل کی یاد کرتے ہین فرمایا کہ مین یقین جانتا ہون کہ جب اسنے مجھے مارا تو مجھے ادب دیا کیونکہ مجھے محبت فرماتا ہو اور جب مجھے کچھ سلب کر لیا اور لے لیا تو مین جانتا ہون کہ اسنے مجھے اسکے بدلے اپنی نزدیکی عطا کی- اور مجھے یہ روا نہین ہو کہ اسکے ساتھ بدگمانی کرون کیونکہ مجھپر وہ شفیق ہو قال المترجم حدیث مین

آیا ہو کہ ایک عورت جو جہاد میں قید ہو کر آئی تھی اپنے بچہ کو ڈھونڈھتی اور جس بچہ کو پاجاتی اپنی چھاتی سے لگاتی یہانتک کہ اپنے بچہ کو پایا اور کمال شفقت سے اوسکو چھاتی سے لگایا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم بھلا ایسا خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اس بچہ کو اپنے امکان بھر آگ میں ڈالے گی لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں تو فرمایا کہ اللہ تعالے اپنے بندوں پر اس سے زیادہ شفیق ہے جیسے یہ اپنے بچہ پر شفقت کرتی ہے۔ پس اس حدیث سے اللہ تعالے کی شفقت پر قیاس ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تو سمجھانے کے طور پر مثل ہے فافہم۔ اور ابن عطا نے ایک روز اپنے یاروں کو فرمایا کہ تم لوگ اپنی زبانوں سے اللہ تعالے کو یاد کرو حتی کہ غیر کے ذکر سے جنبش نہ کرے اور اللہ تعالے کو اپنے دلوں سے یاد کرو حتی کہ غیر کی حالت میں فکر نہ کرے اور اسکو اپنے اسرار سے یاد کرو تاکہ سر کو اسکی یاد سے زندگی حاصل ہو اور اسکو اپنی ارواح سے یاد کرو تاکہ تمھاری روحیں اسکے انوار سے تعلق پاویں اور شیخ شبلی رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے ہی کی یاد سے صالحین نمودار ہوے اور اللہ تعالے ہی کی یاد سے اسکے نیک بندوں نے اسکے پڑوس میں کرامت کی جگہ پائی اور اسی کی یاد سے عارفوں کے دل اسکے شوق میں سرشار ہو کر اسکی طرف جھک پڑے۔ قولہ ومنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنة۔ دنیا کی خوبی و نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالی کی معرفت حاصل ہو اور اسکے مرضیات ڈھونڈھنے کی توفیق ملے باین طور کہ دنیا میں مشغول ہونا ترک ہو جاوے۔ قولہ وفی الآخرة حسنة۔ اور آخرت کی خوبی اور بھلائی یہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل کا مشاہدہ حاصل ہو جس سے تمام نعمتیں اخروی سب بھول جاویں۔ قولہ وقنا عذاب النار۔ دنیا و آخرت کی نعمتوں میں دل لپٹ ہو کر خواہش کی آگ میں جلکر دوری کے عذاب میں گرفتار ہونے سے بچاوے۔ اور نیز حسنۂ دنیا یقین ہے اور حسنۂ آخرت کشف ہے۔ اور نیز حسنۂ دنیا یہ ہے کہ مواجید صحیحہ حاصل ہوں اور حسنۂ آخرت یہ ہے کہ دیدار حق جل جلالہ کا شکر یہ ہمپر واجب ہے یعنے ہمارا منھ اس لائق نہیں مگر یہ انعام ہو تو شکر کریں اور نیز حسنۂ دنیا یہ ہے کہ بدون غبار کدورت کے خاطر صاف کے ساتھ دوامی مراقبہ سے ذکر صاف نصیب ہو اور حسنۂ آخرت یہ ہے کہ یاد سے اوٹ ہو کر جسکی یاد تھی اسکا سامنا حاصل ہو جاوے۔ اور بعض نے فرمایا کہ حسنۂ دنیا یہ ہے کہ دنیا سے منھ پھیر لینا نصیب ہو اور آخرت کا حسنہ یہ ہے کہ آخرت میں پھنس جانے سے چھوٹنا نصیب ہو اور عذاب دوزخ سے نجات یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونوں کی خواہش کی آگ میں جلنے سے محفوظ فرماوے کیونکہ جو چیز رب عز وجل سے اوٹ کر کے اسکو اپنی طرف مشغول کرنے والی ہے وہ بدبخت و منحوس ہے۔ اور واسطی رح نے کہا کہ دنیا میں حسنہ یہ ہے کہ حق عز وجل کی طرف سے جو چیز بھیجا قرار دی گئی ہے اس سے دور ہونا نصیب ہو اور حسنۂ آخرت یہ ہے کہ اپنے اعمال و افعال سے نظر ہٹ جاوے اور فضل و رحمت ہی کی طرف سراسر نصیب ہو۔ یعنے باوجود طاعت خوبی کے ہمیشہ قصور دیکھے اسواسطے کہ جب حقیقی بندگی محال ہے تو پھر کس چیز پر نظر کرتا ہے۔ اور شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ جو نصیب ہوا اسپر قناعت اور جو حکم ہو اسپر رضامندی حاصل ہو اور بعض نے کہا کہ حسنۂ دنیا محبت حق ہے اور حسنۂ آخرت یہ کہ اسکی نزدیکی حاصل ہو اور عذاب النار یہ کہ اپنی حضور سے دور و فراق سے مہجور کرنے کی آگ سے بچاوے اور دوزخ کی آنچ نہ لگے اور بعض نے کہا کہ حسنۂ دنیا تو ذکر حق اور حسنۂ آخرت اسکی قربت ہے اور یاد سے محروم ہونا ہی عذاب النار ہے

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ

اور یاد کرو اللہ کو کئی دن گنتی کے　پھر جو کوئی جلد چلا گیا دو دن میں اسپر گناہ نہیں ہے　اور جو کوئی رہ گیا اسپر نہیں گناہ

لِمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

جو کوئی ڈرتا رہا اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم اسی پاس جمع ہو گے

پھر بقیہ احکام ایام منیٰ ارشاد فرمائے بقولہ تعالے وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ۔ اور گنتی کے ایام میں اللہ تعالی کی یاد کرو ف یہ ایام تشریق کے تین دن ہیں ہر روز بعد زوال کے تین جمرات پر کنکریاں بھی مارے۔ حدیث میں ہے کہ یہ ایام کھانے پینے اور یاد الٰہی کے دن ہیں فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ۔ پس جسنے جلدی کی دو دن میں ف یعنے ایام تشریق میں سے دوسرے دن رمی الجمار کر کے رخصت ہو گیا فَلَا إِثْمَ

عَلَیْهِ- تو اسپر گناہ نہین ہی- ف یہ امر جائز ہو- وَمَنْ تَاَخَّرَ- اور جسنے تاخیر کی ف یعنے تیسرے دن رمی الجمار کیکے بعد روانہ ہوا- فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ تو اسپر بھی کچھ
گناہ نہین ہی ف بلکہ ایک دن رمی کا ثواب مزید ہو- تو فائدہ بیان یہ کہ لوگان دونون باتون مین مختار ہین اور تاخیر افضل ہی کیونکہ اسمین ثواب
زائد ہی پھر فرمایا- لِمَنِ اتَّقٰى- واسطے اُس شخص کے جسنے تقوی کیا ف یعنے گناہ نہ ہونا ایسے بندے کے لیے ہی جسنے تقوی سے مناسک حج ادا کیے کیونکہ
حاجی درحقیقت وہی ہی جو حج سے پہلے سب گناہ بخشانے کے لیے مطیع ہوا اور حج سے گناہان سابق بخشے جاتے ہین- برخلاف بدکاری رفث وفسوق و
جدال کے کہ یہ شخص بیباک ہو لہذا فرمایا- وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ- اور اللہ تعالے سے تقوی رکھو اور جان لو کہ تم اسی کی
طرف حشر کیے جاؤگے ف تو تمکو تمھارے افعال کی جزا دیگا- مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک قولہ لمن اتقی سے تقوی شرک مراد ہی یعنے یہ حکم مغفرت
اُس شخص کے لیے ہی جو مومن ہو ورنہ کفار جو دنیاوی دعا مانگتے تھے اور آخرت سے منکر تھے انکو اس حکم سے کہ ”گناہ نہین“ کچھ نصیبہ نہین ہی حالانکہ
شبہہ ہوتا تھا کہ بعد دعاے سابق کے یہ حکم شاید عام ہو پس خاص کر دیا کہ صرف اہل ایمان کے لیے ہی- جاننا چاہیے کہ دسوین ذی الحجہ مین قربانی وطواف
کے بعد تین روز جاکر منٰی مین رہتے ہین اور رمی جمار کرتے اور ذکر وتکبیر کہتے ہین- پھر جاننا چاہیے کہ جمہور کے نزدیک یہ خطاب حاجیون اور غیر حاجیون سبکے
ہی چنانچہ حنفی مذہب مین بھی نماز جماعت کے بعد تکبیر واجب ہی اور منفرد کو مستحب ہی اگرچہ وہ اپنے وطن مین ہو حج مین ہو اور بعض نے کہا کہ فقط حاجیون کے
ساتھ خاص ہی- اور ذکر عام ہی توحید وتسبیح وتکبیر وغیرہ کو اور عمل تکبیر کے ساتھ باواز بلند ہو اور لفظ اسکے ہمارے نزدیک- اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ
اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ- کما روی فی مح- اور یہ ذکر وقت قربانی کے اور نماز جماعت کے پیچھے اور رمی جمار کے وقت اور سواے اسکے سب اوقات کو شامل ہی
اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا ہی اور یہی شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ عمر بن الخطاب رض سے ثابت ہوا کہ وہ منٰی مین اپنے قبہ مین تکبیر کہا کرتے پس انکی تکبیر پر
بازار والے تکبیر کہتے یہانتک کہ تکبیرون کی آواز سے منٰی گونج جاتا تھا اور اس باب مین حضرت ابوہریرہ رض وغیرہ صحابہ رض سے آثار وارد ہین- سیوطی رح نے لکھا
کہ قولہ تعالے- اذکروا اللہ- یعنے رمی جمرات کے وقت ذکر الٰہی کرو- مترجم کہتا ہی کہ یہ قید نہین بلکہ بنظر زیادت خصوصیت کے ہی کیونکہ ایام تشریق مین
اسی قصد سے منٰی جاتے ہین کہ رمی جمرات کرین تو اسوقت ضرور ہی ذکر تکبیر کرینگے- وقولہ فی ایام معدودات شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن عباس رض نے
فرمایا کہ ایام معدودات تو ایام تشریق ہین اور ایام معلومات دس دن ذی الحجہ کے ہین- اور عکرمہ نے کہا کہ نماز ہاے فریضہ کے بعد تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر ہو
قرطبی نے کہا کہ علما مین کچھ اختلاف نہین کہ اس آیت مین ایام معدودات سے ایام منٰی مراد ہین اسپر ابن عبدالبر وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہی- ابن کثیر رح
نے لکھا کہ عبدالرحمٰن بن یعمر الدیلی کی حدیث پہلے گذری کہ ایام منٰی کے تین روز ہین اور نُبَیْشَۃ الہذلی سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایام تشریق
تو کھانے پینے اور اللہ تعالے کو یاد کرنے کے دن ہین رواہ مسلم اور مقسم نے ابن عباس سے روایت کی کہ ایام معدودات ایام تشریق چار روز ہین ایک
قربانی اور تین دن اسکے بعد کے اور ایسا ہی ابن عمر وابن الزبیر وابوموسی وعطا ومجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وابومالک وابراہیم نخعی وحسن وقتادہ وزہری
وربیع بن انس ومالک بن انس وغیرہم سے مروی ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ وہ تین روز ہین ایک روز قربانی اور دو روز اسکے بعد
انمین سے جسدن چاہے ذبح کرے مگر افضل انمین سے اول روز ہی- ابن کثیر رح نے کہا کہ مشہور قول اول ہی یعنے چار روز ہین- مترجم کہتا ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کا قول ایام قربانی کا بیان ہی چنانچہ اخر کلام اسپر شاہد ہی پس ایام تشریق اگرچہ یوم النحر کے بعد تین روز ہون مگر قربانی انمین سے صرف بعد کے دو ہی روز مین ہوگی
اور اسیکو امام ابوحنیفہ وانکے صاحبین نے اختیار کیا ہی اور یہی ابن عمر رض سے بھی مروی ہی اور ابن ہبیرہ نے سعید بن المسیب کے طریق سے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ السہمی کو روانہ کیا کہ منٰی مین پھر کر پکار دین کہ ان دنون مین روزے مت رکھو کہ یہ دن کھانے پینے اور یاد الٰہی عزوجل کے ہین
اور عطا نے عائشہ رض سے روایت کی کہ نہی کی رسول صلعم نے روزے ایام تشریق سے- کہا اور یہ ایام کھانے پینے وذکر اللہ عزوجل کے ہین اور محمد بن اسحق نے اپنی

اسناد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ وہ رسول اللہ صلعم کے بغلہ بیضا پر سوار آئے یہانتک کہ شعب انصار پاس کھڑے ہوئے اور یون کہتے تھے کہ اے لوگو یہ روزہ رکھنے کے دن نہیں ہین یہ کھانے پینے اور ذکر اللہ تعالےٰ کے دن ہین قال المترجم یہی مذہب ہے ابوحنیفہ اور انکے صاحبین کا اور پہلے گذرا کہ جسنے تمتع کے ایام حج کے تین روزے نہ رکھے ہون وہ بھی ان ایام مین نہین ادا کرسکتا ہے خلافاً للشافعیؒ- اور اس تکبیر کا شروع و ختم کس وقت سے کب تک ہے اسمین علما کے چند اقوال ہین اول آنکہ روز عرفہ کی نماز صبح سے لیکر آخر ایام تشریق کے عصر تک ہے اور اسمین دارقطنی نے ایک حدیث روایت کی ولیکن حدیث مرفوع ثابت نہین ہوتی ہے ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی زیادہ مشہور قول اور اسی پر عمل ہے مین کہتا ہون کہ یہی امام ابویوسف و امام محمد کا قول ہے پس اس بنا پر یہ تکبیر جملہ تیئیس ۲۳ نمازون مین ہوئی اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایام النحر یعنے بارھوین کے عصر تک ہے اور یہی قول ابوحنیفہؒ کا ہے پس بنا برین جملہ اٹھارہ نمازون مین تکبیر ہوئی اور بعض نے کہا کہ یوم النحر یعنے دسوین کے ظہر سے لیکر آخر ایام تشریق کی نماز صبح تک ہے پس بنا برین پندرہ نمازون مین تکبیر ہوگی اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے بخاریؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ منیٰ مین ان ایام مین نمازون کے پیچھے اور بچھونے پر اور خیمہ مین اور نشست گاہ مین اور رفتار کی حالت مین سب حالتون مین برابر تکبیر کہتے تھے- اور جاننا چاہیے کہ رمی جمار مین ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہنا مسنون ہے اور وہ بالاتفاق سنت ہے یعنے واجب نہین ہے- قولہ فمن تعجل فی یومین- اے دوسرے روز ہی دن مین رمی جمار کے بعد چلا آیا اور یہ شافعیؒ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر تیسرے روز کی فجر ہونے سے پہلے چلا آیا تو بھی روا ہے- اگر کہا جاوے کہ چلا آنا کوئی ممتد چیز نہین جو ایک روز پہلے سے دوسرے روز تک ممتد ہوئی کہ دوسرے روز آیا یعنے گیارھوین سے بارھوین تک ممتد نہین ہوسکتا بلکہ وہ فقط بارھوین کو واقع ہوا پس یومین کے کیا معنے ہین جواب دیا گیا کہ یہ بطریق مجاز ہے جیسے قولہ نسیا حوتہما- دونون بھولے اپنی مچھلی حالانکہ بھولنے والے فقط یوشعؑ تھے اور یا یہ کہ بتقدیر مضاف ہے اے فی ثانی یومین- اے دوسرے دونون دن مین- قولہ ومن تاخر فلا اثم علیہ- اے اگر تیسرے روز کی فجر ہوگئی اور وہ وہین تھا تو بغیر رمی الجمار کے روانہ ہونا جائز نہین ہے پس وہ رمی جمار روز سوم کے بعد روانہ ہوا تو بھی کچھ گناہ نہین اور جاننا چاہیے کہ وقت رمی جمار کا بعد زوال کے ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیسرے روز قبل زوال کے رمی جمار کرکے چلے آنا بھی روا ہے- اور تعجیل و تاخیر دونون صورتون مین گناہ نہونے کے معنی یہ ہین کہ دونون باتون مین اختیار دیا گیا ہے- اگر کہا جاوے کہ تاخیر کرنا تو بالاتفاق افضل ہے- جواب دیا گیا کہ فاضل اور افضل کے درمیان اختیار دیا جانا جائز ہے مثلاً مسافر کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے دونون کا اختیار ہے اگرچہ روزہ رکھنا افضل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۃ الفتح مین خود روزہ رکھا تھا اور علیؓ و ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آیت کے معنے یہ ہین کہ جسنے تعجیل کی اسکے لیے بخشش کی گئی اور جسنے تاخیر کی اسکے لیے بخشش کی گئی- اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ کو اس تقسیم سے فرمانے مین کیا حکمت ہے تو جواب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ دو فریق تھے بعضے تو تعجیل کرنے والے کو گنہگار سمجھتے تھے اور بعضے تاخیر کرنے والے کو گنہگار جانتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے ذکر کرکے آیت مین دونون سے صریح گناہ دور فرمایا پس یہ تاخیر افضل ہونے کے منافی نہین ہے اور قولہ لمن اتقی- اسکا مبتدا مقدر ہے جیسا کہ مفسر سیوطیؒ نے کہا اے نفی الاثم ثابت لمن اتقی یعنے گناہ نہونا ایسے شخص کے لیے جسنے تقوی کیا رفث وغیرہ سے- یہ کلام بنسبت قول بعض کے کہ ذلک التخییر یا ذلک الحکم لمن اتقی- کیونکہ ظاہری حکم تو عام ہے مترجم کے نزدیک تقوی شرک یعنے ایمان لینا چاہیے چنانچہ سابق مین مذکور ہوا کہ گناہ کی نفی اہل شرک کی کسی حالت پر نہین ہے- بالجملہ اسمین تکریم اس شخص کی ہے جس نے حج مین تقوی کیا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جسنے حج کیا اور اسمین رفث و فسوق نہ کیا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا پاک نکل گیا جیسے اُس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے یہ فضیلت اسی کے واسطے ہے جسنے ظاہر و باطن ایمان کے ساتھ حج کیا ہے ورنہ کافر و منافق جو تقوی نہین کرتا مذموم ہے چنانچہ فرمایا-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَ

اور بعضا آدمی ہو کہ خوش آوے تجکو بات اسکی دنیا کی زندگی مین اور گواہ پکڑتا ہو اللہ کو اپنے دل کی بات پر اور وہ سخت جھگڑالو ہے اور

اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا

جب پیٹھ پھیرے دوڑتا پھرے ملک مین کہ اسمین ویرانی کرے اور ہلاک کرے کھیتیان اور جانین اور اللہ خوش نہین رکھتا فساد کرنا اور جو

قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

کہے اللہ سے ڈر تو کھینچ لاوے اسکو غرور گناہ پر پس بس ہو اسکو دوزخ اور بُری ہی بچھونا ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ اور آدمیون مین سے بعض وہ ہو کہ دنیاوی زندگی مین اسکی بات تجھے پسند آتی ہو ف اور آخرت مین نہین پسند آویگی کیونکہ وہ اپنے اعتقاد سے مخالف ہو۔ وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ۔ اور وہ اپنے قلب کی بات پر اللہ تعالے کو گواہ لاتا ہو ف یعنے کہتا ہو کہ اللہ تعالے گواہ ہو کہ مین آپسے دل سے محبت رکھتا ہون اور جو زبان سے کہتا ہون یہی میرے دل مین ہو وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ۔ حالانکہ یہ شخص سخت جھگڑالو ہو ف تیرے ساتھ اور تیری پیروی کرنے والون کے ساتھ سخت خصومت رکھتا ہو اس سبب سے کہ اسکو تجھسے سخت عداوت ہو۔ واضح ہو کہ یہ شخص بنی زہرہ مین سے اخنس بن شریق منافق تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میٹھی میٹھی باتین کرتا کہتا کہ مین آپ پر ایمان لایا اور آپکا دلی دوست ہون تو آنحضرت صلعم کی مجلس مین نزدیکی پاتا پس اللہ تعالے نے اسکو اس بات مین جھٹلایا اور یہی منافق مذکور ایک رات بعضے مسلمانون کی کھیتی اور ہل چلانے کے گدھون کی طرف گذرا پس کھیتی کو جلا گیا اور گدھون کی کونچین کاٹ دین جیسا اللہ تعالے نے فرمایا وَاِذَا تَوَلّٰى۔ یعنے جب تیرے پاس سے پھرے ف تاکہ اپنی قوم مین لوٹ جاوے۔ سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا۔ تو ملک مین اس غرض سے چلا کہ وہان فساد پھیلاوے۔ ف یعنے یہ شخص زمین مین فساد پھیلانے والا ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے پھرا تو راہ مین رات کو بوجہ عداوت کے چاہا کہ ایذاء مسلمین کے لیے فساد کرے۔ وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ۔ اور کھیتی کو اور جانورون کی نسل کو تباہ کرے ف یہ بھی منجملہ اسکے فساد کے ہو کہ کھیتی و ہل کے جانور ہلاک کر دیے یعنے کھیتی اجاڑنا اور مجیرون کا ہلاک کرنا منجملہ اسکے فساد کے ہو۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ اور اللہ تعالے فساد پسند نہین کرتا ہو ف یعنی اللہ تعالی فساد کرنے سے راضی نہین ہو۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ۔ اور جب اس منافق سے کہا جاوے کہ تو اللہ تعالے سے ڈر ف یعنے اپنی بدکاری سے خوف کر۔ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ۔ تو عزت اسکو گناہ کرنے پر ابھارے ف یعنے جاہلیت کی حمیت اسکو بدکاری پر آمادہ کرتی ہو۔ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ پس اسکو جہنم کافی ہو اور البتہ وہ بہت برا پالنا ہو ف مہاد پالنا جسمین بچہ پالے جاتے ہین یہ آیت عطف ہو قولہ فمن الناس من یقول پر اور دونون مین مناسبت یہ ہو کہ جب بیان حج کا انجام اسطرف آیا کہ ان مناسک مین سے ذکر و دعا کا انقسام مومن و کافر کی طرف ہوا تو اسکو منافق مخلص دو قسمون کے بیان سے تمام کر دیا اور بعض نے فرمایا کہ جب حج سے آفاق مین متفرق ہونیکا ذکر آیا تو انکو حکم فرمایا کہ حج کا تقوی ثمر برکات تھا اور جب آفاق مین متفرق ہوگا اسوقت تک کہ اللہ عزوجل کی طرف محشور ہو اگرچہ موت ہو تو تقوی کرو تو موجب فوز عظیم ہو پھر فرمایا کہ بعضے ظاہر مین پرہیزگار معلوم ہوتے ہین اور باطن مین خراب بھی ہین اور بعضے حقیقت مین متقی ہوتے ہین اور یہ اللہ تعالے کے نزدیک محبوب ہین پس دونون قسمون کو ذکر فرمایا ایک بقولہ۔ ومن الناس من یعجبک الی آخرہ۔ اور دوم بقولہ ومن الناس من یشری نفسہ الخ شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ سدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اخنس بن شریق ثقفی کے حق مین آیت اتری کہ وہ رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور اسلام کو ظاہر کیا اور باطن مین اسکے برخلاف تھا۔ اور مذکور ہو کہ یہ منافق صورت کا اچھا او حضرت صلعم سے میٹھی میٹھی باتین کیا کرتا تھا اور قسم کھاتا تھا کہ مین مومن اور آپ کا محب ہون اور کہتا

کہ اللہ تعالے جانتا ہو کہ مین سچا ہون۔ اور حضرت ابن عباس سے مروی ہو کہ یہ آیت چند منافقون کے حق مین اُتری جنھون نے خبیبؓ و انکے ساتھیون کے حق مین جو رجیع مین شہید ہوے تھے کچھ باتین کہین اور عیب لگایا پس اللہ تعالے نے منافقون کی مذمت اُتاری اور خبیب اور انکے ساتھیون کی تعریف ومن الناس من یشری نفسہ یعنے اگلی آیت سے مدح فرمائی۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب منافقون و سب مومنون کے حق مین عام ہو اور یہی قول قتادہ و مجاہد و ربیع بن انس وغیرہم کا ہو اور یہی صحیح ہو مترجم کہتا ہو کہ ان روایات مین اتفاق ظاہر ہو کہ اخنس مذکور و دیگر منافقین کے حق مین ایک ہی آیت اُتری اور پھر حکم اسکا سب کے واسطے عام ہو چنانچہ ابن جریر نے روایت کی کہ سعید مقبری و محمد بن کعب القرظی مذاکرہ کرتے تھے پس سعیدؒ نے کہا کہ اللہ تعالے کی بعضی اگلی کتابون مین ہو کہ اس امت مین بعضے بندے ایسے ہونگے کہ اُنکی زبانین شہد سے زیادہ میٹھی اور انکے دل ایلوے سے کڑوے ہونگے لوگون کے دکھلانے کو صوف کا لباس پہنینگے اور دنیا کو دین پر جرأت سے اختیار کرینگے اور اللہ تعالے نے انکے حق مین کہا کہ مجھی پر جرأت کرتے ہین اور میرے ہی ساتھ فریب بناتے ہین قسم ہو مجھے اپنی عزت کی کہ انپر ایسا فتنہ بھیجونگا کہ امین کا حلیم حیران رہجاوے پس محمد بن کعب نے کہا کہ یہ کتاب اللہ یعنے قرآن مجید مین موجود ہو تو سعید نے کہا کہ قرآن مین کہان ہو پس محمد بن کعب نے کہا۔ قولہ تعالے ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوة الدنیا الآیة ہو تو سعید نے کہا کہ جسکے حق مین یہ آیت اُتری ہو وہ مجھے معلوم ہو پس محمد بن کعب نے کہا کہ یہ آیت تو کبھی ایک شخص کے حق مین نازل ہوتی ہو پھر وہ سب کے حق مین جو اس حال کا ہووے عام ہوتی ہو اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ محمد بن کعب کا قول پسندیدہ و صحیح ہو مترجم کہتا ہو کہ یہان سے ظاہر ہوگیا کہ روایات سب متفق ہین اور چونکہ تصریح سبب نزول بقول سدیؒ اخنس بن شریق ہو لہذا مفسر سیوطی وغیرہ نے اسکو اختیار کیا ہو اور وہی موافق نظام آیت ہو اور شریق بروزن کریم ہو نص علیہ فی الکمالین۔ قولہ یعجبک قولہ اعجاب بمعنی استحسان الشئی یعنے کسی چیز کو مستحسن جاننا اور اسکی طرف میل کرنا اور اسکی تعظیم کرنا و عجب ایک حیرت ہو جو انسان کو کسی چیز سے ہو جاتی ہو اس لیے کہ وہ شئی ظاہر اور اسکا سبب پوشیدہ ہو پس یہ در حقیقت کوئی امر نہین بلکہ ظہور سبب نہونے سے ہو تا آنکہ جسپر سبب ظاہر ہوا اسکے نزدیک وہ چیز عجیب نہین جو دوسرے پر عجیب ہو۔ قولہ فی الحیوة الدنیا۔ یعنے دنیا مین تو اسکا قول جو عمدہ مطابق ایمان ظاہر کرتا ہو تجھے خوش آتا ہو کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کا اسلام و ایمان دوست رکھتے تھے ظاہر ہوا کہ آخرت مین حضرت صلعم کو پسند نہ آویگا کیونکہ کھل جائیگا کہ قول اسکا مخالف اعتقاد تھا۔ قولہ یشہد اللہ علی ما فی قلبہ معنے اسکے یہ ہین کہ جب اسنے لوگون کے سامنے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا تو انکے واسطے قسم کھائی اور اللہ تعالے کو انکے لیے گواہ کیا کہ جو اسکے دل مین ہو اسکی زبان سے موافق ہو اور ابن جریرؒ نے اسکو ابن عباس کی طرف منسوب کیا اور مجاہد سے نقل کیا اور اسکو اختیار کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ معنی صحیح ہین اور جمہور کی قرات مین یشہد بضم یاء و نصب لفظ اللہ ہو۔ قولہ وہو الد الخصام۔ مفسر سیوطیؒ نے کہا شدید الخصومة اور سراج مین ہو کہ حسنؒ نے کہا کہ الد الخصام ای کاذب القول اور قتادہ نے کہا یعنے بدکار و سخت دل ہو بات مین نیک بنتا ہو اور عمل مین بدکار ہو حدیث صحیح مین ہو کہ منافق کی تین نشانیان ہین جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد باندھے تو غدر کرے اور جب مخاصمہ کرے تو فجور کرے اور بخاری مین عائشہؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ۔ ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم۔ آدمیون مین سے سخت مبغوض آدمی اللہ تعالے کے نزدیک الالد الخصم ہو یعنے جو سخت جھگڑالو ہو مجاہد نے کہا کہ حرث پیداوار زمین ہو اور نسل ہر ایک آدمی و جانور کی نسل ہو اور ابن عباس سے مروی ہو کہ نسل ہر جانور زمین پر چلنے والا ہو ابن کثیر نے قتادہ سے نقل کیا یعنے جب چلا یہ منافق زمین مین فساد کرنیکو تو اللہ تعالے نے باران کو روکدیا پس حرث و نسل ہلاک ہوے اور بعض نے کہا کہ جب زمین مین والی ہوا تو اسنے ظالمون کے افعال کیے کہ حرث و نسل کو ہلاک کیا اور اظہر وہ ہو جو مفسر سیوطیؒ نے اختیار کیا یعنے جب یہ منافق تیرے پاس سے پھرا تو ملک مین فساد کرنے چلا چنانچہ بعضے مسلمانون کی کھیتی رات مین جلادی اور گدھون کی کونچین کاٹ دین اور بیضاوی وغیرہ مین ہو کہ بات یہ تھی کہ اس اخنس

مذکور اور بنی ثقیف کے درمیان کچھ خصومت تھی پس ایک رات انکی آگ لگائی پس انکی کھیتیان جلادین اور مواشی مارڈالے۔ قولہ واللہ لایحب الفساد
اے لا یرضی بہ۔ یعنے اللہ تعالے فساد سے راضی نہین ہے اور محبت درصل میل قلب ہے چونکہ اللہ تعالے کے حق مین محال تھا لہذا اسکے لازم یعنی خوشامدی سے تفسیر
کیگئی اور آیت مین افادہ ہے کہ اتق اللہ سے دوسرے کو نصیحت کرنا جائز ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بڑے گناہون مین سے اللہ تعالے کے
نزدیک یہ گناہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی مسلمان سے کہے کہ اتق اللہ پس وہ جواب دے کہ تو اپنی خبر لے تو مجھے کیا نصیحت کرتا ہے۔ اور سفیانؓ سے روایت ہے
کہ کسی نے مالک بن مغول سے کہا کہ اتق اللہ پس وہ اللہ عزوجل کی تواضع کے واسطے زمین پر گر پڑے اور اپنا رخسارہ زمین پر رکھدیا۔ قولہ جہنم۔ یعنے کافی
ہے اسکو جزا وعقاب کے لیے۔ قولہ ولبئس المہاد یہ بطریق توہین ہے اسواسطے کہ مہاد جمع مہد کی جو آرام پانے اور سوجانے کے لیے تیار ہو اسی سے بچہ کے پالنے
کو مہد کہتے ہین اور ظاہر یہ ہے کہ مہاد اسم مفرد بچھونا ہے جو سونے اور آرام کے لیے تیار ہو اور مجاہد سے مروی ہے کہ معنی یہ ہین بہت بری ہے وہ چیز جو
انھون نے اپنی جانون کے واسطے تیار کر رکھی ہے اور ابن عباس نے فرمایا بری منزل ہے آور اس آیت مین چند مسائل ہین اول علما نے کہا کہ اگر دروغ
پر اللہ تعالے کو شاہد کرے جان بوجھکر تو کافر ہے دوم آنکہ الد الخصم سخت جھگڑالو آدمی اللہ تعالے کے نزدیک نہایت مبغوض ہے سوم حرث ونسل کو
بلا وجہ شرعی ہلاک کرنا حرام ہے۔ چہارم شکار کرنا اگرچہ مباح ہے لیکن لہو وخواہش نفسانی سے مکروہ ہے پنجم اللہ تعالے محبت کرتا ہے ولیکن محب کی
اطلاق کے سواے عاشق یا معشوق یا حبیب یا محبوب وغیرہ جو الفاظ عرف مین حقیر معنے مین استعمال پاگئے ہین انکا اطلاق جناب باری کی شان
مین حرام ہے اور یہی اصح ہے ف۔ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا۔ اسمین مدعی اور واصل کی طرف اشارہ ہے
پس واصل تو وہ ہے کہ اللہ تعالے کی دستگیری سے کسی مقام کو پہونچ گیا پس جو کہتا ہے وہ اپنے علم کے موافق کہتا ہے اور مدعی وہ ہے کہ بیہودہ دعوی کرتا ہے
پس مدعیون مین سے بعض وہ شخص ہے کہ جب وہ اپنے مزخرفات اور طامات بیان کرتا ہے تو تجھے خوش کرتا ہے یعنے اس نظر سے کہ اللہ تعالے نے اسکو اس
رتبہ کو دین مین پہونچا دیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہین یعنے ایسے لوگ ہین کہ دقیق باتین گڑھکر کہینگے اور اہل معرفت سے جو خاص احوال وکرامتین سنی
سنائی ہین اور باریک علوم واشارات کو ظاہر کرینگے حالانکہ وہ لوگ ضلالت کے میدان مین سرگردان ہین ان لوگون کی زبان تو انبیا علیہم السلام
کی زبان ہے یعنے حدیث وقرآن بیان کرینگے۔ اور قلوب انکے بھیڑیون کے سے ہین اسواسطے کہ اللہ تعالے نے ایمان ومعرفت کا نور انکے دلون سے سلب
کر لیا ہے۔ اب جان لینا چاہیے کہ یہ کون لوگ ہین پس یہ وہ لوگ ہین جنھون نے راہ سنت کے برخلاف بدعتونکو نکال لیا اور اپنے نفس کی خواہشون پر چلتے
ہین پس یہ لوگ اہل ہوا واہل بدعت ایسے بدتر ہین کہ اس امت کے مومنون کو فتنہ مین ڈالتے ہین اور انکو راہ حق سے روکتے اور دنیا کی طرف
کھینچتے ہین اور راہ صواب والون پر انکار کرتے ہین آور جو لوگ بجانب حق ارادہ کرتے ہین انکو اغوا کرتے اور فریب دیتے اور راہ سنت سے
روکتے ہین یہ لوگ البتہ جھوٹے ہین جو دعوی کرتے ہین دروغ ہین دروغ باتون سے اپنے آپ کو اولیا صدیقین کہلواتے ہین اور مخلوق کے
لوگ انکی ہیاٗت ولباس سے دھوکا کھاتے ہین۔ راتون کی شب بیداری اور نماز مین کھڑے رہنے کے سبب اپنے سوجے ہوئے پانون دکھلاتے اور
اپنی آستینین ودامن کوتاہ بناتے اور زرد چہرے ظاہر کرتے اور میٹھی باتین بناتے ہین تاکہ ان چیزون سے لوگون کے دلون کو اپنی طرف جذب کرین اور لوگون کو
ایسا معتقد بناوین کہ انکی گردنون پر اپنے قدم رکھکر چلین۔ یہ مدعیان جاہل اپنی ان ترانیون سے لوگون کے مال کھاتے اور صورتین بنا بناکر اتراتے
ہین اور لمبی چوڑی کرامات بیان کرتے ہین اور خلوت مین بیٹھکر اپنے احمق مریدون کے دلون مین خواہشات دنیا ونفاق ودلیری وبیباکی کے
بیج بوتے ہین۔ یہ لوگ اہل بدعت وہوا ہین **مترجم کہتا ہے** کہ اہل بدعت وہوا دو قسم کے ہین ایک وہ لوگ جو اعتقادی باتون مین
راہ حق واعتقاد سنت چھوڑکر گمراہ ہوئے مثل رافضی وخارجی وغیرہ کے بعض احادیث صحیح مین ان لوگون کی حالت

یون مذکور ہو کہ عبادت (قرآن کی تلاوت وغیرہ میں تم لوگ اپنی عبادت کو انکے مقابلہ میں ہیچ سمجھوگے مگر حال یہ ہو کہ قرآن ان لوگون کے حلق سے نیچے نہ اُتریگا اور یہ لوگ دین حق سے ایسے نکل جا وینگے جیسے کمان سے تیر نکل گیا۔ پس یہان سے ہر دیندار پر لازم ہو کہ شیطانی وسوسے سے بچنے کے لیے اللہ تعالےٰ سے توفیق مانگے اور راہ سنت وطریق صواب سے ایک قدم باہر نہوا ور اپنی عقل وانکل وقیاس کا پابند نہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ اگر دین میں انکل کام کرتی تو موزہ کے اوپر مسح کرنے کے بہ نسبت تلوے کے رخ مسح کرنا اولے ہوتا دوسری قسم کے اہل بدعت وہ ہین جو فروع مسائل مین خلاف سنت چلتے ہین اور استاد ابوالقاسم القشیری نے کہا کہ اسمین اشارہ ہو کہ جن اہل ظاہر کوانوار بصیرت سے مساعدت نہین حاصل ہوئی ہو یعنے احکام ظاہر کے ساتھ مربوط ہین انکو تو مقامات پر ایمان ہی نہین اور نہ اس جملہ کی بینائی ہو یعنے اسرار سے وے بالکل بیخبر ہین تو واجب ہو کہ اسرار کو انسے محفوظ رکھا جاوے قال المترجم یس ظاہر کرنے والا اضرور گنا ہگار ہوگا اسیواسطے حدیث مین ہو کہ لوگون سے انکی سمجھ کے لائق باتین کر دپس جب شخص نے زعم کیا کہ وحدت وجود کا مسئلہ لا الٰہ الا اللہ سے ثابت ہو اسکو اعلان کرنا واجب ہو تو اسنے غلطی کی بلکہ واجب ہو کہ لوگون کو راہ سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چلانے کی کوشش کرے اور پریشان اختلاف سے بچاوے شیخ نے ان منافقون کی مذمت مین طول کلام کیا یہانتک کہ کہا اور جب ان مفسدون سے جو دروغ دعوی باندھتے ہین کہا جاتا ہو کہ ڈرو اللہ تعالےٰ سے اور جو تمنے دلمین چھپا رکھا ہو اسکے خلاف ظاہر کرو تو سرکشی کرتے اور تکبر وغرور دکھاتے ہین کیونکہ وہ اپنے قبائح وبدافعالیون سے اندھے ہین اور گمان یہ رکھتے ہین کہ ہم تو اللہ تعالےٰ کی خلقت مین سے اشرف ہین اور جب انکو ایسے کام کا حکم کیا جاوے جو شرع مین معروف اور عمدہ ہو تو نہین بجالاتے اور اگر انکی بدفعلیون سے انکو منع کیا جاوے تو باز نہین آتے کیونکہ وہ اپنے نفس کے دام تزویر سے جاہل ہین اور گمان یہ کہ ہمین تو ہدایت پر ہین اللہ تعالےٰ سوسنون کو انکی نحوست سے بچاوے اور انکے برعکس ایسے بندون کی راہ دے جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک صادقین سومنین مقبول ہین

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ

اور کوئی آدمی ہو کہ بیچتا ہے اپنی جان چاہتا ہے خوشی اللہ کی اور اللہ شفقت رکھنے والا ہی بندون پر

یہ دوسرے فریق کا حال ہو یعنے جو لوگ مخلص وصادق ہین انکی یہ کیفیت ہو کہ اپنا جان ومال اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے لیے صرف کرتے ہین اور پھر شرمسار ہین کہ یہ لائق جناب کبریائی نہین ہو پس جملہ چار اقسام حاصل ہوئے جو قولہ فمنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا وما لہ فی الآخرۃ من خلاق سے یہانتک مذکور ہین اول وہ کہ ظاہر وباطن دنیا ہی مین رغبت رکھتے ہین۔ دوم وہ کہ دنیا مین اور آخرت مین دونون مین رغبت رکھتے ہین اور دنیا مین انکی رغبت کے یہ معنی ہین کہ دنیا مین ایسی توفیق واسباب ملتے جائین جس سے آخرت کا کام سنبھلتا جاوے ورنہ محض دنیا کے طالب وحبیب نہین ہین سوم وہ لوگ کہ ظاہر مین آخرت کے طالب بنتے ہین اور باطن مین دنیا کے طالب ہین اور وہ منافق ہین۔ چہارم وہ لوگ کہ ظاہر وباطن مین آخرت کے طالب ہین اور دنیا سے ظاہر وباطن مین بے رغبت ہین۔ اور یہ ایسے لوگ ہین جنکو فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس وانس بن مالک رضی اللہ عنہما وسعید بن المسیب وابو عثمان النہدی وعکرمہ وایک جماعت رحمہم اللہ نے کہا کہ یہ آیۂ کریمہ حضرت صُہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کے حق مین اُتری اور بات یہ تھی کہ جب وہ مکہ مین اسلام لائے اور وہان سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو کافرون نے انکو مع مال کے ہجرت کرنے سے روکا اور کہا کہ اگر مال سے الگ ہو کر ہجرت کرنا چاہتے تو جاوے پس حضرت صہیب نے مال انکو دیدیا اور اپنی جان کو خلاص کر لیا اور ہجرت کر کے چلے اور یہان مدینہ منورہ مین اللہ تعالےٰ عزوجل نے انکے حق مین یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی تھی پھر جب

وہ مدینہ کے قریب پہونچے تو حرہ کے کنارے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک جماعت صحابہ سے ملاقات ہوئی پس ان لوگوں نے اسنے کہا کہ اچھا نفع دیا بیچ نے تو صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اور تم سب اپنی تجارت میں نفع پاوین اور اللہ تعالیٰ تمہاری تجارت کو کبھی ٹوٹا نہ دے لیکن یہ بات کیا ہے جو تمنے فرمائی اُن لوگوں نے صہیب کو آگاہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انکے حق میں یہ آیت نازل فرمائی ہے اور روایت کیا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صہیب کو فرمایا کہ بھلا نفع دیا بیچ نے اے صہیب پس صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کو جو مشرکوں کے پنجہ میں پھنسی چھوڑا کر مرضیات الٰہی کے ہاتھ بیچ ڈالا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ اشترےٰ من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے خرید لیں مومنوں سے انکی جانیں و اموال بعوض اسکے کہ انکے واسطے جنت ہے اور شری بمعنی خرید و فروخت دونوں آتا ہے پس خرید کے معنی یہاں بعوض مرضیات الٰہی کے بن ہنین سکتے لہٰذا بمعنے فروخت ظاہر ہے جیسا کہ مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر کی ہے اور شیخ ابن کثیر نے سعید بن المسیب سے روایت ذکر کی کہ صہیب رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے روانہ ہوئے پس قریش کے چند نفر مشرکین نے انکا پیچھا کیا جب سامنا ہو گیا تو صہیب رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سے اتر پڑے اور ترکش کے تیر سب نکالے پھر کہا کہ اے گروہ قریش تمکو معلوم ہے کہ میں تم میں بڑا تیر انداز ہوں اور تم واللہ مجھ تک نہیں پہونچ سکوگے یہانتک کہ میرے ترکش میں جتنے تیر ہیں ایک ایک مار لوں پھر اپنی تلوار سے مارونگا جب تک میرے ہاتھ میں اسمیں سے کچھ باقی رہیگا پھر تم جو چاہو کرنا اور اگر تم چاہو تو میں تمھیں اپنے مال اندوختہ پر جو مکہ میں ہے راہ بتاؤں اور تم میری راہ چھوڑ دو تو بولے اچھا پھر انکو مال بتلا کر روانہ ہوئے پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا کہ بھلا نفع دیا بیچ نے سعید رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی آیت۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ نازل ہوئی تھی قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت سب مہاجرین و انصار کے حق میں ہے یعنے جن لوگوں کی یہ تعریف فرمائی ہے وہ سب مہاجرین و انصار ہیں ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت ہر ایسے شخص کے حق میں اُتری جسنے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور جب ہشام بن عامر نے ہر دو صف کے درمیان حملہ کیا اور بعض لوگوں نے انپر انکار کیا تو عمر و ابو ہریرہ وغیرہ نے ان لوگوں کو جواب دیکر رد کیا اور یہی آیت پڑھی۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ مترجم کہتا ہے کہ قول اول میں سبب نزول کی تصریح ہے لیکن آیت اپنے معنے میں عام ہے کہ سب کو شامل ہے اور وجہ شمول باستدلال قولہ ان اللہ اشتریٰ الآیۃ ظاہر ہے معالم میں قصہ سریہ رجیع میں حضرت زبیر و مقداد کے حق میں اس آیت کا نزول ذکر کیا اور بعد اسکے کہا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیہ کریمہ صہیب بن سنان رومی کے حق میں نازل ہوئی ہے پس یہی اظہر ہے اور اسی پر مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اعتماد کیا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ ابتدا میں صہیب رضی اللہ عنہ اسکا سبب نزول ہوئے اور مراد اسمیں جمیع اصحاب مہاجرین و انصار ہیں جنھوں نے رضاء حق سبحانہ تعالیٰ کے لیے اپنی جان و مال قربان کیا واضح ہو کہ قصہ سریہ رجیع جو معالم میں مذکور ہے اگرچہ طویل ہے ولیکن عجائب شان کو شامل ہے لہٰذا میں بھی اسکو ترجمہ کرتا ہوں اور بخاری نے بھی اس قصہ کو حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ولیکن میں معالم سے ترجمہ کرتا ہوں حضرت ابن عباس و ضحاک سے روایت ہے کہ یہ آیت سریہ رجیع واسکے قصہ میں نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آدمی بھیجا کہ ہم لوگ مسلمان ہو گئے ہیں پس آپ ہمارے پاس اپنے اصحاب میں سے چند آدمی ایسے روانہ فرمائیے جو دین کے مسائل سے خوب واقف ہوں تاکہ ہمکو آپکا دین سکھلاویں اور یہ ان کا فریب تھا مکر تھا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خُبیب بن عدی انصاری اور مرثد ابن ابی مرثد الغنوی و خالد بن بکیر و عبداللہ بن طارق بن شہاب اور زید بن الدثنہ کو روانہ کیا اور عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح انصاری کو ان سب پر سردار کیا۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو بھیجا اور ان پر عاصم بن ثابت کو امیر کیا قال المترجم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مکر و فریب سے آگاہی نہ ہوئی کیونکہ قضاء الٰہی ان لوگوں کی شہادت اور عجائب واقعات پر جاری تھی۔ پس یہ لوگ چلے کہ مکہ و مدینہ کے درمیان بطن رجیع میں اُترے اور ان لوگوں کے ساتھ کھجوروں کا توشہ تھا انھوں نے

راہ مین کھائے تھے پھر ایک بڑھیا اس راہ مین گذری اور اُسنے گٹھلیان دیکھین پس مکہ مین اپنی قوم کے پاس لوٹ گئی اور کہا کہ اس راہ مین یثرب کے لوگ محمد کے ساتھیون مین سے آئے ہین پس قوم مین سے ستر مردونے لیکر سوار ہوے یہانتک کہ ان لوگون کو آکر گھیرا۔ اور ابوہریرہ نے اپنی حدیث مین کہا کہ انھون نے ہذیل کے ایک قبیلہ سے ذکر کیا جنکو بنولحیان کہتے تھے پس انمین سے قریب سنو مرد تیر انداز کے انکی تلاش مین متفرق ہوئے پس وے ان لوگون کے نشان قدم پر تلاش کرتے چلے یہانتک کہ انھون نے انکا کھانا چھوارے کا پتا ایک مقام سے جہان اُترے تھے پایا تو آپسمین بولے کہ یہ تو یثرب کے چھوارے ہین پس انھین کے نشان قدم پر چلے اور جا پہونچے پس عاصم اور انکے ساتھیون نے اسکو احساس کیا تو ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے پس کافرون نے انکو گھیر لیا اور مرثد و خالد و عبداللہ بن طارق کو شہید کیا اور عاصم بن ثابت نے اپنا ترکش کھولکر اسکے تیر پھیلا دیے اور اسمین سات تیر تھے پس ہر تیر سے انھون نے مشرکون مین کے ایک بڑے مدمہ کو قتل کیا پھر دعا کی کہ اے پروردگار مین نے شروع دن مین تیرے دین کی حمایت کی تو آخر دن مین میرے گوشت کی حمایت فرما پھر جب وہ خالی ہاتھ ہوے تو مشرکون نے انپر ہجوم کیا اور آخر انکو قتل کیا اور چاہا کہ انکا سر کاٹ لیجادین تاکہ سُلافہ بنت سعد کے ہاتھ فروخت کرین اور عاصم نے اس عورت کے بیٹے کو احد کی لڑائی مین قتل کیا تھا اور اس عورت نے قسم کھائی تھی کہ اگر عاصم کو پاؤنگی تو اُسکی کھوپری کا کاسہ بناکر شراب پیونگی پس اللہ عزوجل نے شہد کی بڑی مکھیون کا ایک جھنڈ بھیجا جنھون نے عاصم کو گھیر لیا اور یہ لوگ انکا سر کاٹنے پر قادر نہوسے اسی سے انکو حمی الدبر کہتے ہین پس کافرون نے آپسمین کہا کہ اسکو شام تک چھوڑ دو کہ مکھیان چلی جائینگی تو ہم سر کاٹ لینگے پھر ایک سیاہ بادل آیا اور برسا پس اللہ تعالےٰ نے پانی کی رو بھیجی جو عاصم کو جنت کیطرف لیگئی اور یہی سیل ان کافر مقتولون مین سے پچاس کو جہنم مین لیگئی اور عاصم نے اپنی زندگی مین عہد کیا تھا کہ کسی مشرک کو نہ چھوین اور نہ انکو کوئی مشرک کبھی چھوے اور عمر بن الخطاب کو جب یہ خبر پہونچی کہ شہد کی مکھیون نے مشرکون کو عاصم سے باز رکھا تو کہتے کہ کیا عجیب اللہ تعالےٰ کی حفاظت بندۂ مومن کے ساتھ ہے کہ عاصم نے نذر کی تھی کہ اسکو کبھی کوئی مشرک نہ چھوے اور نہ وہ مشرک کو چھوین پس جیسے عاصم اپنی حیات مین باز رہے ویسے ہی اللہ تعالےٰ نے انکو انکی وفات کے بعد بچا لیا **قال المترجم** بخاری کی روایت مین ہے کہ عاصم نے مشرکون کی ذمہ داری مین جانے سے انکار کیا پھر خُبَیب بن عدی انصاری اور زید بن الدثنہ باقی رہے تو مشرکون نے انسے عہد و پیمان کیا پس یہ انکی امان مین آگئے مگر کافرون نے غدر کیا اور انکو باندھکر لیچلے اور ایک تیسرے بھی تھے جنھون نے ہرگز مکہ جانا پسند نہ کیا آخر کافرون نے انکو قتل کر دیا اور ان دونون کو لیچلے **قال البغوی** پس ان دونون کو مکہ مین لیگئے پھر خُبَیب کو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹون نے خریدا تاکہ خبیب کو اپنے باپ حارث بن عامر کے بدلے قتل کرین اور خبیب ہی نے حارث مذکور کو بدر کے روز قتل کیا تھا **قال المترجم** شرف دمیاطی نے کہا کہ جمہور اہل تاریخ کے نزدیک حارث مردود کو خبیب بن یسار نے قتل کیا تھا اور یہان خبیب بن عدی کا ذکر ہے شاید کافرون کو مشتبہ ہو گیا ہو واللہ اعلم پس خبیب انکے پاس قید رہے یہانتک کہ جب حرمت کے مہینے گذر گئے تب خبیب کے شہید کرنے پر کافر مجتمع ہوے اور خبیب نے حارث کے ایک بیٹے سے بال پاک کرنے کو استرہ مانگ لیا تھا اور اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ تھا جس سے وہ غافل ہو گئی پھر عورت مذکور کو اسوقت شعور ہوا کہ وہ بچہ حضرت خبیب کے زانو پر تھا اور استرہ حضرت خبیب کے ہاتھ مین تھا پس وہ نہایت خوفناک ہو گئی حتے کہ اثر خوف اسکے چہرے سے ظاہر ہوا اور بغوی کی روایت مین ہے کہ وہ چیخ اٹھی پس خبیب نے فرمایا کہ کیا تو ڈرتی ہے کہ مین اسکو قتل کر ڈالونگا مین ایسا نہین کرونگا غدر کرنا ہماری شان سے نہین ہے پھر پیچھے وہ عورت کہا کرتی تھی کہ واللہ مین نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہین دیکھا اور واللہ مین نے خبیب کو ایک روز دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ مین خوشۂ انگور لیے ہوے کھاتے تھے اور وہ لوہے مین جکڑے ہوے تھے اور مکہ مین اسوقت کوئی پھل نہ تھا اور یہ کچھ نہ تھا مگر ایک رزق نادر جو اللہ تعالےٰ نے خبیب کو روزی کیا تھا۔ پھر ان کافرون نے خبیب کو حرم سے باہر نکالا تاکہ حل مین قتل کرین اور چاہا کہ اسکو سولی دین پس خبیب نے اُنسے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دو کہ مین دو رکعت نماز پڑھ لون پس اُنھون نے چھوڑا پس خبیب وہ پہلے شخص ہین جنھون نے ہر مسلمان کے واسطے جو صبر سے

قتل کیا جاوے دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ مسنون کر دیا پس دو رکعتین پڑھین پھر کہا کہ اگر ایسا ہوتا کہ تم لوگ گمان کروگے کہ یہ جو مین نے کرنا شروع کی
بسبب جزع کے ہی تو مین اور زیادہ پڑھتا پھر کافرون پر بد دعا کی اللهم احصهم عددا واقتلهم بددا ولا تبق منهم احدا اے میرے پروردگار
انکو گن گن کر ہلاک کر دے اور انکو پریشان حال قتل کر دے اور انمین سے کوئی باقی نہ رکھ پھر انھون نے پڑھنا شروع کیا ؎ ولست ابالی حین
اقتل مسلما ۔ علی ای شق کان فی الله مصرعی ۔ وذلك فی ذات الاله وان یشاء ۔ یبارك علی اوصال شلو ممزع ۔ یعنے مین جبکہ حالت
اسلام مین قتل کیا جاتا ہون تو اسکی پروا نہین کہ راہ خدا مین کس کروٹ گرون اور یہ تو باری تعالے کی شان ہو اگر وہ چاہے تو پریشان جوڑ
جوڑ مین برکت عطا فرماوے پس کافرون نے انکو زندہ سولی دی پس خبیب نے دعا کی کہ اے پروردگار میرے گرد کوئی ایسا نہین ہو جو تیرے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو میرا سلام پہونچا دے تو ہی میرا سلام انکو پہونچا دے پھر ابوسروعہ عقبہ بن الحارث کھڑا ہوا اور خبیب کو اسنے قتل کر دیا اور کہا جاتا ہے کہ مشرکون مین
ایک شخص تھا سلامان ابو میسرہ کہلاتا تھا اسکے ساتھ ایک نیزہ تھا پس اسنے خبیب کی چھاتی کے بیچ مین رکھا تو خبیب نے اس سے کہا اتق اللہ ڈر
اللہ تعالے سے پس اس بات سے اس بدبخت کو اور غرور زیادہ ہوا اور اس نے نیزہ مارا کہ پار نکل گیا اور یہی ہے قال اللہ عزوجل واذا قیل له اتق الله اخذته العزة بالاثم
اور مراد سلامان مردود ہے اور رہے زید بن الدثنہ سو انکو صفوان بن امیہ نے خریدا تاکہ اپنے باپ امیہ بن خلف ملعون کے قصاص مین قتل کرے پس زید کو اپنے غلام نسطاس
کے ہاتھ تنعیم کو روانہ کیا کہ وہان اپنے باپ کے بدلے قتل کرے اور وہان قریش کے چند آدمی جمع ہوئے جنمین ابوسفیان بن حرب بھی تھا پس جب یہ قتل کیے جانے کے لیے آگے لائے
گئے تو ابوسفیان نے کہا کہ اے زید ہم تجکو اللہ تعالے کی قسم دلاتے ہین کہ بھلا تمکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت یہان بجاے تمھارے محمد ہمارے قبضہ مین ہوتے اور
ہم انکو قتل کرتے اور تم اپنے لوگون مین صحیح سلامت ہوتے تو زید نے کہا کہ واللہ مجھے یہ بھی پسند نہین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت جہان ہین وہان انکو کوئی کانٹا لگے
جو انکو اذیت دے اور مین اپنے لوگون مین بیٹھا رہون تو ابوسفیان نے کہا کہ مین نے ہرگز لوگون مین کہین نہ دیکھا کہ کوئی کسیکو ایسا محبوب رکھتا ہو
جیسے محمد کے یار ہین کہ محمد کو چاہتے ہین۔ پھر نسطاس نے حضرت زید کو شہید کر دیا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہونچی تو آپ نے اپنے اصحاب سے
کہا کہ کون شخص ایسا ہے کہ خبیب کو اس لکڑی پر سے جسپر سولی دیے ہوئے لٹکے ہین اُتارے اور اسکے واسطے جنت ہو تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
بولے کہ مین ہون یا رسول اللہ اور میرے دوست مقداد بن الاسود پس دونون نکلے کہ رات مین چلا کرتے اور دن کو چھپ رہتے تھے یہانتک کہ رات مین
تنعیم کے مقام پر آئے اور دیکھا کہ وہان سولی کے گرد چالیس مشرک سو رہے ہین پس دونون نے ترکیب سے حضرت خبیب کی لاش سولی پر سے اُتاری اور
دیکھا تو تر تھی اور اسمین سے کچھ بھی متغیر نہین ہوا تھا حالانکہ چالیس روز سے اوپر ہو چکے تھے اور انکا ہاتھ انکے زخم پر رکھا تھا اور اسمین سے خون بہتا
تھا جس کا رنگ تو خون کا رنگ تھا اور اس سے مشک کی خوشبو آتی تھی پس زبیر نے انکو اپنے گھوڑے پر لاد لیا اور چل دیے پس جب کافر چونکے تو دیکھا
خبیب کی لاش نہین ہے پس قریش کو خبردار کیا پس انمین سے ستر سوار دوڑ پڑے پس جب زبیر و مقداد رضی اللہ عنہما کے پاس پہونچ گئے تو زبیر نے خبیب کی
لاش کو گھوڑے سے نیچے ڈال دیا اور زمین اسکو نگل گئی اسی سے انکو بلیع الارض کہتے ہین پھر زبیر نے ڈانٹا کہ اے گروہ قریش تمکو کیا چیز ہم پر جرأت
دلا کر لائی ہے پھر اپنے چہرہ سے عمامہ اٹھایا اور فرمایا کہ مین ہون زبیر بن العوام اور میری مان ہے صفیہ بنت عبد المطلب اور یہ میرا یار مقداد بن الاسود ہے ہم
دونون شیران بیشۂ نبرد ہین اگر تم چاہو ہتھیار سے لڑو چاہو میدان مین اترو اور چاہو واپس جاؤ پس کفار قریش مکہ پھر گئے اور یہ دونون حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت کے پاس جبرئیل علیہ السلام تھے انھون نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ ملائکہ آپ کے اصحاب سے
ان دونون سے مفاخرت کرتے ہین پھر زبیر و مقداد کے حق مین نازل ہوا قولہ تعالے۔ ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله۔ جبکہ ان
دونون نے خبیب کو سولی پر سے اتارنے مین اپنی جانونکو اللہ تعالے کے واسطے بیچ ڈالا تھا مترجم کہتا ہے کہ شاید تردد ہو کہ اس روایت مین

سبب نزول دیگر مذکور ہی تو مترجم نے تحقیق کر دیا ہی کہ نزول آیت ہر موقع پر بطور شرافت کے مکرر سہ کرر ہوتا ہی اور جو یہان مذکور ہی اسکے یہ معنی ہین کہ ان لوگون کے حق مین پھر یہی آیت یاد دلائی گئی اگرچہ اول صہیب بن سنان رومی کے حق مین نازل ہوئی ہی پھر یہ سب فضائل ان بزرگون کے حق مین ہین جو تمام و کمال جان و مال سے مطیع حق ہوگئے لہذا تنبیہ و تاکید فرمائی بقولہ تعالے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ص وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝

اے ایمان لانے والے داخل ہو اسلام مین پورے اور مت چلو قدمون پر شیطان کے وہ تمھارا صریح دشمن ہے

فَإِن زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

پھر اگر ڈگنے لگو بعد اسکے کہ پہونچا تمکو صاف حکم تو جان رکھو کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا

اس آیت کا نزول عبد اللہ بن سلام و انکے اصحاب کے حق مین ہوا جبکہ بعد اسلام لانے کے انھون سبت کی تعظیم کا عزم کیا اور اونٹ کا گوشت مکروہ رکھا- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ- اے ایمان لانے والو داخل ہو سلم مین ف سلم بفتح اول اور بکسر اول دونون طرح آیا ہی یعنے اسلام كَافَّةً- سب بتمامہ ف یہ حال اسلام ہی یعنے اسلام کے تمام شرائع مین داخل ہو یعنے جو کچھ احکام اسلام تمکو دیے جاوین انھین پر مستقیم ہو بدون اختلاط یہودیت وغیرہ کے جو اپنی راے سے ہو- وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ- اور شیطان کی راہون کی پیروی مت کرو وہ تمھارا کھلا دشمن ہی ف یعنے راہ مستقیم سے شیطان کی راہ منحرف ہی تو اسکی طرف مت جاؤ اسطرح کہ اپنے قیاسات و خواہش نفس کی پیروی کرو کیونکہ اسلام کے حق ہونے کے معجزات تمکو مل گئے پھر اس سے بہتر حق کہان ڈھونڈھتے ہو فَإِن زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ پھر اگر معجزات و دلائل واضحہ آنے کے بعد تمنے لغزش اختیار کی تو خوب جان لو کہ اللہ تعالے غالب حکمت والا ہی ف اسکو انتقام لینے و عذاب کرنے سے کوئی چیز نہین روک سکتی ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید ان مسلمانون نے جو یہود مین سے اسلام لائے تھے ڈرے کہ کہین سنیچر کے روز تعظیم نہ کرنے سے ہمپر وہ عذاب نہ آوے جو زمانۂ داؤد علیہ السلام کے ایک قوم پر آیا تھا جسا کہ قولہ تعالے- فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ- مین اور سورۂ اعراف مین مذکور ہی- اسیطرح اونٹ کے گوشت مین یہ خوف کیا ہو تو اللہ تعالے نے تہدید کر کے خوف کو اس طرف الٹ دیا کہ اگر اسلام مین یہ حرکت کروگے تو خوف عذاب و نقمت ہی- بعضون نے اس آیت کے ماقبل سے ارتباط کو یون بیان کیا کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون مین تین فریق بیان فرمائے مومن و کافر و منافق پھر اسکے بعد ملت واحدہ پر ہونے کا حکم کیا اور میرے نزدیک یہ وجہ ارتباط غریب قابل نظر ہی بلکہ اسیقدر کافی ہی کہ جب کلام کا سلسلہ اس بیان تک پہونچا کہ بعضے مرضیات الٰہی کے طالب ہین اور بعضے منھ کے مومن اور دل مین منافق ہین تو اہل ایمان کو تنبیہ فرمائی اور حکم دیا کہ اتباع حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع شرائع و احکام سب طرح ظاہر و باطن چاہیے جیسے اعتقاد ظاہر و باطن چاہیے ہی تاکہ عمل مین بھی کوئی شائبہ نفاق نہ ہی قال ابن کثیر اللہ تعالی اپنے مومن بندون کو جنھون نے اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہی حکم فرماتا ہی کہ جمیع شرائع اسلام کو دل سے لین اور اسکے تمام اوامر پر عمل کرین اور تمام زواجر سے باز رہین جہانتک انکو استطاعت ہو- اور ابن عباس و طاؤس و ضحاک و عکرمہ و قتادہ و سدی و ابن زید نے قولہ ادخلوا فی السلم- مین کہا یعنے اسلام مین یعنے سلم کی تفسیر اسلام ہی- اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ ادخلوا فی السلم یعنے فی الطاعۃ یعنے فرمانبرداری مین پورے طور پر داخل ہو اور ایسا ہی ابو العالیہ و ربیع بن انس سے مروی ہی اور قولہ کافۃ- ابن عباس و مجاہد و ابو العالیہ و عکرمہ و ربیع بن انس و سدی و مقاتل و قتادہ و ضحاک نے کہا کہ کافۃ ای جمیعا اور مجاہد نے کہا کہ کافۃ ای تمام اعمال و وجوہ خیر پر عمل کرو مترجم کہتا ہے کہ اگر کافۃ بمعنے جمیعا ہو تو مومنون کا حال ہی یعنے اے مومنین تم سب کے سب اسلام مین داخل ہو تم مین سے کوئی خارج نہو اور دوسری تفسیر پر

سلم سے حاصل ہوگا یعنے اعمال خیر اطاعت اسلام مین سے کوئی چیز چھوٹ نہ جاوے بلکہ جمیع انواع اسلام مین داخل ہو پھر سبب نزول جو مفسر سیوطی رحمہ نے
ذکر کیا ہے یہی معالم مین ذکر فرمایا ہے اور بیضاوی نے اسپر جزم نہین کیا اور کچھ شیخ ابن کثیر کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ کہا اور عکرمہ رح نے زعم کیا کہ
کہ یہ آیت نازل ہوئی چند آدمیون کے حق مین جو یہود وغیرہ مین سے مسلمان ہوے مثل عبد اللہ بن سلام اور اسد بن عبید و ثعلبہ وغیرہم کہ انھون نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ سنیچر کے روز کی تعظیم کرین اور توریت کو رات کی عبادت مین تلاوت کرین پس اللہ تعالے
نے انکو حکم دیا کہ اسلام کے شعائر و شرائع پر قیام کرین اور اسمین مشغول ہوکر ماسواے سے باز رہین **قال ابن کثیر** ان لوگون کے ساتھ عبد اللہ بن
سلام کو ذکر کرنے مین تامل ہے کیونکہ عبد اللہ بن سلام کامل مومن تھے اور سنیچر کا منسوخ ہونا جانتے تھے پس علم کے باوجود مستبعد ہے کہ وہ سنیچر کی تعظیم
رکھنے کی درخواست کرتے **قال المترجم** بالخصوص جبکہ سنیچر کو یہود نے ابتداعاً نکالا تھا اور وہ انپر لازم کر دیا گیا جیسا نصاری نے اتوار نکالا اور چنانچہ
حدیث فضائل جمعہ اسلام پر شاہد ہین جنمین یہ مضمون ہے کہ یہود و نصاری اسمین خطا کر گئے اور اہل اسلام کو اللہ تعالے نے اسکی ہدایت کی پس عبد اللہ
بن سلام سے باوجود اس علم کے تعظیم شنبہ کی درخواست بعید ہے مگر ابن جریر نے عکرمہ سے یون ہی روایت کیا ہے جیسا کہ مذکور ہوا واللہ اعلم **قال**
ابن کثیر اور ابن عباس نے فرمایا کہ اہل کتاب مین سے ایمان لانے والے مراد ہین کہ یہ لوگ باوجود ایمان باللہ تعالے کے توریت کے بعض امور و
شرائع پر جو انپر نازل کئے گئے تھے جمے ہوے تھے پس اللہ تعالے نے فرمایا۔ ادخلوا فی السلم کافۃ یعنے داخل ہو شرائع دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین اور
ان شرائع مین سے کچھ مت چھوڑو اور توریت کے ساتھ تو یہی کافی ہے کہ توریت وجو کچھ اسمین ہے وہ اللہ تعالے کا اتارا ہوا ہے حق ہے اسقدر ایمان رکھو
قال المترجم سلم ابن کثیر و نافع و کسائی نے بفتح اول پڑھا ہے اور باقیون نے بالکسر پڑھا اور سورۂ انفال مین انھون نے بالکسر پڑھا اور
ابو بکر و باقیون نے بالفتح پڑھا اور سورۂ محمد مین حمزہ و ابو بکر نے بالکسر پڑھا کذا فی المعالم وقال اور حذیفہ بن الیمان سے اس آیت مین تفسیر آئی
ہے کہ اسلام کے آٹھ سہام ہین پس شمار کیا نماز۔ زکوۃ۔ روزہ۔ حج۔ عمرہ۔ جہاد۔ امر بمعروف۔ نہی از منکر۔ اور فرمایا کہ خسارہ مین رہا جسکا حصہ نہین ہے۔ فان
زللتم من بعد ما جاءتکم البینات۔ یعنے تمپر واضح دلائل قائم ہو چکے کہ اسلام حق ہے پھر اگر تمنے اس سے عدول کیا تو تم سے البتہ انتقام لیا جائیگا۔ یہ وہم نہ ہو کہ
ہم تو دنیا مین موجود ہین کیونکہ دنیا و آخرت سب اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین لہذا فرمایا۔ فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم جان رکھو کہ اللہ تعالے عزیز حکیم ہے معالم
مین کہا کہ عزیز فی نقمتہ اسے غالب ہے انتقام لینے مین کوئی بھاگنے والا اس سے بھاگ نہین سکتا اور کوئی غلبہ والا اسپر غالب نہین ہوسکتا اور یہی شیخ
ابو العالیہ و قتادہ و ربیع بن انس سے مروی ہے ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے۔ یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم
کافۃ۔ اہل عقل کے واسطے نصیحت کامل ہے کہ حق تعالے کی پناہ مین کامل طور سے داخل ہو تا کہ قضا و قدر سے جو امور جاری ہوتے ہین انکے جاری ہونے
کے وقت تمکو سکون و اسلام ہو یعنے مطیع رہو اور حق عز و جل کے تقدیری امور پر جو اسکے اختیار قدرت کاملہ سے ظاہر ہوتے ہین تم راضی رہو اور
کائنات سے منھ پھیرے رہو یعنے تمام امور مین اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرو اور کائنات کو محض غیر موثر جانو اور عالم ملکوت کے پوشیدہ امور کی طرف
پہونچنے کی کوشش کرو اور انوار جبروت کے مشاہدہ کو پہونچو اور احکام الٰہی کے فرمانبردار بنو اور اللہ عز و جل کی رضامندی کی طلب مین نفس کو ذبح
کرنے پر کمر باندھے رہو اور نفس امارہ کو شوق الٰہی مین فنا کرنے پر مستعد رہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ سلم یہ ہے کہ قضاے الٰہی پر راضی ہو یعنے قضاے
الٰہی سے جو کچھ بندہ کے سامنے پیش آیا اسی پر دل خوشی کے ساتھ راضی ہو اگرچہ بظاہر کچھ تکلیف کیون نہو اور جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن عطا
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سلم یہی ہے کہ حکمون کی تعمیل کرے اور منہیات سے باز رہے اور شیخ ابو عثمان نے کہا کہ سلم یہ ہے کہ قضا و قدر کے
معاملات مین جو بندہ پر جاری ہون یکسان حال پر رہے خواہ وہ [illegible] فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینات

الآیہ۔ اسمین اشارہ یہ ہو کہ جسنے حق عزوجل کو اولوہیت کی صفت سے پہچانا یعنے جان لیا کہ وہی اللہ برحق ہو وہی معبود ہو معبود کوئی اور نہین ہو تمام صفات کمال اسیکے واسطے ہین پھر وہ شخص قرب حق سبحانہ سے اپنے نفس کے ٹھکانون مین لوٹ پڑا تو اسنے شرک کیا اور عذاب اسکا یہی ہو کہ حق عزوجل اسکو اپنی نزدیکی ومشاہدہ سے محروم کردے اور غیرت حق اسکو جب تک وہ زندہ ہو اپنے اسرار پر امین نہ فرماوے اگرچہ وہ بندگی کرنے مین کچھ کمی نہ کرے

ع ۲۵ | ۱۴

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

کیا لوگ یہی انتظار رکھتے ہین کہ آوے اللہ انپر ابر کے سائبانون مین اور فرشتے اور فیصل ہووے کام اور اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہین سب کام

یہان سے مستقل علیحدہ حکم وعید ہو یعنے یہ آیت اسلام سے منہ موڑنے وکفر کرنے والون کے واسطے سخت خوف کا مقام ہو بخصوص یہود کہ انھون نے زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین قبول توریت اور احکام توحید سے منہ موڑا یہانتک کہ جب عذاب کا سامنا ہوا تب مانے اور توبہ کی۔ بیان فرمایا۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ۔ نہین انتظار کرتے ہین ف وہ لوگ جنھون نے اسلام مین داخل ہونا ترک کیا ہو اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ۔ مگر یہی کہ آوے انکو امر الٰہی ف یعنے عذاب اللہ تعالےٰ کا جیسے قولہ تعالےٰ۔ اتی امر اللہ الآیہ۔ وقولہ یاتی بعض آیات ربک الآیہ۔ حاصل یہ کہ جو لوگ اسلام مین بخوبی داخل ہونے سے توقف کرتے ہین وہ کچھ انتظار نہین کرتے اور یہی راہ دیکھتے ہین کہ انپر عذاب الٰہی آوے۔ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ سحاب کے چھتہ مین ف اور یہ زیادہ خوفناک ہو کیونکہ سحاب سے بجاے باران رحمت کے عذاب برسے جیسے قوم عاد پر ہوا تھا۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ۔ اور آوین ملائکہ وحکم ہلاک پورا کیا گیا ف واضح ہو کہ آخر یہ کل کافرون کے لیے جو کفر پر مرین لازمی ہین اسواسطے کہ چند روزہ زندگی کے بعد آخر موت ہو تو مرتے دم تک انکار اسلام کا انجام یہی عذاب ہو اور حکم الٰہی پورا کر دیا گیا کہ ہر کافر کے ساتھ عذاب کا برتاؤ ہوگا۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کی طرف کل امور کا مرجع ہو ف جو حکم اللہ تعالےٰ نے دیدیا وہ لازمی ہو ہرگز نہین مٹ سکتا ہو ابن کثیر و عاصم ونافع وابو عمرو نے ترجع بصیغہ مجہول پڑھا مشتق از رجع۔ اور باقیون نے اسکو بصیغہ معروف ماخوذ از رجوع پڑھا اور بہرحال معنے یہ ہین کہ آخرت مین مرجع سب امور کا اللہ تعالےٰ ہی کی طرف ہو پس جزا دیگا پس اس آیت کریمہ مین تمام ایسے لوگون کو تہدید اور عذاب کا وعدہ متضمن ہو جو اسلام مین نہین داخل ہوتے ہین۔ ینظرون بمعنی ینتظرون ہو۔ جو لوگ درحقیقت اسلام مین داخل ہونے سے روگردان تھے انکی توبیخ وتہدید بیان کرکے اُن لوگون کو تنبیہ کر دی جنکا حال اوپر کی آیت مین مذکور ہو یعنے مومنین یہود جو پورے شرائع دین محمدی پر عامل نہوے تھے اور اس سے ظاہر ہوا کہ اس آیت مین تتمہ حال اُن لوگون کا نہین جنکا اوپر ذکر ہوا ہو کیونکہ وہان خطاب ہو اور یہان غائب ہو پس جسنے یہ زعم کیا کہ یہان خطاب سے غیبت کیطرف التفات ہو اسنے سہو کیا ہو۔ قولہ الا ان یاتیہم اللہ۔ جاننا چاہیے کہ علما کے آیات واحادیث صفات مین دو مذہب ہین ایک مذہب متاخرین کا جو تاویل کو واجب جانتے ہین یعنے کہتے ہین کہ ہم ان آیات کو ایسے معنی کے ساتھ تاویل کرتے ہین جو حضرت حق سبحانہ وتعالےٰ کی تنزیہ شان کے لائق ہین اور یہی جمہور علماء متکلمین کا قول ہو اس مذہب کے بنا پر اس آیت مین دو وجہین ہین ایک یہ کہ یاتی بصیغہ لازمی بذریعہ حرف تعدیہ کے متعدی ہوا ہے۔ یاتیہم اللہ بما وعدہم من العذاب یعنے لاوے اللہ تعالےٰ انپر وہ چیز جو انکو وعدہ دی ہو عذاب سے در صورتیکہ وہ اسلام مین نہ داخل ہون تو انکو عذاب کا جو وعدہ دیا ہو وہ لاوے اور اس صورت مین یاتی کی اسناد اللہ تعالےٰ کی طرف حقیقی ہوگی۔ وجہ دوم یہ کہ یاتی کی اسناد اللہ تعالےٰ کی طرف مجازی ہو اور مضاف محذوف ہو اے یاتی امر اللہ یا یاتی عذاب اللہ۔ اسکی نظیر دوسرے مقام پر باظہار مضاف آئی ہے چنانچہ فرمایا۔ او یاتی امر ربک۔ اور فرمایا۔ فجاءہم باسنا۔ پس متعین ہوا کہ ہر دو نظیر کی مطابقت کے لیے یہان بھی مراد ہو کہ یاتیہم امر اللہ۔ اور چونکہ یاتیہم امر اللہ کے بہ نسبت۔ یاتیہم اللہ۔ کہنا زیادہ تہویل کا موجب تھا کہ اس سے بڑا ہول سماتا تھا اس لیے مضاف حذف ہوا چنانچہ

اگر مجرم سے کہا جاوے کہ بادشاہ کا حکم آتا ہو تو اُسکو اسقدر ہول نہ ہوویگا جتنا اس کہنے سے ہوا کہ بادشاہ آتا ہو پھر آیت مین اور بھی تہویل فرمائی
کہ فی ظلل من الغمام۔ کہا یعنے عذاب الٰہی آنا ایسے وجوہ سے ہو کہ اسکا شعور بھی نہو یعنے ابر کے سائبانون مین ہو کیونکہ ابر سے امید بارش ہوتی ہو
پھر اس سے عذاب برسنا نہایت خوف و ہول کا مقام ہو چنانچہ اگلے سرکش موذی کافرون مین سے قوم عاد پر ایسا واقع ہولیا ہو کہ ابر سے جہنم کی آگ
برسی چنانچہ آگے اپنے مقام پر یہ قصہ آویگا۔ اور ملائکہ کو اسلیے ذکر فرمایا کہ عادت الٰہی یون جاری ہو کہ اسکا حکم و عذاب وہی لاتے ہین اور یہ ملائکہ کے حق
مین شرف ہو۔ پھر یہ سب اس بنا پر کہ تاویل کرنا اختیار کیا جاوے جو علمائے متکلمین کی راے ہو اور یہان مفسر سیوطی رح نے اسی کو اختیار کیا ہو
اور قول دوم یہ کہ یہ آیہ منجملہ آیات صفات کے ہو یعنے ہم ایمان لاتے ہین کہ اللہ تعالے کی طرف آنے کی نسبت تحقیق ہو اور ایسے ہی دیگر آیات مثل
قولہ تعالیٰ وجاء ربک والملک صفا صفا۔ اور احادیث کثیرہ مثل نزول پروردگار وغیرہ کے آیات صفات ہین کہ اللہ تعالے کی طرف نسبت تحقیق ہو ہم انپر
ایمان لاتے ہین اور یہ بھی ایمان لاتے ہین کہ یہ آنا اور نزول فرمانا کسی مخلوق سے مشابہ نہین اور اللہ تعالے ہر تشبیہ و تمثیل سے منزہ ہو وہ کسی
مخلوق اور کسی چیز سے مشابہ نہین اور جو امر اسکی پاک شان کی نسبت ایسا کہا جاوے یا لازم آتا تصور کیا جاوے جو اسکی شان کے لائق نہین تو اللہ
تعالے عزوجل اس سب سے منزہ ہو اور مقدمہ عین الہدایہ مین مترجم نے فقہ اکبر کا ترجمہ نقل کیا اور آئندہ اپنے موقع پر مانند سورۂ اعراف وغیرہ کے
واضح بیان آویگا۔ اور یہ وہم نہ کیا جاوے کہ آنا اور اترنا وغیرہ یہی معلوم ہو جو معروف ہو جواب یہ کہ بندے کا علم تو سوائے دو قسم کے مخلوق اعراض و جواہر
کے حاوی نہین تو ہر موجود اسکے نزدیک یا اعراض مین سے ہوگا یا جواہر مین سے ہوگا حالانکہ ذات الٰہی عزوجل ان دونون سے پاک منزہ ہو ویسے ہی
اسکے صفات بھی سب سے منزہ ہین انکو کسی پر قیاس نہین کیا جا سکتا ہو اور یہی مذہب سفیان بن عیینہ و زہری و اوزاعی و مالک و ابن المبارک و لیث
بن سعد و احمد بن حنبل و اسحق بن راہویہ وغیرہم کا ہو کہ ایسے نصوص آیات و احادیث کو جیسے آئی ہین ویسی ہی مانو بدون بیان کیفیت اور بلا تشبیہ
و بلا تاویل و بلا تعلیل کے یعنے کیفیت انکی مجہول ہو اور ہماری عقل ناقص مین آنے سے برتر ہو اور یہی مذہب ائمۂ سلف رضی اللہ عنہم کا ہو
اور یہ آیت کریمہ بھی ایسی ہی آیات مین سے ہو اور کلبی رح نے کہا کہ یہ منجملہ ان آیات کے ہو جو تفسیر نہین کیجاتی ہین بغوی رح نے کہا کہ اس آیت اور اسکی مشکل
آیتون مین اولے یہ ہو کہ آدمی اسکے ظاہر پر ایمان لاوے اور جو اسکا تحقیقی علم ہو یعنے مثلاً کس کیفیت سے آویگا اسکو علم الٰہی عزوجل مین
تفویض کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالے تمام ایسی چیزون سے جو نشان حدوث و انواع مخلوق مین سے ہین پاک منزہ ہو اور
ائمۂ سلف و علمائے سنت اسی طریقہ پر گذرے ہین بعض نے کہا کہ سلف کا جو مذہب ہو وہ اسلم یعنے سلامتی کی راہ ہو اور متاخرین کا طریقہ
احکم ہو یعنے مضبوط ہو اور حق یہ ہو کہ طریقہ تاویل با ضطرار ایک گونہ نافہمی کے ساتھ ہو و عدم تاویل جو طریقہ سلف ہو وہی اسلم و احکم ہو شیخ
ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے ان لوگون کو تہدید فرماتا ہو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرتے ہین اور فرماتا ہو۔ ہل ینظرون
الا ان یاتیہم اللہ یعنی یہی انتظار کرتے ہین کہ اللہ تعالے آوے یعنے قیامت مین اگلون پچھلون کے درمیان فیصلہ کرنے کو آوے پس ہر عمل
کرنے والے کو اسکا بدلا دیگا اگر نیکوکار ہو تو نیک بدلا اور اگر بدکار ہو تو عذاب اور اسیواسطے فرمایا وقضی الامر یعنے حکم محکم ہو چکا مترجم کہتا ہو کہ شیخ
ابن کثیر نے اس آنے کو قیامت کے روز آنے پر محمول کیا اور قولہ وقضی الامر بے شک اس سے مرتبط ہو پھر لکھا کہ یہان شیخ ابن جریر نے
حدیث الصور کو اول سے آخر تک وارد کیا اور یہ حدیث مشہور ہو اسکو بہتیرے اصحاب مسانید وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت
کیا ہو اور اس حدیث مین ہو کہ جب لوگ عرصات قیامت مین کھڑے کھڑے درماندہ و عاجز ہو جاوینگے تو انبیا علیہم السلام سے سفارش
چاہینگے چنانچہ آدم علیہ السلام سے شروع کرینگے ایک ایک کرکے و لیکن ہر نبی اس بارہ مین کلام کرنے سے گریز و پہلو تہی کریگا اور ہر ایک نبیا

عذر بیان کریگا یہانتک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت آویگی پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونگے تو آپ فرماوینگے کہ ہان مین اوسکو پوراکرونگا پس آپ تشریف لاوینگے اور عرش کے نیچے اللہ تعالےٰ عزوجل کو سجدہ کرینگے اور اللہ تعالےٰ سے سفارش کرینگے کہ بندون وخلائق کے درمیان فیصلہ کے واسطے آوے پس اللہ تعالےٰ آپ کی سفارش قبول فرماویگا اور بعد انشقاق آسمان دنیا و نزول اُن ملائکہ کے جو اسمین ہین اور پھر دوسرے اور پھر تیسرے حتی کہ ساتوین آسمان کے انشقاق کے بعد آمد ہوگی پس اس حدیث مین کہا کہ پھر نزول فرماویگا جبار عزوجل سائبان غمام مین اور ملائکہ اور ان ملائکہ کی تسبیح سے ایک آواز ہوگی کہتے ہونگے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والجبروت سبحان الحی الذی لایموت سبحان الذی یمیت الخلائق ولایموت سبوح قدوس رب الملائکة والروح سبوح قدوس سبحان ربنا الاعلیٰ سبحان ذی السلطان والعظمة سبحانہ سبحانہ ابدا ابدا مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتیان پروردگار سائبان غمام مین ایک شان الٰہی معروف ہے جو انھین الفاظ سے تعبیر کیجاتی ہے پس ایسا ہی اس آیت مین ہے شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ حافظ ابوبکر بن مردویہ نے یہان کئی حدیثین وارد کی ہین جنمین ایک گونہ غرابت ہے چنانچہ ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالےٰ اگلون پچھلون کو روز معلوم کے مقام مقرر مین جمع کریگا جسمین وہ اسطرح کھڑے ہونگے کہ آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے اور حکم فیصل کے منتظر ہونگے اور اللہ تعالےٰ ظلل مِن الغمام مین عرش سے کرسی کی طرف نزول فرماویگا۔ اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ قولہ ہل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام الآیہ۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب رب تبارک و تعالےٰ نزول فرماویگا تو حال یہ ہوگا کہ اُسکے اور مخلوق کے درمیان ستر ہزار پردے ہونگے جنمین سے نور و تاریکی اور پانی ہوگا پس اس تاریکی مین پانی کی ایسی آواز ہوگی کہ دہشت سے دل ہاتھ سے جاتے رہینگے۔ بالجملہ یہ جملہ متشابہات کے ہے اسپر ایمان لانا واجب ہے اور اسکی کیفیت مفوض بعلم الٰہی ہے اور اگر تاویل کیجاوے تو پہلے مذکور ہوچکی ہے۔ اور اگر کہا جاوے کہ تاویل مذکور پر عذاب آنا ثابت ہوا پس یہ معنی ہوے کہ وے لوگ عذاب آنیکا انتظار کرتے ہین حالانکہ عذاب سے سب بھاگتے ہین کون انتظار کریگا تو جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ وے لوگ ایسے کام کررہے ہین جو موجب نزول عذاب ہین پس گویا خود منتظر ہین

سَلْ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

پوچھ بنی اسرائیل سے کتنی کھلی نشانیان ہم نے انکو دین اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت بعد اسکے کہ پہونچ چکی اسکو تو اللہ تعالےٰ کی مار سخت ہے

یہ آیت بھی یہودیون کو خصوصًا اور کافرون کو عمومًا اسلام سے منکر ہونے پر تہدید شدید ہے بقولہ تعالےٰ سَلْ - اے محمد پوچھ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل سے ف یعنے انکو شرمندہ و چپ کرنے کے واسطے - كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ - کس قدر دے دین ہم نے انکو کھلی نشانیان ف کم استفہامیہ تقریر کے واسطے ہے - اور سَلْ - کو مفعول دوم سے معلق کرتا ہے اور یہی اٰتَیْنَا کے دو مفعول مین سے دوسرا مفعول ہے اور یہ تمیز ہے اسکی تمیز من آیة بینة ہے و بینة یعنے ظاہرہ ہے اسے ظاہر آیتین مانند سمندر قلزم پھاڑ دینے اور من و سلوے اتارنے کے پھر بنی اسرائیل نے ان نعمتون کو کفر سے بدلا یعنے انکے بدلے کفر لے لیا یا نعمت کی ناشکری کی چنانچہ فرمایا - وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ - اور جسنے بدل ڈالی نعمت اللہ تعالےٰ کی ف یعنے وہ چیز جسکے ساتھ اسپر انعام کیا ہے مانند آیات وغیرہ کے مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ - بعد ازانکہ اسکے پاس آچکی ہین ف پھر کفر سے بدل لیا - فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ - تو اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے ف اسکے حق مین یعنے اسکو سخت عذاب کریگا جو عام جاہلون سے بہت زیادہ ہوگا ... بنی اسرائیل نے باوجود ان معجزات و نعمتون کے توریت سے منحرف ہوکر ترک دیانت اختیار کی

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا پس اللہ تعالے نے حکم دیا کہ ان ملعونوں سے نعمتہائے الٰہی عزوجل کا شمار پوچھ کر تم پر کسقدر انعام کیے گئے ہیں تاکہ شرم کھاکر رجوع کریں ورنہ عذاب سخت اٹھاوینگے مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے ہم مسلمانوں کو عفو ورحمت سے ہدایت پر مستقیم فرماوے کہ درحقیقت ہم لوگوں پر یہودیوں سے بدرجہا انعام زائد ہے پس اہل اسلام بجائے شکر کے دنیاوی حیات وکفریات شرک وبدعت پر سر کریں نعوذ باللہ تعالے من الشرک والبدعۃ والضلال والنفاق وکل المعاصی۔ ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ سل بنی اسرائیل کم آتیناہم من آیۃ بینۃ اللہ تعالے نے ایسے نکاروں کو جو شرع وسنت کے برخلاف ہیں ملامت فرمائی جنھوں نے اللہ تعالے کی طرف سے حقائق آیات ونشانیوں کو دیکھ لیا مگر اللہ تعالے کا شکر ادا نہ کیا بایں طور کہ انبیا علیہم السلام واللہ تعالے کے نیک بندوں کے آداب واعتقادات کی پابندی پر صدق واخلاص سے رہتے پس یہ لوگ اہل استدراج ہیں یعنے اللہ تعالے نے انکو انکی بداعتقادی ونفاق کے باوجود ایسی باتیں دیدیں جو ظاہر میں انکے غرور کا باعث ہو گئیں یعنے خرق عادت ہیں جنکو ظاہر میں کرامت خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ انبیا وصالحین کے طریقہ پر نہیں ہیں کہ انھوں نے ان باتوں کے ذریعہ مخلوق کا پیر بننا چاہا اور خلق کی تعظیم کو خدا کے احکام کی پابندی ودار آخرت پر اختیار کر لیا اور اسکے نیک بندوں کے طریقہ سے انکار کیا اور جس نعمت سے اللہ تعالے نے اپنے خاص بندوں کو سرفراز فرمایا ہے اور جس امانت سے انکو افضل خلق قرار دیا ہے اسمیں تغیر کر دیا یقین کو وہم سے بدلا اور عزیمت چھوڑ کر سستی اختیار کی پس اللہ تعالے نے انکے دلوں کو اسطرح مسخ کر دیا کہ انکے دلوں کا نور بالکل جاتا رہا اور اسمیں ان بندوں کو بھی خوف دلایا جو اسکی معرفت ومحبت کو پہونچ گئے ہیں تاکہ وے لوگ دنیا اور دنیا داروں کی طرف التفات نہ کریں اور اسکی قربت اور نزدیکی کی نعمت کو حقیقی نعمت سمجھکر اسطرح اسکا شکر ادا کریں کہ نور محبت پر اپنی روحیں قربان کر دیں اور اپنے تن بدن کو خالص حق بندگی کے ساتھ درگاہ الٰہی میں صدقہ کر ڈالیں اگر کہا جاوے کہ نعمت سے منھ پھیرنا اور دنیا کی طرف مائل ہونا سبب نافرمانی ہے تو اللہ تعالے ایسے مکاروں کو ایسی نعمت وثروت دنیا میں عطا فرماتا ہے تو اسمیں کیا حکمت ہے تو جواب یہ ہے کہ دنیا بمقابلہ آخرت کے ایسی ہے جیسے بادشاہی خوابگاہ راحت کے آگے پیخانہ ڈالنے کا گھورا پس جن لوگوں کے قلوب صالح اور فضل یزدی انکے شامل حال ہے انکو آخرت کی خوشبو مل گئی انکے نزدیک اس گھورے کی بو نہایت سخت ہے وہ ہر دم اس سے نجات کے خواہاں ہیں اور جنکے دل اندھے اور اندھے ہیں وہ اس گھورے کو نہایت آراستہ جانتے ہیں اور اسکو اختیار کرتے ہیں پس پروردگار عالم عزوجل نے صالحین کو انکے اختیار وپسند پر وہ شاہی خوابگاہ دی اور مکاروں کو انکی پسند پر یہ گھورا دیا گر تیرے ایسے ہیں کہ اس گھورے کے ذریعہ سے فساد وآزار دنیا ہی خلق پر آمادہ ہونگے لہذا عالم الغیب نے بمصالح وحکمت اسمیں سے بھی انکو قلیل نصیب عطا کیا ہے پھر یہاں عمو ماً شیطانی وسوسہ مختص ہے کہ دنیاوی مال ومتاع سے عوام کی نظر خفا کرتی ہے اور جب وہ دنیاوی مالداروں وکفار بادشاہوں کو اس آرائش دنیاوی کے ساتھ دیکھتے ہیں تو انکی جانب مائل ہوتے ہیں پس حق عزوجل نے دنیا کی کیفیت بیان فرمائی۔

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

رجھائی گئی ہے کافروں پر دنیا کی زندگی اور ہنستے ہیں ایمان والوں سے اور پرہیزگار لوگ انسے اوپر ہونگے دن قیامت کے

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۤءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

اور اللہ روزی دیوے جسکو چاہتے بے شمار

واضح ہو کہ دنیا ایک امتحان شدید ہے اور متاع حاضر ہے اسمیں سے نیک وبد دونوں کو حاجت ہے حتی کہ بعضے انفاس پر بھروسا کر گئے قال اللہ تعالے زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا [illegible] الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا حیات دنیاوی [illegible] اسطرح رجھائی گئی کہ کافر لوگ

اسی پر فریفتہ ہوگئے۔ اور جسکے پاس دنیاوی متاع موجود ہو اوسکو اللہ تعالے کے نزدیک اچھا سمجھتے ہین۔ وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا
اور یہ کفار مسخرہ پن کرتے ہین اُن لوگون سے جو ایمان لائے ف چنانچہ کفار مکہ اکثر مومنون مانند صہیب و عمار و بلال سے تمسخر کرتے کہ یہی اللہ تعالے
کے نیک بندے ہین جنکے پاس کچھ مال و دولت نہین بلکہ فقیر و محتاج ہین مترجم کہتا ہو جیسے اس زمانہ کے کفار ہین کہ دنیاوی دولت پر اللہ تعالے
کے نزدیک مرتبہ و مقبول ہونے کی دلیل لاتے ہین بلکہ مومنون کو وحشی قوم کہتے ہین جیسے عاقل کو مجنون بے عقل گالیان دیا کرتا ہو وَالَّذِينَ
اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ حالانکہ جنھون نے شرک سے تقوی کیا وہ قیامت مین اُنسے بلند ہونگے۔ ف یہ لطیفہ ہو اسواسطے کہ اہل مکہ مسلمان
ہوگئے تو یہی صحابہ مہاجرین متقدمین اُنسے قیامت مین بلند درجہ ہین۔ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ اور اللہ جسکو چاہتا ہو رزق
بے حساب دیتا ہو ف پس ممکن ہو کہ دنیا مین کافرون کے اموال و گردنین سب انھین مومنون کی ملک ہوجاوین آخرت مین انکے لیے نعمت بے حساب
ہو۔ اس آیت کی شان نزول مین اقوال ہین بعض نے فرمایا کہ مشرکین مکہ مثل ابو جہل وغیرہ کے حق مین اُتری جنکو دنیا وسعت کے ساتھ دی گئی تھی اسی پر
اترا تے تھے اور آخرت سے انکار کرتے اور فقیر مسلمانون سے ٹھٹھے کرتے تھے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہو کہ ایمان والون سے عبد اللہ بن مسعود
و عمار بن یاسر و صہیب و بلال و خبّاب و انکے مانند مراد ہین اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسکو اختیار کیا اور اس قول پر یہ آیت واقعہ بدر سے پہلے
اُتری جبکہ ابو جہل مردود زندہ تھا اور مسخرہ پن یا این طور ہوگا کہ ایمان والے اللہ تعالے کے پسندیدہ کیسے ہین کہ اس افلاس کی حالت مین ہین اگر
پسندیدہ ہوتے تو نعمت کے ساتھ ہوتے۔ اور قتادہ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن اُبی وغیرہ منافقون کے حق مین اُتری کہ دنیا کے مال مین عیش کرتے اور
فقراء مہاجرین کے اوپر مسخرہ پن سے کہتے کہ ان لوگون کو دیکھو کہ محمد انھین کے ساتھ غالب ہونے کا گمان رکھتے ہین اور عطاء نے کہا کہ یہود یعنی دانا
بنی قریظہ و نضیر وغیرہ کے حق مین اتری جو فقراء مہاجرین سے کہ اپنا مال و متاع چھوڑکر دین کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرکے
چلے آئے تھے ٹھٹھا کرتے پس اللہ تعالے نے مومنین کو وعدہ دیا کہ بغیر لڑائی کے تمکو بنو قریظہ وغیرہ کا مال عطا فرماویگا۔ یہ سب معالم مین مذکور ہو اور
احتمال ہو کہ آیت عام ہو ان سبکو شامل ہو اسواسطے کہ جو لوگ زندگانی دنیا پر مغرور اور فقیر مسلمانون پر ٹھٹھا کرنے والے ہین وہ سب لوگ تھے حتی کہ
قیامت تک کافرون کو شامل ہو۔ بہر تقدیر للذین کفروا سے معہود مراد ہین اور لام واسطے اختصاص کے ہو اور دنیا کی تزئین اگرچہ عام ہو مسلمانون
و کافرون سبکے واسطے کی گئی ہو لیکن کافرون کی تخصیص اسواسطے ہو کہ انھین کی آنکھون مین اسکا حسن رچ گیا اور انھین کے دلون مین اسکی محبت
بھر گئی یہانتک کہ اسی پر مرمٹے اور اُسکے ماسوا سے منہ موڑ لیا بخلاف مومنون کے کہ اُنپر اسکی زینت نے یہ اثر نہین دیا بلکہ اُسکی بدصورتی
حقیقی کو پہچان گئے۔ اور بیضاوی مین ہو کہ زینت دینے والا درحقیقت اللہ تعالے ہے اسواسطے کہ ہر چیز کا فاعل وہی ہو اور اسی پر دلالت کرتی ہو
قراءۃ بصیغہ معروف یعنے زَیَّنَ۔ اور رہا شیطان و قوت حیوانیہ و دیگر امور بہیمیہ و خواہش کی چیزین تو یہ سب بالعرض مزین ہین بالذات و درحقیقت
نہین ہین اور امام محی السنہ نے معالم مین اسکو اکثر مفسرین کا قول بیان کیا ہو اور زجاج نے کہا زین لہم الشیطان یعنے شیطان نے
انکے واسطے مزین کردیا قال المترجم تزئین دنیا جو امتحان کے واسطے علی العموم قرار دی گئی ہو جیسا کہ قولہ لیبلوکم ایکم احسن عملا وغیرہ آیات سے ظاہر ہو
کسی طور پر بنابر حقیقت کے شیطان کی طرف منسوب نہین ہوسکتی ہو اور نیز اگر تاثیر ہونا دلون مین لیا جاوے تو بھی اسکی زینت کا اثر پیدا
کرنا شیطان کی قدرت مین نہین ہو ہان اگر تلبیس کرنا اور رچا کر دکھانا بدون اثر پیدا کرنے کے مراد ہو تو شیطان کا فعل ہوسکتا ہو ولیکن ظاہر
یہ ہو کہ کافرون کے دلون مین اسکی خوبی و زینت و محبت پیدا ہو جانا مراد ہو پس فاعل حقیقی اسکا اللہ تعالے ہو [illegible] اور حاصل یہ کہ دنیا طمع کرکے زینت
زینت کردی گئی پھر کافرون نے تلبیس ابلیس کی پابندی اختیار کی پس اللہ تعالے نے تاثیر دیدی کہ انکے [illegible] رچ گئی فافہم شیخ امین کشمیری

کہا کہ اللہ تعالے نے خبر دی کہ اُسنے کافرون کیواسطے حیات دنیا کو مزین فرمایا ہو یعنے ان لوگون کے واسطے جو اس دنیا کی زندگی پر راضی ہوے اور
اسی پر اطمینان کیا اور مالون کو جمع کیا اور انکو ان مصارف مین خرچ نکیا جسمین صرف کرنیکا حکم دیے گیے تھے تاکہ اللہ تعالے انسے راضی ہوتا
بلکہ ان لوگون پر جنھون نے دنیا سے اعراض کیا اور جو مال دنیا انکو حاصل ہوا اسکو پروردگار عز وجل کی رضامندی مین خرچ کیا تمسخر کرتے ہین قال
المترجم دنیا یہ نہین ہو کہ آدمی کے پاس مال ہو اور دیگر اسباب دنیاوی ہون بلکہ دنیا یہ ہو کہ ان چیزون کی محبت اسکے دل مین براہ دنیا ہو کر
اسکو بطور معروف خرچ کرنے مین اور بحکم شرع خرچ کرنے مین اسکے دل کو دکھ ہو حتی کہ زکوٰۃ نہ دے اور خیرات نہ کرے اور بخل کے ساتھ اسکو
خرچ کرے اسیواسطے حدیث مین ہو کہ تعس عبد الدینار تعس عبد الدرہم یعنے بندۂ مال و درم کے حق مین خبر دی کہ وہ ہلاک ہوا کیونکہ وہ ایسا اسیر گرویدہ ہو
کہ اسی کو سب کچھ سمجھتا ہو اور اگر اسکو بطور معروف رضاے حق عز وجل مین خرچ کرتا تو ایسا نہوتا بلکہ بھلائی ہوتی چنانچہ دوسری حدیث مین ہو کہ نعم
المال الصالح للرجل الصالح۔ یعنے مرد صالح کے واسطے مال حلال بہتر ہوتا ہو کیونکہ وہ اُسکے ذریعہ سے اپنی آخرت کو خوب درست کرتا ہو اور ابن کثیر نے
تفسیر مین ذکر کیا کہ حدیث مین ہو کہ یا ابن آدم انفق انفق علیک۔ یعنے اے آدمی تو شرعی طور پر خرچ کر تو تجکو دیا جائیگا اور صحیح مین ہو کہ اسماء سے فرمایا جسکا
مضمون یہ ہو کہ اولاد وغیرہ کے نفقہ مین خرچ کر اور تھیلی کے منھ پر گرہ مت لگا کہ اللہ تعالے کی طرف سے بھی بندش ہو جائیگی اور صحیح مین روایت ہو کہ
ہر روز صبح کو دو فرشتے آسمان سے اُترتے ہین ایک کہتا ہو۔ اللہم اعط منفقا خلفا۔ اے اللہ ہمارے خرچ کرنے والے کو خلف دے اسے بجاے خرچ شدہ
کے مال دیدے۔ اور دوسرا کہتا ہو۔ اللہم اعط ممسکا تلفا۔ اے پروردگار ہمارے بخیل کو تلف دے۔ اور صحیح مین ہو کہ آدمی کہتا ہو میرا مال میرا مال اور بھلا تیرا کچھ مال
تیرے ملک ہو مگر جو کچھ تو نے کھا کر فنا کر دیا اور جو کچھ پہن کر پرانا کر ڈالا اور جو صدقہ دیدیا اسکو باقی رکھ لیا اور جو سوا اسکے ہو وہ جانے والا ہو اور لوگون کے
واسطے اسکو چھوڑنے والا ہو۔ اور مسند امام احمد مین روایت ہو کہ دنیا اس شخص کا گھر ہو جسکا کہین گھر نہین اور اسکا مال ہو جسکا کچھ مال نہین اور دنیا کے واسطے
وہ جمع کریگا جسکو عقل نہین ہو۔ قولہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب حضرت ابن عباس سے روایت ہو کہ انھون نے اسکی تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالے پر کوئی
رقیب نہین اور نہ کوئی ایسا ہو کہ جو اس سے حساب لیوے اور مانند اسکے سعید بن جبیر سے مروی ہو اور بعض نے کہا کہ پروردگار کو اپنے خزانے خالی
ہونیکا خوف نہین تاکہ حساب کی ضرورت پڑے اور بعض نے فرمایا کہ عطاے جزیل بدون شمار و تعداد کے دنیا و آخرت مین پس دنیا مین اللہ تعالے کا
کسیکو دینا اس امر کی دلیل نہین ہو کہ اس سے رضامند ہو کیونکہ اسکی عطا بلا استحقاق ہو اور راجح یہ ہو کہ بغیر حساب یعنے بغیر تقدیر ہو یعنے بدون کوئی
مقدار معین کرنے کے دیدیتا ہو اسواسطے کہ خزانہ اُسکا غیر متناہی ہو اُسکے دینے مین جسکو چاہے کوئی تقدیر نہین اور چونکہ بلا استحقاق ہو لہذا جسکو
دیا ہو اُس سے رضامند ہونے کی دلیل نہین پس کافر کو استدراج کے واسطے دیدیتا ہو اور کبھی مومن کو امتحان کے لیے عطا فرماتا ہو۔ اور آیت مین دلیل ہو
کہ فقرا کو قیامت مین اغنیا پر فوقیت ہوگی اور صحیح حدیث مین ہو کہ فرمایا۔ الا اخبرکم باہل الجنۃ۔ کیا آگاہ نکرون تمکو اہل جنت سے یعنے تم کو
اہل جنت کے نشان بتاتا ہون سنو۔ کل ضعیف مستضعف لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ ہر ضعیف جو لوگون کے نزدیک ضعیف شمار ہوا ہو اگر قسم کھا لے
اللہ تعالے پر تو اللہ تعالے اسکی قسم مین اسکو پورا کردے۔ الا اخبرکم باہل النار۔ کیا آگاہ نکرون تمکو دوزخیون سے یعنے تمکو دوزخیون کے نشان بتاتا ہون
سنو۔ کل عتل جواظ مستکبر۔ یعنے ہر عتل جواظ متکبر۔ رواہ الشیخان۔ اور اسامہ بن زید سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین کھڑا
جنت پر کھڑا ہوا تو مین نے جنتیون مین داخل ہونے والا اکثر وہ لوگ دیکھے جو دنیا مین مسکین تھے اور تونگر لوگ روکے گئے تھے مگر دوزخیون کو
دوزخ مین ڈالنے کا حکم ہو گیا اور دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو مین نے دوزخیون مین عورتین بہت دیکھین رواہ الشیخان [illegible] شیخ نے عوارف المعارف مین کہا کہ
[illegible]

انکی نظروں میں مزین ہوئی تو بے قدری کرتے ہیں ان لوگوں کی جو اہل توحید ہیں - اور حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا کہ زینت دی گئی ان لوگوں کیواسطے جنھوں نے انکار وکفر کیا یہ بات کہ زینت زندگانی دنیا پر بھروسا کریں یعنے دل اسپر ساکن ومطمئن ہوجاویں بطور مسافر نہوں حتی کہ انھوں نے دنیا کو جمع کیا اور اسپر فخر کیا اور ٹھٹھا کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اپنے تمام امور میں اللہ تعالے پر توکل کرتے ہیں -

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ

تھے لوگ ایک امت پھر بھیجے اللہ تعالے نے نبی خوشی اور ڈر سنانے والے اور اتاری انکے ساتھ کتاب

بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ

سچی کہ فیصل کرے لوگوں میں جس بات میں جھگڑے اور کتاب میں جھگڑا ڈالا انہیں مگر انھیں لوگوں نے جنکو ملی تھی بعد اسکے

مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ

کہ انکو پہونچ چکی تھیں آیات واضح آپس کی ضد سے پھر اب راہ دی اللہ تعالے نے ایمان والوں کو اس سچی بات کی جنمیں وہ جھگڑے ہیں اپنے

بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

حکم سے اور اللہ چلاوے جسکو چاہے سیدھی راہ

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً - سب لوگ امت واحدہ تھے ف اس سے یہ مراد ہی کہ ایمان پر تھے پھر انھوں نے باہم اختلاف کیا یہاں تک کہ بعضے ایمان پر رہے اور بعضے کافر ہوگئے فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ - پس اللہ تعالے نے پیغمبروں کو بھیجا ف یعنے انکی طرف ہدایت کے لیے مُبَشِّرِينَ - بالجنة من آمن - حالانکہ خوشخبری سنانے والے ہیں یعنی ہر ایسے بندے کو جو ایمان لایا جنت کے ساتھ وَمُنْذِرِينَ - من كفر بالنار اور ڈرانے والے ہیں یعنے اس شخص کو جسنے کفر کیا دوزخ کے ساتھ - وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ - اور انکے ساتھ کتاب نازل فرمائی ف یعنے کتابیں اتاریں - بِالْحَقِّ - اتار ناحق لِيَحْكُمَ - تاکہ حکم کرے ساتھ اس کتاب کے - بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ لوگوں میں اس امر میں جسمیں انھوں نے اختلاف کیا ہے ف مگر انھوں نے پھر اختلاف کیا وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ - اور اسمیں اختلاف نہیں کیا مگر انھیں لوگوں نے جنکو یہ کتاب دی گئی تھی بعد از انکہ انکے پاس کھلی حجتیں آچکی ہیں ف پس بجائے ہدایت کے انھوں نے دلائل توحید کی کتاب لیکر اسمیں پھوٹ ڈالی - بَغْيًا بَيْنَهُمْ - بوجہ باہمی عداوت کے ف چنانچہ یہود ونصاری میں مختلف فرقوں کی باہمی عداوت سے بکثرت تحریفات واقع ہوئیں جسکا اقرار بکثرت موجود ہے - پھر اللہ تعالے نے قرآن مجید نازل فرمایا فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ - پس اللہ تعالے نے مومنوں کو ایسے ہر امر حق میں ٹھیک ہدایت کردی جسمیں اہل کتاب نے اختلاف ڈالا تھا اپنے ارادہ سے ف یعنے اللہ تعالے نے اپنے ارادہ وقدرت سے مومنوں کو حق ہدایت دی وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - اور اللہ تعالے جسکو چاہتا ہی راہ مستقیم کی ہدایت فرماتا ہی ف وہ ہر چیز پر قادر ہے - واضح ہو کہ علماے تفسیر میں اختلاف ہی کہ كان الناس امة واحدة کے کیا معنے ہیں یعنی ایک گروہ ہونا محتمل ہی کہ ایمان پر ہوں یا کفر پر ہوں پس شیخ ابو العالیہ نے کعب احبار سے روایت کی کہ لوگ جسوقت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں تھے اور انکی پیٹھ سے نکالے گئے اور انھوں نے بندہ ہونیکا اقرار کیا تو امت واحدہ مسلمان تھے اور اس دن کے سواے کبھی امت واحدہ نہیں ہوئے ... علیہ السلام کے بعد مختلف ہوگئے - اور کلبی نے کہا کہ وہ نوح کی کشتی والے ہیں کہ بعد نوح کے مختلف ہوگئے اور بعض نے کہا کہ عرب ... تھے

دین ابراہیم پر تھے یہانتک کہ عمرو بن لحی نے اہین اختلاف ڈالا- اور بعض نے کہا کہ آیت مین کوئی ایسی چیز نہین جو دلالت کرے کہ وہ ایمان پر تھے
یا کفر پر تھے اسکے واسطے کوئی دلیل خارجی چاہیے ہی- اور بعض نے کہا کہ وفات آدمؑ کے وقت سے حضرت نوحؑ کے وقت تک کفر پر تھے بدلیل قولہ-
فبعث اللہ النبیین الی آخرہ- اور تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ حدثنا محمد بن بشار ثنا ابو داود اخبرنا ہمام عن قتادة عن عکرمة عن ابن عباس
فرمایا ابن عباسؓ نے کہ آدمؑ و نوحؑ کے درمیان میں دس قرون تھے کہ سب شریعت حق پر تھے پھر انھون نے اختلاف کیا پھر اللہ تعالے نے پیغمبران
مبشرین و منذرین کو بھیجا ابن جریرؒ نے فرمایا کہ ایسا ہی قرارة عبداللہ بن مسعود مین ہو کہ- کان الناس امة واحدة فاختلفوا فبعث اللہ الآخرہ قال ابن کثیرؒ
اور اس حدیث کو حاکم نے بھی من حدیث بُندار محمد بن بشار سے روایت کیا اور کہا کہ صحیح الاسناد ہو اور ایسے ہی ابو جعفر رازی نے ابو العالیہ کے طریق سے ابی بن کعبؓ سے
روایت کی کہ وہ پڑھا کرتے- کان الناس امة واحدة فاختلفوا فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین- اور عبدالرزاق نے من طریق معمر عن قتادہ روایت
کی کہ قتادہ نے قولہ- کان الناس امة واحدة- مین کہا کہ سب ہدایت پر تھے پھر انھون نے اختلاف کیا پھر اللہ تعالے نے نبیون کو بھیجا پس پہلے نبی جو
بھیجے گئے وہ نوحؑ تھے اور مجاہدؒ نے بھی ایسا ہی کہا جیسا کہ پہلے ابن عباس سے مروی ہوا ہو قال المترجم اور مفسر سیوطیؒ نے بھی اسی پر اعتماد کیا کہ
امت واحدہ سے مراد یہ کہ شریعت حق و ایمان کی راہ پر تھے- اور قولہ فبعث اللہ النبیین- مین فا، تعقیب ہے اور فاختلفوا مقدر ہوا سے فاختلفوا
فبعث اللہ- جیسا کہ ان روایات سے اسکی تقدیر ثابت ہو اور قرارة ابن مسعود و ابی بن کعبؓ سے تائید موجود ہو اور اگر فاختلفوا کی تقدیر نہو تو ظاہر
یہ ہوتا ہو کہ ملت واحدہ سے کفر مراد ہو یعنے سب کافر تھے پھر اللہ تعالے نے انبیا کو بھیجا اور تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی
کہ قولہ- کان الناس امة واحدة فرماتا ہو کہ وہ سب کافر تھے پھر اللہ تعالے نے انبیا مبشرین و منذرین بھیجے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ پہلا
قول جو مذکور ہوا وہ اسناد کی راہ سے اصح ہو اور معنے کی راہ سے بھی اصح ہو اسواسطے کہ لوگ سب حضرت آدم علیہ السلام کی بات پر تھے یہانتک کہ انھون نے
بت پرستیان کرنی شروع کین پھر اللہ تعالے نے نوح علیہ السلام کو انکی طرف بھیجا پس نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے کہ اللہ تعالے نے انکو اہل زمین
کی طرف بھیجا تھا قال البیضاوی اور لفظ اختلفوا اسواسطے حذف ہوا کہ قولہ فیما اختلفوا فیہ- اسپر دلالت کرتا ہو اور امام احمدؒ و ابن حبانؒ نے ابوذرؓ سے
مرفوعاً روایت کی جسمین مذکور ہو کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہو جنمین سے رسول تین سو تیرہ ہین اور قرآن مین انمین سے اٹھائیس کے نام مذکور
ہین اور ایسے ہی تعداد کعب احبار سے مروی ہو اور سراج مین انکے نام یہ لکھے ہین- آدم- ادریس- نوح- ہود- صالح- ابراہیم- اسمٰعیل- اسحٰق- یعقوب- یوسف
لوط- موسیٰ- ہارون- شعیب- زکریا- یحیی- عیسیٰ- داود- سلیمان- الیاس- الیسع- ذوالکفل- ایوب- یونس- محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین آور تین مین اختلاف ہو
ذوالقرنین- عزیر- لقمان پس یہ انکا اٹھائیس ہین اور قرآن مجید مین باقی کا مذکور نہ ہونے کو ستلزم نہین ہو اللہ تعالے نے فرمایا- ومنھم لم نقصص علیک- یعنے
انبیاء میں سے بعضون کا قصہ تجھ سے بیان کیا گیا اور بعض کا حال تجھ سے بیان نہین کیا گیا ہو اور قولہ مبشرین و منذرین حال ہو اور قولہ انزل معھم الکتاب یعنے شیخ نے کشاف مین ذکر کیا کہ یعنے
یہ بھی ہو سکتے ہین کہ معہم بمعنے مع کل واحد منہم ہو یعنے ہر ایک کے ساتھ اسکی کتاب ہو اور بیضاوی نے اسکو رد کر دیا کہ ہر ایک کے ساتھ اسکی کتاب نہ تھی بلکہ بہت اکثر تھے کہ جنکے
ساتھ انکی مخصوص کتاب نہ تھی اور اپنے اگلون کی کتاب کی پابندی کرنے پر مامور تھے پس مراد لفظ الکتاب سے جنس کتاب ہو اور اسپر اعتراض ہوا کہ بہتیرے ایسے
ہوے کہ انکے ساتھ جنس کتاب بھی نازل نہین کیگئی ہو اور جواب دیا گیا کہ قولہ معھم [illegible] کتاب سے پس متعلق محذوف منصوب ہو اور عامل انزل ہو یس
معنے یہ ہین کہ انزل جنس الکتاب مقدرا مصاحبة ومقارنة للنبیین یعنے اللہ تعالے نے کتاب کے اتارنے مین یہ امر مقدر کر دیا کہ وہ پیغمبرون کے ساتھ ہوگی
[illegible] ساتھ مخصوص کتاب سے احکام شرعی لیتا تھا یا اپنے اگلے نبی کی کتاب سے لیتا تھا اور بیان سے ظاہر ہوا کہ لفظ الکتاب
[illegible]

تقسیم سے ہر ایک کے مقابلہ مین ایک کتاب مراد ہو حالانکہ ایسا نہین ہے اور قولہ بالحق کو مفسر سیوطی رح نے انزل کے متعلق قرار دیا اور سراج مین
اسکو ملتبسًا بالحق کی تقدیر سے حال قرار دیا اور قولہ لیحکم بین الناس تاکہ وہ لوگون مین حکم کرے۔ اہل تفسیر مین اقوال ہین کہ حکم کرنے والا کون ہے پس
تین احتمال ہین ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ حکم کرے دوم آنکہ نبی سوم آنکہ کتاب حکم کرے۔ اور کتاب کے حکم کو تفتازانی رح نے ترجیح دی یعنے کہا کہ یہی مرجح
ہے کہ یہ معنی لیے جاوین کہ تاکہ حکم کرے لوگون کے درمیان اور کہا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف ضمیر عائد کرنے مین معنے کی راہ سے تکلف ضروری ہوگا کیونکہ یہ
معنے ہونگے تاکہ ظاہر کرے حکم کتاب کا لوگون مین اور نبی کی طرف راجع کرنے مین لفظی تکلف ضرور ہوگا کیونکہ لیحکموا نہین فرمایا ہے یعنے ضرور ہوا کہ
کہا جاوے کہ لیحکم کل واحد من النبیین پس ضمیر ہر واحد نبی کی طرف باین تاویل راجع ہوگی اور کتاب کی طرف بدون تکلف لفظی ومعنوی کے راجع ہوسکتی
ہے پس یہی ارجح ہے اور شیخ ابوحیان نے اللہ تعالےٰ کی طرف ضمیر راجع ہونے کو ترجیح دی ہے اور یہی ظاہر ہے اور معنی یہ بیان کیے کہ اللہ تعالےٰ نے کتاب نازل کی
تاکہ فیصلہ کرے کتاب کے ساتھ لوگون کے درمیان یعنے لوگون کا اختلاف دور کرکے قول فیصل بتلادے اور کتاب کی طرف حکم کرنے کی نسبت
مجازی ہے اسواسطے کہ کتاب حکم کرنے والی درحقیقت نہین ہے جیسے قولہ۔ ھذا کتابنا ینطق بالحق۔ مین کتاب کی طرف نطق کی نسبت مجازی ہے اور مفسر
سیوطی رحمہ اللہ نے شاید اسکو اختیار کیا جبکہ کہا کہ لیحکم بہ۔ بین الناس۔ یعنے بذریعہ کتاب کے لوگون مین فیصلہ کا حکم دے۔ قولہ وما اختلف فیہ الا الذین
اوتوہ۔ اسمین اختلاف نہین کیا مگر انھین لوگون نے جو یہ عطا کیے گئے یعنے اس دین یا حق مین وہی پھوٹ ڈالنے والے ہوے جنکو کتاب حاکم دی گئی حاصل
یہ نکلا کہ اُنھون نے الٹی بات کردی کہ جو چیز اسواسطے اتاری گئی تھی کہ اُنکے اختلاف کو زائل کردے اُسکو اُنھون نے اختلاف مضبوط ومستحکم ہونیکا
سبب کرلیا۔ من بعد ما جاءتھم البینات بغیا بینھم۔ بعد اسکے انکے پاس بینات آگئین یعنے حق کی کھلی دلیلین آگئین پھر بھی باہم پھوٹ ڈالی بباعث
باہمی بغاوت وعداوت کے ف جیسے خوارج وروافض وغیرہ نے نفسانی مداخلت سے اجماع سلف چھوڑ دیا اور کتاب مجید مین بیجا تاویلون سے
پھوٹ ڈالی۔ قولہ فھدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ۔ پھر جس حق مین ان مفسدون نے پھوٹ ڈالی تھی اللہ تعالےٰ نے اپنے ارادہ سے مومنون کو
اسکی ہدایت کردی اب بیان سے مومنین کی ہدایت اور اپنا احسان کو بیان فرمایا اور معنے یہ ہین کہ پھر ہدایت کی اللہ تعالےٰ نے اپنے ارادہ سے ان لوگون کو جو ایمان
لائے راہ صواب کی جس چیز مین اختلاف کرنے والون نے اختلاف کیا تھا پس اختلاف کرنے والے عام ہین خواہ اگلے ہون یا پچھلے ہون چنانچہ مومنین
امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے اختلاف کرنے والے گذرے یا اسوقت موجود ہین اُن سبکے اختلاف سے اللہ تعالےٰ نے مومنون اہل السنۃ کو
نجات دیکر راہ راست کی ہدایت کردی۔ اور یہ اس طور پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور کتاب قرآن نازل فرمائی اور اُنھون نے اتباع کی پس
اختلاف سے نجات پائی۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے تو فرمایا کہ اختلاف کرنے والے وہی لوگ ہین جنکو کتاب دیگئی حالانکہ اوپر مذکور ہوا کہ پہلے اختلاف
واقع ہوا پھر اللہ تعالےٰ نے انبیا بھیجے تو جواب یہ ہے کہ ہان اختلاف پہلے واقع ہوا اور یہ جو فرمایا کہ جنکو کتاب دی گئی انھین نے اختلاف کیا اسکے معنی یہ ہین
کہ ان اختلاف کرنے والونکے بیچ جو چیز فیصلہ بھیجی گئی تھی کہ اختلاف رفع کرے اس سے انکا اختلاف زیادہ ہوگیا کہ انھون نے اسکو بھی اختلاف کا سبب
کر ڈالا باین طور کہ اسکی تحریف کردی اور اسکی تاویلین بیجا کرنی شروع کین اور مومنون کو اللہ تعالےٰ نے اس سے بچایا کہ یہ لوگ کتاب مجید مین اپنی رائے سے
تاویل کرنے کو کفر جانتے ہین اور حدیث وآثار سے اُسکے معانی پر اکتفا کرتے ہین لہٰذا وہ لوگ جو قرآن مجید مین خلاف سنت اپنی رائے وعقل سے تاویلین کرتے ہین
گویا مومن نہین ہین اگر یہ وہم پیدا ہو کہ مسلمانون مین بھی فروع مسائل مین اختلاف ہے مثل حنفی وشافعی وغیرہ کے تو یہ وہم ناسمجھی کا ہے جواب یہ ہے
کہ راہ توحید مین انکے درمیان کچھ اختلاف نہین ہے اور فروع مسائل اجتہادیہ ہین جنکو اللہ تعالےٰ نے اجتہاد سے لینے اور اسمین کوشش کرنے کا حکم دیا ہے
اور اسپر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے پس باہم حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی کسی ایک دوسرے کو گمراہ نہین کہتے ہین بلکہ اجتہاد مین برحق جانتے ہین اور انمین اختلاف راہ توحید

کچھ نہیں اور کوئی اسکا قائل نہیں کہ اجتہاد امام شافعی پر حنفی کو عمل کرنا حرام ہو اور نہ شافعی کو حنفی اجتہاد پر کیونکہ یہ سب اعمال خیر ہیں اور اللہ تعالےٰ ہر عمل پر ثواب فرماتا
در صورتیکہ راہ توحید پر مستقیم ہون اور یہ معلوم ہوگیا کہ راہ توحید پر بحمد اللہ سب مستقیم ہین پس اسکی مثال ایسی ہو کہ حج کے جانیکا حکم نے دیا مگر ایک نے کہا کہ زاد راہ خرما
اور میوہ جات لیجاؤ اور دوسرے نے کہا کہ لوزیات بنا لو پس لیجانے والا جو لیجاوے اسکے حق مین بہتر ہو اور ہر شخص جانتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلاً ظہر سے پہلے
کبھی دو رکعتین پڑھین اور کبھی چار رکعتین پڑھین پس اگر امام ابو حنیفہ نے کہا کہ چار سنتین ظہر سے پہلے پڑھا کرے بہت ثواب پاویگا اور امام شافعی نے کہا کہ دو رکعتین ظہر سے پہلے
پڑھے بہت ثواب پاویگا یہ دونون ٹھیک ہین اسیواسطے جو لوگ ماہر علماء ہین سے گذرے ہین وہ یہ جانتے ہین کہ اگر چار پڑھ لے تو بہت اچھا اور اگر
دو پڑھ لے تو بھی اچھا ہوا اور ایسا ہی حال تمام فروعی اختلاف ہین ہو البتہ اس زمانہ مین جہل بہت پھیلا جیسا کہ حدیث شریف مین پہلے سے خبر دی گئی ہو
پس جاہل مقلدون نے جھگڑا اڑلوایا ہو کہ وے آپسمین ان فروعی اختلاف پر لڑے مرتے ہین اور یہ حرام و فسق ہو چنانچہ حنفی چار رکعت کے سواے دو رکعت
پڑھتے دیکھے تو اسپر عیب لگاوے اور کوئی دو رکعت کے سواے چار پر انکار کرتا ہو اور یہ بڑے افسوس کا مقام ہو واللہ تعالےٰ ہم لوگون کو ایسے اختلاف و
انکار سے بچاوے اور یہ شیطان کا بڑا وسوسہ ان مسلمانون پر کام کر گیا کہ یہ لوگ بالکل دل مین غور نہین کرتے ہین کہ یہ سب اعمال خیر ہین انسے ثواب مقصود ہو
جس طرح ثواب ملنے کا طریقہ سنت ظاہر ہو جاوے اُسطرح عمل کرو اور اللہ تعالےٰ سے ثواب کی امید کرو ثواب حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ بشرطیکہ تم
راہ توحید پر پورے قائم رہو پس اگر غور کا مقام ہو تو یہ ہو کہ راہ توحید ہاتھ سے نجانے پاوے اور یاد رکھو کہ جس قوم نے آپسمین پھوٹ ڈالی وہ کبھی فلاح
نہ پاویگی اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے کہ ائتلاف باہمی جسپر اللہ تعالےٰ نے احسان رکھا اور نعمت قرار دیا اور فرمایا الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا اسکو تم لوگ اسطرح
ناشکری کے ساتھ برباد کرتے ہو دونون اختلاف کرنے والے اس جرم مین گرفتار ہونگے - اہل اسلام وہ ہین جو راہ توحید پر قائم ہین اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک
نہین کرتے ہین اور دین مین بدعتین پیدا کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہین دیتے ہین - فاصبروا و صابروا و رابطوا و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون -
قولہ تعالےٰ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم حضرت عزوجل نے مومنین کو اختلاف مین ٹھیک بات کی ہدایت کی چنانچہ حدیث صحیح درباب
فضیلت جمعہ مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے - قولہ فہدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ الآیہ - مین روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ - نحن الآخرون الاولون یوم القیامۃ یعنے ہم دنیا مین پچھلے اور قیامت مین اگلے ہین - نحن اول الناس دخولا الجنۃ - ہمین سب لوگون سے پہلے
جنت مین داخل ہونگے - بید انہم اوتوا الکتاب من قبلنا واوتیناہ من بعدھم فہدانا اللہ لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ
بغیر اسکے کہ وہ لوگ ہمسے پہلے کتاب دیے گئے اور ہم انکے بعد دیے گئے پس اللہ تعالےٰ نے ہمکو اپنے اذن و ارادہ سے اس حق بات کی ہدایت کی جس سے
وہ خلاف راہ چلے تھے - فہذا الیوم الذی اختلفوا فیہ فہدانا اللہ لہ فالناس لنا فیہ تبع فغدا للیہود وبعد غد للنصاریٰ
پس یہ دن یعنے روز جمعہ بھی ایسا ہو جسمین ان لوگون نے اختلاف کیا یعنے خلاف راہ چلے پس اللہ تعالےٰ نے ہمکو اسکی ہدایت کر دی پس
اور لوگ اسمین ہمارے تابع ہین کہ کل کا روز یعنے سنیچر کا روز یہود کا ہو اور پرسون یعنے اتوار کا روز نصاریٰ کا ہو - یہ الفاظ عبد الرزاق کی روایت
کے ہین اور معنے یہ ہین کہ عید اسلام روز جمعہ ہو مگر اگلون کو جو سرکش و شریر تھے اسکی ہدایت نہوئی چنانچہ یہود نے سنیچر لیا اور نصاریٰ نے اتوار لیا
جمعہ کسیکو نہ ملا - اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن وہب نے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے انھون نے اپنے باپ زید بن اسلم سے روایت کی کہ قولہ فہدی
اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ - پس اگلون نے روز جمعہ مین اختلاف کیا تھا کہ یہود نے سنیچر لیا اور نصاریٰ نے اتوار لیا پھر اللہ تعالےٰ
نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کی ہدایت کی اور انھون نے قبلہ مین اختلاف کیا تھا کہ یہود نے بیت المقدس کا استقبال کیا اور نصاریٰ نے
مشرق کا پھر اللہ تعالےٰ نے امت محمد صلعم کو اسکی ہدایت کی یعنے کعبہ دیا - اور انھون نے نماز مین اختلاف کیا پس بعضے رکوع کرتے سجدہ نہین کرتے

ور بعضے سجدہ کرتے اور رکوع نہین کرتے اور بعضے نماز مین باتین کرتے اور بعضے چلتے چلتے نماز پڑھتے پس اللہ تعالے نے اسمین امت محمدی کو حق بات کی ہدایت کی اور انھون نے روزے مین اختلاف کیا پس بعضے تھوڑا دن روزہ رکھتے اور بعضے فقط بعضے کھانے سے روزہ رکھتے پس اللہ تعالے نے امت محمدی کو اسمین حق بات کی ہدایت کی اور انھون نے ابراہیم کے حق مین اختلاف کیا کہ یہودنے کہا وہ یہودی تھے اور نصرانیون نے کہا وہ نصرانی تھے پس اللہ تعالے نے انکو حنیف مسلم قرار دیکر امت محمدی کو اسکی ہدایت کی اور عیسیٰ کے حق مین اختلاف کیا کہ یہود نے انکو جھٹلایا اور انکی والدہ ماجدہ پر سخت بہتان باندھا اور نصرانیون نے انکو معبود اور خدا کا بیٹا ٹھہرایا اور اللہ عزوجل پر سخت بہتان باندھا پس اللہ تعالے نے انکو اپنی مخلوق روح وکلمہ قرار دیکر امت محمدی کو اسکی ہدایت کی - اور ربیع بن انسؒ نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ قبل اختلاف کے لوگون کا یہ حال تھا کہ وہ اکیلے پروردگار وحدہ لاشریک لہٗ کی خالص عبادت کرتے اور نماز قائم کرتے اور روزہ رکھتے اور شرائع اسلام ادا کرتے پس اسی راہ توحید واسلام کی اللہ تعالے نے مومنون کو ہدایت کی پس انھون نے اس اختلاف کو جو لوگون مین پیدا ہوا تھا اپنے سے دور رکھا اور انگلے پیغمبرونکی امتون پر گواہ ہونگے کہ ان پیغمبرون نے اپنی اپنی امت کو احکام آلہی پہونچائے ہین اور شیخ ابوالعالیہؒ اس آیت کی تفسیر مین کہتے تھے کہ المخرج من الشبہات والضلالات والفتن - یعنے اللہ تعالے نے مومنونکو ایسی ہدایت فرمائی کہ وہ شبہات اور گمراہیون اور فتنون سے بچ گئے - قولہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم - یعنے حکمت کاملہ وحجت بالغہ اُسکے واسطے ہے جسکو چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے اور صحیح بخاری مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات مین تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے تھے تو فرماتے - اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ - اے پروردگار ہمارے پروردگار جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کے پیدا کرنے والے آسمانون وزمین کے جاننے والے غیب وشہادت کے توہی حکم کرتا ہے اپنے بندون مین اس چیز مین جسمین وہ اختلاف کرتے ہین مجھے ٹھیک راہ پر رکھیو اس چیز مین جسمین لوگون نے اختلاف ڈالا ہے حق امر مین اپنے حکم واذن سے توہی ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے ٹھیک راہ کی - ھ - اور دعاے ماثور مین ہے کہ - اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ وَلَا تَجْعَلْهُ مُلْتَبِسًا عَلَيْنَا فَنَضِلَّ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا - اے اللہ تعالے پروردگار ہمارے ہمکو حق کو حق دکھلا اور اسکی پیروی نصیب کر اور باطل کو باطل دکھلا اور اس سے پرہیز کی توفیق دے اور حق وباطل کو ہم پر ملتبس مت کردے کہ ہم گمراہ ہوجاوین اور ہمکو پرہیزگارون کا پیشوا بنادے (ھ)

ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے - کان الناس امۃ واحدۃ - لوگ سب ایک ہی امت تھے واضح ہو کہ ازل مین جب اللہ تعالے عزوجل نے اپنی ذات پاک پہچنوانے کا انکو خطاب فرمایا کہ - الست بربکم - کیا مین تمھارا پروردگار نہین ہون - قالوا بلی - تو سب بولے کہ ہان تو بیشک ہمارا پروردگار ہے تب سب یہ لوگ اپنے اقرار مین ایک امت تھے کہ اپنے خالق کے پروردگار ہونے کا اور اپنے اوپر اسکی عبادت واجب ولازم ہونیکا سب نے اقرار کیا کیونکہ انھون نے اسکی عظمت وبرہان اور عزت وسلطان کو مشاہدہ کیا اور اسکے عجائب کلام کو سن لیا اور یہ اتفاق انکا اسوقت تھا کہ ہنوز اللہ تعالے نے انکو بندگی وفرمانبرداری مین امتحان نہین کیا تھا پھر جب دنیا مین بھیجکر انکو بندگی کرنے کے امتحان مین بلایا تو متفرق ہوگئے پس اہل صفا واہل سعادت کے ساتھ توفیق ازلی نے مساعدت کی کہ وہ مشاہدہ وقربت وانوار صفا پر ثابت رہے کہ انھون نے اپنے سردار یعنے نبی کے ساتھ اپنے اسرار سے خطام دنیا کو دور رکھا اور اسکی خدمت مین بغیر عوض مانگنے کے ثابت رہے یعنے کشف وکرامات دنیاوی کے طالب نہوے یعنے اسکی خواہش نہ تھی کہ کشف وکرامت [illegible] ورضاے حق کی تلاش تھی اور راہ معرفت کے قاصد رہے پس اللہ [illegible]

لہ یعنی بعض کہتے تھے کہ [illegible] ۱۲

عزوجل نے اپنی طرف سے سکون و طمانیت انکے دلون مین اُتار دی تاکہ ایمان پر ایمان بڑھ جاوے۔ تو سکون آلہی ایک خاص چیز ہو جو اہل خلوص کو عطا ہوتی ہو جسکا ذکر بعضی احادیث صحیحہ مین آیا ہو پس جبکہ سکینت انکو عطا ہوئی تو وہ راہ مستقیم سے کسی طرف نہین جھکے اور شاہرہ آیات حضرت عزوجل دنیا کی تروتازگی و مشتہیات نفسانی کی طرف مائل نہ ہوے اور دنیاے دنی کے بدلے انھون نے کرامت حق عزوجل کو فروخت نہ کیا وقد قال تعالے من المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا یعنے مومنین مین ایسے مرد ہین کہ سچائی سے پورا کیا انھون نے وعدہ جو اللہ تعالے سے باندھا تھا پس انہین سے بعض ایسے ہین کہ اُنھون نے اپنے عہد کو پورا کیا یعنے شہید ہوگیا اور بعض ایسے ہین کہ منتظر ہین اور انھون نے کوئی تبدیل نہین کی ہو۔ اور رہے اختلاف والے جنھون نے اپنے آپ کو خوار کیا تو اللہ تعالے نے اُنکو اُنکے نفوس کی خواہشون کے اندھیرے مین ڈال دیا کہ پاک و خبیث کو نہین پہچانتے اور بد و نیک مین تمیز نہین رکھتے خیر و شر مین فرق نہین کرتے بلکہ جب وے اپنے نفس شریر کی پیروی مین پڑے ہین تو شر کو اچھا سمجھتے اور خیر سے بیزار ہین یہانتک کہ انھون نے دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیا اور عہد آلہی عزوجل کو بھول گئے حالانکہ یقین جانتے ہین کہ موت ضرور آویگی اور یہ بھی نہین ٹھیک ہو کہ آج آوے یا کل آوے مگر اپنے نفس کی خواہشون پر گرے چلے جاتے ہین اور رضاے حق عزوجل کی نعمت چھوڑ بیٹھے ہین اور جہالت کے کھڈ کی طرف جھک پڑے جو جہنم مین ختم ہوئی ہو کہ چلتے چلتے آخر بالوُن جہنم کے گڈھے مین جا پڑیگا۔ پھر شیخ نے اس اختلاف کو دوسرے اشارہ پر لیا یعنے جو بعض احادیث مین آیا ہو کہ حضرت حق عزوجل نے ارواح کو نور دیا کہ انہین سے بہترون کو پہونچا اور بہتیرے محروم رہے پس انہین اختلاف ہوا چنانچہ شیخ نے مع دیگر لطائف کے یون کہا کہ تمام مخلوق عدم سے وجود مین آنے کے بعد حضرت حق عزوجل کے خطاب سے منور ہونے کے پہلے حالت غیبت مین یکسان پڑے تھے پھر جب اللہ عزوجل نے اُنسے وہ حجاب و پردہ جو انسانیت کی کدورات کا ہو دور کر دیا اور اپنی نزدیکی کا مشاہدہ انکو کرامت کیا یعنے اپنا نور جو انپر چھڑکا تو مختلف ہوے بعضے اُس نور کو پاکر واصل ہوے اور بعضے محروم ہوکر منکر رہے پس نور پانے والے کئی گروہ مگر سب متفق ہین بعضون کو حقائق مقامات حاصل ہوے تو وہ لوگ اُنھین مقامات پر بندگی کی شرطین ادا کرنے کے ساتھ ٹھہرے ہین اور بعضون کو لطائف حالات اور بعضون کو خصائص کرامات ملے اور بعضون نے خالص مشاہدۂ حق جل کبریاؤہ پایا کہ وہ مقام قدم مین مقرب ہین قال المترجم اور انبیا علیہم السلام اس حلیہ سے اعلیٰ ہین وہ خاص انوار اسرار سے سرفراز ہوے ہین اور باقی رہے وہ لوگ جو محروم رہے تو پہلے ہی دار مین انکو مہالک قہریات نے دبوچا کہ وہ گمراہی کے جنگلون مین متفرق پھرنے لگے چنانچہ بعضے یہودی بن بیٹھے اور بعضے نصرانی بنے اور بعضے زندیق ہوے اور اسی تقدیر کو لکھکر قلم خشک ہوگیا یعنے قیامت تک یہی حال جاری رہیگا۔ پھر سابق امتون کا اپنے انبیا کے ساتھ مخالفت کرنا اور آیات و کھلی نشانیان آنے کے بعد انکا اختلاف کرکے گمراہ ہونا بیان فرمانے کے بعد مومنین و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا تاکہ اپنے مخالفون کے ساتھ دلیری کے ساتھ ثابت قدم رہین

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَ

تم کو خیال ہو کہ جنت مین چلے جاؤگے اور ابھی تم پر آئے نہین احوال اونکے جو تم سے پہلے گذر گئے پہونچی اونکو سختی اور

الضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ○

تکلیف اور جھڑجھڑائے گئے یہانتک کہ کہنے لگا رسول اور جو اسکے ساتھ ایمان لائے کب آویگی مدد اللہ کی۔ سن رکھو مدد اللہ کی نزدیک ہے

روایت ہو کہ مومنون کو ایک سختی پہونچی تو بعضے گھبرا گئے پس نازل ہوا قولہ تعالے۔ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ۔ بلکہ تم نے گمان باندھا تھا کہ تم جنت مین داخل ہوجاؤ ف یعنے بغیر امتحان کے تمکو جنت مل جاوے یعنے ایذا پر صبر کرتے ہو یا چاہتے ہو کہ بغیر امتحان کے تم کو جنت ملے۔ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ۔ حالانکہ ابھی تک تم پر وہ مثل نہین آئی جو تسے اگلے گذرے ہوون پر آئی

تھی ف باوجودیکہ تم سب استون سے اشرف ہو پھر اگلون کے امتحان کا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ چھو گئی یعنے پہونچ
گئی انکو محتاجی ف جس سے فاقہ پر فاقہ گذرا وَالضَّرَّاءُ۔ اور بیماری دکھ ف تاکہ نفوس مغرور ہون کہ ہم ایمان لائے بلکہ اللہ تعالے ہی کا
احسان ہے کہ اُسنے ہدایت دی۔ وَزُلْزِلُوا۔ اور وہ لوگ جھنجوڑے گئے انواع بلا سے تاکہ امتحان کیے جاوین کہ سچا یقین لائے اور ثابت قدم ہین
غرض کہ جان و مال سے پریشان و فاقہ و قتل و بیماری سے آزمائے گئے حتےٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ۔ یہانتک
کہ اسوقت کا رسول و اسکے ساتھی مومنین زبان سے کہنے لگے کہ مدد الٰہی کب آویگی ف یعنے اب تو نصرت الٰہی جلدی آجاوے کہ کلیجے منھون کو آگئے
ہین اور صبر دشوار ہو گیا ہے۔ پس اللہ تعالے کی طرف سے انکو جواب ملا أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ۔ خبردار ہو جاؤ کہ نصرت الٰہی قریب ہے ف
یعنے جلد آجائیگی مترجم کہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ مشکل ہجرت کے پانچوین برس غزوۂ خندق مین آئی چنانچہ سورۂ احزاب مین تفسیر مطول
آویگی اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی وقت جان لیا کہ بس اب ہم لوگون نے تمام کافرون پر غلبہ پایا چنانچہ یہی ہوا کہ بعد اسکے روز بروز کفار
مغلوب ہوتے گئے اور کبھی صحابہ کو بعد اسکے شدید مشقت نہین پیش آئی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت پہلے سے اتر چکی تھی لیکن معالم مین کہا
کہ قتادہ و سُدّی نے فرمایا کہ یہ آیت غزوۂ خندق مین اتری جبکہ مسلمانون کو جہد و خوف شدید و سردی و تنگی معیشت و انواع اذیت سے بہت
کچھ لاحق ہوا جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے وبلغت القلوب الحناجر کلیجے منھ تک پہونچ گئے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ جنگ احد کے بارہ مین اتری ہے اور عطا
نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور آپکے اصحاب بھی آئے تو انکو تکلیف شدید پیش آئی اسواسطے کہ وے لوگ بلا مال
چلے آئے تھے اور اپنا ملک و مال کافرون کے ہاتھ مین چھوڑ آئے اور اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم کی رضامندی کو اختیار کر لیا تھا پھر یہان یہود نے
عداوت ظاہر کی اور ایک قوم نے دل مین نفاق پوشیدہ کیا پس اللہ تعالے نے اہل ایمان کے دل مطمئن کرنے کے واسطے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ
الآیہ کو نازل فرمایا۔ قولہ زلزلوا۔ اے دشمنون سے سخت جھنجوڑے گئے اور سخت امتحان مین پڑے گئے چنانچہ صحیح مین خبابؓ بن الارتؓ سے روایت ہے
کہ ہم لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہمارے لیے کیون مدد نہین چاہتے آپ ہمارے لیے کیون نہین دعا فرماتے ہین آپ اسوقت خانہ کعبہ کے
سایہ مین ٹیک دیے ہوئے تھے پس اٹھ بیٹھے اور چہرۂ مبارک پر آثار خشم نمودار ہوئے اور فرمایا کہ تم سے اگلی استون کے مسلمانون کا یہ حال تھا کہ ان
سے ایک کے سر پر آرہ رکھا جاتا اور پیرون تک چیر ڈالا جاتا پھر بھی اس سے وہ اپنے دین سے نہین پھرتا تھا اور کسی کے بدن مین لوہے کی کنگھی
گوشت و ہڈی تک پہونچا کر کھینچی جاتی اور یہ امر اسکو اسکے دین سے نہین پھیرتا تھا پھر فرمایا کہ قسم ہے اللہ تعالے کی کہ وہ اس امر کو یعنے دین اسلام کو
ضرور پورا کریگا یہانتک کہ صنعاء سے حضر موت تک جانے والا جائیگا اس حال مین کہ سواے اللہ تعالے کے کسی سے خوف نہ کرتا ہوگا ولیکن تم لوگ
جلد بازی ہو (الصحاح) قال ابن کثیر مومنین کو ایسے امتحان ہین سے غزوۂ خندق مین ایک بڑی مشقت پیش آئی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا
ہنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا۔ اس سے ظاہر ہے کہ شیخ کے نزدیک اسکا سبب نزول غزوۂ خندق ہونا ثابت نہین ہوا چنانچہ مترجم نے خود
اوپر اشارہ کیا اور یہی مفسر سیوطیؒ کا مختار ہے۔ قولہ حتی یقول الرسول۔ اے شدت بلا و محنت کا استمرار رہا انتک پہونچا کہ رسول و اسکے ساتھ
والے مسلمان یہ کہنے لگے آخر حتی بمعنی الی ان ہے اے الی ان یقول۔ پس اسمین انتہاء درجہ پر مشقت پہونچ جانے پر دلالت ہے اسلیے کہ رسول
بہ نسبت اورون کے زیادہ ثابت قدم و صابر ہوتے ہین پس جب رسول سے یہ قول صادر ہوا تو معلوم ہوا کہ شدت بدرجہ غایت پہونچ گئی تھی واضح ہو
کہ حتی کا مابعد اگر مستقبل ہے پس اگر اس امر پر نظر کی گئی کہ قول مذکور بہ نسبت اپنے ماقبل کے مستقبل ہے اگرچہ فی الحال وہ زمانہ ماضی ہو گیا تو اسکو
نصب دینگے چنانچہ یہان اکثر قراء کی قراءت ہے یعنے حتی یقول۔ بالنصب ہے اور اگر اس امر پر نظر کی گئی کہ وہ حال ماضی کی حکایت ہے

تو اسکو رفع دیدیا جائیگا جیسے یہان بھی یقول بالرفع قراءة نافع ہی قولہ متی نصر اللہ۔ کہان ہے مدد اللہ کی اور اسمین مدد الٰہی سے نا امیدی
نہین اور نہ شک ہے جیسا کہ وہم ہوتا ہے بلکہ مدد الٰہی کے دیر ہونے کے اظہار مین مدد کی درخواست ہے یعنی اے اللہ تعالےٰ ہمکو مدد کرامت فرما کہ
بہت دیر ہوگئی اور ہمارا اضطراب انتہا کو پہونچ گیا ہے بعض نے کہا کہ رسول نے جواب دیا کہ الا ان نصر اللہ قریب۔ قریب سے مراد قرب مکانی نہین کہ وہ یہان
لائق نہین بلکہ مراد قرب زمانی ہے چنانچہ مفسر نے کہا کہ قریب اتیانہ۔ اسکا آنا نزدیک ہے اور بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اللہ
تعالےٰ کی نزدیکی حاصل کرنا اور درجات کرامت کو پہونچنا اسطرح ہوتا ہے کہ خواہش نفسانی کو چھوڑے اور لذات فانی کو ترک کرے اور محنت و مشقت
ریاضت و صبر اٹھاوے اور صحیح حدیث مین ہے کہ جنت گھری ہوئی ہے مکارہ سے اور دوزخ گھری ہوئی ہے شہوات سے یعنی جو امور ایسی چیزین
جو نفس پر گران گذرتی ہین مثل نماز روزہ وغیرہ برداشت کرے وہ داخل جنت ہوگا اور جو شہوات نفسانی اور کفر و شرک مین پڑ گیا وہ دوزخ
مین جائیگا اور دوسری حدیث مین مضمون ہے کہ جبرئیل جب جنت کو دیکھنے بھیجے گئے تو انھون نے عرض کیا کہ اے پروردگار جو کوئی اسکو سنیگا اسمین
داخل ہونے کی خواہش کرکے داخل ہوگا پھر جب دوبارہ بھیجے گئے تو دیکھا کہ مکارہ سے گھیری ہوئی ہے تو عرض کیا کہ پروردگار اب خوف ہے کہ شاید
کوئی داخل نہ ہوسکیگا اور ایسے ہی دوزخ کی شہوات مین اسکے برعکس مذکور ہے یعنی اول مرتبہ جاکر دیکھا تو عرض کیا کہ اے پروردگار جو سنیگا کبھی اسمین
داخل ہونیکا رخ نہ کریگا پھر دوبارہ جاکر دیکھا تو وہ شہوات نفس سے گھری ہوئی ہے پس عرض کیا کہ اب یہ ڈر ہے کہ وہ شہوات مین کھینچے ہوئے
مبتلا ہونگے ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالےٰ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة الخ۔ تم اپنے دل و جان کی نگہبانی کرو اور ہر مراقبہ مرکوز و نفس کے
خیالات و عبادات کا اُس سے حساب لو اور درگاہ الٰہی مین عبادت و ریاضت مین پوری کوشش کرو یعنی بدون مراقبہ و محاسبہ و مجاہدہ کے مقام انس و مشاہدہ
مین نہین پہونچ سکتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے محبت مال سے انکو جدا کیا اور انفاق کا حکم دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے انفاق کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۗ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى

تجھسے پوچھتے ہین کیا چیز خرچ کرین تو کہ جو کچھ خرچ کرو فائدہ کی سو ماں باپ کو اور نزدیک ناتے والون کو اور یتیمون کو

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

اور محتاجون کو اور راہ کے مسافر کو اور جو کروگے بھلائی وہ اللہ کو معلوم ہے

ابن المنذر نے محمد بن مقاتل رح سے روایت کی کہ عمرو بن الجموح انصاری بزرگ مالدار تھے انھون نے خرچ کا سوال کیا تو نازل ہوا قولہ تعالےٰ
یسئلونک ماذا ینفقون تجھسے پوچھتے ہین کہ کیا خرچ کرین ف ابن کثیر نے کہا یعنی کیا خرچ کرین سیوطی نے کہا کہ یہی سوال تھا
کہ کیا چیز اور کن لوگون پر خرچ کرین چنانچہ اسی کے مطابق جواب فرمایا۔ قل ما انفقتم من خیر۔ کہدے کہ تم جو کچھ بھلائی
سے خرچ کرو ف مال حلال سے خیرات کرو۔ فللوالدین۔ تو وہ والدین کیلیے ہو ف یعنی خرچ کی چیز تو مال حلال چاہیے اور جنپر
خرچ کیا جاوے وہ والدین ہین۔ والاقربین۔ اقرباؤن کے لیے ہو ف بعد اپنے نفس و اولاد کے بعد والدین پھر درجہ بدرجہ اقارب
والیتٰمیٰ۔ اور یتیمون ف جنکا باپ مرگیا ہو جب تک نابالغ ہون تب تک یتیم ہین کیونکہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ بعد بلوغ کے یتیمی
نہین [illegible] اگر یتیم قرابتی ہون تو قرابت کی وجہ سے داخل ہونگے۔ والمساکین۔ اور مسکینون ف جو محتاج ہون یا اگر قادر
نہ ملتا ہو۔ وابن السبیل۔ اور مسافرون ف اگرچہ اپنے گھر پر مالدار ہو مگر سفر مین محتاج ہو اور اگرچہ مالدار ہون
عام نیکی کا حکم دیا تو فرمایا۔ وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم۔ اور جو کچھ تم بھلائی کروگے تو اللہ تعالےٰ اسکو خوب جانتا ہے

ف پس ایک ذرہ بھی ضائع نہوگا بلکہ ثواب جمیل پاؤگے پس اسمین سب وجوہ شامل ہین

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن

حکم ہوا تم پر لڑائی کا اور وہ بُری لگتی ہے تمکو اور شاید بُری لگے تم کو ایک چیز اور وہ بہتر ہو تم کو اور شاید

تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

تمکو اچھی لگے ایک چیز اور وہ بُری ہو تم کو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہین جانتے ہو

ع ۲۶

كُتِبَ۔ فرض کیا گیا۔ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ۔ تمپر قتال یعنے کافرون سے لڑنا اُنکی کفر کی وجہسے۔ وَهُوَ كُرْهٌ۔ وہ مکروہ ہے۔ لَّكُمْ تمکو ف یعنے گران ہے تمکو طبیعت کی راہ سے بسبب اسکی مشقت کے۔ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اور کچھ بعید نہین کہ تم ایک چیز کو ناگوار رکھو حالانکہ وہ تمھارے حق مین بہتر ہو ف اگرچہ تمھارا نفس ناگوار رکھتا ہے۔ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ۔ اور کچھ بعید نہین کہ تم ایک چیز کو دل سے چاہو حالانکہ یہ تمھارے حق مین بدتر ہو ف اسواسطے کہ نفس تو ایسی چیزونکی طرف میل کرتا ہے جو اسکی خواہشین ہوتی ہین حالانکہ یہ میل اسکا اسکی ہلاکت کا موجب ہے اور نفس ایسی چیزون سے نفرت کرتا اور بھاگتا ہے جو شرعی تکلیفات اسکی سعادت کے موجب ہین پس قتال مین تمھارے لیے بھلائی ہے اگرچہ تم اسکو گران جانو اسلیے کہ جہاد کرنے مین یا فتح وغنیمت ملتی ہے یا شہادت وثواب ملتا ہے اور اسکے چھوڑنے مین تمھارے لیے بُرائی ہے اگرچہ تمکو بھلا معلوم ہو اسلیے کہ اسمین ذلت ومحتاجی وثواب سے محرومی ہے وَاللَّهُ يَعْلَمُ۔ ما ہو خیر لکم۔ اور اللہ جانتا ہے جو تمھارے واسطے بہتر ہے۔ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ذلک فبادروا الی ما یامرکم بہ۔ اور تم نہین جانتے ہو اس بات کو پس جلدی کرو۔ اُس چیز کی طرف جسکے بجالانے کا تمکو حکم فرماتا ہے۔ جہاد کروہ اسواسطے ہوا کہ اسمین اخراج مال اور مفارقت آل واولاد ووطن ہے اور نفس کو ایسے مقام پر پیش کرتا ہے جہان اسکے مرجانے کا خیال ہے یا زخمی ومجروح ہو کر سفر کی سختی ودرد کی شدت مین گرفتاری کا خیال ہے اور مصدر کو یہان باو بطریق مبالغہ محمول کیا اور یا کرہ بمعنے مکروہ ہے اور یہی مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ یہان لازم آتا ہے کہ حکم الٰہی کو مکروہ جانا اور اسکے برخلاف کو اچھا سمجھا۔ اور جواب دیا گیا کہ کراہت سے کراہت طبیعی مراد ہے یعنے طبیعت اسکو گران جانتی ہے بسبب اسکی مشقت کے اور کراہت ایمانی مراد نہین ہے کیونکہ بہت چیزون کو آدمی تصدیق دلی سے اچھا جانتا ہے حالانکہ طبیعت اُسکو گران رکھتی ہے جیسے دواے تلخ کہ اوسکے نفع کی راہ سے اُسکو اچھا جانتا ہے اگرچہ اُسکا پینا نفس پر گران ہے۔ پھر جہاد بعض کے نزدیک ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جہاد نفل ہے اور آیہ مین خاص اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین اور باقی لوگ مراد نہین ہین اور یہی ثوری واوزاعی کا مذہب نقل کیا گیا ہے اور جمہور کے نزدیک جہاد فرض کفایہ ہے یعنے اگر کچھ لوگ جہاد کرنے پر کھڑے ہو جاوین تو باقیون کے ذمہ سے ساقط ہو گا اور اگر کوئی نہ کھڑا ہو تو سب گنہگار ہونگے اور جب کافر لوگ دارالاسلام پر حملہ کرین تو قریب والون پر اُنسے لڑنا اور دفع کرنا فرض ہے پھر اگر وہ لوگ کافی نہون تو اُنسے قریب والون پر بھی جانا فرض ہے علی ہذا القیاس ایک بعد دوسرے کے انتہاے ملک تک فرض ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ اگر مسلمانون کے ملک مین کافر آوین تو جہاد سب پر فرض ہے اور اگر اپنے ملک مین ہون تو فرض کفایہ ہے۔ قولہ واللہ یعلم۔ یعنے جسمین تمھاری بھلائی ہے اُسکو اللہ تعالے جانتا ہے اسی سے جہاد تمپر فرض کر دیا اور بیضاوی نے کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ احکام جو شرع مین ہین وہ مصلحت کے ساتھ ہین اگرچہ ہر ایک کی مصلحت وبہتری معلوم نہو۔

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ

تجھسے پوچھتے ہین مہینہ حرام مین لڑائی کرنی تو کہہ لڑائی اسمین بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ مین اور اوسکو نہ ماننا

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا

اور مسجد حرام سے روکنا اور نکال دینا اوسکے لوگون کو وہان سے اوس سے زیادہ گناہ ہے اللہ کے ہان اور دین سے بچلانا قتل سے زیادہ ہے

يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ

اور وہ تو لگے ہی رہتے ہین تم سے لڑنے کو یہانتک کہ تم کو پھیر دین تمہارے دین سے اگر مقدور پا دین اور جو کوئی پھریگا تم مین اپنے

عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَ

دین سے پھر مرجادے گا کفر پر تو ایسون کے عمل ضائع ہوے دنیا او آخرت مین اور وہ

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

جہنم والے ہین وہ اسی مین رہ پڑے

جب رسول صلعم نے اپنے سرایا مین سے اول سریہ بھیجا اور اوسپر عبداللہ بن جحش کو امیر مقرر کیا پس اُنھون نے مشرکین سے قتال کیا۔ اور ابن الحضرمی کو قتل کیا آور یہ جمادی الثانی کا آخر دن تھا اور اُنپر ملتبس ہوگیا کہ رجب شروع ہو گیا پس کفار نے انکو عار دلایا کہ تم نے رجب کو حلال کرلیا ہے پس نازل ہوا قولہ تعالے يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ۔ تجھسے ماہ حرام کو پوچھتے ہین ف یعنے بعض احکام کو جسکا بیان یہہ ہے قِتَالٍ فِيهِ۔ یعنے ماہ حرام مین قتال کرنا کیسا ہے ف جیسے عبداللہ بن جحش کے سریہ مین شبہہ پیدا ہوا تھا کہ اول تاریخ ماہ رجب مین قتال واقع ہوا ہے۔ اور بعد نزول آیت کے حضرت صلعم نے غنیمت کو قبول کیا اور زمخشری وابن سید الناس نے زعم کیا کہ قتال اول رجب مین ہوا جو انکو آخر جمادی الثانی سے مشتبہ ہوا تھا۔ بالجملہ کافرون نے عار دلایا کہ تمنے ماہ رجب کو حلال کرلیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ۔ تو کہدے کہ ماہ حرام مین قتال کرنا کبیرہ ہے ف گناہ عظیم ہے لیکن کافرون کا شرک وکفر اس سے بدتر ہے چنانچہ فرمایا۔ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔ اور راہ الٰہی سے روکنا۔ وَكُفْرٌ بِهِ۔ اور اللہ تعالے سے کفر کرنا ف یعنے دین الٰہی سے انکار ومحمد رسول اللہ سے کفر کرنا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور مسجد حرام سے روکنا۔ ف جیسے مشرکون نے آنحضرت صلعم وموسنون کو عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ۔ اور مسجد الحرام والون کو وہان سے نکالنا ف یعنے محمد صلعم وموسنون کو مکہ سے نکالنا یہ سب امور۔ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ اللہ تعالے کے نزدیک بہت بڑا کبیرہ جرم وعصیان ہین یعنے کافرون کو تہدید فرمائی کہ تمنے بھول چوک سے ماہ حرام کے قتال پر عار دلایا اگرچہ وہ جرم سہی مگر اس سے بڑھکر سخت کبیرہ گناہ یہ ہے کہ لوگون کو راہ الٰہی سے روکو و مسجد الحرام سے روکو اور اللہ تعالے سے کفر کرو اور جو لوگ مسجد الحرام مین عبادت کے لائق ہین یعنے رسول وصحابہ انکو وہان سے نکالو حتی کہ ہجرت کرکے مدینہ جادین پس یہ سب امور البتہ اللہ تعالے کے نزدیک اشد کبیرہ گناہ ہین اور تم کافرون نے ان امور کو عمدًا کیا ہے پس کافرون ومسلمانون کے فعل مین دوطرح سے فرق ہے اول تو سریۂ اسلام نے عمدًا نہین کیا بلکہ مشتبہ ہوا تھا۔ اور کافرون کا شرک وکفر وغیرہ عمدًا ہے۔ دوم قتال ماہ حرام خفیف ہے اور کافرون کے معاصی بہت شدید ہین پس جو لوگ ایسے شدید معاصی کے مرتکب ہین وہ کیونکر مسلمانون کو طعنہ دے سکتے ہین وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ اور شرک کرنا قتل سے بڑھکر کبیرہ ہے ف یعنے اے کافرو تمھارا شرک کرنا بڑا کبیرہ ہے بنسبت اسکے کہ تم ماہ حرام مین قتل کیے جاؤ۔ مترجم کہتا ہے کہ موسنون کو خطاب اولی ہے یعنے اے موسنو تم مشتبہ مت ہو کیونکہ ماہ حرام مین کافرون کو قتل کرنے سے کافرون کا

شرک کرنا بدتر ہو چکا لاکہ تمنے انکو جرم شرک ہی پر قتل کیا۔ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا
اور کفار برابر تم سے قتال کرتے رہینگے یہانتک کہ تمکو تمھارے دین سے پھیر دین اگر قابو پا دین ف یہ کفار تمھارے دین کے دشمن ہین پس تم برابر
انکو مارو اور دین پر قائم رہو اور ہرگز کافرون کے فریب مین مت آؤ۔ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ
حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ اور جو کوئی تم مین سے اپنے دین سے پھرا پھر وہ مرا اس حال مین کہ کافر ہے تو اسکے اعمال اکارت گئے
دنیا و آخرت مین ف ان اعمال کا دنیا و آخرت مین کچھ شمار نہ ہوگا بلکہ وہ کافرون کے ساتھ دائمی جہنم مین رہیگا۔ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ اور ایسے ہی کفر پر مرنے والے تو دوزخی لوگ ہین وہ اسمین ہمیشہ پڑے رہینگے ف اس آیت مین چند مقام ہین ازانجملہ کیا
ماہ حرام مین قتال روا ہے یا نہین اور پوچھنے والے کفار ہین یا مسلمان ہین اور مرتد کا کیا حکم ہے۔ اور ہر ایک کا بیان آتا ہے اور واضح ہو کہ یہ پہلا سریہ ہے جو
اسلام مین غنیمت و قیدی لایا ہے۔ پھر بعض علما نے کہا کہ آیۃ محکم ہے اور ماہ حرام مین قتال نہین روا ہے الا اسی طور پر کہ کافرون کے حملہ کو دفع کرے اور انکے
دفعیہ کے واسطے لڑے اور جمہور کے نزدیک۔ قولہ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم اور قولہ قاتلوا المشرکین کافۃ۔ سے یہ آیت منسوخ ہے یعنے کوئی مہینہ
ہو قتال کرنا روا ہے اور زمین حرم مین البتہ نہین روا ہے خواہ مہینہ حرام ہو یا حلال ہو پھر ماہہائے حرام چار ہین ذی قعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب پس
تین سرد اور ایک فرد ہے۔ قولہ یسئلونک عن الشہر الحرام۔ پوچھنے والے اکثر مفسرین کے نزدیک اہل اسلام تھے اور بیضاوی نے اسکو ضعیف جانا اور
میل کیا کہ پوچھنے والے مشرکین مکہ ہین کیونکہ قولہ تعالے۔ وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ۔ شاہد ہے کہ مشرکین ہی پوچھنے والے تھے تاکہ جیسی انھون نے مسلمانون پر
تعریض کی تھی ویسے ہی انپر تعریض ہوجاوے اور یہ توجیہ بطریق بلاغت ہے اور البتہ صحیح مروی ہوا کہ مشرکین سوال کرتے تھے چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے
ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم[له] نے جندب بن عبد اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگون کو روانہ کیا اور انپر ابو عبیدۃ بن الجراح
کو امیر مقرر کیا پھر جب ابو عبیدہ چلنے لگے تو حضرت صلعم کے فراق سے روئے پس آپ نے ابو عبیدہ کو روک لیا اور بجائے انکے عبد اللہ بن جحش کو
مقرر کیا اور انکو ایک خط لکھ دیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ پڑھین یہانتک کہ فلان مقام پر پہونچین اور فرمایا کہ اپنے ساتھیون مین سے کسیکو اپنے ساتھ
چلنے پر مجبور مت کرنا پھر جب مقام مذکور پر عبد اللہ نے خط کھولکر پڑھا تو کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور کہا کہ مین نے حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو بگوش دل سُنا و منظور کیا پھر ساتھیون سے حال بیان کیا اور انکو خط پڑھ سنایا پھر دو شخص پھر رہے اور باقی لوگ چلے پس انھون نے
ابن الحضرمی کو پایا اور اسکو قتل کر دیا اور یہ نہ جانا کہ یہ روز جمادی الاخری کا ہے یا رجب کا ہے پھر مشرکون نے مسلمانون سے کہا کہ تمنے شہر حرام مین قتل کیا
پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر الآیۃ۔ اور سدیؒ نے ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور سات آدمی تھے انپر عبد اللہ بن جحش اسدی کو سردار کیا اور انمین عمار بن یاسر و ابو حذیفہ
بن عتبۃ بن ربیعہ و سعد بن ابی وقاص و عتبہ بن غزوان سلمی اور سہیل بن بیضاء و عامر بن فہیرہ و واقد بن عبد اللہ یربوعی تھے اور ابن جحش کو
ایک خط لکھدیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ پڑھین یہانتک کہ بطن نخلہ مین اُترین پھر جب بطن نخلہ مین اُترے تو خط کھولا اسمین لکھا تھا کہ تو چلا جا یہانتک
کہ بطن نخلہ مین مقام کر پس عبد اللہ بن جحش نے ساتھیون سے کہا کہ جو شخص تم مین سے موت کو چاہتا ہو وہ میرے ساتھ چلے اور وصیت کر دے
کہ مین نے وصیت کر دی اور مین حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلا جاؤنگا پھر چلے پھر ایک مقام پر سعد بن ابی وقاص و عتبہ دونون پیچھے
رہے کہ دونون کی سواری گم ہو گئی تھی اُسکو ڈھونڈھتے رہگئے اور ابن جحش چلکر بطن نخلہ مین پہونچے پھر ناگاہ وہان حکم بن کیسان و عثمان
بن عبد اللہ بن المغیرہ و نوفل بن عبد اللہ ملے پس انھون نے انمین سے دو کو قید کیا اور ابن الحضرمی کو قتل کیا اور واقد بن عبد اللہ نے اپنے تیر سے

[له] ورواه ابن جرير والطبراني في الكبير ايضا ۱۲

اسکو قتل کیا تھا اور نوفل انکے ہاتھ سے نکل بھاگا کا اللہ ہاتھ نہ آیا پس یہ پہلی غنیمت تھی جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل کی پھر جب وہ لوگ مدینہ مین دو قیدی اور مال غنیمت لیکر لوٹ آئے تو اہل مکہ نے اپنے قیدیون کو فدیہ دیکر چھڑانا چاہا اور شہر حرام مین قتال کرنے پر عار دلایا اور بولے کہ محمد کو زعم ہے کہ ہم اللہ تعالے کی اتباع کرتے ہین حالانکہ اُنھون نے ہی پہلے ماہ حرام مین تغیر کیا کہ اسمین قتال حلال کیا ہے اور ہمارے ساتھی کو ماہ رجب مین قتل کر ڈالا پس مسلمانون نے کہا کہ ہم نے اُسکو جمادی الثانی مین قتل کیا ہے اور یہ بات یہ تھی کہ وہ پہلی رات رجب اور آخر رات جمادی الثانی کی تھی اور شہر رجب داخل ہونے پر مسلمانون نے اپنی تلوارین میان مین کر دین اور اللہ تعالے نے نازل کیا کہ اہل مکہ کو عار دیتا ہے یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر - اے پیغمبر بیام" حلال نہین ہے اور اے گروہ مشرکین جو تمنے کیا ہے وہ شہر حرام مین قتل کرنے سے کہین بڑھکر ہے کہ تمنے اللہ تعالے کے ساتھ کفر کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانکے ساتھیون کو روکا اور مسجد الحرام کے لوگون کو مسجد الحرام سے نکالا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانکے ساتھیون کو تمنے نکالا ہے - یہ اللہ تعالے کے نزدیک ماہ حرام مین قتل کرنے سے کہین بڑھکر ہے - قال ابن کثیر اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ بات یہ ہے کہ مشرکون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا اور ماہ حرام مین مسجد الحرام تک پہونچنے سے مانع ہوئے کہا ابن عباس نے پس اللہ تعالے نے سال آیندہ مین ماہ حرام مین اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فتح دی پس اس واقعہ مین جب مشرکون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگایا کہ ماہ حرام مین قتال کیا تو اللہ عزوجل نے رد فرمایا کہ وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ - یعنے یہ بڑا گناہ ہے بہ نسبت ماہ حرام مین قتال کے اور یہ بات یون تھی کہ رسول اللہ صلعم نے ایک سریہ روانہ کیا پس یہ لوگ پہونچے تو ابن الحضرمی انکو ملا اور وہ طائف سے آتا تھا اور وہ آخر رات جمادی الثانی کی اور پہلی رات رجب کی تھی اور اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا کہ یہ رات جمادی الثانی کی ہے اور تھی وہ اول رجب کی مگر انکو معلوم نہوا پس ابن الحضرمی کو ایک نے انمین سے قتل کیا اور جو کچھ اسکے ساتھ تھا سب چھین لیا پھر مشرکون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس آدمی بھیجا کہ آپ کو عار دلاتے تھے کہ ماہ حرام مین قتل روا رکھا ہے پس اللہ تعالے نے فرمایا یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ - یعنے اہل مسجد الحرام کو اسمین سے نکال دینا یہ اس سے بڑھکر ہے جو اصحاب محمد صلعم نے کیا ہے - والفتنۃ اشد من القتل - اور شرک اس سے بھی زیادہ سخت ہے - ایسا ہی عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کیا کہ یہ آیت سریہ عبد اللہ بن جحش اور قتل عمرو بن الحضرمی کے بارہ مین اُتری ہے اور اسیکے مانند محمد بن السائب کلبی نے ابو صالح کی طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور محمد بن اسحق بن یسار مدنی نے اپنی کتاب السیر مین روایت کی کہ انھون نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جحش بن رباب اسدی کو ماہ رجب مین بدر اولی سے لوٹتے وقت سریہ روانہ کیا اور انکے ساتھ آٹھ آدمی مہاجرین سے جنمین کوئی انصاری نہ تھا روانہ کیے اور عبد اللہ کو ایک خط لکھدیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ دیکھین یہانتک کہ دو روز چلے جاوین یعنے دو منزل طے کرلین پھر اسکو دیکھین پس اُسمین جو حکم کیا ہے اُسکے موافق چلے جاوین اور اپنے ساتھیون مین سے کسی پر چلنے کے واسطے زبردستی نہ کرین اور انکے ساتھی مہاجرین تھے پھر بنی عبد شمس بن عبد مناف مین سے ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھے اور انکے ہم قسم عبد اللہ بن جحش بن رباب اسدی تھے اور یہی قوم کے سردار کیے گئے تھے اور نیز عکاشہ بن محصن اسدی بن اسد بن خزیمہ سے ایک شخص انکے ہم قسم تھے اور بنی نوفل بن عبد مناف مین سے عتبہ بن غزوان بن جابر تھے اور بنی زہرہ بن کلاب مین سے سعد بن ابی وقاص اُنکے حلیف اور بنی کعب بن عدی مین سے عامر بن ربیعہ نیز انکے حلیف غیر ابن وائل سے تھے اور نیز واقد بن عبد اللہ بن عبد مناف بن عرس بن ثعلبہ الیربوعی بنی تمیم مین سے انکے حلیف تھے اور خالد بن البکیر ایک شخص بنی سعد بن لیث مین سے انکے حلیف تھے

اور بنی حارث بن فہرین سے سہیل بن بیضا رتھے پھر جب عبد اللہ بن جحش دو روز چلے تو پھر خط کھولکر دیکھا پس اوسمین لکھا تھا کہ جب تو میرے
اس خط کو دیکھے تو چلا جا یہانتک کہ تو بطن نخلہ مین مکہ وطائف کے درمیان اترکر قریش کا انتظار و تاک کر اور اونکی خبرین ہمارے واسطے
معلوم کر پس جب عبد اللہ نے خط دیکھا تو کہا کہ مین نے اللہ ورسول کی فرمانبرداری قبول کی پھر اپنے ساتھیون سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حکم دیا ہے کہ مین چلا جاؤن بطن نخلہ تک وہان قریش کی تاک کرون تاکہ اُنکی خبر لاؤن اور مجھے منع فرمایا ہے کہ مین تم مین سے کسی پر جبر واکراہ
کرون پس جو شخص تم مین سے شہادت چاہتا ہو اور اسمین رغبت رکھتا ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جسکو یہ گران گذرے اسکو لوٹ جانا چاہیے
اور مین تو حکم رسول صلعم پر چلا جاؤنگا پھر عبد اللہ بن جحش چلے اور اونکے ساتھی بھی انکے ساتھ ہوے امین سے کوئی نہین بچھڑا پس سبھون نے
زمین حجاز کی بلندی کی راہ اختیار کی یہانتک کہ جب فرع کے اوپر معدن مین پہونچے جسکو بحران کہتے تھے تو وہان سعد بن ابی وقاص و
عتبہ بن غزوان کا اونٹ جسپر دونون باری باری سوار ہوتے تھے گم ہوگیا پس یہ دونون ڈھونڈھتے رہگئے اور عبد اللہ بن جحش و باقی لوگ
آگے چلے گئے یہانتک کہ بطن نخلہ مین اُترے پس وہان قریش کے اونٹ مال تجارت روغن زیتون وادم وغیرہ سے لدے ہوے گذرے جنمین
عمرو بن الحضرمی تھا اور اس حضرمی کا نام عبد اللہ بن عباد تھا اور عثمان بن عبد اللہ بن المغیرہ اور اوسکا بھائی نوفل بن عبد اللہ مخزومی اور
حکم بن کیسان مولاے ہشام بن المغیرہ تھے پھر جب قوم نے انکو دیکھا تو اُنسے ڈرے حالانکہ انکے قریب اترے تھے پھر عکاشہ بن محصن انپر
قریش ۱۲
ظاہر ہوے اور اُنھون نے اپنا سر منڈا یا تھا پھر جب عکاشہ کو دیکھا تو بےخوف ہوے اور کہنے لگے کہ عمار ہے تمپر انکی طرف سے کچھ خوف نہین
یعنی عمرہ ادا کرنے جاتا ہے ۱۲
ہے اور مسلمانون نے انکے بارہ مین باہم مشاورت کی اور یہ آخر جمادی الثانی اول رجب مین تھا[لہ] پس قوم نے کہا کہ اگر تمنے ان لوگون کو
اس رات چھوڑ دیا تو ضرور حرم مین داخل ہوجاوینگے اور پھر تمسے ممنوع ہونگے اور اگر تمنے اُنکو قتل کیا تو ماہ حرام مین قتل کرنا واقع ہوگا پس قوم کو تردد
پیش آیا اور اُنپر پیش قدمی سے گناہ کے خیال سے ڈرے پھر اپنا دل کڑا کرکے سبنے اسی بات پر اتفاق کیا کہ کافرون مین سے جسکو پاؤ قتل کردو
اور جو کچھ انکے ساتھ ہو سب چھین لو پس واقد بن عبد اللہ تمیمی نے عمرو بن الحضرمی کو تیر مارا اور اسکو قتل کیا اور عثمان بن عبد اللہ وحکم بن کیسان کو
قید کرلیا اور نوفل بن عبد اللہ ہاتھ سے نکل گیا ایسا کہ تلاش سے ہاتھ نہ آیا پھر عبد اللہ بن جحش مع اپنے ساتھیون کے دونون قیدی اور لدے ہوے اونٹ
لیے ہوے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین مدینہ حاضر ہوے۔ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ بعضے اولاد عبد اللہ بن جحش نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن جحش نے اپنے ساتھیون سے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس غنیمت مین سے جو ہمنے حاصل کی ہے پانچوان حصہ ہے اور یہ بات اُنھون نے قبل اسکے کہی تھی کہ اللہ تعالے نے مال
غنائم سے پانچوان حصہ فرض فرمایا پس عبد اللہ نے اس مال لدے ہوے مع اونٹون کے پانچوان حصہ الگ کرلیا اور باقی اپنے ساتھیون کے درمیان تقسیم کردیا۔ ابن اسحٰق نے
کہا کہ پھر جب رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے تمکو ماہ حرام مین قتال کرنیکا حکم نہین دیا تھا اور مال اور ہر دو قیدی کو توقف مین رکھا اور انکار
کیا کہ اسمین سے کچھ قبول نہ فرمایا پس جب رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا تو عبد اللہ وانکے ساتھی نادم ہوے اور اونکو گمان ہوا کہ ہمسے بڑا گناہ واقع ہوا اور دیگر مسلمانون نے انکو
اُنکے فعل پر ملامت کی اور قریش کے مشرک کہنے لگے کہ محمد واُنکے ساتھیون نے ماہ حرام کو حلال کردیا اور ماہ حرام مین خونریزی کی اور اسمین مال چھین لیا اور لوگون کو
قید کیا اور یہود نے اسمین بدفالی کی باتین نکالین جو اللہ تعالے نے اُلٹے انھین پر ڈالین۔ پھر جب لوگون نے اسمین زیادہ بڑھ بڑھکر باتین بنائین تو
اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ
اکبر عند اللہ والفتنۃ اشد من القتل۔ یعنے اگر تمنے شہر حرام مین قتل کیا ہے تو اُنھون نے تمکو راہ خدا سے باوجود اسکے ساتھ کفر کرنے کے روکا ہے اور
مسجد حرام سے روکا اور تمھارا وہان سے نکالا جانا حالانکہ تم اسکے اہل ولائق ہو اللہ تعالے کے نزدیک یہ تمھارے اُنکو قتل کرنے سے زیادہ بڑھکر ہے

[لہ] ظاہر مراد یہ ہے کہ اپنی تحقیق مین آخر رجب و شروع شعبان کا اشتباہ ہے اور بعض نسخون مین اس طرح ترجمہ کردیا ہے ۱۲

اور فتنہ اشد ہے قتل سے یعنے وہ لوگ مسلمان کہاں کے دین کی وجہ سے ایسے فتنہ وعذاب میں ڈالتے تھے تاکہ اسکو اسکے دین سے پھر کفر کی طرف پھیر دیں پس
یہ اکبر فعل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے قتل کرنے سے بڑھکر ہے۔ ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔ یعنے پھر وے لوگ اپنے بدتر
افعال پر اڑے و قائم ہیں ہنوز تو یہ نہیں کی ہے اور نہ اس سے الگ ہوئے ہیں۔ ابن اسحق نے کہا کہ پھر جب قرآن میں امر میں اترا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے
شدت وغم دور کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو قیدی اور مال غنیمت پر قبضہ کیا اور قریش نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
دونوں قیدیوں کا فدیہ بھیجا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہم تمکو یہ دونوں قیدی فدیہ لیکر نہ دینگے یہانتک کہ ہمارے دونوں ساتھی یعنے سعد بن ابی وقاص
و عتبہ بن غزوان نہ آجاویں کیونکہ ہمکو انکے حق میں تمہاری طرف سے خیال ہے پس اگر تمنے انکو قتل کیا تو ہم تمہارے دونوں ساتھیوں کو قتل کرینگے
پھر سعد و عتبہ آگئے تب رسول صلعم نے دونوں قیدیوں کو فدیہ پر چھوڑا لیکن حکم بن کیسان تو مسلمان ہوگئے اور انکا اسلام اچھا ہوا یعنے اچھے
مسلمان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے یہانتک کہ بیر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے اور رہا عثمان بن عبداللہ تو وہ
مکہ چلا گیا اور وہاں کفر کی حالت میں مرگیا۔ **قال المترجم** ہکذا ذکرہ **ابن کثیر** اور مترجم کہتا ہے کہ ابن اسحق کی روایت اتم واوضح ہے ولیکن بعض بعض
مقام پر وہم سے خالی نہیں ہے اور محمد بن اسحق اگرچہ تحقیق یہ ہے کہ صدوق ہیں یعنے سچے آدمی ہیں انکی روایت مقبول ہے ولیکن وہم کرجاتے ہیں چنانچہ آخر رجب
شروع شعبان میں وہم کیا حالانکہ ثقات کی روایت میں شروع رجب اور آخر جمادی الثانی میں التباس ہوا تھا بالجملہ ان روایات سے ثابت ہے کہ یہ سریہ
عبداللہ بن جحش میں نازل ہوا ہے اور محمد بن اسحق کی روایت سے پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں اس بات کے سوال سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور صحیح
یہ ہے کہ کفار قریش کے سوال پر نازل ہوئی ہے اور یہ تصریح اس قصہ کی بعض سیاق میں موجود ہے **قال ابن کثیر** اور شعیب بن حمزہ نے عن الزہری عن عروۃ
بن الزبیر اسکے مانند روایت کیا اور انکی روایت میں ہے کہ پھر کفار قریش میں سے کچھ لوگ ایلچی ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئے اور کہا کہ کیا
ماہ حرام میں بھی قتال حلال ہے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ الآیہ **قال المترجم** پس شہر حرام سے یہاں مطلق وہ مہینہ مراد ہے
جسمیں قتال پہلے حرام تھا کیونکہ قریش نے یہی سوال کیا تھا کہ کیا ماہ حرام میں قتال حلال ہے اور محتمل ہے کہ سوال میں ان کا منشا مخصوص ہو یعنے ماہ
رجب جسمیں یہ قصہ واقع ہوا اور جواب میں بھی مخصوص لیا جاوے یا عام لیا جاوے واللہ اعلم **بیضاوی** نے کہا کہ اکبر خبر ہے ان چاروں باتوں کی
جو کہ اہل قریش کے اوپر شمار کی گئی ہیں اگر کہا جاوے کہ یہ واحد ہے تو بیضاوی نے جواب دیا کہ افعل من یعنے اسم تفضیل مستعمل بمن میں واحد و جمع و مذکر و مؤنث
یکساں ہے پس جمع کے ساتھ میں وہ بمعنی جمع ہے۔ قولہ ولا یزالون یقاتلونکم خطاب مومنین کو ہے اور یہیں سے اکثروں کو اشتباہ ہوا ہے کہ سوال کرنے والے
مومنین ہی ہیں حالانکہ یہ کچھ شبہہ کی وجہ نہیں ہے اسواسطے کہ یسئلونک سے خطاب کفار کو نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب
فرمایا ہے کہ سائلوں کو یہ جواب دیا ہے اور مسلمانوں کو آگاہ فرمایا کہ متنبہ رہیں وہ لوگ تم سے برابر عداوت رکھینگے تاکہ تمکو تمہارے دین سے پھیر دیں
پس حتی واسطے تعلیل کے ہے اور قولہ ان استطاعوا۔ سے انکی حرکت کا استبعاد فرمایا جیسے کہتے ہیں کہ تم مجھے سمجھ لینا اگر جیت جاؤ حالانکہ یقین ہوتا ہے
کہ کبھی نہ جیتے گا پس ایذان ہے کہ وہ لوگ کبھی ایسا نہیں کر سکینگے۔ قولہ فیمت وہو کافر یعنے حال کفر ہی پر مرگیا۔ اور اسی قید سے شافعیہ نے نکالا ہے کہ اگر
مسلمان ہوکر مرا تو اعمال حبط نہونگے بلکہ ثواب پاویگا جیساکہ مفسر نے ذکر کیا ہے ولیکن شمس بیہقی خطیب شافعی نے کہا کہ مرتد ہونے سے پہلے جو اعمال نیک کیے تھے
اوسکا ثواب جاتا رہیگا اسکو شافعی رحمہ اللہ نے صریح فرمادیا ہے اگرچہ بعض متاخرین نے اسمیں خلاف کیا ہے انتہی کلامہ اور مبنی اس قول کا جو مفسر نے
ذکر کیا یہ ہے کہ قولہ اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون۔ کا عطف جملہ شرطیہ یعنے مجموع شرط و جزا پر ہے۔ اور اگر۔ فاولئک حبطت اعمالہم۔ یعنے جملہ جزا پر
عطف ہو جیسا کہ ظاہر ہے تو اعمال کا حبط ہونا اور دائم دوزخ میں رہنا دونوں باتیں مرتد ہوکر کافر مرنے پر مترتب ہونگی پس شافعیہ جو دلیل پکڑتے ہیں

وہ جاتی رہیگی۔ پھر جاننا چاہیے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرتد ہونے ہی سے اعمال باطل ہوجاتے ہین خواہ وہ مسلمان ہوکر مرے یا مرتد ہی مرجاوے ہان مرتد ہوکر پھر مسلمان ہونے کے بعد جو اعمال نیک کریگا اور حالت اسلام پر مریگا تو مرتد ہوکر پھر مسلمان ہونے کے بعد والے اعمال خیر کا ثواب پاویگا اور دلیل اسپر قولہ۔ ومن کفر بالایمان فقد حبط عملہ۔ یعنے جو کافر ہوا ایمان سے پس ضرور اسکے اعمال باطل ہوے پس اس سے ثابت ہوا کہ مرتد ہونا موجب حبط اعمال ہو اگر کہا جاوے کہ یہ آیت مطلق ہو اور جس سے شافعیہ نے دلیل پکڑی ہو وہ مقید ہو پس مطلق کو مقید پر محمول کرنا چاہیے تو جواب یہ ہو کہ مطلق کو مقید پر اُسوقت محمول کیا جاتا ہو کہ حادثہ واحد ہو اور اطلاق وتقئید دونون حکم مین ہون اور یہان اگرچہ حادثہ واحد یعنے مرتد ہوجانے کے بارہ میں دونون آیتین ہین مگر حکم مین اطلاق وتقئید نہین ہو بلکہ سبب مین ہو پس مطلق کو مقید پر محمول نہین کرسکتے ہین۔ اور بعض فقہانے یہ جواب دیا کہ اس آیہ سے ثابت ہوتا ہو کہ دو کام ہین اور دونون پر دو جزا علٰحدہ علٰحدہ ہین یعنے مرتد ہونا اور کافر مرنا پس مرتد ہونے کی جزا حبط اعمال ہو اور کافر مرنے کی جزا خلود فی النار ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہو کہ اگر کسی نے حج کیا پھر وہ مرتد ہوگیا نعوذ باللہ منہ پھر مسلمان ہوا اور اسکو استطاعت اور مالداری ایسی حاصل ہو کہ حج اسپر واجب ہو تو امام شافعی کے نزدیک اسپر حج کا اعادہ واجب نہین ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہو اسواسطے کہ پہلا حج تو حبط ہوگیا اور بعد مسلمان ہونے کے عود نہ کریگا اور شافعیؒ کے نزدیک چونکہ پھر مسلمان ہوگیا ہو حبط نہ ہوگا مترجم کہتا ہو جیسا کہ خطیب نے نقل کیا ہو کہ ثواب جاتا رہیگا اس بنا پر امام شافعی کے نزدیک اعادہ حج واجب ہونا چاہیے اسواسطے کہ مقصود اس سے ثواب ہی ہو فتامل۔ اور نیز ثمرۂ اختلاف سے یہ ہو کہ اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھی پھر مرتد ہوگیا نعوذ باللہ منہ پھر تھوڑی دیر کے بعد مسلمان ہوا اور ابھی ظہر کا وقت باقی ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظہر کا اعادہ اُسپر واجب ہو اور شافعیہ کے نزدیک نہین واجب ہو واللہ اعلم

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ

جو لوگ ایمان لائے اور جنھون نے ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ مین وہ امیدوار ہین اللہ کی مہر کے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہو

طبرانی نے معجم کبیر مین اور ابن ابی حاتم نے جندب بن عبداللہ سے روایت کیا اور محمد بن اسحق نے بھی اپنی روایت میں کہا کہ جب عبداللہ بن جحشؓ وانکے ساتھیون سے وہ الزام وغم دور ہوا جو ماہ حرام مین قتال کرنے سے پیدا ہوا تھا تب انکو ثواب کی امید ہوئی اور رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بھلا ہم لوگ اس بات کی طمع رکھین کہ یہ لڑائی ہمارے واسطے ایک غزوہ ہوگا جسمین جہاد کرنے والون کا ثواب ہمکو ملیگا پس اللہ تعالٰے عزوجل نے نازل فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے بڑی امید مین کر دیا اور ابن اسحق نے کہا کہ اس حدیث کو زہری اور یزید بن رومان نے عروہ بن الزبیر سے بھی روایت کیا ہو کذا فی تفسیر ابن کثیر اور ہجرت کے معنے یہ ہین کہ ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ وطن کر لینا اور مراد یہان یہ ہو کہ دار کفر سے مدینہ منورہ مین ہجرت کرکے آئے اور یہ خاص ہجرت تھی کہ اللہ تعالٰے نے اسپر ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا ہو اور حدیث مین ہو۔ کہ لاہجرۃ بعد الفتح۔ یعنے بعد فتح مکہ کے پھر ہجرت نہین ہو اور ظاہر امراد یہ ہو کہ وہ خاص ہجرت نہین ہو جسکا ثواب مذکور ہوا اور نہ ہر زمانہ مین جو مسلمان کسی دار الکفر سے دار الاسلام مین ہجرت کر جاوے وہ ثواب کی امید رکھے گا واللہ اعلم۔ اور افضل ہجرت یہ کہ اعمال بد کو چھوڑے چنانچہ صحیح کی حدیث مین ہو۔ اور جہاد کے معنے اپنی کوشش بھر صرف کر دینا کسی کام مین اور فقہا کا اجتہاد مسائل کے نکالنے مین بھی

اسی معنی مین ہی اور مراد کافرون سے لڑنا اور حدیث سے ثابت ہی کہ جہاد وہ لڑنا ہی جو اس غرض سے ہو کہ اللہ تعالے کا کلمہ اور اسکا دین بلند ہو اور آیۂ کریمہ مین وَالَّذِینَ ہَاجَرُوا - پر پھر موصول کو مکرر فرمایا یعنے - اِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَ ہَاجَرُوا - نہین فرمایا تو اسمین ہجرت وجہاد کی بزرگی ظاہر فرمائی اور بیضاوی نے کہا گویا امید ثواب کے واسطے یہ دونون مستقل ہین اگرچہ ایمان ہونا ان دونون کے واسطے شرط ہی اور یرجون بمعنی یطمعون ہی اسے طمع رکھتے ہین اور ان اعمال حمیدہ کے بعد یرجون اسواسطے فرمایا کہ دنیا مین آدمی اگرچہ تمام طور پر طاعت وفرمانبرداری کو پورا کرے مگر قطعی یقین نہین کر سکتا کہ مین جنتی ہون بوجہ ان اعمال کے خصوص جبکہ اعتبار آدمی کے خاتمہ کا ہی لیکن اگر اللہ تعالے نے کسی کو جنتی کیا تو وہ بیشک جنتی ہی جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کے جنتی ہونے کی خبر قطعی ہی اور وہ ابوبکر - عمر - عثمان - علی - طلحہ - زبیر - ابوعبیدہ بن الجراح - سعید بن زید بن عمرو بن نفیل - سعد ابن ابی وقاص - عبد الرحمن بن عوف ہین اور جمیع اہلبیت اور اصحاب بدر واحد وبیعۃ الرضوان بلکہ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ مین مشہور وقریب متواتر احادیث صحیحہ ہین - ابن عطیہ نے کہا کہ رجاء مین ہمیشہ امید کے ساتھ ایک طرح کا خوف ہوتا ہی جیسے خوف مین ہمیشہ ایک طرح کی امید لگی ہوتی ہی اور اللہ تعالے نے ان لوگون یعنے عبد اللہ بن جحش وانکے ساتھیون کے حق مین اس آیت کو نازل فرمایا ولیکن عام طور پر لوگون کو شامل کر دیا ہی یہ نہین ہی کہ آیۂ کریمہ مخصوص انھین کے حق مین ہو اور قتادہ سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے اس آیت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیون پر اچھی تعریف فرمائی ہی اور وہ لوگ اس امت کے خیار اور برگزیدہ لوگ تھے اور لفظ رحمت کشیدہ لکھی گئی اور یہ رسم خط صحابہؓ کا گویا اشارہ ہی کہ تنگ تارے جو آخر مین ہی نہ لکھی جاوے کیونکہ رحمت اللہ واسعۃ خصوص آخرت مین اہل قرآن کے واسطے ہے فافہم -

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ

تجھ سے پوچھتے ہین حکم شراب کا اور جوے کا تو کہہ انمین گناہ بڑا ہی اور فائدے بھی لوگون کو ہین اور انکا گناہ انکے فائدے سے بڑا ہے

وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۝

اور پوچھتے ہین تجھ سے کیا خرچ کرین تو کہہ جو افزود (بچتی) ہو - اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمھارے لیے حکمون کو شاید تم دھیان دھرو

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ

دنیا و آخرت مین

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ - تجھے خمر ومیسر کو پوچھتے ہین ف کہ خمر کا اور قمار کا کیا حکم ہی قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ تو کہدے خمر ومیسر مین گناہ کبیرہ ہی - وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ - اور لوگون کے لیے منافع حقیر ہے ف یعنے لوگون کو شراب خوری سے لذت ملتی ہی اور قمار سے مفت مال ملتا ہی اب خود اندازہ کر لو - وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا اور دونون کے نفع حقیر سے گناہ کبیرہ بڑھا ہوا ہی ف لیکن عجب شان رحمت الٰہی عز وجل اپنے پیغمبر صلعم کے اصحاب پر تھی کہ اسوقت تعلق بھی بالکل دور نہین ہوا تھا اور شراب کی عادت تھی تو قطعاً حرام کیا - يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ - اور تجھے پوچھتے ہین کہ خرچ کیا کرین - قُلِ الْعَفْوَ کہدے کہ جو بچتی ہو فوق تمھاری ذاتی ضرورت سے زائد ہو - كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۝ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - یون ہی اللہ تعالے تمھارے لیے اپنی آیات بینات کو بیان فرماتا ہی تاکہ تم دنیا وآخرت مین غور وفکر کرو ف پس تو حکمت الٰہیہ سے حق و باطل کو امتیاز کر لو - واضح ہو کہ یہان تین چیز مین ایک شرب خمر کا دوم جوے کا سوم کیا خرچ کرین - پس تین مقامات کے ساتھ اسکی تفسیر بیان کرنی چاہیے مقام اول - خمر لغت مین بمعنے ستر ہی اسے ڈھک دینا اسی سے عورت کی اوڑھنی کو خمار کہتے ہین اور حدیث مین ہی خمروا آنیتکم - اپنے برتنون کو ڈھک دیا کرو پس اسی سے شراب کو

خمر کہتے ہین کہ وہ عقل کو ڈھک دیتی ہے اور بعض نے کہا کہ خمر از مخامرہ ہے یعنے مخالط ہوجاتی ہے عقل کے ساتھ اور خطبہ عمرؓ مین ہے الخمر ما خامر العقل یعنی خمر وہ ہے جو عقل سے مخامر ہوجاوے پھر انگور کا شیرہ جبکہ جوش مین آیا اور اشتداد ہوا اور جھاگ پھینکے تو وہ خمر ہے اور سوائے آب انگور کے اور چیز سے بھی جو مخامر عقل ہو وہ خمر کے حکم مین ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے وہ عنقریب اسمین کلام سورۂ مائدہ کی آیہ تحریم خمر کی تفسیر مین آویگا انشاءاللہ تعالےٰ۔ اور سوال کرنے والے بیان اہل اسلام ہین اور ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ امام احمد نے ابو میسرہ کے طریق سے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے کہا کہ اے رب ہمارے ہمکو خمر کے حق مین بیان شافی بھیجدے کیونکہ وہ عقل و مال کھودیتی ہے پس یہ آیت اُتری پس عمرؓ بلائے گئے اور اُنکو پڑھ سُنائی گئی پس اُنھون نے کہا کہ اے اللہ ہمارے ہمکو خمر کے حق مین بیان شافی فرمادے پس اُتری وہ آیت جو سورۂ نساء مین ہے۔ یاایہاالذین آمنوا لاتقربوا الصلوٰة وانتم سکاریٰ۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے تو آپکا منادی پکار دیتا کہ آگاہ رہو کہ نماز سے کوئی نشہ والا قریب نہو یعنے جو نشہ مین مست ہو وہ نماز کے قریب آوے پس عمرؓ بلائے گئے اور اُنکو یہ آیت بھی پڑھ سنائی گئی پھر اُنھون نے کہا کہ اے اللہ ہمارے ہمکو خمر کے حق مین بیان شافی فرمادے پس وہ آیت اُتری جو سورۂ مائدہ مین ہے پس عمر بلائے گئے اور اونکو سُنائی گئی پھر جب۔ فہل انتم منتہون تک پہونچے تو عمرؓ نے کہا انتہینا انتہینا یعنے ہم باز رہے ہم باز رہے اس حدیث کو ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے روایت کیا ہے حافظ ابن کثیر نے کہا کہ ابو میسرہ کا نام عمرو بن شرحبیل ہمدانی ہے اور عمرؓ سے اُنھون نے سواے اس حدیث کے اور کوئی حدیث روایت نہین کی ہے اور شیخ ابو زرعہ رازی نے کہا کہ ابو میسرہ نے عمرؓ سے نہین سُنا ولیکن علی بن المدینیؒ نے فرمایا کہ باسناد صالح صحیح ہے اور ترمذی نے بعد روایت اس حدیث کے اسکی تصحیح کی ہے۔ قفالؒ نے کہا کہ خمر کے حرام ہونے مین یہ ترتیب و تدریج حکمت کے ساتھ ہے کہ وہ لوگ خمر کے عادی و مالوف ہو رہے تھے پس اللہ تعالےٰ کی کمال عنایت ہے کہ اُسنے آسانی فرمائی اور درجہ بدرجہ اُنکو اس سے نفرت دلائی یہانتک کہ جب نفرت نے اثر پیدا کرلیا اور وہ عادت ترک ہوئی تو حرام فرمایا **مقام دوم** میسر یعنے جوا اور اوسکو قمار بولتے ہین اور میسر اسکا نام اسواسطے رکھا گیا کہ یسر یعنے آسانی سے غیر کا مال اس پھند سے ہاتھ آتا ہے یا اسوجہ سے کہ جوے سے ہارنے والے کا یسر جاتا رہتا ہے یعنے جو فراخی اور کشادہ دستی اسکو پہلے حاصل تھی کہ وہ ہارنے سے جاتی رہتی ہے اور یہ بھی سورۂ مائدہ کی آیت سے حرام ہوگیا مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین جو لوگون نے چٹھی ڈالنا اختیار کیا ہے یعنے زید نے مثلاً ایک گھڑی دس روپیہ کو فروخت کرنی چاہی اور دس آدمیون نے ایک ایک روپیہ جمع کرکے دس روپیہ کر دیے پھر چٹھی ڈالی جسکا نام نکل آیا وہ اس گھڑی کو لے گیا اور باقی محروم رہے اور انکا ایک ایک روپیہ مفت گیا تو یہ جوا اور حرام ہے اور ایسے ہی شرط وغیرہ کے مسائل ہین جو انشاءاللہ تعالےٰ سورۂ مائدہ کی آیت مین جہان جوا قطعی حرام کیا گیا ہے مذکور ہونگے۔ پھر جاننا چاہیے کہ خمر و میسر کے حکم سے سوال تھا یعنے یسئلونک عن حکم الخمر والمیسر۔ اور ماہیت ان دونون کی معروف تھی اور انکی بابت کوئی اور حکم آیا بھی نہ تھا اور جواب بھی انکا حکم ہے۔ قولہ فیہما۔ یعنے انکی ماہیت مین نہین بلکہ انکے مرتکب ہونے مین۔ اثم کبیر پیدا ہوتے ہین۔ اور مراد اثم کبیر سے حرکات لایعنی و فحش وگالی گلوج ہین کیونکہ اسکے مقابلہ مین ہے منافع للناس۔ فرمایا ہے اسیواسطے بعض صحابہ نے بعد اس آیت کے کہا کہ ہم اسمین سے اسقدر پین گے کہ منفعت حاصل ہو اور دوسرون نے جو ترک کیا تو احتیاطاً کہ آدمی حد اعتدال سے نکل جاتا ہے پس مفاسد کے مرتکب ہونے سے بےخوف نہین ہوسکتا اور یہ لوگ زیادہ صاحب فکر تھے کہ انھون نے اس سے معلوم کرلیا کہ ظاہرا گو حرام صریح نہین مگر مرضیات الٰہی کے خلاف ہونا اس سے نکلتا ہے اور منافع جو مذکور ہوے وہ مانند فرح و لذت و سرور و بلا محنت مال حاصل کرنے وغیرہ کے سب کا مرجع تن پروری اور دنیاوی خوشی ہے جسکو آخرت سے کچھ تعلق نہین۔ اسیواسطے آخر آیت مین۔ لعلکم تتفکرون سے۔ اشارہ فرمایا کہ فکر کرنے والے فکر کرلین گے پھر سورۂ نساء کی آیت اُترنے پر بعض صحابہ نے فکر کی اور کہا کہ جو ہماری نماز کے درمیان حائل ہو اسمین کوئی بھلائی نہین پس اسکو چھوڑ دیا۔ اور کہا لین ہین

کہاکہ مفسر سیوطیؒ نے جو منافع کی تفسیر امور مذکورہ سے بیان کی اسمین اشارہ ہی کہ اسمین شفا اور دوا کچھ نہین ہی اور حدیث مسلم اسی پر دلالت کرتی
ہی کہ وہ دوا نہین بلکہ داء یعنی بیماری ہی اور حدیث ابو داؤد کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیے شفا اس چیز مین نہین رکھی جو تمپر حرام کردی ہی۔ ھ۔ اسیواسطے
امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر حرام چیز سے مطلقاً دوا کرنا حرام ہی اور یہی اصح مذہب امام شافعی کا ہی اور سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبل تحریم کے اسمین منافع تھے
پھر جب حرام کی گئی تو اسمین سے منافع سلب کرلیے گئے **وقال المترجم** تحقیق میرے نزدیک یہ ہی کہ اسکے منافع ان لوگون کے واسطے جو اپنے تن کو پالتے ہین
اور دار آخرت اور نور ایمان سے عاری ہین اب بھی موجود ہین پس زائل ہونا اثر انھین لوگون کے ساتھ ہی جنکو نور ایمان سے بہرہ اور دار آخرت کا حصہ ہے
کیونکہ رجس یعنے پلیدی اور نظافت یعنی پاکیزگی جمع نہین ہوتی اسیواسطے حدیث مین مسلمانون کی طرف خطاب کے ساتھ آیا ہی **مقام سوم** کیا خرچ
کرین پس مفسر سیوطیؒ نے اسکی تفسیر مین کہاکہ مراد سوال کی یہ ہی کہ کیا مقدار ہی اور پہلے جو سوال ہی گذرا ہی اس سے مراد جنس تھی یعنے کس جنس سے خرچ کرین
پس تکرار لازم نہین آتی ہی اور اسی سے بعض نے گمان کیا کہ سوال کرنے والے بھی عمرو بن جموح ہین اور روایت یہ ہی کہ معاذ بن جبل و ثعلبہ بن غنم نے یہ سوال کیا تھا
چنانچہ ابن ابی حاتم نے بسند مرسل روایت کیا اور ابن عباس سے روایت کی کہ چند صحابہ نے یہ سوال کیا تھا اور یہی اظہر ہی اور ابن کثیر نے بروایت ابن ابی حاتم
ذکر کیا کہ معاذ بن جبل و ثعلبہ بن غنم آئے اور دونون نے کہا یا رسول اللہ ہمارے مملوک اور اہل ہین کہ وہ ہمارے مال سے پرورش پاتے ہین پس اللہ تعالےٰ نے
نازل فرمایا۔ ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ اور سراج مین ہی کہ رسول اللہ صلعم نے لوگون کو صدقہ پر تحریض و ترغیب کی تھی پس انھون نے کہا کہ ہم کیا
خیرات کرین تب یہ آیت اُتری اور مدارک و زاہدی مین ہی کہ یعنے خرچ کرو جو قدر حاجت سے زائد ہو اور وہ مت خرچ کرو جسکی طرف تمکو حاجت ہو اور قدر
حاجت سے زیادہ گھرون مین مت رکھو پس آدمی اگر کاشتکار تھا تو ایک سال کا روزینہ رکھ لیتا اور باقی خیرات کردیتا اور اگر پیشہ ور تھا تو ایک روز کا
قوت رکھ لیتا اور باقی صدقہ کردیتا پھر زائد تصدق کرنے کا حکم ابتداء اسلام مین فرض تھا پھر آیۂ زکوٰۃ سے منسوخ ہوگیا انتہی اور ابن عباس سے روایت ہے
کہ یہ حکم زکوٰۃ مفروضہ کے فرض ہونے سے پہلے تھا رواہ ابن ابی حاتم اور **شیخ ابن کثیر** نے ذکر کیا کہ ابن عباس سے روایت ہی کہ قولہ یسئلونک ماذا ینفقون
قل العفو۔ کہا ابن عباسؓ نے یعنے جو تیرے اہل سے بڑھتی ہو اور ایسا ہی ابن عمرؓ و عطاء و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ و سالم و قاسم و ربیع بن
انس وغیرہم سے مروی ہی کہ عفو کے معنی انھون نے بڑھتی کے بیان کیے ہین **قال ابن کثیر** اور کہا گیا کہ یہ آیت منسوخ ہی آیۂ زکوٰۃ سے جیساکہ علی بن ابی طلحہ و
عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا ہی اور یہی قول عطاء خراسانی و سدی سے مروی ہی اور قول یہی جمہور علماء کا مذہب ہے اسواسطے کہ مال مین سواے زکوٰۃ کے اور
کوئی حق نہین ہی لیکن اگر اسکو نفقات تطوع پر محمول کیا جاوے تو نسخ کی کوئی وجہ نہوگی بلکہ آیت محکم ہوگی اور زکوٰۃ مفروضہ ہی **قال ابن کثیر** اور بعض نے
کہا کہ یہ آیۂ زکوٰۃ اسکا بیان ہی جیسا کہ مجاہد وغیرہ نے کہا ہی اور یہی اوجہ ہی۔ قولہ کذلک یبین اللہ۔ یعنے جیسے تمہارے لیے یہ احکام تفصیل و توضیح سے
بیان کردیے ایسے ہی تمہارے واسطے سب آیات و احکام و وعدہ و وعید بیان فرماتا ہی تاکہ تم دنیا و آخرت مین تفکر کرو۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا
یعنے دنیا کے زائل اور فانی ہونے مین اور آخرت کے سامنے آنے اور باقی ہونے مین فکر کرو۔ اور ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کی کہ انھون نے سورۂ بقر کی یہ
آیت لعلکم تتفکرون فی الدنیا والآخرۃ۔ پڑھی اور فرمایا کہ واللہ یہ آیت ایسی ہی کہ جسنے اسمین تفکر کیا البتہ جانیگا کہ دنیا دار بلا پھر دار فنا ہی اور ضرور جانیگا کہ
آخرت دار جزا پھر دار بقا ہی اور ایسا ہی قتادہ و ابن جریج وغیرہ سے مروی ہی اور قتادہ سے روایت ہی کہ تم تفکر کرو تاکہ جانو کہ دار آخرت کو دار دنیا پر کیسی فضیلت
ہی پس آخرت کو دنیا پر اختیار کرو **قال المترجم** شاید محل فکر یہ ہی کہ دنیا مین فقط معاش و عبادت کے واسطے اسیقدر رکھا جس سے لوگون کو دق کرنا نہ پڑے
اور باقی سب کو دار آخرت کے واسطے خیرات کرنے کا حکم دیا کہ یہان فنا ہی یہان سامان جمع کرنا بیکار ہی اور آخرت باقی ہی وہان کے واسطے جمع کرو
باین طور کہ نفقہ کرو اور حدیث مین جابرؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے ایک شخص کو فرمایا کہ پہلے اپنے نفس سے شروع کر پس اسپر خرچ کر پھر اگر

بچے تو اپنے اہل پر خرچ کر پھر اگر تیرے اہل سے بچے تو تیرے قرابت کے واسطے ہے پھر اگر تیرے قرابت سے بچے تو ہکذا وہکذا یعنے ادھر ادھر خیرات کیے رواہ مسلم فـ ۲ فی العرائس جب سر قلب کے ساتھ نفس بخامر یعنے خلط ہو جاتا ہے تو سر قلب مین غفلت سما جاتی ہے اور وہ نفس کے حظ و لذات و خواہشون کی ادراک سے مخمور و نشہ مین پڑ جاتا ہے اور بندگی کے درجہ سے گر پڑتا ہے اور اُسی کی تاثیر سے روح جو آئینہ صفات ہے معائنہ آخرت سے اندھی ہو جاتی ہے اور اسپر پردہ آجاتا ہے آور پردۂ نفس کی وجہ سے وہ وصال و مشاہدہ و مقام قرب سے محروم پڑی رہتی ہے اور شیطان و نفس جو اپنا رشتہ و رسی قلب تک لگاتا ہے یہی میسر ہے پھر جب قلب کو اس رسی سے خواہش نفس کی طرف جھکا لیا تو نفس اسکو جیت گیا اور قلب مذکور سے ایمان و عرفان چھن گیا وہ ہارا ہوا نفس کے پنجہ مین پڑ گیا- قولہ تعالے قل فیہما اثم کبیر- یعنے شراب کی تاریکی عقل کا نور بجھاتی اور نفس امارہ کی خوشی بڑھاتی ہے پھر جب نور عقل بجھ گیا اور جہالت کی تاریکی بلند ہوئی تو ایسا موقع پاکر نفس امارہ فساد پر آمادہ ہو کر مقام ایمان کو خراب و برباد کر دیگا اور وہ قلب ہے پھر جب قلب ہی خراب ہو گیا اور جو چشمۂ ایمان تھا وہی برباد ہوا تو یہ قریب کفر کے ہے اور کفر انتہائی گناہ ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی گناہ نہین ہے قال المترجم حدیث مین ہے کہ آدمی کے بدن مین ایک مضغہ ہے اگر وہ صلاحیت پر رہا تو تمام بدن صلاحیت پر رہتا ہے اور اگر وہ بگڑا تو تمام بدن برباد ہو جاتا ہے آگاہ رہو کہ وہ قلب ہے (صحیح البخاری) یعنے اُسکی بھلائی سے تمام بدن کے جتنے اعضا ہین سب کار خیر پر آمادہ رہتے ہین خواہ خود یا قلب مذکور کے حکم سے اور قلب کے بگڑنے سے تمام اعضا سے گناہ سرزد ہوتے ہین پس شیخ نے شراب کی مضرت کو مشرح بیان کیا کہ وہ مفسد قلب ہے پھر قلب بگڑنے سے سب بگڑا اور قریب کفر کے نوبت پہونچی نعوذ باللہ منہ پھر شیخ نے اس سے بعض مسائل کا استخراج کیا اور فرمایا کہ نرد و اسکے مانند چیزون سے کھیلنا گویا بت پرستی کرنا ہے اسواسطے کہ ان چیزون کے مشغول ہونے سے نور ایمان کو نرد و شطرنج کی تصویرون مین مشتبہ کر دینا ہوتا ہے اور خیالی صورتین فہم مین جگہ پکڑتی ہین حالانکہ خیال راست و درست ہین امور خیر کا تصور بلکہ اللہ عزوجل کی آیات جگہ پانی چاہیے تھین پس یہ خمر کا پہلا اسباب ہے کیونکہ یہ دونون جمیع خبائث کو شامل ہے اور قول اسیواسطے فقہا و علما شراب کو ام الخبائث کہتے ہین قولہ قل العفو- عارفین کے نزدیک عفو وہ سب چیز ہے جو اللہ تعالے عزوجل کے سوا ہے پس سوا حضرت عزوجل کے دونون جہان عفو ہین یعنے جو چیز تمکو میری طرف سے اپنی طرف کچھ بھی مشغول کرے اُسکو میری طرف چھوڑ دو اگرچہ تمکو اسکی طرف جاہ و حاجت ہو تا کہ وہ تمہارے واسطے منجملہ اور نفائس کے میرے پاس ذخیرہ ہو بعوض اسکے کہ تمنے میرے واسطے اسکو چھوڑا تھا پس خواص کا یہ حال ہے کہ جو چیز انکو خوش آتی ہے اسی کو اللہ تعالے کی مرضی کے واسطے خرچ کر ڈالتے ہین اور اسواسطے خرچ کر دیتے ہین کہ ہماری مراد سوائے حق کے اور کوئی چیز نہو اسواسطے کہ حق سبحانہ و تعالے اپنے نیک بندون کے احوال پر غیرت کی راہ سے اور اُنکے اسرار کو نگاہ رکھنے کی غرض سے کونین یعنے دونون جہان کی خواہش کی چیزون سے مراد نہین دیتا ہے لہذا وہ اپنی محبوب چیزین خیرات کرتے ہین اور عوام لوگ اپنی محبوب بے حاجت کی چیزون سے زائد اموال کو خیرات کرتے ہین قال المترجم مراد یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کل چیز خیرات کر دیتے تھے کچھ بھی دوسرے روز کے واسطے نہین رکھتے تھے جیسا کہ صحاح احادیث مین ہے اور صحابہؓ کا یہ دستور تھا کہ کل کی حاجت کے لائق رکھ لیتے اور باقی سب خیرات کر دیتے اور ایسے ہی انکے اتباع و صالحین اور اولیا اللہ کا قاعدہ ہے اور عوام لوگ ایسا کرتے ہین کہ مال مین سے نفیس چیزون کو خیرات نہین کرتے ہین اور جنکو زائد سمجھتے ہین خیرات کرتے ہین اور یہ بیقدر مستغنا ہے- قولہ تعالے کذلک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون- اے شاید کہ تم دنیا و آخرت کے دراز میدان کو اپنے افکار کی بلند پروازی سے طے کرو تا کہ تمھارے دلون مین ان دونون کو اس حسن انتظام سے موجود دیکھکر افعال حق کے اور اسکی صنعت قدیم کی خوبی کے انوار کھپ جاوین اور اسی نور سے تم دنیا و آخرت مین اسکی صفات کے نور کو دیکھو تا کہ اس وسیلے سے اسکے جلال کی ذات کے مشاہدہ کو پہونچو- اور نیز اگر تم فکر کرو تو شاید چشم تفکر سے دنیا کی صورت پر قہر الٰہی کا لباس دیکھو اور معلوم کرو کہ ظاہری آنکھ کے سامنے اُسکی تازگی ایسی ظاہر کر دی ہے جس سے اسکے دشمن اور کافر لوگ اسپر فریفتہ ہو کر معرفت الٰہی سے محجوب و محروم بن گئے ہین اور چشم تفکر سے آخرت کی صورت لطف الٰہی کا لباس دیکھو اور معلوم کرو کہ اس سے اپنے نیک بندون کو امتحان مین

ڈالاہے تاکہ لذت آخرت پر انکو امتحان کرے اور ظاہر ہوجاوے کہ اسکی محبت کے دعوی مین وہ کیسے سچے ہین یہ دعوی انکی بشری رعونت سے منفی ہے

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۖ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ

اور پوچھتے ہین تجھسے یتیمون کا حکم تو کہد سنوارنا انکا بہتر ہے اور اگر خرچ ملا رکھو انکا تو تمہارے بھائی ہین اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے

مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

اور درستی کرنے والے کو اور اگر چاہتا اللہ تو تم پر مشکل ڈالتا اللہ زبردست ہے تدبیر والا

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى - تجھسے یتیمون کو پوچھتے ہین ف یعنے یتیمون کا مال اگر ہماری غذا ہوجاوے تو آگ ہے اور اس سے احتیاط بہت ضرور ہے اگر انکو ساتھ ملاتے کھلاتے ہین تو گنہگار ہوتے ہین اور اگر یتیمون کا جو مال ہے اسکو اپنے مالون سے جدا کرتے ہین اور اکیلے انکے واسطے کھانا تیار کراتے ہین تو یہ حرج ہے- قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ فی اموالکم بتنمیتہا ومداخلتکم خَيْرٌ من ترک ذلک- کہدے کہ انکی اصلاح انکے مالون مین بایں طور کہ اسکے بڑھانے مین کوشش و مداخلت کیجاوے یا اسکے ترک کرنے سے بہتر ہے- وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ - اے تخلطوا نفقتہم بنفقتکم یعنی اگر انکا نفقہ اپنے نفقہ مین خلط کرلو- فَاِخْوَانُكُمْ - اے فہم اخوانکم فی الدین ومن شان الاخ ان یخالط اخاہ- تو وہ لوگ تمہارے دینی بھائی ہین اور بھائی کی شان سے ہے کہ اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملالے پس تمکو یہ اختیار ہے- وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ - اللہ تعالے پہچانتا ہے اس شخص کو جو بگاڑنے والا ہے انکے اموال کو خلط ملط کرنے سے اس شخص سے جو درستی کرنے والا ہے انکے اموال کی پس دونون مین سے ہر ایک کو اسکی جزا دیگا وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ - اگر اللہ تعالے چاہتا تو تمپر تنگی کردیتا یعنے بایں طور کہ ملالینے کو حرام کردیتا- اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ اللہ تعالے غالب ہے یعنے اپنے امور مین غالب ہے کوئی چیز اسکو عاجز نہین کرسکتی حَكِيْمٌ - جو کرتا ہے اسمین حکیم ہے ف تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی جب قولہ تعالے ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن اور قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا- یہ آیتین اترین تو جس شخص کی پرورش مین کوئی یتیم تھا اسنے قصد کرکے اسکا کھانا اپنے اپنے کھانے پینے سے الگ کردیا پھر ایسا ہوتا کہ یتیم کے کھانے سے کچھ کھانا بچ رہتا تو اسکے واسطے رکھ چھوڑتا یہانتک کہ یتیم ہی اسکو کھاتا یا وہ بگڑ جاتا پس اس امر کی تکلیف ان لوگون پر شدید معلوم ہوئی اور انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو ذکر کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ویسئلونک عن الیتامی الآیۃ- پس اُن لوگون نے اُنکے طعام کو اپنے طعام مین خلط کرلیا- ایسا ہی ابو داؤد و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و حاکم نے اسکو روایت کیا ہے اور ایسا ہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے و سدیؒ نے ابن عباس و ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہی مجاہد و عطاء و شعبی و ابن ابی لیلی و قتادہ و غیرہم سلف و خلف نے اس آیت کا شان نزول بیان کیا ہے- بیضاوی نے کہا کہ قولہ قل اصلاح لہم خیر- اے تمہاری مداخلت انکی اصلاح کے واسطے یا انکے اموال کی اصلاح کے واسطے انسے کنارہ کشی کرنے سے بہتر ہے اور ابن کثیر نے فرمایا پس قولہ اصلاح لہم خیر یعنے انکے اموال کو علاحدہ رکھکر انکی اصلاح مین کوشش کرنا تمہارے واسطے بہتر ہے- وان تخالطوہم فاخوانکم- اور اگر تم نے انکے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے مین ملالیا تو تمپر کچھ مضائقہ نہین ہے کیونکہ وہ دین مین تمہارے بھائی ہین بیضاوی نے کہا کہ اسمین خلط ملط کرلینے پر آمادگی دلائی یعنے تمہارے بھائی ہین تم اپنے بھائیون کی طرح انسے برتاؤ کرو کہ اپنے ساتھ میل مین رکھو اور چونکہ جملہ معطوف ہے- قولہ اصلاح لہم خیر پر تو معنے یہ ہوے کہ بشرط اصلاح اگر تم انسے خلط ملط رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہین اور اسیکا موئد ہے جو ابراہیم نخعی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مین مکروہ جانتی ہون کہ کوئی یتیم میری پرورش مین علحدہ ہو بلکہ مین اسکے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے مین ملالونگی ذکرہ ابن کثیر اور ابو عبیدہ رضہ نے کہا کہ یتیمون سے مخالطت

اسطرح ہے کہ یتیم کا مال ہو اور جسکی پرورش میں ہو اُسپر گران گذرے کہ اسکے واسطے علٰحدہ کھانا تیار کرائے اور ضرور ہووے اسکو اپنے عیال کے ساتھ ملائے پس یتیم کے مال میں اندازہ کرکے اسقدر لیوے جو اُسکے واسطے کافی جانے اور اسمین غالبًا گمان پر عمل کرے پس اسقدر کو لیکر اپنے عیال کے نفقہ کے ساتھ ملائے اور ایسی صورت مین کبھی کمی وزیادتی بھی واقع ہوجاتی ہے یعنے کبھی کم ہوگا اور کبھی زیادہ ہوگا پس ظاہر ہوا کہ اگر زیادتی ہوئی ہوگی تو اللہ تعالے نے اسکو عفو فرمایا ہے حالانکہ پہلی آیتون مین مال یتیم سے کچھ بھی کھانا روا نہین فرمایا تھا پس ظاہر ادہ اس سے منسوخ ہوا بوجہ حرج کے **قال ابن کثیر** بلکہ مال یتیم مین سے نفقیر کے لیے بطور معروف کھانا بھی جائز فرمایا یا تو اس طور پر کہ جب دسترس ہوجاوے تو اسکا تاوان ادا کرے یا مفت جیسا کہ سورۂ نساء مین انشاء اللہ تعالے اسکا بیان آویگا۔ اور بعض نے مخالطت سے مصاہرت کے معنی بیان کیے ہین اور مجھے اسکے واسطے کوئی قول مستند نہین ملا واللہ اعلم لیکن **ابو مسلم اصفہانی** نے اسیکو اختیار کیا اور **بیضاوی** نے اسکی تضعیف کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ پھر یتیمون کے مال کی صلاح کے یہ معنی کہ اسکو معطل نہ چھوڑے بلکہ تجارت وغیرہ سے اسکی بڑھتی کی فکر کرے اور اسمین دلیل ہے کہ یتیم کے ولی یا وصی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مال یتیم مین خرید فروخت سے دخل دے اور مضاربت پر دے اور اجارہ وغیرہ پر جو صورتین نفع تجارت کی ہین انسے تصرف کرے ولیکن کوئی احسان کسی کیساتھ مال یتیم سے ایسا نہین کرسکتا جس سے یتیم کو نقصان ہو اگرچہ وہ نقصان یسیر ہو اور ایسے ہی ہر ایسا تصرف جسمین مال یتیم مین نقصان آوے روا نہ ہوگا اور ولی و وصی ضامن ہوگا و مسائل تصرف مال یتیم کے مترجم کے ترجمہ فتاوے عالمگیری سے مشرح و مفصل مل سکتے ہین وہان رجوع کرنا چاہیے اور یہین سے کہا گیا کہ مخالطت کی صورت مین مال یتیم مین سے اسقدر نہ لیوے جسمین یہ گمان ہو کہ مال یتیم ہی مین کچھ زیادتی رہے گی بلکہ اسقدر لیوے کہ مال یتیم مین کمی رہے۔ قولہ۔ لاعنتکم۔ معنے یہ ہوے کہ اگر اللہ تعالے تمکو مشقت مین ڈالنا چاہتا تو مشقت مین ڈالتا و لیکن اُسنے تمپر آسانی کردی اور گنجائش دیدی اور تمھارے حق مین یتیمون کے ساتھ میل جول جائز کردیا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا

اور نکاح مین نہ لاؤ شرک والی عورتین جب تک ایمان نہ لاوین اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے ہر کسی شرک والی سے اگرچہ تم کو خوش آتی ہو اور نکاح نکر دو

الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ

شرک والون کو جب تک ایمان نہ لاوین اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے کسی شرک والے سے اگرچہ تمکو خوش آتا ہو وہ لوگ بلاتے ہین

اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ع ۲۷

دوزخ کی طرف اور اللہ بلاتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے اور بتاتا ہے حکم لوگون کو شاید وہ چوکس ہوجاوین

محدث دہلوی نے کہا کہ پہلے مسلمان و کافرون مین ناتا نسبت جاری تھی اس آیت سے حرام ٹھہرا۔ اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا انکا نکاح ٹوٹ گیا اور شرک یہ ہے کہ اللہ کی صفت کسی اور مین جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اسکو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کرسکتا ہے یا ہمارا بھلا یا بُرا کرنا اسکے اختیار مین ہے اور یہ کہ اللہ تعالے کی تعظیم کسی اور مین خرچ کرے مثلاً کسی کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت مانگے اسکو مختار جانکر۔ باقی یہود و نصاریٰ کی عورت سے نکاح درست ہے۔ **قال المترجم** اس بنا پر بہتیرے مسلمان جو تعزیہ سے منت مانگتے ہین مختار و قادر سمجھکر اور چیچک وغیرہ مین سیتلا پوجتے ہین سب شرک ہے اور علی ہذا القیاس اور چیچک مین سیتلا پوجنے وغیرہ کا مسئلہ تو فتاوائے عالمگیری کے باب تکفیر مین مصرح ہے[1] اور شیخ دہلوی نے جو مرد یا عورت کے شرک سے نکاح ٹوٹنے کا مسئلہ ذکر کیا وہ باین معنی ہے کہ اسلام کے بعد جب مرد یا عورت نے شرک کیا تو مرتد ہوگیا ونعوذ باللہ پھر جاننا چاہیے کہ قولہ تعالے **وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ**۔ کافرہ عورتون سے نکاح مت کرو ف نکاح سے یہ عقد معروف مراد ہے وطی کرنا مراد نہین ہے پس بعض عقد کرنا بھی مشرکہ عورتون سے روا نہین ہے یہانتک کہ وہ عورتین ایمان لاوین پھر شرک کرنے کا بیان اوپر معلوم ہوا پس بعض نے کہا کہ اہل کتاب یہود دنی

ونصرانی عورتون کو اہل شرک مین سے نہین قرار دیا ہی پس ایسی عورتین یہودیہ ونصرانیہ سے نکاح جائز ہی مترجم کہتا ہی کہ یہودیہ ونصرانیہ مین تفصیل کرنا
چاہیے کیونکہ بعض یہودی تو عُزیر کو خدا کا بیٹا اور بہت فرقہ نصرانی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہین نعوذ باللہ منہا اور الوہیت کے قائل ہین چنانچہ فرمایا۔ ولقد
کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ وما من الٰہ الا الٰہ واحد۔ البتہ کفر کیا ان لوگون نے جنھون نے کہا کہ اللہ تین کا تیسرا ہی حالانکہ نہین کوئی معبود مگر اللہ واحد
تو بالضرور ایسی عورتین مشرکات کافرات ٹھہرین اور فرمایا۔ ولقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم۔ اور البتہ کفر کیا جنھون نے کہا کہ اللہ وہی مسیح ابن مریم
ہی اور فاصلہ آیات مین ان کہنے والون کو مشرک قرار دیا ہی اور بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ مین نہین جانتا کہ کوئی شرک اس سے
بڑھکر ہو کہ وہ عورت یعنے نصرانیہ کہے کہ عیسیٰ میرا پروردگار ہی اور اسی بنا پر ابن عمرؓ نے مشرکہ اہل کتاب سے نکاح کرنا مکروہ جانا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ لا
تنکحوا المشرکات۔ مین الف ولام عہد کا ہی اور مراد اس سے بت پرست عورتین ہین یعنے اہل کتاب کے سوا۔ اور یہی قول امام احمد سے مروی
ہی چنانچہ ابن کثیر نے ابوبکر الخلال کی روایت سے ذکر کیا کہ اسحٰق بن ابراہیم اور صالح بن احمد نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا قولہ تعالےٰ۔ ولا
تنکحوا المشرکات تو فرمایا کہ مشرکات عرب جو بت پوجتی تھین۔ اور اس قول پر اس لفظ سے کتابیہ عورتین مراد ہی نہین ہین۔ اور اکثرون کے نزدیک
لفظ عام اور مراد عام ہی کوئی مشرکہ خواہ بت پرست ہو یا کتابیہ ہو سب کو شامل ہی پھر حرمت اس حد تک ہی کہ وہ مشرکہ ہو لہذا فرمایا حتےٰ
یؤمنّ۔ یہانتک کہ یہ عورتین اسلام لاوین ف پھر کتابیہ عورتین قولہ تعالےٰ۔ والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب الآیہ سے جو سورۂ مائدہ
مین ہی خاص کی گئی ہین چنانچہ ابن کثیر نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے ذکر کیا کہ قولہ تعالےٰ۔ ولا تنکحوا المشرکات حتےٰ یؤمنّ۔ مین
ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اہل کتاب کی عورتین مستثنیٰ کر دی ہین اور ایسا ہی مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر ومکحول وحسن وضحاک وزید
بن اسلم وربیع بن انس وغیرہم کا قول مروی ہی اور ہمنے پہلے ذکر کیا کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ مشرک ہین پس مشرکات مین انکی عورتون کا شمول
صحیح ہی اور تخصیص وارد ہو سکتی ہی بالجملہ بہت سلف وخلف سے مروی ہی کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح کر لینا جائز ہی اور شیخ ابن جریر
رحمہ اللہ نے کتابیہ عورتون سے نکاح مباح ہونے پر اجماع نقل کیا ہی اور سراج مین مذکور ہی کہ حضرت عثمان نے ایک نصرانیہ عورت سے نکاح کیا جو
مسلمان ہو گئی اور طلحہ بن عبید اللہ نے ایک یہودیہ سے نکاح کیا اور حذیفہ بن الیمان نے ایک نصرانیہ سے نکاح کیا اور یہ حضرت عمر بن الخطاب کے
زمانہ مین واقع ہوا پس عمرؓ سخت غضبناک ہوے یہانتک کہ ان دونون پر حملہ کا قصد کیا پس دونون نے کہا کہ اے امیر المومنین ہم طلاق دیے
دیتے ہین اور آپ غصہ نہون تو فرمایا کہ اگر ایسی طلاق حلال ہوا کرین تو انکا نکاح حلال ہوگا ولیکن مین تم سے ان عورتون کو خواری کے طور پر جدا کرونگا
شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اثر حضرت عمرؓ سے غریب ہی اور شیخ ابن جریر نے اسکا یہ جواب دیا کہ حضرت عمرؓ نے اسکو بمصلحت مکروہ رکھا مانند اسکے کہ
لوگ مسلمان عورتون سے بے رغبت ہون اور سوا اسکے اور مصلحتین ہین پھر شیخ ابن جریر نے اسکا ثبوت دوسری روایت سے پیش کیا
اور کہا کہ حدثنا ابو کریب حدثنا ابن ادریس حدثنا الصلت بن بھرام عن شقیق۔ کہا شقیق نے کہ حذیفہ نے ایک یہودیہ سے نکاح
کیا پس عمرؓ نے انکو لکھا کہ اُسکی راہ چھوڑ دے یعنے طلاق دیدے پس حذیفہ نے لکھا کہ کیا آپ اسکو حرام جانتے ہین کہ مین اسکو طلاق دیدون تو فرمایا
کہ نہین مین اسکو حرام نہین جانتا ہون ولیکن مجھے خوف ہی کہ تم لوگ ان عورتون مین پڑکے مومنہ عورتون سے بے پروائیان کروگے اور یہ اسناد صحیح ہی
اور ابن جریر نے زید بن وہب سے اپنی اسناد سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ مسلمان مرد نصرانیہ عورت سے نکاح کر سکتا ہی اور نصرانی مرد مسلمان
عورت سے نکاح نہین کر سکتا ہی اور اسکی اسناد اول سے بھی صحیح ہی پس ثابت ہوا کہ کتابیہ عورتون سے نکاح کر لینا بالاجماع جائز ہی اور امام شافعیؒ
ایک قول اور ایک جماعت علماء سے نقل کیا گیا ہی کہ مشرکات مین سے کسی عورت سے نکاح نہین جائز ہی خواہ کافرہ ہو یا کتابیہ ہو اور ان علماء کا استدلال

یہ ہو کہ سورۂ مائدہ کی آیت اس آیت سے منسوخ ہو یعنے سورۂ مائدہ کی آیت مین کتابیہ عورتین جائز تھین پھر اس آیہ سے اسکا جواز منسوخ ہوا اور اینقدر ٹھیک نہین ہو اسواسطے کہ سورۂ بقرہ اول نازل ہوئی ہو اور سورۂ مائدہ آخر مین نازل ہوئی ہو پس یہ آیت پہلے اُتری تھی پھر سورۂ مائدہ والی آیت اُتری پس یہ آیت اس سے مخصوص ہوگی اور یہی اصح ہو واللہ اعلم اور یہان سے معلوم ہوا کہ مفسر رحمہ اللہ نے جو مشرکات کو کافرات سے تفسیر کیا تو مراد یہ ہو کہ کتابیہ کے سوائے عورتین کافرہ مراد ہین کیونکہ نصرانیہ اگرچہ کافرہ ہین لقولہ تعالے ولقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم الآیہ لیکن اکثر اطلاق انپر کتابیات کا معروف ہو- وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ- اور بیشک مومنہ باندی بہ نسبت مشرکہ کے بہتر ہو ف اسمین مشرکہ سے مراد حرہ مشرکہ ہو کہ مسلمان باندی مشرکہ آزادہ سے بہتر ہو پس مسلمان آزاد عورت تو بدرجۂ اولٰے کافرہ سے بہتر ہوگی سدیؒ سے روایت ہو کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہ کے حق مین نازل ہوئی انکی ایک سیاہ حبشی باندی تھی اسپر ایک روز غصہ ہوے اور اسکو طمانچہ مارا پھر اپنی حرکت پر نادم ہوے اور گناہ سے ڈرے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر اسکا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکا حال کیسا ہو عرض کیا کہ روزہ رکھتی ہو نماز پڑھتی ہو اچھے طور سے وضو کرتی ہو اور گواہی دیتی ہو کہ اللہ تعالے کے سوائے کوئی معبود نہین اور آپ اللہ کے رسول ہین تو آپ نے فرمایا اے عبداللہ وہ تو مسلمان باندی ہو عرض کیا کہ پھر مجھے قسم ہو اُس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہو کہ مین اسکو آزاد کر دونگا پھر اسکو آزاد کرکے اُس سے نکاح کرلونگا یعنے بیوی بناؤنگا پھر انھون نے ایساہی کیا پس مسلمانون مین سے کچھ لوگون نے انپر طعن کیا اور کہا کہ اپنی باندی سے نکاح کرلیا اور یہ لوگ چاہتے یہ تھے کہ مشرک لوگ حسب مین اچھے ہین انہین سے نکاح کراوین پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا- ولامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ الآیہ- اور اسکو موکد فرمایا بقولہ تعالے- وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ- اگرچہ وہ کافرہ تم کو خوش آوے ف صورت مین خوب ہو تب بھی وہ بدتر ہو اور مومنہ باندی حبشیہ بدصورت اچھی ہو- اسیطرح کافرون کی توہین کی بقولہ تعالے- وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ- اور مشرکون کو نکاح مین مت دو یہانتک کہ مومن ہو جاوین اور غلام مومن اچھا ہو بہ نسبت آزاد مشرک کے اگرچہ وہ تمکو بھلا معلوم ہو ف پس مشرک آزاد خوب صورت سے بھی غلام بدصورت حبشی اچھا ہو- اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ- یہ لوگ کافرین وکافرات تو جہنم کی طرف بلاتے ہین ف شرک وکفر و بدکاریون پر بلاتے ہین جس سے جہنم مین جاوے- وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ- اور اللہ تعالے اپنے ارادہ سے جنت و مغفرت کی طرف بلاتا ہو ف رسول اللہ علیہ السلام کی پیروی کرو جنت مین داخل ہو- یہان سے واضح ہوا کہ نزول قولہ ولا تنکحوا المشرکات حتے یومن- اسی قصہ مین ہو یعنے لوگون نے عبداللہ بن رواحہ کے سامنے مشرکہ آزاد کو پیش کیا تھا یعنے مشورہ دیا تھا کہ فلانہ حرہ مشرکہ سے نکاح کرلو اس باندی سے کیا نکاح کیا ہو پس اللہ تعالے نے منع فرمایا کہ جب تک وہ ایمان نہ لاوے اس سے نکاح مت کرو اور حکم عام دیا کہ کسی مشرکہ سے جبتک ایمان نہ لاوے نکاح نہین روا ہو اور حرہ مشرکہ کے نکاح سے ممانعت کو مقدم فرمایا کہ وہی اہم تھا پھر تنبیہ فرمائی کہ جس باندی مسلمان سے نکاح کیا ہو وہ حرہ مشرکہ سے افضل ہو- اور واحدی وبغوی وبیضاوی وغیرہ نے وارد کیا کہ قولہ- لا تنکحوا المشرکات حتی یومن- کا سبب نزول یہ ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثد بن ابی مرثد الغنوی کو جو بنی ہاشم کے حلیفون مین سے تھے مکہ بھیجا کہ وہان جو لوگ مسلمان ہین انکو وہان سے پوشیدہ نکال لاوین جب وہ مکہ مین گئے تو ایک عورت فاحشہ نے جسکا نام عناق تھا چاندنی رات مین پہچانا اور وہ جاہلیت کے زمانہ مین انکی دوست تھی اور خوبصورت عورت تھی وہ آئی اور آخر اسنے کہا کہ میرے ساتھ خلوت کروگے اُنھون نے کہا تیری خواری ہو اسلام نے ایسی حرکت سے منع کردیا ہے پھر جب مدینہ مین آئے تو حضرت سے اجازت مانگی پس یہ آیت اُتری- ولا تنکحوا المشرکات حتے یومن- قال المترجم یہ قصہ تو سورۂ

ون کی آیہ- قولہ الزانی لاینکح الا زانیۃ او مشرکۃ الآیہ- کا سبب نزول ہے جیساکہ حدیث ابو داؤد مین ہے اور قصہ صحیح بخاری مین موجود ہے- قولہ ولو اعجبتکم
اے اگرچہ تمکو خوش آتی ہو بسبب اسکے کہ وہ زیادہ مالدار ہے یا بسبب اسکے کہ زیادہ خوبصورت ہے- اور صحیحین مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت
صلعم نے فرمایا کہ عورت نکاح مین لائی جاتی ہے چار باتون کو دیکھکر مال و جمال و حسب و دین- پس تو دیندار عورت تلاش کرلے اور مسلم نے جابرؓ سے اسکے
مثل روایت کی ہے اور مراد یہ ہے کہ عورت جب دیندار مل جاوے تو پھر اور کسی بات کو نہ دیکھے اور اگر دین کی خراب ہے تو سب باتین لغو ہین اور مسلم نے
ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی کہ دنیا متاع ہے اور اسکی متاع مین بہتر متاع وہ عورت ہے جو دیندار ہو پھر مشرکین سے یہان بالاجماع بت پرست داہل کتاب
سب مراد ہین پس اجماع ہے کہ کوئی مومنہ عورت خواہ آزادہ ہو یا باندی ہو کسی مشرک کے نکاح مین نہ بیاہی جاوے گی خواہ مشرک اہل کتاب یہود و نصاری وغیرہم
مین سے ہو یا کوئی اور قوم بت پرست وغیرہ ہووے- قولہ واللہ یدعوا بیضاوی نے کہا اے واولیاء اللہ- پس مضاف حذف کرکے مضاف الیہ
اسکے مقام پر قائم کیا گیا اور اولیاء اللہ وہ مومن ہین پس مومنون کی تفخیم شان ہے اور وجہ یہ ہے کہ- اولئک سے اہل شرک کی طرف اشارہ ہے خواہ
مشرک مرد ہون یا عورتین ہون اور اس جملہ سے مومنون کی بھلائی ثابت کرنی مقصود ہے باین طور کہ اہل شرک دوزخ کی طرف بلاتے ہین اور مومنین
جنت کی طرف بلاتے ہین پس باہم نکاح بیاہ مومنون سے کرو نہ مشرکون سے- وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝
اور اللہ تعالے اپنی آیتین لوگون کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑین ف اور نعمت ایمان کی قدر کرین اور سورۂ احزاب قولہ تعالے
ماکان لمومن ولا مومنۃ الآیۃ کی تفسیر مین بعض نصیحت آوے گی-

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ
تجھے پوچھتے ہین حکم حیض کا تو کہہ وہ گندگی ہے سو تم پرے رہو عورتون سے حیض کے وقت اور نزدیک نہو انسے جب تک
يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝
پاک نہ ہووین پھر جب ستھرائی کرلین تو جاؤ ان پاس جہان سے حکم دیا تمکو اللہ نے اللہ کو خوش آتے ہین توبہ کرنے والے اور خوش آتے ہین ستھرائی والے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ- تجھے محیض کو پوچھتے ہین ف یعنے محیض مین عورتون سے کیا برتاؤ کرنا چاہیے- محیض جائے حیض یعنے فرج
یا خود حیض- قُلْ هُوَ أَذًى- کہدے کہ وہ گندگی ہے ف یعنے خون گندہ ہے یا پلیدی کی جگہ ہے- فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ
پس حیض مین عورتون کو الگ رکھو ف یعنے گھر مین ساتھ کھاؤ پیو لیکن وطی چھوڑو- وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ - اور قریب مت ہو
عورتون سے ف جماع کرنے کے لیے پاس نہو- حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ- یہانتک کہ پاک ہوجاوین ف ایک قراءت جمہور يَطْهُرْنَ بسکون
طاء ہے تو حنفیہؒ نے لیا کہ دس دن پر پاک ہوجاوین دوسری قراءت يَطَّهَّرْنَ تشدید طاء و ہاء ہے- تو جبکہ دس دن سے کم مین خون بند ہوکر نہاوے سیوطیؒ
نے مطلقاً نہانے سے تفسیر کی- فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ- پھر جب یہ عورتین پاک ہوجاوین یعنے پاکی حاصل
کرلین تو جہان اللہ تعالے نے حکم دیا ہو جاؤ ف یعنے فرج مین انسے وطی کرو یا مراد یہ کہ فرزند کی خواہش کرو- إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَ
يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ- اللہ تعالے توبہ کرنے والون کو دوست رکھتا ہے اور پاکیزگی حاصل کرنے والون کو دوست رکھتا ہے ف جو حیض کی نجاست
سے دور رہتے ہین- اس سے ظاہر ہے کہ اغلام مقعد جیسا گوہ غلیظ ہے بدرجہ اولے حرام خبیث ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ یہود مین جب کوئی عورت
حائضہ ہوتی تو اسکو ساتھ نہین کھلاتے اور نہ گھرون مین اسکو کبھی ساتھ رکھتے بلکہ الگ نکال دیتے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے
حضرت صلعم سے اسکا سوال کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ویسئلونک عن المحیض الآیہ- پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے

نکاح کے یعنے جماع کے اور سب باتین کرو پھر یہ خبر یہودیون کو پہونچی تو بولے کہ یہ پیغمبر نہین چاہتا ہی کہ ہمارے امر مین سے کوئی چیز چھوڑے پھر اسید
بن حضیر اور عباد بن بشیر دونون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ذکر کیا کہ یہود نے ایسا اور ایسا کہا پھر کیا ہم حائضہ عورتون سے جماع نہ کرین
پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا یہانتک کہ ہم لوگون نے گمان کیا کہ حضرت صلعم کو دونون پر غصہ آیا ہی پس دونون باہر نکلے پھر
اتنے ہی مین حضرت صلعم کے پاس دودھ ہدیہ آیا پس آپ نے دونون کو پیچھے آدمی بھیجکر بلوایا اور دونون کو وہ دودھ پلایا تو ہم نے جان لیا کہ دونون پر
آپ غصہ نہوے تھے رواہ الامام احمد ومسلم وابوداؤد والبغوی من طریقہ اور اصل قصہ یہ ہی کہ انصار مدینہ نے ایسی باتون کو زمانہ جاہلیت مین یہودیون سے
لیا تھا کیونکہ وہ لوگ اہل علم تھے پس انکی باتون کو لے لیتے تھے قال البیضاوی مروی ہی کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ حائضہ عورتون کو ساتھ نہین رکھتے
تھے اور نہ انکو ساتھ کھلاتے پلاتے تھے جیسے یہودی و مجوسی کیا کرتے تھے اور یہی حال انمین برابر جاری رہا یہانتک کہ ابوالدحداح رضی اللہ عنہ اور چند صحابہ نے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا سوال کیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ ویسئلونک عن المحیض قل ہو اذی الآیہ۔ پس ایسی شی ہی کہ اس سے اذیت
ہوتی ہی اور وہ کنایہ ہی قذر سے بقاف وذال معجمہ وآخر را مہملہ یعنے گندگی پس اگر محیض کی لفظ سے حیض مراد ہی تو اسکی گندگی ظاہر ہی اور اگر ظرف یعنے
جاے حیض مراد ہو تو معنی یہ ہی کہ وہ محل قذر اور گندگی کی جگہ ہی پس اسی سبب پر حکم کی تفریع کی اور فرمایا۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض یعنے یہی پلیدی و
گندگی سبب ہی عورتون کے اعتزال کا حالت حیض مین اور اعتزال بمعنے اجتناب ہی اور کشاف مین مذکور ہی کہ جب یہ آیت اُتری تو بعض لوگون نے
اعتزال سے ظاہری معنے لیلیے اور عورتون حائضہ کو کوٹھری سے باہر کر دیتے تھے پس دیہات کے چند آدمیون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ
جاڑا بڑا سخت ہی اور کپڑے تھوڑے ہین سو اگر ہم حائضہ عورت کو کپڑا دیتے ہین تو باقی گھر والے مرے جاتے ہین اور اگر گھر والون کو دیتے ہین
تو حائضہ مری جاتی ہی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کو تو یہی حکم دیا گیا ہی کہ عورتون سے جماع کرنے سے اجتناب کرو جب وہ حائضہ ہون اور حدیث
صحیح مین اوپر مذکور ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر فرمادی ہی اور ابن کثیر نے کہا کہ قولہ فاعتزلوا النساء فی المحیض۔ یعنے فرج کیونکہ
حضرت صلعم نے کہا کہ سب باتین کرو سواے جماع کے اسیواسطے اکثر علما اس طرف گئے ہین کہ حائضہ عورت سے سواے جماع کے اور سب
استمتاع روا ہی اور رہا اس سے جماع کرنا تو اہل علم کے درمیان اسمین کوئی خلاف نہین ہی کہ حائض سے وطی کرنا حرام ہی اور یہ ضروریات دینیہ
سے معلوم ہی پس اسلام مین مثل دیگر امور کے یہ بھی اوسط راہ مستقیم ہی کیونکہ یہود کے راہ مین افراط ہی کہ اسکو بری طرح ترک کرتے ہین کہ کھانا پینا الگ کرنا کیسا
کہ اسکو گھر سے باہر کر دیتے ہین ساتھ کبھی نہین رکھتے ہین اور نصاریٰ کی راہ مین تفریط یہانتک ہی کہ وہ لوگ حائضہ عورتون سے جماع کرتے تھے اور کچھ پروا نہین
کرتے تھے پھر حرام ہونے کی علت یہی پلیدی ہونا مشعر ہی کہ دبر مین وطی کرنا حرام ہی یعنے علت منصوص موجود ہی پس حرمت مین کوئی شبہ نہین ہی اور گوہ سے بڑھکر
کون پلیدی ہوگی پس معلوم ہوا کہ اس بات پر اجماع ہی کہ حالت حیض مین وطی کرنا حرام ہی اور سواے وطی کے یکجا رہنا و ساتھ کھانا پینا بالاتفاق جائز ہی۔
اور رہا یہ کہ فرج کے سوا اس سے استمتاع لینا سو یہ اکثر علما کے نزدیک روا ہی اور یہی اصح ہی اور حدیث مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ مرد کو اپنی جورو حائضہ
سے سواے فرج کے سب استمتاع روا ہی قال ابن کثیر اور یہی قول ابن عباس رض و مجاہد و حسن و عکرمہ کا ہی اور بعض روایات مین ابن عباس سے آیا ہی کہ عورت جب حائضہ ہو تو
شوہر پر واجب ہی کہ اسکے بچھونے سے الگ رہے اور یہی عبیدۃ السلمانی تابعی کا قول مروی ہی پس اگر روایت صحیح ہو تو یہ احتیاط و تنزہ پر محمول ہوتا ہی تا کہ
فتنہ مین نہ پڑ جاے کیونکہ صحیح مین حضرت عائشہ رض کی روایت مین بھی اشارہ ہی کہ حضرت صلعم اپنی بیویون سے حالت حیض مین سواے فرج کے استمتاع
لیتے مگر عائشہ رض نے فرمایا کہ آپ جیسے اپنی خواہش پر مختار تھے ویسا تم مین کون ہو سکتا ہی یعنے ایسا کرنے پر دلیر نہونا چاہیے کیونکہ فتنہ مین پڑ جانے کا خوف ہی
اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی کہ مین جب حائضہ ہوتی تو بستر سے چٹائی پر اتر آتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک نہوتی

یہانتک کہ طاہر ہوجاتی پس یہ بھی تنزہ اور احتیاط پر محمول ہے اور نیز ابوداؤد نے معاذ بن جبل سے مرفوعًا روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے لیے اپنی جورو سے کیا حلال ہے درحالیکہ وہ حائضہ ہو تو فرمایا مافوق ازار حلال ہے اور اس سے تعفف کرنا افضل ہے **قال ابن کثیر** اور یہی روایت عائشہ و ابن عباس و سعید بن المسیب و شریح سے ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ازار جہانتک ہے اس کے نیچے استمتاع نہیں روا ہے اور اوپر کے بدن سے روا ہے اور یہی دیگر علماء کا مذہب ہے اور ایسا ہی صحیحین میں میمونہ رضی اللہ عنہا سے اور عائشہ سے ثابت ہے اور امام احمد و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے عبداللہ بن سعد انصاری سے مثل روایت معاذ بن جبل کے روایت کیا ہے **قال المترجم** اور یہی ائمہ حنفیہ کے نزدیک مذہب ہے اور یہی امام شافعی کا ایک قول ہے **مسئلہ** اگر کسی شخص نے اپنی حائضہ عورت سے وطی کی تو کیا حکم ہے جواب یہ ہے کہ اگر اُسے حلال جانکر وطی کی تو کافر ہوا اور اگر غلبہ نفس و شیطان سے وطی کی تو استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور رہا یہ کہ اسمیں کچھ کفارہ لازم آتا ہے یا نہیں تو اسمیں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ کفارہ لازم ہوتا ہے چنانچہ امام احمد و اہل سنن نے ابن عباس سے مرفوعًا روایت کی کہ حائضہ سے وطی کر بیٹھنے والے پر دینار یا نصف دینار کفارہ ہے اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ اگر خون سرخ ہو تو ایک دینار ہے اور اگر زرد ہو تو نصف دینار ہے اور نیز امام احمد کی صحیح سے روایت مرفوع میں بھی ہے کہ اگر خون ہو تو ایک دینار ہے اور اگر خون زائل ہوچکا ہو مگر ہنوز نہائی نہو تو نصف دینار ہے اور یہی شافعی رحمہ اللہ کا قول قدیم ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسمیں کچھ کفارہ نہیں بلکہ استغفار و توبہ کرے اور یہی ائمہ حنفیہ و جمہور کا مذہب ہے اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی اصح ہے اور یہی امام شافعی کا قول جدید ہے اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ثابت ہوئی بلکہ قول ابن عباس کا ثابت ہوا ہے اور ائمہ حدیث میں سے بہتیرے محدثین نے اسکو صحیح بیان کیا ہے کذا ذکرہ ابن کثیر قولہ ولا تقربوھن حتی یطھرن - یہاں قربت سے مراد جماع ہے یعنی جماع سے ممانعت ہے اور ساتھ سونے بیٹھنے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ اوپر کی احادیث سے معلوم ہوچکا اور میمونہ و عائشہ کی روایتوں میں صحیح ہوا کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم میں سے جب کوئی حائضہ ہوتی تو ازار کس لیتی اور رسول اللہ صلعم کے بچھونے پر آپکے ساتھ ایک دثار میں شامل ہوجاتی تھی پھر اس ممانعت کی انتہا بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ حتی یطھرن اور یطھرن میں دو قراءتیں ہیں ایک طہر سے بسکون طاء اور انقطاع حیض پر پس ممانعت تا انقطاع حیض ہوئی اور ایک قراءۃ بتشدید طاء و ہاء ہے اور وہ طہارت سے مبالغہ ہے یعنی اغتسال سے پس ممانعت تا اغتسال ہوگی اور اسی اختلاف قراءۃ کی وجہ سے علماء میں اختلاف ہوا [illegible] ابن عباس سے مروی ہے کہ قولہ حتی یطھرن - اسکے معنی [illegible] فاذا تطھرن - اور طہارت کریں پانی سے کذا اخرجہ ابن ابی حاتم اور ایسا ہی مجاہد و عکرمہ و حسن و مقاتل و لیث بن سعد نے کہا ہے پس امام مالک و شافعی و جمہور نے کہا کہ عورت حائضہ سے جماع نہیں کرسکتا یہانتک کہ خون منقطع ہو اور غسل کرے کیونکہ ابن عباس کی تفسیر میں پانی سے طہارت مذکور ہے [illegible] کے علیمیں ہے اور شیخ سیوطی رحمہ نے اس قول پر اعتراض کیا الا یہ کہ ابن عباس کا قول مذکور تو کچھ اس [illegible] تو اغتسال ہے چنانچہ پانی سے نہا دھو [illegible] تمام بدن غسل کرنے پر جیسا کہ [illegible] کا مذہب ہے اور نیز صادق ہے بعض اعضاء کے دھونے پر جیسا کہ طاؤس و مجاہد و عکرمہ کا قول ہے کہ وضو کرلے تو اسکو وطی حلال ہے اور نیز صادق ہے خاص فرج کے دھو ڈالنے پر یعنی استنجا کرلے تو بھی وطی حلال ہے جیسا کہ اوزاعی کا قول ہے پس اسکے سے یہ کہاں متعین ہوگیا کہ غسل ہی کرے انتہی اور [illegible] نے کہا کہ تابعین نے اجماع کیا ہے کہ جب تک غسل نہ کرے تب تک اس سے وطی روا نہیں ہے اور جواب یہ ہے کہ یہ طاؤس وغیرہ [illegible] تابعین میں سے ہیں [illegible] انہوں نے اتفاق کیا ہے اور اجماع حجت ہوا کہا گیا کہ قراءۃ تخفیف محمول ہے قراءۃ تشدید پر کیونکہ [illegible] موافق ہوں اور قراءۃ تشدید ہے بالاتفاق اغتسال ہے اور جواب یہ ہے کہ ولد حرمت کی انتہا حتی یطھرن تک ہے اور وہ انقطاع خون کی دلیل ہے [illegible] [illegible] انقطاع کے حلال ہوجانا [illegible] جائضہ عورتوں سے جماع کے ساتھ قربت کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ حیض موجود ہو اور اسکا مفہوم [illegible] [illegible] پس جو لوگ مفہوم کے قائل ہیں انپر حجت ہونا چاہیے **فائدہ** اور نیز ابن عباس کی تفسیر میں وارد ہے کہ حتی یطھرن کے یہ معنی ہیں کہ خون سے پاک ہوجائیں اور یطھرن کی دوسری تفسیر [illegible] قراءتین اور اختلاف تفسیر کے ساتھ اتفاق قراءتین کی تحقیق

ہوسکتی ہے بلکہ ہر دو قراءت بمنزلہ دو آیت کے ہونگی جیساکہ اصول مین قرار پایا ہے لہذا امام ابوحنیفہؒ و ابو یوسف و محمد نے کہاکہ تخفیف کی قراءۃ محمول ہے طہارت انقطاع پر پس اگر وہ اکثر ایام حیض یعنے دس دن پر طاہر ہو تو بدون غسل کے اس سے وطی جائز ہے اور تشدید کی قراءۃ محمول ہے طہارت کاملہ حاصل کرنے پس اگر دس روز سے کم مین خون منقطع ہو تو اس سے قربت نہین کرسکتا یہانتک کہ وہ غسل کرے یا اُس پر وقت تحریمہ نماز کی قدر گذر جاوے پس ہر دو قراءۃ پر عمل ہے مگر آنکہ غسل کر لینے بھر کے وقت کو غسل کے قائم مقام کیا ہے واللہ اعلم- قولہ فاذا تطهرن فاتوهن من حيث امركم الله- پھر جب خوب پاک ہو جاوین تو آؤ اُنکے قریب جہان سے حکم کیا تمکو اللہ نے- یعنے جماع کرو پس اتیان یعنے آنا کنایہ ہے جماع سے آور امرکم اللہ کے دو معنی ہین جہان امر الٰہی ہے اور وہ فرج ہے اور اس صورت مین تامل ہوگا کہ امر ظاہر نہین ہے دوم آنکہ امرکم اللہ باجتنابہ فی المحیض- ای حکم کیا تمکو اللہ نے اس سے اجتناب کرنے کا محیض مین اور وہ قُبل ہے اور یہی معنی ظاہر ہین پھر فاتوهن بصیغۂ امر ہے اور یہ امر کس معنی کر ہے اسمین اختلاف ہے چنانچہ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ امر واسطے ندب کے ہے اور اسمین ارشاد ہے کہ حیض سے اغتسال کے بعد عورتون سے قربت کرین اور ابن حزم ظاہری نے کہاکہ ہر حیض کے بعد جماع واجب ہے بسبب اسکے کہ اللہ تعالے نے حکم کیا کہ- فاتوهن من حيث امركم الله اور یہ استناد کچھ نہین ہے اسواسطے کہ امر مذکور بعد منع کے ہے اور جو امر بعد منع کے وارد ہوتا ہے اسمین علماء کے چند اقوال ہین بعضے کہتے ہین کہ مثل مطلق کے وہ بھی وجوب کے واسطے ہوتا ہے پس ان لوگون پر واجب ہوگا کہ یہان ابن حزم کا جواب دین کیونکہ سواے ابن حزم وغیرہ ظاہریہ کے یہان وجوب جماع کا کسیکا مذہب نہین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ منع کے بعد اباحت کے واسطے ہوتا ہے جیسے- فاذا حللتم فاصطادوا- مین ہے کہ احرام مین شکار کرنے سے منع کیا پھر فرمایا کہ جب تم حلال ہو جاؤ تو شکار کرو حالانکہ حلت کے بعد شکار کرنا مباح ہے واجب نہین ہے اور جاننا چاہیے کہ ظاہر یہ یہان بھی وجوب کے قائل ہین ولیکن اباحت کے لوگ قائل کہتے ہین کہ نہی کا متقدم ہونا اس امر کا قرینہ ہے کہ وہ وجوب کے واسطے نہین ہے قال ابن کثیر وفیہ نظر اور کہا- کہ جس بات پر دلیل قائم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایسا امر اُسی حال کیطرف رد کر دیتا ہے جو نہی سے پہلے تھا پس اگر نہی سے پہلے وجوب تھا تو اس سے وجوب ہوگا جیسے قولہ تعالے فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين- پھر جب ماہہاے حرام گذر جاوین تو مشرکین کو قتل کرو پس قبل نہی کے جہاد واجب تھا وہی ممانعت کے بعد کے اقتلوا امر سے واجب رہا اور اگر مباح تھا تو مباح ہوگا جیسے قولہ فاذا حللتم فاصطادوا- کیونکہ شکار کرنا پہلے مباح تھا اور جیسے قولہ فاذا قضيت الصلوة فانتشروا- پھر جب نماز جمعہ ادا کر لیجاوے تو متفرق ہو- ۵- اور اس قول پر سب ادلہ جمع ہو جاتی ہین اور اس قول کو امام غزالیؒ نے حکایت کیا اور بعضے ائمہ متاخرین نے اسکو اختیار کیا اور یہی صحیح ہے پھر قولہ من حيث امركم الله- ابن عباسؓ و مجاہد و بہتیرون نے کہاکہ مراد فرج ہے یعنے فرج مین جماع کرو اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی مراد یہ ہے کہ فرج مین جماع کرو اور فرج سے اور طرف تجاوز مت کرو پس جو شخص کچھ تجاوز کریگا اُسنے حد سے گذر جانے مین ظلم کیا اور اسی پر سیوطیؒ نے اعتماد کیا ہے قال ابن کثیر اور ابو رزین و عکرمہ و ضحاک و بہتیرون نے کہاکہ من حيث امركم الله درحالیکہ طاہرہ ہون حائضہ نہون- قال المترجم اگر کہا جاوے کہ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی تفسیر کیونکر ٹھیک پڑیگی کیونکہ من حیث ہے- فی حیث ہوتا تو درست ہوتی اور جواب یہ ہے کہ من حیث بمعنی فی حیث ہے جیسے قولہ تعالے اذا نودی للصلوة من يوم الجمعة ای فی یوم الجمعة- اور قولہ ماذا خلقوا من الارض ای فی الارض پس ایسا ہی یہان ہے اور علی ہذا اسمین دلیل ہے کہ وطی فی الدبر حرام ہے اور عنقریب اسکا بیان آتا ہے انشاء اللہ تعالے ف۲ عرائس مین ہے کہ شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ اپنے افعال سے توبہ کرنے والون کو اور اپنے احوال سے پاک ہونے والون کو دوست رکھتا ہے حالانکہ وہ بلا علاقہ و بلا سبب کے حضرت عزوجل کے حضور مین قائم ہین- اور جعفرؒ نے فرمایا کہ اپنے سوالات سے توبہ کرنے والون کو اور اپنے ارادون سے پاک ہونے والون کو دوست رکھتا ہے اور ابو یزیدؒ نے فرمایا کہ گناہ سے تو ایک توبہ ہوتی ہے اور طاعت سے ہزار توبہ ہوتی ہے اور شیخ نصر آبادی نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جب فرمایا کہ ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين تو تیری اچھی تعریف کی اور تیری کچھ قیمت قرار دیدی- اور جنیدؒ نے کہاکہ مین سری سقطی رحمہ اللہ کے پاس گیا اور اُنکو مغموم پایا پس انھون نے کہاکہ بغدادیون مین سے

ایک نوجوان میرے پاس آیا اور مجھسے توبہ کی شرح پوچھی پس مین نے اسکو جواب دیا پھر اُسنے مجھسے کہا کہ اسکی حقیقت کیا ہی مین نے کہا کہ یہ کہ تو نے جس بات کی وجہ سے توبہ کی ہی اسکو نہ بھولے پس اُس نوجوان نے کہا کہ اسکی یہ حقیقت نہین ہی۔ جنید کہتے ہین کہ مین نے کہا اس نوجوان نے سچ کہا تو میری نے کہا کہ یہ کیونکر ہی تو جنیدؒ نے کہا کہ جب آدمی حالت جفا مین ہو پس وہ توفیق سے بدلکر حال صفا مین کیا گیا تو صفا کی حالت مین اس جفا کی یاد بھی وحشت ہی

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم

تمھاری عورتین تمھاری کھیتی ہین پس جاؤ اپنی کھیتی مین جیسے چاہو اور تقدیم کرو اپنے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو

مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اُس سے ملنا ہی اور خوشخبری سنا ایمان والون کو

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ۔ تمھاری عورتین تمھاری کھیتی ہین ف یعنے کھیتی کرنے کا محل ہین کہ فرزند حاصل ہون۔ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ۔ پس تم اپنے کھیت مین آؤ جیسے چاہو ف کھڑے بیٹھے چت و پٹ و کروٹ سے۔ یہود نے مومنون سے کہا کہ جو شخص کہ اپنی جورو کو پشت کی طرف سے فرج مین جماع کرتا ہی تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہی پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی (رواہ مسلم) مترجم کہتا ہی کہ سنن مین بعض صحابہ سے روایت ہی کہ انصار ایک قوم تھی کہ ان مین عورتین متعرز تھین کہ سواے چت کے وطی نہین کراتی تھین اور قوم قریش اپنی عورتون سے ہر طرح سیدھے اُلٹے تلذذ حاصل کرتے تھے پس مین نے انصار مین سے ایک عورت سے نکاح کیا پھر جب مین نے اُسکے ساتھ اُسی طرح چاہا تو اُسنے انکار کیا پھر جب آیت اُتری تو معلوم ہوا کہ قریش کا فعل جائز ہی۔ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ۔ اور تم لوگ اپنے واسطے تقدیم کرلو ف نیک نیتی سے اولاد کی نیت کر لو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ۔ اور اللہ تعالے سے ڈرو اور جان لو کہ تم اُس سے ملنے والے ہو اور اے رسول تو مومنون کو بشارت دیدے۔ ف اس آیۂ کریمہ مین اللہ تعالے نے بندون کو لطیف تنبیہ فرمائی کہ تمام چیزین جو آدمی کے مشتہیات ہین انمین سے بڑھکر جو عورت ہی وہ بنظر اشتہاے مذکور ایک بیقدر چیز ہی اُس سے آدمی کو شہوت رانی مقصود نہ ہونا چاہئیے بلکہ تقدیم عمل صالح کی غرض ہو مثل آنکہ فتنۂ نفس و شیطان سے بچنا مقصود ہو اور اولاد صالح کی غرض ہو اسواسطے کہ فتنۂ بنی اسرائیل کے حق مین عورتون سے ہوا اور آدمی کی موت کے بعد اگر اسکا فرزند صالح اسکے لیے مغفرت کی دعا کرے یا اسکے نام پر خیرات کرے تو منجملہ تین باتون کے ہی جنسے انکو ثواب پہونچتا ہی جبان کہ اسکے ہاتھ پاؤن بلکہ جملہ جو اعضاء طاعت تھے سب گل گئے اور مجبور بیٹھا ہی اور دوم جسکو علم سکھایا ہی اور سوم پل و مسجد و کنوان و مہانسراے وغیرہ کی تعمیر ہے اور اس مضمون کو کیسے لطیف کنایہ و استعارہ سے ادا کیا کہ معجزہ بلاغت ہی قال تعالے۔ نساؤکم حرث لکم۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حرث موضع الولد۔ اور بعض نے کہا کہ حرث لکم اے مزرع لکم تمھاری زراعت کرنے کی جگہ ہین اور ولد کے پیدا ہونے کی جگہ ہین بمنزلہ زمین کے اور اسمین افادہ ہی کہ اباحت فقط فرج کی ہی پس عورت کی فرج کو مانند زمین کے اور نطفہ کو مانند تخم کے اور ولد کو مانند کھیتی کے قرار دیا تشبیہ کے ساتھ پس ایک لفظ حرث لانے سے احتمال لواطت دور ہوگیا اسواسطے کہ دُبر کا مقام موضع حرث نہین ہوسکتا بلکہ موضع فرث ہی بلکہ وہ انسان کے واسطے اسکے قوی اور مواد نسل کی کمی و ضعف کی راہ سے سخت مضر ہی چنانچہ اطبا کا اتفاق اسکی مذمت پر سنا ہی پس قولہ۔ فأتوا حرثکم انی شئتم۔ انی بمعنے کیف ہی جیسا کہ سیبویہؒ نے کہا ہی اور یہی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہی پس روا ہی کہ چت پٹ کروٹ سے کھڑے بیٹھے آگے سے پیچھے سے جس کیفیت سے چاہے جماع کرے بشرطیکہ دخول اُس مقام مین ہو جو موضع حرث ہی اور یہی احادیث صحاح سے ثابت ہی چنانچہ بخاریؒ نے جابرؓ سے روایت کی کہ یہود کہتے تھے کہ اگر عورت سے اسکے پیچھونڈی طرف سے جماع کیا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا پس نازل ہوا نساؤکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم (اخرجہ مسلم و ابوداؤد) اور حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ کچھ لوگ حمیر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آئے اور آپ سے کئی باتیں پوچھیں اور ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میں عورتوں کو دوست رکھتا ہوں تو آپ میرے حق میں کیا حکم دیتے ہیں پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ اسکی اسناد میں عبد اللہ بن لہیعہ راوی میں کچھ کلام ہے۔ اور امام احمد نے من طریق سنش عن ابن عباسؓ روایت کی کہ یہ آیت چند انصار کے حق میں اتری کہ انھوں نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا پس آپنے فرمایا کہ اپنی عورت کے پاس ہر حال پر جاوے جبکہ فرج میں دخول ہو اور **ابو جعفر طحاوی** نے مشکل الحدیث میں ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ ایک آدمی نے اپنی عورت سے پچھونڈی سے جماع کیا پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ نساؤکم حرث لکم الآیہ۔ ورواہ ابن جریر وابو یعلی الموصلی ایضا۔ امام احمد نے عبد اللہ بن ثابت سے روایت کیا کہ میں حفصہ بنت عبد الرحمن بن ابی بکر کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھا چاہتا ہوں مگر میں شرماتا ہوں حضرت حفصہ بنت عبد الرحمن فرمانے لگیں کہ اے میرے بھائی کے لڑکے مت شرما اور پوچھ تو میں نے عرض کیا کہ عورتوں سے پچھونڈی کیطرف سے آنا کیسا ہے اُنھوں نے فرمایا کہ مجھسے حضرت ام سلمہؓ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے لوگ عورتوں سے پچھونڈی کی طرف سے قربت نہیں کرتے تھے اور یہودی کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی عورت سے پچھونڈی کی طرف سے قربت کریگا تو لڑکا احول یعنی بھینگا پیدا ہوگا پھر جب مہاجرین ہجرت کرکے مدینہ میں آئے تو انصار کی عورتوں سے نکاح کیا اور اُنھوں نے پچھونڈی کی طرف سے قربت کرنی چاہی تو ایک عورت نے اس طرح کرنے یعنی باہزداری کرنے سے انکار کیا اور بولی کہ تو ایسا نہیں کریگا یہانتک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لوں پس وہ ام سلمہؓ کے پاس حاضر ہوئی اور انسے یہ قصہ ذکر کیا پس ام سلمہ نے فرمایا کہ تو بیٹھ یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آویں پھر جب رسول صلعم آئے تو انصاریہ عورت شرمائی کہ رسول صلعم سے دریافت کرے پس وہ باہر چلی گئی اور ام سلمہؓ نے حضرت صلعم سے پوچھا پس آپنے فرمایا کہ انصاریہ کو بلاؤ پس ام سلمہؓ نے اسکو بلایا پس آنحضرت صلعم نے اسکو یہ آیت سنائی نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ سوراخ واحد میں مترجم کہتا ہے یعنی پچھونڈی سے فرج ہی میں دخول تو روا ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس طور سے روایت کی گئی کہ حماد بن ابی حنیفہ عن ابیہ عن ابی خثیم عن یوسف بن ماہک عن حفصہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کہ ایک عورت اُنکے پاس آئی اور کہا کہ میرا شوہر مجھسے آگے کی طرف سے اور پچھونڈی کی طرف سے نزدیکی کرتا ہے پس میں نے اسکو مکروہ جانا پس یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپنے فرمایا کہ مضائقہ نہیں جبکہ سوراخ واحد میں ہو۔ اور امام احمد نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عمرؓ بن الخطاب آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ یا رسول اللہ میں ہلاک ہوا آپ نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے ہلاک کیا تو عرض کیا کہ میں نے گذری رات میں اپنے کجاوہ سواری کو الٹ دیا پس حضرت صلعم نے انکو کچھ جواب نہ دیا پس اللہ تعالےٰ نے آپ پر نازل کی کہ نساؤکم حرث لکم الآیہ۔ آگے سے قربت کیجیے یا پیچھے سے قربت کر اور بچا دبر اور حیض سے۔ رواہ الترمذی ایضا وقال حدیث حسن غریب والنسائی وغیرہ۔ اور حافظ ابو یعلی موصلی نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم کے عہد میں اپنی عورت سے اثفار کیا یعنی پچھونڈی سے اس سے جماع کیا پس لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ فلانے شخص نے اپنی عورت سے اثفار کیا پس اللہ عز وجل نے نازل کیا۔ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ اور ابو داؤد نے مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اس آیت کے نکلنے میں بات یہ تھی کہ یہ گروہ انصار کا درحالیکہ بت پرست تھے یہودیوں کے پڑوس میں رہتے اور یہ اہل کتاب تھے اور انصار والے علم میں اپنے اوپر ان یہودیوں کی فضیلت جانتے تھے پس بہتری باتوں میں یہودیوں کی پیروی کر لیتے تھے پھر ان یہودیوں کی ایک بات یہ تھی کہ عورتوں سے ایک ہی طرف پر قربت کرتے اور یہ طور عورت کے لیئے زیادہ پردہ پوشش تھا پس گروہ انصار نے اس فعل میں انھیں کی اقتدا کر لی تھی اور یہ گروہ قریش تو عورتوں کو تمام کھلا کشادہ کر ڈالتے تھے اور سامنے کی طرف اور پچھونڈے سے رخ اور چت لٹا سب طرح اُنسے لذت حاصل کرتے تھے پھر جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو ان میں سے ایک شخص نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کیا اور اسسے ایسا ہی کرنے چاہا تو عورت نے اس حرکت پر انکار کیا اور کہا کہ ہم عورتوں کے پاس تو ایک ہی طرز پر آیا جاتا تھا پس تو بھی ویسا ہی کر ورنہ مجھسے

ایک طرف رہ پس ان دونوں کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم یعنی چاہے سامنے
سے آؤ اور چاہے پیچھونڈے سے اور چاہے چت کرکے اور مراد اس سے وہ سوراخ ہے جو بچہ پیدا ہونے کا مقام ہے۔ ہکذا اخرجہ ابو داؤد ونحوہ روایۃ ام سلمہ
اور اس حدیث کو طبرانی نے بھی محمد بن اسحق کے طریق سے روایت کیا ہے قال المترجم ان روایات میں اسباب نزول مختلف معلوم ہوتے ہیں مگر اکثر سلف وخلف (صحابہ وتابعین ۱۲)
سے قول یہود کی روایت مروی ہے اور انھوں نے تصریح کردی کہ وہی اسکا سبب نزول ہے اسیواسطے مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور ممکن ہے کہ
متعدد سبب کے بعد آیت نازل ہوئی ہو۔ پھر جاننا چاہیے کہ سلف وخلف از صحابہ وتابعین وائمہ علما سب متفق ہیں کہ تفسیر اس آیت کی یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور انھوں
نے اجماع کیا ہے کہ عورت سے مقعد میں لواطت کرنا حرام ہے اور جن لوگوں سے اسکے خلاف مروی ہے وہ صحیح وثابت نہیں ہے اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں ایک جماعت
علما کی طرف عورت سے جواز لواطت کو نسبت کردیا جنمیں بعضے تابعین ہیں اور عنقریب معلوم ہوگا کہ یہ حکایت خلاف واقع ہے اور مترجم کو عجب ہے کہ لوگ
بلا ثبوت وصحت کے کسی امام وپیشوا کی طرف کیونکر کسی قول کو نسبت کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ ٹھیک نہیں ہے اور کثرت سے احادیث نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم میں عورت سے اسکی دبر یعنے مقعد میں لواطت کرنا حرام وممنوع آیا ہے چنانچہ امام احمد ونسائی وترمذی وضیاء وغیرہم کی حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ
مقعد وحیض سے بچتا رہے (قال الترمذی حسن) اور شافعی وابن ابی شیبہ وامام احمد ونسائی وابن ماجہ وابن المنذر وبیہقی نے خزیمہ بن ثابتؓ سے روایت کی۔ ان سائلا
سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اتیان النساء فی ادبارہن یعنے عورتوں کی دبر میں قربت کرنا کیسا ہے تو آپنے فرمایا کہ حلال ہے یا فرمایا
کہ مضائقہ نہیں ہے پھر جب پھر کر چلا تو اوسکو بلایا اور فرمایا کہ تونے کیونکر کہا تھا اگر یہ تیری غرض ہے کہ عورت کے دبر کی طرف سے اسکی قبل یعنی فرج میں
جماع کرے تو ہاں روا ہے اور اگر یہ تیری غرض ہے کہ اسکے دبر کیطرف سے اسکی دبر میں جماع کرے تو نہیں روا ہے اللہ تعالیٰ حق بات سے استحیا نہیں کرتا ہے تم لوگ
عورتوں کی دبر میں کبھی جماع مت کیجیو۔ اور امام احمد کی ایک روایت میں خزیمہ بن ثابت سے ہے کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلعم نے کہ مرد اپنی جورو کے اسکے
دبر میں وطی کرے۔ اور حسن بن عرفہ نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شرم رکھو اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے میں شرم نہیں فرماتا
ہے حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں سے انکے حشوش میں وطی کرو۔ اسنادہ صحیح۔ حشوش جمع حش ہندی گوہڑیا اور اس سے پاخانہ کا کنایہ بولا جاتا ہے اور یہاں ان (مقعدوں میں ۱۲)
مقعد مراد ہے اور اس لفظ سے نفرت شدید دلائی۔ اور امام احمد کی ایک روایت میں لا تاتوا النساء فی اعجازہن۔ آیا ہے یعنی عورتوں سے انکے چوتڑوں کے بیچ یعنی
مقعد میں جماع مت کیجیو۔ اور کریب نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے مرد کی طرف نظر نہ فرماویگا جسنے کسی مرد
یا عورت سے اسکے دبر میں وطی کی اخرجہ الترمذی وابن ابی شیبہ والنسائی وابن حبان اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن غریب اور ابن حزم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے
اور نسائی نے اسکو ابن عباس سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے۔ اور طاؤس نے ابن عباس سے روایت کی کہ ایک شخص نے ابن عباس سے پوچھا کہ عورتوں کی انکی دبر
میں وطی کرنا کیا حکم رکھتا ہے ابن عباس نے فرمایا کہ تو مجھسے کفر کی بات پوچھتا ہے اخرجہ عبد بن حمید واسنادہ صحیح۔ اور عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ایک شخص آیا
اور اسنے ابن عباس سے کہا کہ میں اپنی جورو سے اسکی دبر میں وطی کرتا تھا اور میں نے قولہ تعالیٰ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم سنا تھا پس میں نے گمان کیا تھا
کہ یہ میرے واسطے حلال ہے تو ابن عباس نے فرمایا کہ او دیہاتی قولہ تعالیٰ۔ فاتوا حرثکم انی شئتم۔ کے تو فقط یہ معنی ہیں کہ کھڑے اور بیٹھے اور آگے سے اور
پیچھے انکی فرجوں میں جماع کرو اُس سے دوسری راہ میں تجاوز مت کرو۔ اور احمد وبیہقی نے عبد اللہ ابن عمروؓ سے روایت کی نبی صلعم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جورو
سے اسکی مقعد میں وطی کرتا ہے وہ لوطیہ صغریٰ ہے اور ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ بھلا ایسا کوئی کریگا مگر وہی جو کافر ہو اور ایسا ہی عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوعاً
روایت کیا گیا ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ اصح ہے رواہ عبد بن حمید ایضاً موقوفاً۔ اور علی بن طلق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے منع فرمائی کہ عورتوں کے
انکی دبر میں وطی کیجاوے رواہ احمد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جورو کی

دبر مین وطی کرتا ہی اللہ تعالے اُسکی طرف نظر نہ فرماویگا رواہ احمد وابن ماجہ اور حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث مرفوعًا روایت ہی کہ ملعون ہی جو اپنی جورو سے اُسکے
دبر مین وطی کرے۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی۔ اور حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ مردون کا اپنی عورتون سے انکی دبر مین وطی کرنا کفر ہے رواہ النسائی اور حضرت
عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالے سے جیسا چاہیئے ہی شرم رکھو۔ اللہ تعالے حق بات سے شرم نہین فرماتا ہی تم لوگ عورتون سے اپنی دبر مین وطی مت کیجیو رواہ النسائی۔ اور
علی بن طلق سے مرفوعًا روایت ہی کہ اللہ تعالے حق بات سے حیا نہین کرتا ہی تم لوگ عورتون کے چوتڑون مین وطی مت کیجیو۔ رواہ احمد اور ابن مسعودؓ سے
روایت ہی کہ محاش النساء یعنی عورتون کی مقعد حرام ہین رواہ ابوبکر الاثرم اور ثوریؒ نے روایت کی کہ ایک مرد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا کہ
عورت کی دبر مین وطی کرنا روا ہی آپ نے فرمایا کہ تو نیچے گر پڑا اللہ تعالے تجھے نیچے گراوے ارے کیا تو نے اللہ تعالے کا قول نہین سنا اتاتون الفاحشۃ ما سبقکم
بہا من احد من العالمین۔ کیا تم ایسی فحش حرکت کرتے ہو جو تم سے پہلے تمام عالمون مین سے کسی نے نہین کی تھی۔ اس سے ظاہر ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
اسکی تحریم کے قائل تھے اور عبداللہ ابن مسعود وابودرداء وابوہریرہ وابن عباس وعبداللہ بن عمرو بن العاص وحضرت عمرؓ کے اقوال اسکی تحریم مین
پہلے بیان ہو چکے ہین پھر بیان ایک روایت عبداللہ بن عمرؓ سے موہم واقع ہوئی جس سے بعض لوگون نے جہالت سے دوسرے معنی لگائے چنانچہ
ابن جریر نے روایت کی کہ نافع نے کہا کہ مین نے ایک روز قولہ۔ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ پڑھا تو ابن عمرؓ نے کہا کہ تو جانتا ہی کہ کس بارہ مین یہ آیت اُتری
مین نے کہا کہ نہین تو کہا کہ عورتون سے انکی دبر مین وطی کرنے کے بارہ مین اُتری ہی (رواہ البخاری ایضًا) اور معنی یہ ہین کہ عورت سے پچھونڈے کی طرف سے وطی کرنیکے
بارہ مین اُتری ہی کیونکہ خود انکے باپ حضرت عمرؓ نے ایسا کیا تھا اور خائف ہو کر حضرت صلعم سے پوچھنے آئے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ پچھونڈے کی طرف سے جماع
کرنا جائز ہی جبکہ مقعد سے بچتا رہے جیسا کہ اوپر گذرا اور دلیل اسپر کہ عبداللہ بن عمرؓ کی یہی مراد ہی وہ روایت ہی جو نسائیؒ نے بطریق زید بن اسلم روایت کی کہ عبداللہ
ابن عمرؓ نے کہا کہ ایک شخص اپنی عورت سے پچھونڈے سے آیا پھر اسکو دل مین گناہ کا خطرہ ہوا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم الآیہ۔
اور کچھ شک نہین ہی کہ عرب اہل اغلام کی شناعت اس درجہ کی کہتے تھے کہ کبھی ان مین یہ خطرہ بھی نہین گذرتا تھا چنانچہ قولہ تعالے۔ اتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بہا من احد من العالمین
الآیہ۔ کی تفسیر قصہ قوم لوط مین مفصل معلوم ہوگا پس قرطبیؒ کی نقل محض لغو وغلط واہی ہی۔ ابن عمرؓ سے خود اسکے خلاف اسی طرح طریق سے مروی ہی چنانچہ
نسائی نے ابوالنضر سے روایت کی کہ مین نے نافع مولاے ابن عمر سے کہا کہ تمھاری طرف نسبت کرکے یہ بات سُنی جاتی ہی کہ تم کہتے ہو کہ ابن عمرؓ نے یہ فتوی دیا کہ عورتون
سے انکی دبر مین وطی روا ہی تو نافع نے کہا کہ لوگون نے مجھپر جھوٹھ باندھا اور مین تجھسے اسکی بات بیان کرتا ہون حال یہ ہوا کہ ابن عمرؓ نے ایک روز مصحف
پڑھنا شروع کیا اور مین انکے پاس تھا یہانتک کہ اس آیت پر پہونچے نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ پھر کہا کہ اے نافع تو جانتا ہی کہ اس آیت کا قصہ
کیا ہی تو مین نے کہا نہین تو کہا کہ ہم لوگ گروہ قریش کی عورتون سے انکی پشت کی طرف سے جماع کیا کرتے تھے پھر جب ہم مدینہ مین آئے اور ہم نے انصار کی
عورتون سے نکاح کیا تو ہمنے اُنسے بھی یہی کرنا چاہا جیسا کیا کرتے تھے تو یہ عورتین اس امر کو مکروہ جانتی تھین اور بہت بڑا گناہ جانتی تھین اور انصار کی
عورتون نے یہ اعتقاد یہودیہ عورتون سے لیا تھا کہ ان عورتون سے فقط پہلو پر جماع کیا جاتا تھا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم
اور یہ اسناد صحیح ہی اور اسکو حافظ ابوبکر بن مردویہ نے بھی طبرانی کے طریق سے روایت کیا ہی پس یہ صریح ہی کہ عورتون سے اغلام کرنا روا نہین ہی اور ابن کثیر کی تفسیر
مین ہی کہ ابن عمرؓ سے بھی ثابت ہی کہ وہ عورتون سے اغلام کرنا حرام کہتے تھے اسمین کچھ شک نہین ہی اور دارمی نے اپنی مسند مین سعید ابن یسار کے طریق
سے روایت کی کہ انھون نے ابن عمر سے کہا کہ ما تقول فی الجواری تحمیض لہن۔ یعنے تم باندیون کے حق مین کیا کہتے ہو آیا اُنسے تحمیض کیجاوے تو فرمایا
کہ تحمیض کیا چیز ہی تو عرض کیا کہ دبر مین وطی کرنا تو ابن عمرؓ نے فرمایا ابن کیا مسلمانون مین کوئی ایسا بھی کرتا ہی ایسا ہی عبداللہ بن صالح نے لیث سے
روایت کیا اور ایسا ہی ابن وہب و قتیبہ نے لیث سے روایت کیا ہی اور یہ اسناد صحیح ہی اور نص صریح ہی کہ دبر مین وطی کرنا عبداللہ بن عمر حرام جانتے اور کہتے

تھے پس جو روایتین ابن عمرؓ سے ایسی آئی ہین کہ جسمین وہم واحتمال ہو معنے انکے یہی ہین کہ عورتون سے پیچھونڈے کی طرف سے فرج مین جماع کیا جاوے اور ابن عمرؓ صریح تحریم کے قائل تھے واضح ہو کہ ابن عباسؓ کو بھی ابن عمرؓ کے ظاہر لفظ سے یہی وہم ہوا تھا کیونکہ خبر دینے والے نے ابن عمرؓ کے قول سے اپنی فہم ناقص کے مطابق معنے سمجھ لیے اور یہی جا کر ابن عباس سے نقل کر دیے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ ناقل کی خطا ہے جیسے کہ نافعؒ کے بیان سے لوگون نے غلط معنے لگا لیے تھے جیسا کہ اوپر صحیح معلوم ہو چکا تو یہ کچھ مضر نہین ہے۔ اور رہا یہ کہ امام مالک کی طرف نسبت کیا گیا کہ وہ اسکے جواز کے قائل تھے تو یہ بھی محض دروغ و باطل ہے اور کسی کتاب مین انکا قول نہین ہے اور نہ انکے ہزارون شاگردون مین سے کسی نے نقل کیا حالانکہ انکے شاگردون مین ایک ہزار آدمی مانند امام شافعی وامام محمد کے اجلۂ علما ہین لیکن قوم روافض نے بہتان باندھا کہ امام مالک نے اسکو کتاب السر مین بیان کیا ہے حالانکہ کتاب السر عجیب عنقا ہے کہ کوئی اسکو نہین جانتا بلکہ مذہب مالکؒ کے فقہا و مشائخ اس کتاب السر سے سخت انکار کرتے ہین اور امام مالکؒ کی شان بھی اس سے پاک ہے کہ انکی کوئی کتاب السر یعنے خفیہ کتاب ہو مترجم کہتا ہے کہ رافضی نے اپنے اوپر قیاس کیا جیسے وہ خفیہ شیطانی حوالہ پر اپنا عقیدہ رکھتا ہے ایسے ہی اسنے ادھر جوڑا حالانکہ اللہ تعالے نے دین اسلام کو ظاہر فرمایا بقولہ لیظہرہ علی الدین کلہ الآیۃ۔ اور بعض روایات سے پتہ ملا ہے کہ روافض نے یہ دروغ تقیہ کر کے پھیلانا چاہا تھا مگر بھلا ایسے عالم پر کب چل سکتا ہے جسکے شاگردون مین سے ہزارہا تو عالم مجتہد ہون۔ اور حاکم و دارقطنی و خطیب نے جو امام مالکؒ سے اس بارہ مین موہم روایات کین وہ محض واہی و باطل ہین جیسا کہ ذہبیؒ نے رسالہ مفردہ مین ابطال کیا ہے۔ اور معن بن عیسیٰؒ نے امام مالکؒ سے روایت کی کہ عورتون سے دبر مین وطی کرنا حرام ہے اور ابو بکر بن زیاد نیشاپوری نے اسرائیل بن روح سے روایت کی کہ مینے امام مالکؒ سے پوچھا کہ عورتون سے دبر مین وطی کرنے کے بارہ مین آپ کیا کہتے ہین فرمایا کہ تم لوگ محض گنوار قوم ہو بھلا حرث کچھ اور ہوتا ہے سواے موضع زراعت کے تو کبھی فرج سے تجاوز نہ کر مین نے عرض کیا کہ اے ابو عبد اللہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ آپ اسکے جواز کے قائل ہین فرمایا کہ معاذ اللہ لوگون نے مجھپر دروغ باندھا ہے انھون نے مجھپر دروغ باندھا اس سے تحقیق ہوا کہ مالکؒ اسکی تحریم کے قائل ہین اور یہی قول امام ابو حنیفہ و شافعی و احمد بن حنبل اور انکے جملہ اصحاب کا ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و ابو سلمہ و عکرمہ و طاؤس و عطا و سعید بن جبیر و عروۃ بن الزبیر و مجاہد و حسن وغیرہم سے مروی ہے اور ان لوگون نے اس حرکت پر سخت انکار کیا ہے اور بعضون نے ایسا کرنیوالے پر کفر کا اطلاق کیا ہے اور یہی جمہور علما کا مذہب ہے طحاوی نے محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم سے حکایت کی کہ اُسنے کہا کہ مینے شافعی سے سنا کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی تحلیل و تحریم مین کچھ ثابت نہین اور قیاس یہ ہے کہ وہ حلال ہو ذہبیؒ نے میزان مین کہا کہ طحاوی مرد ثقہ معتمد ہین لیکن محمد بن عبد الحکم نے جھوٹ کہا یا وہم ہوا ہے اور اس روایت کو خطیب بغدادی نے بھی روایت کیا اور ابو نصر الصباغ نے فرمایا کہ ربیع جو امام شافعی کے خاص شاگردون مین سے ہین قسم کھاتے تھے کہ یا اللہ الذی لا الہ الا ہو البتہ ابن عبد الحکم نے جھوٹ باندھا شافعی رحمہ اللہ پر اس بارہ مین کیونکہ شافعی نے اپنی کتابون مین سے چھ کتابون مین اسکے حرام ہونے پر تصریح بیان ۱۲ تنصیص کر دی ہے قال المترجم ثابت ہوئی تفسیر آیت کی اور ثابت ہوا کہ حضرت صلعم نے سخت زجر فرمایا ہے لواطت والے پر اور اصحاب سلف وائمہ خلف و علماے مجتہدین اسکی حرمت شدیدہ پر متفق ہین پس بعد اسکے اگر فرض کیا جاوے کہ کوئی عالم اسکے جواز کا قائل ہے تو اُسکا قول اُسکے سر مارا جاویگا اور ہرگز اسکا اتباع کرنے والا نجات نہ پاویگا اور مین نے اس مقام پر تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے التقاط کلام کر کے اسواسطے تطویل کی کہ اس زمانہ مین خواہش نفسانی کے لوطی اور مفسدان فرقہ رافضہ بہت فریب دیتے ہین اور عوام اپنی خواہش نفسانی کے پابندی مین انکی باتون پر کان دھر کر گمراہ ہو جاتے ہین ونعوذ باللہ من الضلال اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ قدموا لانفسکم۔ یعنے جماع کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کرے ایسا کرے اور صحیح بخاری مین ابن عباس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر تم مین سے کسی نے جب اپنی عورت کے پاس جانیکا ارادہ کیا یون کہہ لیا کہ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا تو اگر ان دونون کے درمیان کوئی بچہ مقدر ہوگا تو اسکو شیطان کبھی مضرت نہ پہونچاویگا۔ رواہ البخاری اور اسی قرینہ پر شاید بعض مفسرین نے قدموا لانفسکم کی تفسیر مین کہا کہ اس جماع سے اولاد صالح کی خواہش کرے واللہ اعلم ف۲ قال الشیخ فی العرائس۔ قولہ نساؤکم حرث لکم الآیۃ۔ اس مین

اللہ تعالے نے اپنے بندون کو مباشرت کے آداب سکھلائے کہ مطالبۂ نفس کی حالت مین کام کو صدق نیت سے شروع کرین اور تقوی کو لازم رکھین حتی کہ ان باتون کو اپنے تمام احوال مین کبھی نہ بھولین اور انکی یہ صحبت بغرض شہوت رانی نہ ہو بلکہ اللہ تعالے کے واسطے ہو اور واسطیؒ نے فرمایا کہ اپنے جماع کرنے مین اپنی سچی نیت کو مقدم کر دو اور یہ نیت کرلو کہ یہ اسواسطے ہے کہ جو ہمپر حرام کیا ہے اس سے عفت حاصل ہو اسواسطے کہ بدون سچی نیت کے شہوت کی پیروی کرنا بڑی غفلت ہے قال المترجم یہی حال سب باتون مین ہے مثلاً بالون مین کنگھی وغیرہ کرنا اگر صفائی ستھرائی کی نیت سے ہے تو مسنون ہے اور ایسے ہی سرمہ لگانا وغیرہ بھی اور اگر خوبصورتی وغیرہ کی نیت سے ہے تو اسکی مذمت ہے

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
اور نہ ٹھہراؤ اللہ کو نشانہ اپنی قسمین کھانے کا کہ سلوک نہ کرو اور پرہیزگاری اور صلح درمیان لوگون کے اور اللہ سنتا
عَلِيْمٌ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ
جانتا ہے نہین پکڑتا تم کو اللہ تمھاری ناکاری قسمون پر لیکن پکڑتا ہے اس کام پر جو کرتے ہین دل تمھارے اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے

لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ مت بناؤ اللہ کو ف یعنی اسم اللہ تعالے کے ساتھ قسم کھانے کو عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ نشانہ واسطے اپنی قسمون کے ف بایںطور کہ کثرت سے اللہ تعالے کے ساتھ قسمین کھاؤ کہ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ تم نکوئی نہ کروگے و تقوی نہ کروگے اور لوگون مین اصلاح نہ کروگے ف پس ایسی باتون کے نہ کرنے پر قسم کھانا مکروہ ہے اور ایسی قسم مین اسکا توڑ دینا اور کفارہ دینا مسنون ہے بخلاف اسکے اگر کسی نیک کام کرنے اور اسکے مانند پر قسم کھائی تو یہ طاعت ہے اور بعضی کلام کے یہ ہین کہ نیکوکاری واسکے مانند جو مذکور ہوا اسکے کرنے سے باز نہ ہو جبکہ تمنے اسکے نہ کرنے پر قسم کھائی ہے بلکہ نیکوکاری واسکے مانند کو بجالاؤ اور کفارۂ قسم دیدو اسواسطے کہ سبب نزول آیہ کا یہ تھا کہ قسم کھا کر اسکے بجالانے سے انکار واقع ہوا تھا۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ لاقوالکم عَلِيْمٌ باحوالکم۔ اللہ تعالے سننے والا ہے تمھارے اقوال کا جاننے والا ہے تمھارے احوال کا لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ الکائن۔ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ اللہ تعالے تمکو ایسے لغو پر مواخذہ نہین فرماتا جو تمھاری قسمون مین واقع ہو ف شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ لغو قسم وہ ہے کہ زبان اسکی طرف سبقت کر جاوے بدون اسکے کہ قسم کھانے کا قصد ہو جیسے لا واللہ۔ اے نہین واللہ۔ یا ہان واللہ پس نہ اسمین گناہ ہے اور نہ کفارہ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ولیکن اللہ تعالے تمکو مواخذہ فرماتا ہے ایسی چیز سے جسکا تمھارے دلون نے قصد کیا ہے ف یعنی جن قسمون کو قصد کیا تمھارے دلون نے اسپر مواخذہ کریگا جب تم حانث ہوگے "قسم توڑ دیگے" وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ اللہ تعالے غفور حلیم ہے ف یعنی بخشنے والا ہے اس چیز کو جو لغو ہے واقع ہو اور حلیم ہے تاخیر کر دینے مین سزا و عذاب کے اس شخص سے جو اس عقوبت کا سزاوار ٹھہرے پھر اس آیت کے سبب نزول مین دو روایتین ہین ایک یہ کہ نعمان بن بشیرؓ نے عبداللہ بن رواحہؓ کی بہن کو طلاق دیدی پھر رجوع اور صلح کا ارادہ کیا پس عبداللہ بن رواحہؓ نے قسم کھائی کہ نعمان سے کلام نہ کرونگا اور دونون مین اصلاح نہ کرونگا پس یہ آیت نازل ہوئی ذکرہ البیضاوی وغیرہ ولیکن مفسر شیخ جلالؒ نے ذکر کیا کہ مین اس روایت پر واقف نہین ہوا اور یہ تعریض ہے اسکے عدم ثبوت کی اور ابن جریر یعنی ابن جریج سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے حق مین نازل ہوئی کہ انھون نے قسم کھائی تھی کہ اپنے خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ کو نفقہ نہ دونگا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے مین منافقون کے ساتھ شریک تھا اور وہ مہاجرین فقیرون مین سے تھا اسکو حضرت صدیقؓ ہی نفقہ دیتے تھے۔ اور مشہور یہ ہے کہ اس بارہ مین۔ قولہ تعالے ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمهاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم الآیہ۔ نازل ہوئی ہے چنانچہ اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالے بیان آویگا۔ ولیکن بعید نہین کہ یہ آیت بھی اسی بارہ مین نازل ہوئی ہو جس سے یہ حکم نکلا کہ اگر نیکوکاری وصلہ رحم نہ کرنے

قسم کھاوے تو اسکو توڑ دے اور اسکا کفارہ دیدے اور اگر قسم پر جارہے گا تو گنہگار ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر سورۂ بقرہ مین یہ آیت بہت مدت کے بعد نازل ہوئی ہے حالانکہ یہ بعید ہے۔ قال البیضاوی عرضۃ بروزن فعلۃ بمعنے مفعول ہے اور اطلاق اسکا اس چیز پر آتا ہے جو کسی شی کے بیچ مین عارض و روک کر دیا جاوے اور اُس شی پر بولتے ہین جو کسی شی کا معرض و نشانہ بنایا جاوے پس آیت کے معنے اگر عرضۃ بمعنی اول لیا جاوے تو یہ ہونگے کہ اللہ تعالے کو حاجز و روک نہ بناؤ ان انواع خیر کا جنپر تمنے قسم کھائی ہے پس ایمان جو جمع یمین بمعنے قسم ہے اس سے مراد وہ چیزین ہونگی جنپر قسم کھائی ہے اور یہ اطلاق آتا ہے چنانچہ ابوہریرہؓ کی روایت مین ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من حلف علی یمین فرأی غیرہا خیرا منہا فلیکفر عن یمینہ ولیفعل الذی ہو خیر یعنے جس شخص نے قسم کھائی کسی یمین پر یعنی کسی امر پر پھر اسکے غیر کو بہتر دیکھا تو چاہیے کہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور جو امر بہتر ہے اوسکو بجا لاوے (رواہ مسلم) پس اسمین یمین کا اطلاق اس امر پر ہے جس پر قسم کھائی ہے اور اس صورت مین ان تبروا آہ یعنے ان مع صلہ کے ایمان کا عطف بیان ہوگا۔ کمالین مین کہا کہ یہی تفسیر مشہور ہے یعنے یمین جسکا روک ہے کہ نیکی کرو الخ اور روک اسطرح ہوگی کہ انکے نہ کرنے پر قسم ہو اور بر تقدیر ثانی یعنے جبکہ عرضۃ بمعنی نشانہ لیا جاوے تو معنے یہ ہین کہ نہ بناؤ اللہ تعالے کو نشانہ اپنی قسمون کا پس اللہ تعالے کے ساتھ کثرت سے قسمین کھا کر نام الٰہی کو مبتذل کرو اسیواسطے کثرت سے قسم کھانے والے کی مذمت فرمائی بقولہ ولا تطع کل حلاف مہین مت پیروی کر ہر ایسے شخص کی جو کثرت سے قسم کھانے والا خوار ہے اور اس صورت مین ان مع صلہ کے نہی مذکور کی علت ہے یعنے تمکو ممانعت کی گئی اس بات سے اس وجہ سے کہ تم سچے رہو اور متقی رہو اور لوگ تمپر اعتماد کرین کہ لوگون کے درمیان صلاح کرو کیونکہ زیادہ قسم کھانے والا اللہ تعالے پر جرأت کرنے والا ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ قسم مین سچا متقی نہین ہوتا اور نہ لوگ اسپر اعتماد کرتے ہین پس وہ انکے درمیان اصلاح نہین کر سکتا۔ ذکرہ البیضاوی اور شیخ ابو حیان نے کہا کہ اس صورت مین میرے نزدیک ان تبروا علت نہین بلکہ منصوب بنزع خافض ہے اے لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم علی ان تبروا یعنی مت بناؤ اللہ تعالی کو نشانہ اپنی قسمون کا اس بات پر کہ تم نیکی کروگے اور تقوی کروگے اور لوگون مین اصلاح کروگے پس نیکوئی و تقوی و اصلاح بین الناس پر قسم کھانے سے منع کر دیے گئے کہ انکو نشانہ بناکر مبتذل نہ کرو حالانکہ یہ اوصاف جمیلہ تھے تو انکے سوا اور امور پر قسم کھانے کی صورت مین وہ بدرجۂ اولی ممنوع ہے پس حاصل یہ ہوا کہ زیادہ قسم کھانے سے اگرچہ امر خیر پر بھی ہو ممانعت ہے اور کم قسم کھانے کی ترغیب ہے اور عرب مین کم قسم کھانے پر تعریف ہوا کرتی تھی شیخ سیوطیؒ نے وہ اختیار کیا جو سلف و خلف سے مروی ہے چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی قولہ ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم کہا یعنے مت قرار دے نشانہ اپنی قسم کا جو یہ ہے کہ نیک بات نہ کرونگا ولیکن کفارہ دے اپنی قسم کا اور نیکوئی کر۔ اور ایسا ہی مسروق و شعبی و ابراہیم نخعی و مجاہد و طاؤس و سعید بن جبیر و عطاء و عکرمہ و مکحول و زہری و حسن و قتادہ و مقاتل بن حیان و ربیع بن انس و ضحاک و عطاء خراسانی و سدی رحمہم اللہ کا قول مروی ہے اور اسی کی موید ہے جو صحیحین مین حدیث ابو موسے اشعریؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرہا خیرا منہا الا اتیت الذی ہو خیر وتحللتہا۔ یعنے مین قسم اللہ تعالے کی انشاء اللہ نہین قسم کھاؤنگا کسی امر پر پھر اسکے غیر کو اس سے بہتر دیکھونگا مگر کہ جو بہتر ہے اوسی کو بجا لاؤنگا اور قسم کو توڑ دونگا یعنے کفارہ دیدونگا ذکرہ ابن کثیرؒ اور اس باب مین احادیث بہت ہین اور بعض احادیث مین ہے کہ ایسی قسم کو ترک کرنا اسکا کفارہ ہے یعنے ایسی قسم مین یہ جرم بھی تھا کہ نیک بات کرنے پر کیون قسم کھائی تو اس جرم کا کفارہ یہی کافی ہے کہ قسم سے حلال ہوگیا اگرچہ قسم کے توڑنے کا کفارہ معمولی دینا پڑیگا واللہ اعلم۔ قولہ لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ واضح ہو کہ لغو کی تفسیر مین ائمہ علما کے مختلف اقوال ہین بعض نے کہا کہ لغو قسم وہ ہے کہ قسم کھانے والا اسکا قصد نہ کرے بلکہ عادت کے موافق اسکی زبان پر بدون قصد و تاکید کے جاری ہو جاوے اور یہی ابن عباس و عائشہ و بعض علماء سے روایت ہے اور یہی شافعیؒ کا قول ہے اور ابو داؤد نے عائشہؓ سے مرفوعا روایت کیا کہ قسم مین لغو یون ہے جیسے آدمی اپنے گھر مین باتون مین لا واللہ اور بلی واللہ کہا کرتا ہے پس اگر مرفوعا ثابت ہو تو اس قول کا موید ہے ولیکن اکثر ثقات نے حضرت عائشہ سے اسکو موقوفا یعنے قول عائشہؓ روایت کیا ہے اور عروہؓ نے کہا کہ حضرت عائشہ فرماتی تھین کہ لغو تو مزاح و ہزل ہی مین ہوا کرتا ہے کہ آدمی کہتا ہے لا واللہ اور بلی واللہ پس اسمین کفارہ نہین ہے اور کفارہ اُسی قسم مین ہے کہ اسکے قلب نے اسکو منعقد کیا کہ اسکو کریگا پھر اُسکو نہ کیا۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابن عمر کا اور دو قول مین سے ابن عباس کا ایک قول و شعبی کا

اور ایک قول عکرمہ کا و عروۃ بن الزبیر و ابوصالح اور ایک قول ضحاک کا و ابوقلابہ و زہری کا قول مروی ہے۔ پھر ابن ابی حاتم نے ایسی سند سے جو علمائے حنفیہ کے نزدیک جید ہے عروہ کے طریق سے عائشہ سے روایت کیا کہ حضرت عائشہ قولہ لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ کی تاویل میں فرماتی تھیں کہ لغو وہ ہے کہ کوئی اسپر قسم کھائے اسطرح کہ وہ اس سے سوائے سچائی کے کچھ ارادہ نہیں کرتا پھر وہ اس حال کے سوائے دوسرے حال پر نکلے جسپر اسنے قسم کھائی تھی۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابوہریرہ کا اور دوسرا قول ابن عباس کا و سلیمان بن یسار اور سعید بن جبیر اور ایک قول مجاہد کا اور ایک قول ابراہیم نخعی کا اور حسن و زرارۃ بن اوفیؓ کا اور مالک عطاء خراسانی و بکر بن عبداللہ و ایک قول عکرمہ کا اور حبیب بن ابی ثابت و سدی و مکحول و مقاتل و طاؤس و قتادہ و ربیع بن انس و یحییٰ بن سعید و ربیعہ کا مانند اسکے مروی ہے ذکرہ ابن کثیرؒ و امام مالک نے مؤطا میں کہا کہ لغو کی تفسیر میں جو میں نے سنا ہے اسمیں سے احسن یہ ہے کہ لغو وہ قسم ہے کہ کسی شی پر یقین جانکر کہ وہ ایسے ہی ہے قسم کھا جاوے پھر اسکے خلاف نکلے اور یہی امام مالک کا قول ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ و امام احمد کا ہے اور اوپر کے بیان سے تجھے معلوم ہوا کہ بہ نسبت اول قول کے یہ قول اکثر صحابہ و تابعین سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ عائشہؓ سے ہر دو قول کا مجموعہ بھی مروی ہے چنانچہ اپنے اسناد سے عطاء بن ابی رباح کے طریق سے عائشہؓ سے روایت کی کہ لغو یوں کہنا کہ لا واللہ اور بلی واللہ ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں لیکن درواقع ایسا نہیں ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ اس روایت سے بھی ائمہ ثلاثہ کے قول کی تائید نکلتی ہے واللہ اعلم اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ عبدالرزاق نے ابراہیم سے روایت کی کہ لغو یہ ہے کہ آدمی ایک چیز پر قسم کھاوے پھر اسکو بھول جاوے۔ اور زید بن اسلم نے کہا کہ لغو یہ ہے کہ آدمی کہے کہ اللہ میری آنکھیں اندھی کرے اگر میں ایسا نہ کروں۔ یا مجھے میرے مال سے نکال دے اگر میں کل تیرے پاس نہ آؤں۔ اور طاؤسؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ لغو قسم یہ ہے کہ تو حالت غضب میں قسم کھاوے اور سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ لغو قسم یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالےٰ نے حلال کیا ہے اسکو حرام کرے پس اسمیں تجھپر کچھ کفارہ نہیں ہے قال المترجم معقودہ تفسیر ہے جو ائمہ ثلاثہ نے اختیار کی ہے واللہ اعلم اور کشاف میں ہے کہ اسکا نام قسم لغو اس وجہ سے رکھا کہ لغو ایسی چیز کو کہتے ہیں جو درجۂ اعتبار سے ساقط ہو خواہ کلام ہو یا اور کوئی چیز ہو پس لغو قسم وہ ہے کہ اسکا کچھ اعتبار نہیں اور نہ اس سے کوئی حکم متعلق ہے۔ قولہ ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم۔ یعنے قصد کر کے اسپر قسم کھائی پس بنا بر قول شافعی کے یہ قسم لغو کا مقابل ہوگا اور مجاہد وغیرہ نے کہا کہ یہ مانند قولہ تعالےٰ ولکن لا یواخذکم بما عقدتم الایمان الآیہ۔ ہے اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس و بہتیروں نے کہا کہ یہ یوں ہے کہ کسی بات پر قسم کھاوے درحالیکہ وہ جانتا ہے کہ میں جھوٹا ہوں۔ اس تفسیر پر وہ ائمہ ثلاثہ کی تفسیر لغو کے مقابل ہوگا ولیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں ابن عباسؓ کی تفسیر اخص ہے یا ایک نوع کا بیان ہے کیونکہ ایمان معقودہ میں زمانہ ماضیہ اور آئندہ دونوں پر قسم ہوگی پس اگر قسم کھائی کہ واللہ میں نے گذرے جمعہ کو صلوٰۃ التسبیح پڑھی اور وہ سچا ہے تو سچا ہے اور اگر جھوٹا ہے تو یہ یمین غموس ہے اور وہ کبیرہ گناہ ہے اور یہی ابن عباس کی تفسیر ہے اور اگر قسم کھائی کہ واللہ آئندہ جمعہ کو صلوٰۃ التسبیح پڑھونگا پس اگر آئندہ جمعہ کو پڑھی تو قسم پوری ہوئی اور اگر نہ پڑھی تو حانث ہوا پس مواخذہ ہوگا اور وہ کفارہ ہے پس معلوم ہوا کہ ایمان معقودہ میں یمین غموس بھی داخل ہے پس مفسر سیوطیؒ نے جو کہا کہ اذا احنثتم یعنے جب ایمان معقودہ میں حانث ہو تو مواخذہ ہوگا بدون تفصیل کے ہے اور تفصیل یہ ہے کہ اگر زمانہ آئندہ پر کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی اور اسمیں حانث ہوا تو کفارہ بالاتفاق و بالاجماع لازم آویگا اور اگر زمانہ گذشتہ پر اسطرح قسم کھائی اور سچا نہیں ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مواخذہ ہوگا اور یہ مواخذہ جو یہاں مذکور ہے وہ آیۂ مائدہ میں مبین ہے کہ کفارہ ہے پس یمین غموس پر کفارہ واجب ہوگا اور امام ابوحنیفہ و مالک و احمد کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے اسمیں سوائے توبہ و استغفار کے کوئی چارہ نہیں ہے اور شیخ ابن حجر نے ابن عبدالبر وغیرہ سے نقل کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں بلکہ توبہ و استغفار کرلے اور امام احمد نے باسناد جید حضرت ابوہریرہ سے مرفوعًا روایت کی کہ پانچ چیزیں ہیں جنمیں کفارہ نہیں ہے اور انمیں سے یمین غموس کو بھی شمار کیا اور امام شافعی نے جو آیہ مائدہ کو یہاں کا بیان قرار دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں مواخذہ مطلق مذکور ہے اور یہ روز قیامت میں ہوگا اور آیہ مائدہ میں جو مواخذہ ہے وہ دنیا میں ہے پس ایک کو دوسرے پر محمول نہیں کرسکتے ہیں قال المترجم علما نے تصریح کی کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے غیر کی قسم مانند باپ کی قسم یا تیرے سر کی

قسم یا دلی یا نبی کی قسم یہ سب ناجائز اور شرک ہین پس قسم اللہ تعالےٰ یا اسکے کسی صفت کی مثل واللہ والذی نفسی بیدہ او عزۃ اللہ یا عظمۃ اللہ کی قسم یہ روا ہے
پس اگر اسکے ساتھ کسی امر مستقبل پر قسم کھائی یعنے جو آیندہ ہونے والا ہے پھر یہ حانث ہوا تو اسپر کفارہ واجب ہوگا اور کفارہ قسم کا تین روزے پے درپے ہین یا دس
مسکینون کا کھانا یا ایک بردہ اس تفصیل سے جو سورہ مائدہ مین انشاء اللہ تعالےٰ مذکور ہوگی اور فقہ مین مفصل مذکور ہے اور اس کے سوا ے اگر اور چیز کے ساتھ قسم کھائی
مثل کعبہ کی قسم یا بیت اللہ کی قسم یا باپ کی قسم وغیرہ تو یہ قسم نہوگی اور حانث ہونے سے کفارہ لازم نہوگا اور ایسی قسم مکروہ تحریمی ہے اور اسکی ممانعت مین روایت
حدیث ہے کہ اللہ تعالےٰ تم کو منع کرتا ہے کہ اپنے باپ دادون کی قسم کھاؤ پس جو قسم کھانا چاہے یا تو اللہ کی قسم کھاوے یا خاموش رہے رواہ الترمذی وغیرہ

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ

جو لوگ قسم کھا رہتے ہین اپنی عورتون سے انکو فرصت ہے چار مہینے پھر اگر مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر

عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

عزم کیا طلاق کا تو اللہ سنتا جانتا ہے

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ - جو لوگ ایلا کرتے ہین اپنی عورتون سے یعنے قسم کھا لیتے ہین کہ ان سے مجامعت نہ کرینگے تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ - انتظار چار ماہ ہے - فَاِنْ فَآءُوْ - پس اگر انھون نے رجوع کیا اس مدت مذکورہ مین رجوع کیا قسم سے طرف وطی کے فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ - تو اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے یعنے بخشنے والا ہے انکو جو انھون نے قسم سے عورت کو ضرر پہونچایا ہے - وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ - اور اگر انھون نے عزم کیا طلاق پر اس طور کہ رجوع نہ کیا - فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ - لقولہم - تو اللہ تعالےٰ انکے قول کا سننے والا ہے - عَلِيْمٌ - بعزمہم - انکے عزم کا جاننے والا ہے پس طلاق واقع ہوجائیگی اور یہ امام ابوحنیفہ رح کا قول ہے اور شافعی کے نزدیک اسپر اب طلاق دینا واجب ہے پس بقول شافعی بعد چار ماہ کے چاہے قسم سے وطی کی طرف رجوع کرلے اور بقول ابوحنیفہ رح چار ماہ گذرتے ہی طلاق بائن پڑ گئی - ہان اب دوبارہ مہر کے ساتھ چاہے برضامندی عورت کے نکاح کرلے - واضح ہو کہ یہ ایلاء کا مسئلہ ہے یعنے جس مرد نے قسم کھائی کہ اپنی جورو سے وطی نہ کریگا اوسکو چار مہینہ کی مدت دی گئی اسمین انتظار کیا جائیگا پس اگر اسنے اس مدت مین رجوع کیا یعنے وطی کرلی تو قسم ٹوٹ گئی اسکا کفارہ دیدے اور جورو و مرد مین میل رہا اور اگر اس مدت مین رجوع بطور مذکور نہ کیا تو طلاق پڑ گئی اور پھر رجوع نہین کرسکتا ہے اور یہ طلاق بائن ہوگی اور یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام مالک و شافعی و احمد کے نزدیک اسکو چار مہینہ گذرنے کے بعد بھی رجوع کا اختیار ہے اور مدت مذکورہ گذرنے پر طلاق نہ پڑیگی بلکہ وہ قید کیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ یا تو رجوع کرے یا طلاق دیدے اور اسی اختلاف کی بنا پر ایلا کی تعریف مین اختلاف ہے پس ابوحنیفہ و سفیان ثوری و کوفیون کے نزدیک ایلا یہ ہے کہ قسم کھاوے کہ اپنی عورت سے چار مہینہ یا زیادہ وطی نہ کریگا اور یہ عطاء کا قول ہے اور مالک و شافعی و احمد نے فرمایا کہ ایلا یہ ہے کہ چار مہینہ سے زائد تک وطی نہ کرنے کی قسم کھاوے پس چار مہینہ تک وطی نہ کرنے کی قسم انکے نزدیک ایلا نہوگی اور ایک جماعت نے کہا کہ اگر قسم کھائی کہ ایک روز یا کم یا زیادہ اپنی جورو سے وطی نہ کریگا پھر چار مہینہ اس سے وطی نہ کی تو ایلاء کی وجہ سے بائن ہوجائیگی اور یہی قول ابن مسعود رض و نخعی و ابن ابی لیلی و حکم و حماد بن سلیمان و قتادہ و اسحق کا ہے اور قولہ للذین - شامل ہے آزادون و غلامون کو جیسے من نسائہم شامل ہے آزادہ عورتون و باندیون کو جبکہ کسی مرد کے نکاح مین ہون پس امام شافعی و احمد کے نزدیک انکا ایلاء مثل آزاد کے ہے یعنے وہی مدت انکے لیے بھی ہے اور امام ابوحنیفہ و مالک و اسحق نے کہا کہ انکی مدت دو مہینہ یعنے نصف ہے اور یہ زہری و عطاء کا قول ہے اور شعبی نے کہا کہ باندی کا ایلاء آزادہ کے ایلاء کا نصف ہے اور اللہ تعالےٰ نے یہ مدت اسواسطے مقرر کردی کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ایک سال دو سال و زیادہ مدت تک ایلاء کرتے اور اس سے انکی غرض یہ ہوتی کہ عورت کو تنگ کرین اور ضرر پہونچا دین تاکہ وہ مال و مہر واپس کرکے خلع لے لے - اور اس

بیان مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ اگر چار مہینہ سے کم پر وطی نہ کرنے کی قسم کھاوے تو ائمہ اربعہ مین سے کسی کے نزدیک ایلاء شرعی نہوگا اگرچہ اسپر اطلاق ایلاء کا باعتبار معنی لغوی کیا جاوے چنانچہ صحیحین مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہو کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آلی من نسائہ شہرا یعنے رسول اللہ صلعم نے اپنی عورتون سے ایک مہینہ ایلاء کیا۔ پس ایسی مدت کی ایلاء مین بالاتفاق اسکو اپنی قسم پوری کرنی چاہیے اور شافعی وغیرہ کے نزدیک عورت کو ایسی مدت مین بلکہ چار مہینہ تک کی مدت مین مطالبہ کا اختیار نہین ہو اور اگر چار مہینے سے زائد پر قسم کھائی ہو تو چار مہینہ کے بعد امام شافعی وغیرہ کے نزدیک عورت کو اختیار ہو کہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ وہ رجوع کرے یا طلاق دے پس اگر اسنے کچھ نہ کیا تو حاکم اسکو قید کریگا پس اگر نہ مانا تو اسکی طرف سے طلاق دیدے گا تاکہ عورت کو مضرت نہ پہونچے اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا۔ للذین یولون من نسائہم تربص اربعۃ اشہر۔ اے انتظار چار ماہ ہو اور نسائہم کی لفظ مین دلالت ہے کہ ایلاء مخصوص ان عورتون سے ہو جن سے نکاح کیا ہو اور جو باندیان مملوکہ ہون انسے ایلاء نہین ہوتا ہو کیونکہ انکو وطی کے لیے مطالبہ کا اختیار نہین ہو اور یہی جمہور کا مذہب ہو آور اربعۃ اشہر۔ اے زوج کو اس مدت مین انتظار و توقف کا حق حاصل ہو اور ظاہر اسکا موید قول امام ابوحنیفہ ہو کہ چار

(یعنے مالک بہے نسبت بیوی ہون ۱۲)

ماہ کے اندر ہو نہ بعد چار ماہ کے۔ قولہ فان فاؤ۔ اے رجوع کیا جس حال پر تھے اور یہ کنایہ ہو جماع سے جیسا کہ ابن عباس ومسروق وشعبی وسعید بن جبیر وغیرہم مانند ابن جریر وغیرہ نے کہا ہو اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قولہ فان فاؤ فان اللہ غفور رحیم۔ مین دلالت ہو کہ اس رجوع اور وطی سے کفارہ لازم نہ آوے گا جیسا کہ حدیث مین آیا ہو کہ جس شخص نے قسم کھائی کسی چیز پر پھر اور بات کو اس سے بہتر دیکھا تو جسپر قسم کھائی ہو اسکا ترک کر دینا اسکا کفارہ ہو جیسا کہ امام ابوداؤد وترمذی نے روایت کیا ہو اور یہی شافعی کا قول قدیم ہو اور جمہور علما کے نزدیک اس صورت مین اسپر کفارہ لازم آویگا کیونکہ صحیح احادیث مین وجوب کفارہ مذکور ہو اور یہی شافعی کا قول جدید ہو قال المترجم اور فان فاؤ کے فاء تعقیب سے امام شافعی ومالک واحمد نے استدلال کیا ہو کہ وہ مقتضی ہو کہ اس مدت مذکورہ کے بعد اسکو رجوع کرنے یا طلاق کا اختیار باقی ہو اور نیز قولہ وان عزموا الطلاق مشعر ہو کہ بعد مدت مذکورہ کے ہو آور نیز سمیع علیم مشعر ہو مسموع کو اور وہ طلاق کا کلام ہو کیونکہ خالی مدت کا گذرنا تو مسموع نہین ہو اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ یہی جمہور متاخرین کا قول ہو کہ فقط مدت گذرنے سے طلاق واقع نہوگی جبتک کہ وہ طلاق نہ دے۔ اور ہم نے پہلے ذکر کیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک رجوع کرنیکا اختیار اسی مدت مذکورہ مین ہو اسکے بعد نہین ہو بلکہ مدت گذرنے پر طلاق واقع ہو جائیگی کوئی حاجت طلاق دینے کی نہوگی آور یہ فاء جو فان فاؤ مین ہو یہ تعقیب ذکری کی فاء ہو جو ایسے جملہ پر آتی ہو جو اپنے ماقبل کا تفصیل کرنے والا ہو اور معنی یہ ہین کہ پس تفصیل یہ ہے کہ اگر اسنے مدت کے اندر رجوع کیا تو اللہ غفور رحیم ہو اور اسی کے شاہد ہو قراۃ ابن مسعود رضہ کہ انھون نے فان فاؤفیہن فان اللہ غفور رحیم۔ پڑھا ہو اور یہ صریح ہو کہ رجوع اس مدت مذکورہ کے اندر ہو اور سمیع علیم کے معنے یہ ہین کہ سمیع انکے ایلاء کا اور علیم انکے قصد کا ہو اور یہی مذہب متقدمین سلف وخلف کا ہے کہ چار مہینے گذرنے پر عورت پر طلاق پڑ جائیگی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ یہی حضرت عمر وعثمان وعلیؓ وابن مسعود وابن عباس وابن عمر وزید بن ثابت رضہ سے صحیح اسنادون سے مروی ہو اور یہی قول ابن سیرین ومسروق وقاسم وسالم وحسن وابوسلمہ وقتادہ وشریح قاضی وقبیصہ بن ذویب وعطاء وابوسلمہ بن عبدالرحمن وسلیمان بن ترخان تیمی اور ابراہیم نخعی وربیع بن انس وسدی وغیرہم رحمہم اللہ کا ہو پھر اسمین سلف وخلف کے دو قول ہین کہ چار مہینہ گذرنے پر طلاق رجعی واقع ہوگی یا طلاق بائن واقع ہوگی پس ایک قول یہ کہ طلاق رجعی واقع ہوگی اور یہی قول سعید بن المسیب وابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام ومکحول وربیعہ وزہری ومروان بن الحکم کا ہو اور دوسرا قول یہ کہ طلاق بائنہ واقع ہوگی اور یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن مسعود وعثمان وابن عباس وابن عمر وزید بن ثابت سے مروی ہو اور یہی قول عطاء وجابر بن زید ومسروق وعکرمہ وحسن وابن سیرین ومحمد بن الحنفیۃ وابراہیم وقبیصہ بن ذویب وابوحنیفہ وثوری وحسن بن صالح کا ہو اور ان سب سلف وخلف نے جو چار ماہ گذرنے پر طلاق خواہ بائنہ یا رجعیہ واقع ہونے کے قائل ہین عورت پر عدت واجب کہتے ہین ہکذا ذکرہ الشیخ ابن کثیر

(مطلب یہ ہے کہ اگر پھر رجوع کا اختیار رہے مع تقابل ۱۲)

پھر فئی یعنے رجوع کی تفسیر پہلے حضرت ابن عباس وغیرہم سے مذکور ہوئی کہ کنایہ جماع سے ہو اور ابن المنذر نے کہا کہ اہل علم اس امر پر متفق ہین کہ فئی بیان جماع ہو

جسکو کوئی عذر ہوا اور ائمہ حنفیہ نے کہا کہ اگر مریض ہو یا قید ہو تو زبان سے کہدینا کہ مین نے رجوع کیا کافی ہے بشرطیکہ مدت مذکورہ کے اندر ہوا اور امام شافعی کے نزدیک زوال عذر تک عورت مذکورہ اسکی جورو رہیگی پھر عذر زائل ہونے کے بعد یا جماع کرے یا طلاق دے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ قولہ فان عزموا الطلاق۔ اے عزموا الطلاق۔ اسواسطے کہ عزم کا تعدیہ علی سے ہوتا ہے ولیکن عزم یہان بمعنی تصمیم ہے اے صمموا الطلاق اسیواسطے بدون حرف کے متعدی ہوا اور اسمین اشعار ہے کہ عدم رجوع بھی تصمیم طلاق ہے حتی کہ بعد چار ماہ گذرنے کے طالقہ ہو جائیگی فافہم پھر چونکہ سلسلۂ کلام عورت کے طلاق ہو جانے تک آگیا لہٰذا بعد کو مطلقہ عورت کی عدت کو کل بیان فرمایا

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ

اور طلاق پائی عورتین انتظار مین رکھین اپنے آپکو تین حیض تک اور انکو حلال نہین کہ چھپا رکھین جو پیدا کیا اللہ نے

اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا

انکے پیٹ مین اگر ایمان رکھتی ہین اللہ پر اور پچھلے دن پر اور انکے خاوندون کو پہونچتا ہے پھیر لینا انکا اتنی دیر مین اگر چاہین

اِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

صلح کرنی اور عورتون کا بھی حق ہے جیسا اون پر حق ہے موافق دستور کے اور مردون کو اون پر درجہ ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا

رکوع ۲۸ ع

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ۔ اور مطلقہ عورتین انتظار مین رکھین اپنے آپکو فـ دوسرے مرد سے نکاح کرین ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ۔ تین قروء تک فـ قروء جمع قرء بمعنی حیض و طہر دونون آتا ہے ابو حنیفہؒ نے دلائل اجتہادی سے نکالا کہ اس مشترک سے یہان حیض مراد ہے پس جس طہر مین طلاق دی گئی اسکے بعد مطلقہ تین حیض تک رکی رہے پھر تیسرے حیض سے پاک ہو کر چاہے نکاح کرے شافعیؒ نے نکالا کہ طہر مراد ہے پس جس طہر مین طلاق دی گئی تین طہر تک منتظر رہے ہر حیض کے بعد دوسرے حیض تک جو زمانہ ہے وہ طہر ہے۔ پھر اسی انتظار کرنیکا نام عدت ہے یہ عدت فقط ان عورتون مین ہے جو مدخولہ ہون جن سے شوہر نے وطی کر لی ہو خواہ حقیقۃً وطی کی ہو یا خلوت مین رہا ہو تو احتیاطاً عدت ہے اگر زفاف سے پہلے ہی طلاق دیدی تو کچھ عدت نہین لقولہ تعالے فان لم تکونوا دخلتم بھن فما لکم علیھن من عدۃ الآیہ یعنی اگر تمنے اپنی عورتون سے دخول کیا ہو تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہین ہے۔ پھر مدخولہ کی عدت قروء جبھی ممکن ہے کہ اسکو حیض آتا ہو اور اگر بوڑھی نسہ ہو اولاد کی آس نہ رکھتی ہو یعنی حیض منقطع ہو چکا تو وہ تین ماہ تک انتظار کرے یعنے عدت بیٹھے لقولہ تعالے واللائی یئسن من المحیض فعدتھن ثلثۃ اشھر الآیہ یعنے جو عورتین کہ حیض سے آئسہ ہو گئی ہین تو انکی عدت تین ماہ ہے۔ ھ۔ اسی طرح اگر دس گیارہ برس کی غیر بالغہ سے نکاح کیا اگر وہ وطی کے قابل ہے پھر وطی کر کے طلاق دی تو اسکی عدت بھی تین ماہ ہے۔ اور اگر حاملہ کو طلاق دی تو اسکی عدت یہ کہ بچہ جنے لقولہ تعالے فعدتھن ان یضعن حملھن الآیہ۔ چنانچہ سورۂ طلاق مین ہے حتی کہ اگر طلاق کے دوسرے روز جنی تو عدت پوری ہو گئی۔ واضح ہو کہ طلاق کے بعد اسقدر مدت گذر جانا چاہیے کچھ نیت کی ضرورت نہین ہے مثلاً زید نے سفر مین دور سے عورت کو طلاق دی جسکے روز طلاق سے تین ماہ یا تین حیض کے بعد عورت کو خبر پہونچی تو عدت بھی ہو چکی۔ پھر یہ آزادیون کی عدت مذکور ہوئی اور باندیون کی عدت دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ یا وضع حمل ہے جیسے باندیون کے حق مین دو ہی طلاق کے بعد حلالہ واجب ہوتا ہے حدیث مین ہے کہ باندی کی طلاق دو ہے اور اسکی عدت دو حیض ہے (الترمذی وغیرہ) پس حاصل یہ نکلا کہ ایسی مطلقات جو مدخولہ ہون و آئسہ و صغیرہ و حاملہ نہون و باندی نہون تو وہ تین قروء تک اپنے آپکو نکاح غیر سے روکے رکھین وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ۔ اور ان مطلقات کو حلال نہین کہ اللہ تعالے نے انکے ارحام مین جو کچھ پیدا کیا اسکو چھپا دین فـ بلکہ بچہ ہو تو ظاہر کر دین اور اسیطرح حیض کو بھی ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دین اور اس غرض سے چھپانا کہ دوسرے شوہر سے جلدی نکاح کر لین یہ انکو حلال نہین ہے۔ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ اگر وے اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لائی ہین فـ تو ہرگز نہ چھپا دین کیونکہ اسمین نطفہ خلط ہو جائیگا اور خرابیان پیدا ہونگی اور اس سے معلوم ہوا

کہ کم سے کم تین روز حیض ہی اور کم سے کم پندرہ روز طہر ہو تو اتنی مدت کے حساب سے جب عورت بتلا دے کہ عدت گذر گئی تو اسی کے قول پر اعتماد ہوگا کیونکہ اس بارہ مین اسی امینہ رکھی گئی ہی پھر واضح ہو کہ سنت طریقۂ طلاق یہی کہ طہر مین بغیر جماع کے ایک طلاق دیدے اور چھوڑ دے کہ عدت گذر جاوے تو نکاح سے خارج ہو جائیگی پھر نادم ہو کر چاہے نکاح جدید کرلے اگرچہ دو طلاق تک دے چکا ہو اور اگر تین طلاقین پوری کر چکا تو بغیر حلالہ جائز نہین ہی جیسے ایکبارگی تینون طلاقین دینے مین حکم ہی یہی حنفیہ کا مذہب ہی۔ پھر ایک یا دو طلاق تک جبتک عدت نہ گذرے عورت نکاح سے خارج نہین ہوتی ہی حتی کہ شوہر چاہے رجوع کرلے لقولہ تعالے۔ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ۔ اور مطلقات کے شوہر اپنی مطلقات کے پھیر لینے مین خود ہی احق ہین ف عورت کی ناخوشی و انکار کا کچھ اعتبار نہین۔ فِيْ ذٰلِكَ۔ اسی زمانہ مین ف یعنے اسی عدت کے زمانہ مین مرد کو پھیر لینے کا البتہ مستقل اختیار ہی اور اگر عدت گذر چکی تو پھر جدید نکاح ہو سکتا ہی لیکن اس مین عورت کی رضامندی شرط ہی یہ سب اُسی وقت ہوگا کہ طلاقین پوری تین نہو گئی ہون یا باندی کی پوری دو طلاقین نہوگئی ہون تو عدت مین شوہر ہی کو اختیار ہی کہ نکاح مین رجوع کرلے اور جدید نکاح کی یا عورت کی رضامندی کی ضرورت نہین ہی۔ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا۔ اگر شوہرون کی مراد باہمی اصلاح ہو ف تو اپنی مطلقہ سے رجوع کرلے۔ اس کلام سے شوہرون کو آمادہ فرمایا کہ مطلقہ سے رجوع کرنے مین انکی غرض باہمی اصلاح ہو اور یہ نیت نہو کہ عورت کو دکھ پہونچا دین اور پھر مثلاً مہینہ دو مہینہ کے بعد طلاق دین پھر اسی طرح رجوع کرکے پھر دیر کرکے تیسری طلاق دین تاکہ اسکو ہر طلاق کے بعد عدت شمار کرنے کرتے بہت زمانہ گذر جائے کہ لاچار ہو کر وہ مال مہر پھیر کر خلع کرالے تو یہ حرام ہی۔ اگرچہ ظاہر مین جب شوہر رجوع کریگا تب رجوع کا حکم ٹھیک ہوگا کیونکہ دلی نیت کوئی نہین جانتا لیکن اللہ تعالے عالم الغیب عزوجل اسکو بعد موت کے ماخوذ کریگا۔ اور اصلاح یہی ہی کہ باہمی حقوق کا لحاظ ہو۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اور عورتون کے لیے بھی حقوق ویسے ہی ہین بطور معروف جیسے کہ خود عورتون پر ہین ف کہ شوہر کی اطاعت کرین و مانند اسکے لیکن اس سے شوہر و عورت مین برابری مراد نہین وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ اور مردون کے واسطے زوجات پر فضیلت درجہ بلند ہی ف حتی کہ حدیث مین ہی کہ اگر مین کسی کو دوسرے کے لیے خدا کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے خاوند کے لیے حکم دیتا۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ اور اللہ تعالے غالب حکمت والا ہی ف اسنے اپنی مخلوقات مین حکمت سے حکم فرمایا ہی۔ واضح ہو کہ ابن ابی حاتم نے اسماء بنت یزید بن السکن الانصاریہ سے حدیث کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین مجکو طلاق دی گئی اور طلاق یافتہ عورت کے واسطے کوئی عدت نہ تھی پس اللہ تعالے نے طلاق کی عدت نازل فرمائی پس اسماء بنت یزید ہی پہلی عورت ہے جسکے حق مین طلاق کی عدت اُتری یعنے قولہ تعالے والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثة قروء الآیہ۔ (غریب جدا) اور جاہلیت مین طلاق کی بھی کوئی حد نہ تھی چاہے ہزار طلاق دے ہزار بار رجوع کرے پس اللہ تعالے نے طلاق و عدت کی حد مقرر کردی (م) شرع مین طلاق یعنے عقد نکاح کھول دینا پس مطلقہ وہ عورت جسکو اسکے شوہر نے طلاق دی ہو عام اس سے کہ وہ منکوحہ خواہ نابالغہ ہو یا کہ بالغہ خواہ مدخولہ یا غیر مدخولہ جوان ہو کہ اسکو حیض آتا ہو یا حاملہ ہو کہ بسبب عارض حمل کے حیض سے بند ہو یا بوڑھی ہو کہ بڑھیا ہو جانے سے وہ حیض وغیرہ سے مایوس ہو اور عام اس سے کہ آزادہ عورت ہو یا کسی کی باندی سے نکاح کیا ہو۔ پس مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے المطلقات عام لیا جو سب کو شامل ہی پھر یہان مطلقات مین آزادہ منکوحہ مدخولہ جوان جسکو بلا مانع حمل حیض آتا ہو رکھی اور باقیون کی تخصیص کی پھر مدخولہ تو بالغہ بھی ہوتی ہی اور کبھی نابالغہ قریب ببلوغ بھی ہوتی ہی اور کبھی بالغہ بھی مدخولہ نہین ہوتی جبکہ بدون دخول کے اسکو طلاق دیدی ہو پھر تخصیص کا بیان اوپر گذرا پھر ائمۂ حنفیہ کے نزدیک خلوت صحیحہ بھی مہر و عدت لازم ہونے کے حق مین دخول کے قائم مقام ہوگی اور خلوت صحیحہ یہ ہی کہ مرد و زوجہ تنہائی مین بغیر مانع و مرض و روزہ و احرام و اجنبی وغیرہ کے جمع ہون تربص یعنی انتظار ہی اور اکثرون کے نزدیک تربصن خبر بمعنے امر ہی اور تربصن بصیغہ جمع امر مونث غائب ابن العربیؒ نے خبر بمعنی امر ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ دونون انواع متباین ہین ایک دوسرے کے معنے مین نہین ہو سکتے ہین ہذا ایسی مطلقہ بھی پائی جاتی ہین جو بطور نافرمانی کے انتظار نہین کرتی ہین پس خلاف خبر الٰہی واقع ہونا محال ہی بلکہ یہ حکم شرعی کی خبر ہی یعنے مطلقہ کے واسطے تربص مشروع ہی پس اگر کوئی مطلقہ

ایسی پائی جاوے جو تربص نہین کرتی ہے تو ظاہر ہوگا کہ اسنے خلاف مشروع کام کیا- پھر ابن عبد البرؒ نے کہا کہ علما متفق ہین کہ قرء اہل عرب کے نزدیک حیض و طہر دونون پر بولا جاتا ہے- ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سلف و خلف متاخرین علما رنے اختلاف کیا کہ یہان قروء سے کیا مراد ہے پس اسمین دو قول ہین ایک یہ کہ مراد اطہار ہین اور مالک نے موطا مین عائشہ سے روایت کی کہ حفصہ بنت عبد الرحمن بن ابی بکر کو جب تیسرا حیض شروع ہوا تو عائشہؓ نے اسکا دوسرا نکاح کردیا زہری نے کہا کہ مین نے اسکو عمرہ بنت عبد الرحمن سے ذکر کیا تو انھون نے کہا کہ عروہ نے سچ کہا ہے اور عائشہؓ سے اس بارہ مین لوگون نے مجادلہ کیا تھا کہ اللہ تعالے اپنی کتاب مین فرماتا ہے کہ ثلثۃ قروء پس عائشہ نے جواب دیا کہ تمنے سچ کہا ولیکن جانتے ہو کہ اقراء سے مراد کیا ہے اس سے اطہار مراد ہین- مالک نے نافع کے طریق سے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ مرد نے جب اپنی جورو کو طلاق دی پھر مطلقہ مذکورہ کو تیسرا حیض شروع ہوا تو مطلقہ مذکورہ اپنے مرد سے بالکل بری ہوگئی اور مرد مذکور اس عورت سے بالکل بری ہوگیا قال المترجم یعنے کسی مرد نے اپنی جورو کو مسنون طور پر طہر کی حالت مین تین عدد سے کم ایک یا دو طلاقین دین کہ پھر رجوع کرسکتا ہے پس وہ عورت عدت مین بیٹھی پس اسکو یہ طہر گذر کر حیض آیا پھر پاک ہوگئی دوسرا طہر ہوا پھر حیض دوسرا آکر پاک ہوئی تو تیسرا طہر شروع ہوا پھر جب تیسرا حیض شروع ہوا تو تین طہر ختم ہوے اور انتظار کی مدت پوری ہوئی اور عورت مذکورہ مرد مذکور کے نکاح سے بالکل بری ہوگئی اب وہ تیسرا حیض شروع ہوتے ہی رجوع کرنے کا مستحق نہ رہا لیکن چونکہ پوری تین طلاق نہین دی ہین لہذا دوسرا نکاح اس سے کرسکتا ہے یہ شرح قول ابن عمرؓ اور عائشہؓ کی ہے واللہ اعلم- مالکؒ نے کہا کہ یہی بات ہمارے نزدیک ٹھیک ہے یعنے قروء سے مراد اطہار ہین اور ایسا ہی ابن عباس و زید بن ثابت و سالم و قاسم و عروہ و سلیمان بن یسار و ابو بکر بن عبد الرحمن و ابان بن عثمان و بقیہ فقہاے سبعہ سے مروی ہے اور یہی مذہب مالک و شافعی و ابو ثور و داؤد وغیرہم کا ہے اور استدلال انکا بقولہ تعالے فطلقوہن لعدتہن الآیہ ہے یعنے طلاق دو عورتون کو بوقت عدت انکے- اور اسمین خلاف نہین کہ حکم طلاق کا وقت طہر ہے پس جب طلقوہن لعدتہن مین وہ طہر جسمین طلاق دی گئی ہے عدت مین شمار کیا گیا اور تین طہرون سے ایک طہر قرار دیا گیا تو معلوم ہوا کہ بعد کو دو حیض گذرنے اور تیسرے حیض شروع ہونے پر انتظار کی میعاد ختم ہوگی اسیواسطے ان لوگون نے کہا کہ تیسرے حیض شروع ہوجانے پر اسکی مدت گذر جاویگی قال المترجم جواب دیا گیا کہ اس صورت مین اخیر کے دو طہر کامل ہونگے اور اول طہر جسمین طلاق دی ہے اسمین سے بعض ہوگا پس عدد منصوص یعنے ثلثۃ پورے نہ ہوے بلکہ کچھ کم تین ہونگے اور یہ خلاف نص آیت ہے اسیواسطے حضرت عائشہ پر اہل علم نے اعتراض کیا تھا اور حق یہ ہے کہ اسکا کوئی جواب قابل اعتماد نہین ہے اور بیضاوی نے اسپر دوسری دلیل ذکر کی کہ حضرت صلعم نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تو اپنے بیٹے کو حکم دے کہ اپنی جورو سے جسکو طلاق دی ہے رجوع کرلے پھر اسکو رہنے دے یہانتک کہ طاہر ہو پھر حائضہ ہو کر طاہر ہو پس چاہے اسکے بعد اسکو رکھے اور چاہے طلاق دے بدون اسکے کہ اس سے جماع کیا ہو- فتلک العدۃ التی امر اللہ تعالیٰ ان تطلق لہا النساء پس یہ عدت ہے کہ حکم کیا اللہ تعالے نے کہ طلاق دیجاوین اسکے وقت پر عورتین اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے مترجم کے نزدیک یہ بھی ضعیف ہے پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قول دوم یہ ہے کہ قروء سے مراد حیض ہین اور اس قول پر عورت مطلقہ کی مدت پوری نہوگی یہانتک کہ وہ تیسرے حیض سے پاک ہوجاوے اور بعض نے زیادہ کیا کہ اور غسل بھی کرلے- چنانچہ حضرت ثوری نے عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ روایت کی ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس تھے کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ میرے شوہر نے مجھے ایک طلاق یا کہا دو طلاق دین پھر میرے پاس آیا اس حال مین کہ مین نے کپڑے اتار دے اور دروازہ بند کیا تھا (یعنے تیسرے حیض سے پاک ہو کر نہانے کے لیے) پس عمرؓ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ میری راے مین یہ اسکی جورو ہے قبل اسکے کہ اسکو نماز حلال ہو تو عبد اللہؓ نے کہا کہ مین بھی ایسا ہی جانتا ہون قال المترجم یعنے اس سے ثابت ہوا کہ تیسرے حیض سے پاک ہو کر غسل سے پہلے تک وہ عدت مین ہوتی ہے جیسا کہ بعض نے زیادہ کیا ہے بالجملہ تین حیض تک تو اسکی عدت اس قول پر متعین ہے قال ابن کثیر اور یہی قول حضرت ابو بکر صدیق و عمر و عثمان و علی کرم اللہ وجہہ و ابو الدرداء و عبادہ بن الصامت و انس بن مالک و عبد اللہ بن مسعود و معاذ بن جبل و ابی بن کعب و ابو موسیٰ اشعری و عبد اللہ بن عباس و سعید بن المسیب و علقمہ

واسود وابراہیم ومجاہد وعطاء وطاؤس وسعید بن جبیر وعکرمہ ومحمد بن سیرین وحسن وقتادہ وشعبی وربیع بن انس ومقاتل بن حیان وسدی ومکحول وضحاک
وعطاء خراسانی سے مروی ہو کہ ان سب نے فرمایا کہ بیان قروء سے مراد حیض ہین اور یہی مذہب ابو حنیفہؒ و اونکے اصحاب کا اور یہی دو روایتون مین سے
اصح روایت امام احمد بن حنبل سے ہو اور اثرمؒ نے امام احمد سے حکایت کی کہ امام احمد نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مین سے بڑے بڑے
اکابر تو کہتے ہین کہ قروء بیان حیض ہین اور یہی مذہب امام ثوری واوزاعی وابن ابی لیلیٰ وابن شبرمہ وحسن بن صالح وابو عبید واسحٰق بن راہویہ کا ہو اور اسکا
موید ہو جو ابو داؤد ونسائی نے فاطمہ بنت ابی حبیش سے روایت کیا کہ حضرت صلعم نے اس سے کہا کہ دعی الصلوٰۃ ایام اقرائک - یعنے اپنے اقراء کے دنون مین نماز
چھوڑ دے یعنے حیض کے دنون مین قال ابن کثیر پس اگر یہ روایت صحیح ہو تو صریح ہوگی کہ قرء حیض ہو ولیکن منذر بن المغیرہ راوی کے حق مین ابو حاتم نے
کہا کہ مجہول ہو مشہور نہین ہو اور ابن حبان نے اسکو ثقات مین ذکر کیا ہو قال المترجم یہ قول اوسوقت درست ہو سکتا ہو کہ قرء کا لفظ مشترک نہ لیا جاوے
اور پہلے معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک مشترک ہو علاوہ برین اسمین حیض پر قرء کا اطلاق ہو اور اسکو کوئی منع نہین کرتا ہو ہان صریح وقوی دلیل اس قول کی
وہ حدیث ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوری طلاق باندی کی دو طلاق ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین اسکو ابن ماجہ وبیہقی نے ابن عمر سے مرفوعاً
روایت کیا اور ابو داؤد وترمذی وابن ماجہ ودارقطنی وحاکم نے حضرت عائشہ سے مرفوعاً روایت کیا اور حاکم نے اسکی تصحیح کی اور عنقریب آویگا انشاء اللہ تعالیٰ
اور ہدایہ وغیرہ مین جو بیان دلیل عقلی مذکور ہو کہ مقصود اس سے رحم کی پاکی نطفہ سے ظاہر ہونا اور وہ حیض سے حاصل ہو نہ طہر سے تو یہ دلیل ضعیف ہو
جیسے عقلی دلیلون کا حال ہوا کرتا ہو کیونکہ طہر کے قائل لوگون کے طریق پر بھی بیچ مین دو حیض آجاتے ہین اور اگر کہا جاوے کہ کبھی حمل کی حالت مین بھی ایک دو بار خون
آجاتا ہو تو جواب یہ ہو کہ وہ لوگ تیسری بار خون آنے پر انقطاع عدت کے قائل ہین فتامل - قولہ ولا یحل لہن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامہن - ما موصولہ
کی تفسیر مین اختلاف ہو بعض نے کہا کہ حیض اور بعض نے کہا حمل - اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ عام مراد ہو حمل ہو یا حیض ہو اور یہ قول ابن عباس وابن عمر ومجاہد
وشعبی وحکم بن عتیبہ وربیع بن انس وضحاک وغیرہم کا ہو اور ابن ابی حاتم نے ابن عمرؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ عورت کو حلال نہین کہ حمل چھپاوے اگر
حاملہ ہو اور حلال نہین کہ حیض چھپاوے اگر حائضہ ہو - قولہ ان کن یومن باللہ والیوم الآخر - یعنے نہ چھپاوین اگر ایمان دار ہین اور یہ انکی عدت کے لیے شرط نہین ہو
کیونکہ کافرہ ہون تو بھی عدت واجب ہوگی بلکہ یہ تشدید وتغلیظ ہو اور سخت تہدید ہو کہ اگر حیض یا حمل کو چھپاوینگی تو گویا مستحق اسکی ہونگی کہ انپر مومنہ کا اطلاق کیا جاوے
اور مراد یہ ہو کہ چھپانے والی کا ایمان کامل نہوگا - اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے ذکر کیا کہ اسمین دلیل ہو کہ حیض سے عدت پوری ہونے یا حمل ہونے وغیرہ مین عورت ہی کا
قول قبول ہوگا اسواسطے کہ یہ بات ایسی ہے کہ عورت ہی کی طرف سے معلوم ہو سکتی ہو اور اسپر گواہ قائم کرنا غالباً متعذر ہو اسیواسطے حق بات بیان کرنا
عورتون پر رکھا مگر انکو وعید وتہدید کردی کہ اپنے ایمان جاتے رہنے اور عذاب آخرت سے ڈرین اور سواے حق بات کے کسی غرض کی وجہ سے جھوٹ نہ بولین
قال المترجم مثلاً مرد نے طلاق رجعی مین دعوی کیا کہ مین نے اس عورت سے قبل انقضاے حیض سوم کے رجوع کیا ہو اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ
تیسرا حیض ختم ہو گیا تھا تو قول عورت کا قبول ہوگا اور اگر مرد نے گواہ دیے پس اگر گواہون نے یہ کہا کہ اسنے تیسرے حیض ختم سے پہلے رجوع کیا ہو تو بعض نے
کہا کہ قبول ہونگے اور بعض نے کہا کہ نہین اور اگر گواہون نے یہ کہا کہ اس عورت نے اقرار کیا ہو کہ میرے اس شوہر نے مجھے تیسرے حیض پوری ہونے یعنے عدت پوری ہونے سے
پہلے رجوع کیا ہو تو بالاتفاق قبول ہونگے اور اسیطرح کبھی حمل عورت کو معلوم ہو مگر اسنے اس غرض سے کہ مرد رجوع نہ کر سکے چھپا ڈالا اور حیض سے اپنی
عدت ختم ہو جانیکا دعوی کرکے دوسرے سے نکاح کر لیا اور حمل مذکور اُسکے سر ڈالا اور خرابی ڈال دی اور کبھی عورت کی عدت تین حیض سے پوری ہو گئی مگر
اسنے اس غرض سے کہ نفقہ شوہر کے ذمہ سے ظاہر نہ کیا - علے ہذا القیاس اغراض فاسدہ بہت ہین جو بوجوہ مرد کے حق مین مضر ہین لہذا تہدید فرمائی
کہ حق بات نہ چھپاوین - قولہ وبعولتہن احق بردہن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا - یعنے مطلقہ کا شوہر جسنے اسکو طلاق دی ہو اسکو پھیر لینے کا حق ہو جب تک

کہ مطلقہ مذکورہ اسکے طلاق کی عدت میں ہو جبکہ مراد اسکے پھیر لینے سے اصلاح و بھلائی ہو اور احق یہاں فاعل کے معنی میں ہے ذکرہ البیضاوی اور کشاف میں کہا (یعنی کرنا ۱۲)
یا یہ معنی کہ اگر مرد نے رجعت کو چاہا اور عورت نے انکار کیا تو قول مرد ہی کا قبول ہوگا اور عورت کے قول پر اسکو ترجیح ہوگی پس وہ احق ہوا اور خطیب نے کہا کہ
میرے خیال میں آتا ہے کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ احق بردھن من مفارقتھن یعنی مفارقت کی بہ نسبت رجوع کرنا احق ہے اور مترجم کہتا ہے کہ نہیں بلکہ احق یہاں
بغیر منازعت ہے یعنی مرد ہی مستحق ہے جیسا کہ سیوطی رح نے کہا اور یہ استعمال معروف شایع ہے اور ضمیر مؤنث بعولتھن اور بردھن میں مطلقات رجعیہ کی طرف راجع ہے
کیونکہ مطلقات تو ایک و دو طلاق والی اور تین طلاق والی سب کو شامل ہے اور تین طلاق والی مطلقہ سے رجعت کا اختیار نہیں ہے کیونکہ وہ بائنہ ہو جاتی ہے کہ بغیر حلالہ کے نکاح جدید
میں بھی نہیں آسکتی ہے پس اس صورت میں ضمیر بہ نسبت مرجع کے خاص ہوگی اور مفسر نے مقدمہ میں کہا کہ اسمیں کوئی امتناع نہیں جیسے کہ اگر مرجع کو اسم
ظاہر خاص کرکے ذکر فرمایا جاتا تو روا تھا اور اسی آیت سے بعض اصولیوں نے استدلال کیا ہے کہ ضمیر مخصص ہو سکتی ہے کیونکہ یہاں بعولتھن احق بردھن کی ضمیر سے عموم
مطلقات کی تخصیص ان مطلقات سے ہو گئی جو رجعیہ طلاق سے مطلقہ ہوں اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسکو رد کر دیا اور فرمایا کہ جب یہ آیت اتری ہے تو مطلقہ
بائنہ کا وجود ہی نہ تھا پس جو شخص اپنی جورو کو طلاق دیتا اگرچہ وہ سو طلاق دیتا تب بھی اسکو رجعت کا اختیار رہتا پھر جب اسکے بعد والی آیت اتری اور لوگ
تین ہی طلاق میں منحصر کیے گئے تو مطلقہ دو قسم کی ہو گئیں ایک مطلقہ رجعیہ جنکو تین طلاق سے کم دی گئی ہوں اور دوم مطلقہ بائنہ جنکو تین طلاق دی گئی ہوں یا
یا بلفظ بائن کر دی گئی ہوں وعلی ہذا قولہ المطلقات یتربصن میں مطلقات رجعیہ ہیں پس ضمیر اپنے مرجع سے اخص نہ ہوئی و سیاق الکلام فیہ ان شاء اللہ تعالے
اگر کہا جاوے کہ آن ارادوا اصلاحا شرط ہے پس بدون ارادہ اصلاح کے رجعت جائز نہ ہوگی اور جواب دیا گیا کہ یہ شوہروں کو آمادہ کرنے کے واسطے ہے کہ اصلاح کا قصد
کریں اور ضرر رسانی کے قصد سے رجوع کرنے سے ممانعت ہے اگرچہ رجعت صحیح ہو جائیگی ولیکن وہ اسم کا مرتکب ہوگا کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا
یعنی مطلقہ عورتوں کو ضرر پہونچانے کے لیے رجعت کرکے مت روکو تاکہ اپر تعدی کرو یعنے لاچار ہو کر خلع لے لیں۔ اور علماء ظاہر یہ کے نزدیک قصد اصلاح شرط واجب ہے
ہے اور جاننا چاہیے کہ فی ذلک سے مراد یہ ہے کہ زمانہ تربص میں رجوع کا اختیار رکھتا ہے اور اگر زمانہ تربص یعنی عدت پوری ہو گئی تو عورت خود مختار ہے اور بدون نکاح جدید
مہر جدید کے پہلے شوہر کو حلال نہیں ہو سکتی بشرطیکہ اسنے تین طلاق نہ دی ہوں اور اگر تین طلاق دی ہوں تو بدون دوسرے مرد سے نکاح کرنے اور اسکی وطی
کے و اسکی طلاق کی عدت پوری ہو جانے کے شوہر اول پر نکاح جدید سے حلال نہ ہوگی جیسا کہ عنقریب آتا ہے ان شاء اللہ تعالے پھر نکاح جدید سے بھی جواز جب ہے
کہ عورت راضی ہو ورنہ اسکو اختیار ہے اور یہ جو مذکور ہوا اسمیں کچھ اختلاف نہیں ہے اور اگر عدت کے اندر رجوع کیا تو رجوع کرنا زبانی بھی ہو سکتا ہے مثلا شوہر
کہے کہ میں نے اس عورت سے رجوع کیا اور اس سے وطی کر لینے سے بھی ہو سکتا ہے اور اسپر احکام نکاح میں سے کچھ لازم نہ آویگا بلکہ وہی نکاح سابق بحالہ باقی ہے
اور اسمیں بھی کچھ اختلاف نہیں ہے۔ قولہ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف۔ یعنے جیسے شوہروں کے عورتوں پر حق ہیں مثلا وہ طلاق و رجعت کے مختار ہیں
ویسے ہی عورتوں کے شوہروں پر بھی زوجیت کے حقوق ہیں اور کرخی نے فرمایا کہ واجب ہونے میں یکساں ہیں پس عورت پر مرد کی طاعت واجب ہے تو مرد پر
عورت کو شرعی طور پر کھانا و کپڑا دینا اور خوش خلقی کے ساتھ بسر کرنا لازم ہے اور یہ نہیں کہ اگر عورت نے اسکو کھانا پکا کر کھلایا تو وہ بھی اسکے لیے کھانا پکاوے
اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ عورت کے واسطے اپنی زینت کروں جیسے اپنے واسطے عورت کا زینت کرنا پسند کرتا ہوں کیونکہ اللہ
تعالے نے فرمایا ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف اسکو ابن جریر و ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس کا استدلال کمال تقوی پر
مبنی ہے کیونکہ اسمیں بھی حق عورت کا ندیشہ باد ہے اگرچہ یہ حقوق واجبہ میں سے نہیں اسیواسطے مستحب کیطرف اشارہ کیا کہ میں پسند کرتا ہوں ولیکن
بالمعروف سے یاد رکھنا چاہیے کہ مرد اپنی عورت کے واسطے اسقدر زینت کرے جو شرع میں مباح ہے پس یہ روا نہیں کہ منھ پر [illegible] لگاوے اور زنانہ [illegible]
کرے اور شرع کے نزدیک خبیث صورت بناوے اگرچہ وہ اپنے نفس و شیطان کے نزدیک خوبصورت بنتا ہو اور علی ہذا عورت بھی مرد کے واسطے [illegible]

زینت کر سکتی ہے جو شرع مین مباح ہے نہ انکہ مردانہ جوتا پہنے اور خلاف شرع لباس پہنے کیونکہ یہ سب حرام ہے۔ اور حدیث مین عمرو بن الاحوص سے روایت ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تمھارا تمھاری عورتون پر حق ہے اور تمھاری عورتون کا تم پر حق ہے پس تمھارا حق تمھاری عورتون پر یہ ہے کہ تمھارا بچھونا ایسے شخص سے نہ روندا وین جسکو تم مکروہ جانتے ہو اور نہ اجازت دین تمھارے گھر مین آنے کی ایسے شخص کو جسکو تم مکروہ جانتے ہو اور انکا حق تم پر یہ ہے کہ انکے کھانے اور کپڑے مین انکے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ اخرجہ الترمذی وصححہ اور صحیح احادیث سے یہ حکم بھی ثابت ہے کہ حاجت معمولی جیسے مرد کو عورت کیطرف ہوتی ہے ویسی ہی عورت کو مرد کی طرف ہے یہ حق بھی عورت کا پورا کرے اور دیگر حقوق معروف ہین جو متفرق احادیث مین ہین

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ‌ؕ وَلَا يَحِلُّ لَـكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّآ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ

طلاق دو بار ہے پھر روکنا موافق دستور کے یا رخصت کرنا نیکی کے ساتھ اور تمکو روا نہین کہ لے لو کچھ اپنا دیا ہوا عورتون کو

شَيۡـئًا اِلَّاۤ اَنۡ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ‌ؕ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ

مگر وہ کہ دونون ڈرین کہ نہ ٹھیک رکھین گے قاعدے اللہ کے پھر اگر تم لوگ ڈرو کہ وہ نہ ٹھیک رکھین گے قاعدے اللہ کے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ‌ؕ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا ‌ۚ وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ

تو نہین گناہ دونون پر جو بدلا دیکر چھوٹے عورت یہ دستور باندھے ہین اللہ کے سو انسے آگے مت بڑھو اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کے

اللّٰهِ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝

قاعدون سے سو وہی لوگ ہین ظلم کرنے والے

شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ اس آیۂ کریمہ سے وہ مضرت دور ہو گئی جو زمانہ جاہلیت سے عورتون پر چلی آتی تھی کہ مرد کو اپنی جورو سے رجوع کر لینے کا اختیار تھا اگرچہ اسکو سو بار طلاق دے جب تک کہ وہ عدت مین ہو پس چونکہ اسمین عورتون کے حق مین مضرت تھی تو اللہ عز وجل نے شوہرون کا اختیار بند کر کے تین طلاق تک رکھا اور ایک بار اور دو بار کی طلاق تک انکو رجعت کا اختیار رہا پھر تیسری بار کی طلاق مین بالکلیہ بائن ہو جانیکا حکم دیا پس فرمایا کہ۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ۔ طلاق دو ہے پھر بطور معروف روکنا واجب ہے یا خوبی سے روان کرنا ف یعنے جس طلاق دینے کے بعد رجعت ہو سکے وہ فقط دو تک ہے اور دو طلاق دینے کے بعد اگر راضی ہو تو شرعی حقوق کے ساتھ روکو یا خوبی سے راہ چھوڑ دو۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن مین کہا کہ باب دربیان آنکہ تین طلاق کے بعد رجوع کرنا منسوخ ہوا۔ حدثنا احمد بن محمد المروزی حدثنی علی بن حسین بن واقد عن ابیہ عن یزید النحوی عن عکرمۃ عن ابن عباس فی قولہ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء الآیۃ کہا ابن عباس نے یہ بات تھی کہ مرد جب اپنی جورو کو طلاق دیتا تو وہ اس سے رجوع کر لینے کا اختیار رکھتا تھا اگرچہ اسکو تین بار طلاق دی ہوتی پھر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ فرمایا اور نازل کیا۔ الطلاق مرتان الآیۃ (قد رواہ النسائی بوجہ آخر) اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ حدثنا ہارون بن اسحق حدثنا عبدۃ یعنے ابن سلیمان عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ۔ کہا عروہ نے کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ (واللہ) مین نہ تجھے کبھی طلاق سے جدا کرونگا اور نہ کبھی تیرے پاس آؤنگا تو وہ بولی کہ یہ کیونکر تو کہا تجھے طلاق دونگا یہانتک کہ جب تیری عدت گذرنے کے قریب پہونچے گی تو تجھے رجوع کرونگا پس وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور یہ حال آپ سے ذکر کیا پس اللہ عز وجل نے نازل فرمایا الطلاق مرتان۔ (رواہ ابن جریر وعبد بن حمید وابن مردویہ والترمذی وصححہ والحاکم) حضرت عائشہ رضہ نے کہا کہ طلاق کے واسطے کوئی وقت معین نہ تھا کہ مرد اپنی جورو کو طلاق دیتا پھر اس سے رجوع کر لیتا تا وقتیکہ اسکی عدت نہ گذری ہوتی اور انصار مین سے ایک مرد اور اسکی جورو کے درمیان بعض وہ بات پیش آئی جو لوگونکے

درمیان پیش آیا کرتی ہو پس مرد انصاری نے کہا کہ واللہ مین تجھے ایسا کر چھوڑونگا کہ نہ تو شوہر والی رہیگی اور نہ بے شوہر والی پس اسنے یہ کرنا شروع کیا
کہ اسکو طلاق دیتا یہانتک کہ جب اسکی عدت گذرنے کو پہونچتی تو اس سے رجوع کرلیتا پس ایسا چند بار کیا پس اللہ عزوجل نے اسکے حق مین نازل کیا
الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان پس طلاق کو معین کردیا کہ تین عدد ہین کہ بعد تین طلاق کے پھر رجعت نہین ہو یہانتک کہ وہ عورت
کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے (ابن مردویہ) اور ایسا ہی قتادہؒ سے مرسلا روایت ہو اسکو سدی و ابن زیدؒ نے ذکر کیا اور ابن جریرؒ نے بھی اسکو روایت
کیا اور اختیار کیا کہ یہی اس آیۃ کریمہ کی تفسیر ہو پس قولہ الطلاق مرتان- اے عدد اس طلاق کے جسمین شوہرون کو رجعت کا اختیار ثابت ہوتا ہو دو ہین قال
ابن کثیرؒ یعنے جب عورت کو ایک طلاق دی یا دو طلاق دین تو اسکو عورت کے بارہ مین رجوع کرنیکا اختیار باقی ہو جب تک وہ عدت مین ہو چاہے اصلاح
کی نیت سے رجوع کرلے اور چاہے اسکو چھوڑ دے کہ اسکی عدت گذر جاوے پس بائنہ ہوجاویگی- اور ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ اللہ تعالےٰ نے
مرتان فرمایا اور طلقتان نہ فرمایا اسمین اشارہ ہو کہ طلاق کو چاہیے کہ ایک بعد دوسرے کے ہو نہ آنکہ دونون یکبارگی دیدے قال البیضاوی
اسیواسطے ائمہ حنفیہ نے کہا کہ یکبارگی دو طلاق دینا یا تین طلاق دینا بدعت ہو واقول یہی قول ابن عباس و ابن مسعود و مجاہد کا ہو اور یہی اصح ہو جو صحاح
احادیث سے ثابت ہو- قولہ فامساک بمعروف او تسریح باحسان- علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی جب مرد اپنی جورو کو دو طلاق
دے چکا تو اسکو چاہیے کہ تیسری طلاق مین اللہ تعالےٰ سے تقوی رکھے اور ڈرے کہ یا تو اسکو معروف طور پر رجعت کرکے روکے اور بھلائی کے
ساتھ اس سے برتاؤ کرے یا نیکوئی کے ساتھ اسکی تسریح کردے کہ اسکے حق مین کوئی کچھ ظلم نہ کرے- اور ابن ابی حاتم نے ابو رزینؓ سے مرفوعا روایت
کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا- فامساک بمعروف او تسریح باحسان- پس تیسری طلاق کہان ہو
فرمایا کہ تسریح باحسان ہو اور اس حدیث کو عبد بن حمید و امام احمد و سعید بن منصور نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ نے اسکو انس بن مالکؓ سے مرفوعا روایت کیا ہے
ذکرہ ابن کثیر اور شیخ ابن عبد البرؒ نے کہا کہ علما نے اجماع کیا ہو کہ دو طلاق کے بعد تیسری طلاق یہی تسریح باحسان ہو اور قولہ فان طلقہا
فلا تحل مین اسی طلاق کو مراد لیا ہو **مسئلہ** اگر کسی نے اپنی جورو کو ایکبارگی تین طلاق دیدین تو آیا واقع ہونگی یا ایک ہی واقع ہوگی
تو جواب یہ ہو کہ جمہور علما کے نزدیک تینون طلاق واقع ہوجاوینگی اور رجعت کا اختیار نہ رہیگا ولیکن ائمہ حنفیہ نے انہین سے ان اکابر کی موافقت
کی ہو جن کے نزدیک واقع ہوجاوینگی مگر بدعت ہو ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا اور بعض علما کے نزدیک ایک ہی واقع ہوگی اور بحث دراز ہو
مترجم کے عین الہدایہ سے تلاش کرو کہ وہان کافی تحقیق موجود ہو اور مترجم کے نزدیک یہان جدید استدلال لطیف یہ کافی ہو کہ جمہور
صحابہ و تابعین و فقہا نے کہا کہ تینون طلاقین واقع ہونگی اور دوسرا فرقہ قلیل کہتا ہو کہ نہین بلکہ ایک ہی واقع ہوگی- پس ہم کہتے ہین کہ اسمین شک نہین
کہ شبہہ پیدا ہوگیا اور حدیث مین شبہہ سے بچنے کی تاکید بروایت صحاح موجود ہو اور یہان یہ شبہہ حرام وحلال مین دائر ہو تو حرام کے شبہہ سے بچنا واجب ہے
لہذا اسیپر یہی اختیار کرنا واجب ہو **ولا یحل لکم ان تاخذوا مما آتیتموہن شیئا**- اور تمنے جو کچھ انکو دیا ہو تمکو حلال
نہین کہ اسمین سے کچھ لے لو ف یعنے اگر شوہرون نے اپنی مرضی سے جورون کو طلاق دی تو مہر جو انکو دیا ہو یا جو کچھ انکو اسطرح دیا ہو کہ اس سے
رجوع نہین کرسکتا ہو اسمین سے کچھ نہ لیوے یا یون طور کہ انکو تنگ کرے اور ضیق مین ڈالے اور رجوع کرے بغرض ضرر رسانی تاکہ فدیہ دیکر اپنی جان
چھڑاوین ایسا نہ کرے اسکو حلال نہین ہو جیسے کہ فرمایا ولا تعضلوہن لتذہبوا ببعض ما آتیتموہن- اور انکو مت روکو تاکہ جو دیا ہو اسمین سے کچھ لے جاؤ-
ہان اگر عورت خوشی سے کچھ دیدے تو اوسکے لینے مین مضائقہ نہین چنانچہ فرمایا فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ہنیئا مریئا- پھر اگر عورتین
خوشدلی سے تمھارے لیے کچھ چھوڑین یا دین تو اوسکو خوشگواری سے کھاؤ- ف- پھر جاننا چاہیے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک مردنے جو کچھ اپنی جورو کو

ہبہ کیا اس سے رجوع نہیں کر سکتا ہے پس زیور وغیرہ جو کچھ اسکو ہبہ کیا ہے وہ کچھ نہیں لے سکتا ہے الا آنکہ دینے کے وقت گواہ کر لیے ہوں کہ میں اسکو ہبہ
نہیں کرتا ہوں اور ایسے ہی بعد عقد کے مہر مقررہ پر اگر کچھ بڑھایا اور عورت نے قبول کیا اسی جلسہ میں تو وہ بڑھتی ثابت ہو جائیگی اور مہر سے اس زیادتی کے
ہو جائیگا۔ بالجملہ جو کچھ اسکو دیدیا ہے وہ عورت کی ملک ہو گیا اسمیں سے بناراضی کچھ نہیں لے سکتا ہے۔ اور چونکہ ایتیتموہن فرمایا اسی سے ہمارے مفسر وغیرہ نے
خطاب مذکور شوہروں کو قرار دیا ہے کیونکہ دینے والے وہی شوہر ہیں اور بعض نے خطاب مذکور حاکموں کی طرف قرار دیا کیونکہ آگے جو فرمایا۔
فان خفتم وہ قطعا حاکموں کی طرف خطاب ہے پس اگر یہاں خطاب شوہروں کو ہوگا تو نظم عبارت میں تشویش ہوگی اور تاخذوا یعنے لینے کی نسبت
حاکموں کی طرف اسوجہ سے ہے کہ وہی اسکے حکم کرنے والے ہیں جبکہ نالش ہوگی ولیکن شک نہیں کہ دینے کی نسبت حاکموں کی طرف بہت بعید ہے اگرچہ
بیضاوی رحمہ اللہ نے تکلف کیا ہے اور پوشیدہ نہیں کہ اول خطاب شوہروں کو اور دوسرا حاکموں کو کچھ تشویش نظم نہیں جبکہ صریح قرینہ موجود ہے اور یہ
بلاغت ہوتی ہے کہ ایک لفظ سے طول کلام کی ضرورت رفع ہو گئی جیسے آیت وضو میں قولہ تعالے۔ وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔ میں ہے کہ اصل مقصود
یہ ہے کہ وضو میں ترتیب سے کرو کہ اول منہ پھر ہاتھ دھو پھر سر کا مسح کرو پھر پانوں دھو پس اگر۔ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم وارجلکم۔ ہوتا تو لازم آتا کہ وامسحوا
برؤسکم قبل غسل الرجلین وبعد غسل الیدین۔ آتا ورنہ ترتیب ساقط ہوئی جاتی ہے لیکن اب شبہہ ہوتا ہے کہ پانوں مسح کے تحت میں ہیں پس اللہ تعالے نے
ارجلکم کے ساتھ الی الکعبین ملا دیا تو ترتیب بھی رہی اور مسح کا شبہہ جاتا رہا اسواسطے کہ مسح الی الساق ہے نہ الی الکعب تو لامحالہ غسل ہی مراد ہے۔ اسی طرح
یہاں ومما مہر کا شوہر سے ہے اور خفتم الا یقیما۔ میں یقیما کے ساتھ خوف لامحالہ اولیاء حکام کو ہے۔ بالجملہ تقریر مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورت کو جو کچھ
دیا ہے اسمیں سے بناراضی عورت کچھ لینا حلال نہیں ہے اور اگر وہ برضامندی کچھ دیدے تو لینا حلال ہے یہ سب اس صورت میں ہے کہ مرد نے اپنی پسند سے عورت کو
طلاق دی اور اگر جورو مرد میں نفاق پڑ جاوے اور خوف کریں کہ ہم اللہ تعالے کے حدود پر قائم نہ رہیں گے تو مضائقہ نہیں کہ عورت کچھ مال دیکر اپنی جان چھوڑاوے اور مرد
اسکو لیکر خلع کر دے چنانچہ فرمایا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ مگر اسکہ دونوں زوجہ و شوہر خوف کریں کہ ہم حدود الٰہی پر ٹھیک نہ رہیں گے ف
تو مرد لے سکتا ہے اور یہ استثناء ہے اول سے اور چونکہ استثناء سے سکوت ہوتا ہے یہ ضرور نہیں کہ الا کے ماقبل جو حکم ہے اسکے برخلاف یہاں ثابت ہوا اسیواسطے آگے
فرمایا۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ۔ پھر اگر تمکو خوف ہو کہ یہ جورو اور مرد باہم حدود
الٰہی کو ٹھیک قائم نہ رکھیں گے تو دونوں پر اس مال کے بارہ میں گناہ نہیں جسکے بدلے عورت نے اپنی جان چھوڑائی ف یعنے عورت نے خلع لے لیا تو
اولیاء عورت نہ روکیں علماء رح نے لکھا کہ اگر شوہر سرکش ہے تو مہر سے زائد اسکو حلال نہیں بلکہ جال میں نظر کرے۔ اور اگر عورت سرکش ہے تو مہر سے زائد بھی لینا
حلال ہے۔ یہ حکم براہ تقوی و دیانت ہے۔ اور یہ خطاب اولیاء کو ہے اور خوف یعنے گمان غالب ہو کہ عورت اپنے شوہر کے حقوق بجا نہ لاویگی اور شوہر کو دل سے
آزار رکھے اور اسکے ساتھ اچھی طرح بسر کرنے پر قادر نہ ہو تو اسکو اختیار ہے جو شوہر نے دیا ہے اوسکو دیکر اپنی جان چھوڑا دے اور اسمیں حرج نہیں ہے اور اگر
مرد کی طرف سے خوف ہو کہ وہ درصورت عورت کی نافرمانی کے اسپر تعدی کریگا تو حرج نہیں کہ اسکو عورت سے قبول کر کے اسکو چھوڑ دے اور یہی خلع ہے اور اسکے جواز میں
کوئی شک نہیں اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور اگر بلا شرط خلع کے مرد نے طلاق دی تو عورت پر مال دینے کا جبر نہ کیا جائیگا کما صرح فی الفتاوی العالمگیریہ اور چونکہ
یہاں خطاب حکام کو ہے یعنے امام المسلمین سلطان ووالی وحاکم وقاضی جسکو حکومت حاصل ہو اسی سے بعض علماء نے حجت پکڑی کہ خلع میں اختیار حاکم کو ہے اور یہی
قول سعید بن جبیر و حسن و ابن سیرین کا ہے اور جمہور کے نزدیک شوہر خلع دے سکتا ہے اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک خلع طلاق بائن ہے اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جمیلہ
بنت عبد اللہ بن ابی ابن سلول جو کہ ثابت بن قیس کی جورو تھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ یا رسول اللہ میں ثابت بن قیس پر اسکی دینداری کے
خلاف نیکی میں کچھ الزام نہیں لگاتی ہوں ولیکن وہ بدصورت ہونے کی وجہ سے میرے دل سے ایسے اُترے ہیں کہ میں انکے ساتھ نہیں بسر کر سکتی ہوں اور مجھے گوارا نہیں ہے

کہ مین اسلام مین کفر کی بات کرون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو ثابت بن قیس کو اسکا باغ واپس کر دیگی اُسنے کہا کہ ہان تو آپ نے ثابت بن قیس کو فرمایا کہ تو اپنا باغ قبول کر لے اور اسکو ایک طلاق دیدے اخرجہ البخاری والنسائی وابن ماجہ وابن مردویہ والبیہقی- اور یہ حدیث کثرت اختلاف الفاظ سے مروی ہو بعض مین حبیبہ بنت سہل الانصاری مذکور ہو اور بعض مین زینب و دیگر اختلاف ہین اور جاننا چاہیے کہ شیخ ابن کثیر نے ذکر فرمایا کہ اگر عورت کو کوئی معقول عذر ہو تو اسکا خلع لینا اسپر وبال ہو چنانچہ ثوبانؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت نے اپنے شوہر سے طلاق طلب کیا بدون اسکے کہ اسپر کوئی مضائقہ ہو تو ایسی عورت پر جنت کی خوشبو حرام ہو اخرجہ احمد وابوداؤد والترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن جریر والحاکم والبیہقی اور بعض احادیث صحیح مین ہو کہ خلع لینے والیان وہی منافق عورتین ہین اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ بڑا گروہ سلف وخلف اس طرف گیا ہو کہ خلع جائز نہین ہو الا اسی صورت مین کہ بغض ونافرمانی عورت کی طرف سے ہو پس ایسی صورت مین مرد کو خلع کا بدل یعنے فدیہ قبول کرنا جائز ہو اور حجت انکی یہی آیہ کریمہ ہو اور انھون نے کہا کہ خلع کا مشروع ہونا ایسی ہی حالت مین ہو پس دوسری حالت مین روا نہوگا مگر آنکہ کوئی دلیل پائی جا دے حالانکہ موجود نہین ہو- اور مالک واوزاعی نے تو یہانتک کہا کہ اگر عورت سے ذراسی چیز بھی اسکو ضرر دیکر لی تو واجب ہوگا کہ عورت کو واپس کر دے اور خلع سے جو طلاق پڑے وہ رجعی ہوگی اور امام مالک نے کہا کہ مین نے اسی حال پر لوگون کو پایا ہو اور شافعی رحمہ اللہ نے اسکے خلاف یون کہا کہ خلع جب جھگڑے کی حالت مین روا ہو تو جورو ومرد کے اتفاق ہونے کی حالت مین بدرجہ اولی روا ہوگا اور یہی سب اصحاب شافعی کہے ہوے ہین قال المترجم یہ کچھ نہین ہو اسواسطے کہ جو عورت کو دیا ہو اسمین سے کچھ نہ لینے کا حکم موجود ہو مگر اسمین ایک حالت کا حکم صرف مستثنیٰ ہو وہ یہ کہ عورت کی طرف سے اعراض وسرکشی واقع ہو اور تصریح موجود ہو کہ شان نزول اسکا یہی جمیلہ یا حبیبہ عورت ہو جو مذکور ہوئی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ شیخ ابن جریر نے فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی ثابت بن قیس بن شماس اور اسکی جورو حبیبہ بنت عبداللہ بن ابی ابن اسلول کے حق مین پھر ابن کثیر نے اس حدیث کے طرق واختلاف الفاظ کو بیان کیا یہانتک کہ ذکر کیا کہ ابن جریر نے روایت کی کہ ابو جریر نے عکرمہ سے پوچھا کہ خلع کی کچھ اصل واقع ہوئی ہو تو عکرمہ نے کہا کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ پہلا خلع جو اسلام مین واقع ہوا وہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول کی بہن کے حق مین واقع ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ یا رسول اللہ میرے اور اسکے یعنے اپنے شوہر کے سر کو کوئی چیز کبھی یکجا نہ کریگی مین نے ثابت بن قیس یعنے اپنے شوہر کو چند لوگون مین آتے دیکھا تو وہ ان سب مین کالا اور پستا قد اور بدشکل تھا پس اسکے شوہر نے کہا کہ یا رسول اللہ مین نے اسکو اپنا افضل مال جو میرا ایک باغ تھا دیا ہو پس یہ مجھے میرا باغ واپس کر دے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو کیا کہتی ہو وہ بولی کہ ہان اگر وہ چاہے تو مین کچھ اور بھی بڑھا دون ابن عباس نے کہا پس آنحضرت صلعم نے دونون مین جدائی کر دی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ائمہ رحمہم اللہ نے اسمین اختلاف کیا ہو کہ بھلا یہ جائز ہو کہ مرد اپنی جورو کو اس سے زیادہ پر خلع دے جسقدر اسکو دیا ہو یا نہین تو جمہور اس طرف گئے ہین کہ ہان زیادہ پر بھی خلع جائز ہو کیونکہ فیما افتدت بہ- عام ہو آیت مین کوئی مقدار معین نہین ہو اور ابن جریر نے کثیر مولی بن سمرہ سے روایت کی کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جو اپنے شوہر کی نافرمان تھی پس آپ نے حکم دیا کہ وہ کچڑ گوبر کی کوٹھری مین تین رات تک قید رکھی گئی پھر صبح کو اُس سے پوچھا کہ رات تو کیسے مقام پر رہی اسنے کہا کہ مین جب سے اپنے شوہر کے پاس ہون کبھی چین نہ پایا مگر ان راتون مین کہ آپ نے مجھے قید رکھا تھا آپ نے اسکے شوہر کو فرمایا کہ لے اگرچہ اسکی چھوٹیا کے بال ہون- اور اسکو عبدالرزاق نے بھی روایت کیا اور بخاری نے کہا کہ اجاز عثمان الخلع دون عقاص راسہا- یعنے اسکے سر کے بال کے ماورا پر خلع کو عثمانؓ نے جائز رکھا اور عبدالرزاق نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے یہ قصہ روایت کیا کہ عثمانؓ نے خود ربیع بنت معوذ کے حق مین خلع کا یہ حکم دیا تھا اور معنی اسکے یہ ہین کہ عورت کے پاس جو کچھ قلیل وکثیر ہو وہ خلع مین لینا جائز ہو اور اسکے پاس سوائے اوسکے سر کے بال کے کچھ نہ چھوڑے- پس یہ مبالغہ ہو اور اس سے ثابت ہو کہ مہر سے زائد پر بھی خلع روا ہو اور یہی ابن عمر وابن عباس ومجاہد وعکرمہ وابراہیم نخعی وقبیصہ بن ذویب وحسن بن صالح وعثمان ہی کا قول ہو اور یہی مذہب مالک

ؔ عبداللہ بن ابی ابن سلول ... [illegible]

ؔ یعنی ... [illegible]

ولیث وشافعی وابو ثور کا ہو واسیکو ابن جریر نے اختیار کیا ہو اور امام ابو حنیفہ کے اصحاب نے کہا کہ اگر ضرر رسانی عورت کی طرف سے ہو تو جائز ہو کہ جو کچھ اسکو دیا ہو
وہ لے لے اور اسپر زیادتی نہین جائز ہو اور اگر عورت نے اسکو زیادہ دیا تو حکم قضا مین لینا جائز ہو اور اگر ضرر رسانی مرد کی طرف سے ہو تو اس سے کچھ لینا روا نہین ہو اور اگر لیا تو
قضاءً جائز ہو اور جاننا چاہیے کہ ربیع بنت معوذ بن عفراء کے قصہ مین موجود ہو کہ ربیع نے کہا تھا کہ مین تجھسے خلع لیتی ہون بعوض تمام اوس چیز کے جسکی مین مالک ہون اور امام احمد
وابو عبید واسحق بن راہویہ کے نزدیک جو دیا ہو اوس سے زیادہ لینا روا نہین ہو اور یہ سعید بن المسیب وعطاء وعمرو بن شعیب وزہری وطاؤس وحسن بصری وشعبی وحماد بن سلیمان
وربیع بن انس کا قول ہو اور حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ مختلعہ سے اسقدر سے زیادہ نہ لیوے جتنا اسکو دیا ہو اور اوزاعی کہتے تھے کہ قاضی لوگ جائز نہین رکھتے ہین کہ عورت
سے اس سے زیادہ لیوے جسقدر دیا ہو اور دلیل اس قول کی وہ حدیث ہو جو قصہ ثابت بن قیس مین ابن عباس سے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو
حکم دیا کہ اس سے اپنا باغ لے لے اور زیادہ نہ لیوے ۔ پھر جاننا چاہیے کہ خلع آیا طلاق ہو یا نہین تو ابن عباس وعثمان بن عفان وابن عمر سے مروی ہو کہ وہ فسخ ہو
طلاق نہین ہو اور یہی مذہب طاؤس وعکرمہ کا ہو اور یہی قول امام احمد واسحق بن راہویہ وابو ثور وداؤد ظاہری کا ہو اور یہی شافعی کا قول قدیم ہو ۔ اور قول اول
یعنے خلع طلاق بائن ہو یہ عمرؓ وعلیؓ وابن مسعود وابن عمر سے مروی ہو اور یہی قول سعید بن المسیب وحسن وعطاء وشریح وشعبی وابراہیم وجابر بن زید کا ہو اور یہی مذہب
امام مالکؒ وابو حنیفہ وانکے اصحاب وثوری واوزاعی وابو عثمان کا اور یہی جدید قول شافعی کا ہو مگر حنفیہ کے نزدیک اتنی بات ہو کہ اگر خلع دینے والے نے خلع مین
ایک طلاق یا دو طلاق کی نیت کی یا مطلقاً رکھا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی ۔ پھر جاننا چاہیے کہ ائمہ اربعہ
واسحق بن راہویہ کے نزدیک مختلعہ کی عدت تین قروء ہین اگر ایسی ہو کہ اسکو حیض آتا ہو اور یہی حضرت عمرؓ وحضرت علیؓ وابن عمر سے مروی ہو اور یہی اکثر تابعین کا
قول ہو اور ترمذی نے کہا کہ یہی اکثر صحابہ وغیرہم اہل علم کا قول ہو اور یہی جمہور کا مذہب ہو اور عثمان وابان بن عثمان واخیر قول ابن عمر کا اور عکرمہ کا یہ ہو کہ اسکی عدت ایک حیض ہو
اور ابو داؤد وترمذی ونسائی وحاکم وابن عباس سے ثابت بن قیس کی جورو کے قصہ مین روایت کی کہ اسکو حضرت صلعم نے حکم کیا کہ ایک حیض سے عدت پوری کرے
اور ترمذی نے ربیع بنت معوذ کے خلع کے قصے مین بعد روایت کے کہا کہ صحیح یہ ہو کہ ربیع بنت معوذ کو حکم کیا گیا تھا کہ ایک حیض سے اپنی عدت پوری کرے ابن کثیر نے
ذکر کیا کہ خلع دینے والے کو روا نہین ہو کہ مختلعہ سے عدت کے اندر بغیر اوسکی رضامندی کے رجوع کر سکے اور یہی مذہب ائمہ اربعہ وجمہور علما کا ہو کیونکہ وہ مال خلع دیکر
اپنی ذات کی مالک ہوگئی ہو مترجم کہتا ہو کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک رجوع جائز نہین کیونکہ خلع انکے نزدیک طلاق بائن ہو پھر شیخؒ نے لکھا اور اس بات پر اجماع ہو
کہ خلع دینے والے کو روا ہو کہ اپنی مختلعہ سے عدت کے اندر نکاح کرے **قال ابن کثیر** خلع دینے والے کو عدت مین اپنی مختلعہ پر دوسرا طلاق واقع کرنے کا
اختیار ہو یا نہین ۔ اسمین تین قول ہین ایک یہ کہ نہین واقع کر سکتا ہو اسواسطے کہ اپنی ذات کی مختار اور شوہر سے بائنہ ہوگئی ہو اور یہی ابن عباس
وابن الزبیر وعکرمہ وجابر بن زید وحسن بصری وشافعی واحمد واسحق وابو ثور کا قول ہو ۔ دوم مالکؒ نے کہا کہ اگر خلع کے پیچھے طلاق دیدی ہو تو واقع
کر سکتا ہے اور اگر فقط خلع ہوا تو نہین ۔ سوم آنکہ ہر حال مین اسپر طلاق واقع کر سکتا ہو جب تک کہ وہ عدت مین ہو اور یہ قول امام ابو حنیفہ
وانکے اصحاب وثوری واوزاعی کا ہو اور یہی قول سعید بن المسیب وشریح وطاؤس وابراہیم وزہری وحاکم وحکم وحماد بن ابی سلیمان کا ہو قوله
تلك حدود الله فلا تعتدوها الاية ۔ اس آیت سے مالکیہ نے استدلال کیا کہ ایکبارگی تین طلاق دیدینا حرام ہو اور یہی ظاہر مذہب ائمہ حنفیہ ہو بلکہ انکے نزدیک دو طلاق ایکبارگی دینا
بھی بدعت ہو کما عرفت **قال ابن کثیر** اور سنت انکے نزدیک یہ ہو کہ طلاق ایک ایک کر کے دیوے اور اسکی تقویت کرتی ہو حدیث محمود بن لبید جو نسائی نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو خبر لگی کہ ایک نے اپنی جورو کو ایکبارگی تین طلاق دیدین تو آپ غضبناک کھڑے ہوے اور فرمایا کہ کیا کتاب الٰہی کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہو حالانکہ مین تمھارے درمیان موجود ہون الخ

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

پھر اگر اسکو طلاق دی تو اب حلال نہین اوسکو وہ عورت اسکے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اسکے سوا ۔ پھر اگر وہ خاوند اسکو طلاق دے تب گناہ نہین ان دونون پر

أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ○

کہ پھر مل جاوین اگر خیال کرین کہ ٹھیک رکھین گے قاعدے اللہ کے اور یہ دستور باندھے ہین اللہ کے بیان کرتا ہے انکو واسطے جاننے والون کے

فَإِنْ طَلَّقَهَا۔ اے الزوج بعد الثنتین پھر اگر طلاق دیدی عورت کو شوہر نے ف یعنے دو طلاقون کے بعد بھی تیسری طلاق دیدی فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ۔ تو بعد اسکے اسکو یہ عورت حلال نہین ف یعنے تیسری طلاق کے بعد حَتَّىٰ تَنْكِحَ۔ تتزوج۔ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ یہانتک کہ تزوج کرے عورت کسی خاوند سے سوائے طلاق دہندہ کے ف اور وہ خاوند اس عورت سے وطی بھی کرلے جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسکو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے فَإِنْ طَلَّقَهَا۔ پھر اگر طلاق دیدی عورت مذکورہ کو دوسرے خاوند نے بھی ف اور عدت گذر گئی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا۔ تو ان دونون پر کچھ گناہ نہین ف یعنے عورت اور پہلے شوہر پر گناہ نہین اس بات مین کہ۔ أَنْ يَتَرَاجَعَا باہم رجوع کرین۔ إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ۔ اگر دونون کو حدود الٰہی ٹھیک کرنے کا یقین ہو وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ۔ یہ سب جو مذکور ہے اللہ تعالے کے حدود ہین ف کہ انکو حد کردیا ہے کہ یہان سے تجاوز نہ کرین۔ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔ اللہ تعالے ان حدود کو ایسی قوم کے واسطے بیان فرماتا ہے جو جانتے ہین ف یعنے فکر وغور کرتے ہین جاننا چاہیے کہ اوپر کی آیات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرد کو ہر نکاح مین عورت پر فقط تین طلاق کا اختیار ہے پس اگر اسنے ایک طلاق دی یا دو طلاق دین تو عدت گذرنے سے پہلے رجوع کرسکتا ہے اور اگر عدت گذر گئی اور وہ بائنہ ہوگئی پھر دونون راضی ہوے تو نکاح کرسکتا ہے لیکن جمہور علما کے نزدیک اب وہ ایک ہی طلاق کا مالک ہوگا اگر پہلا سنے دو طلاقین دی تھین اور اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب اس نکاح مین دو طلاق کا مالک ہوگا جسنے کہ اگر اس نکاح دوم مین اسنے دو طلاق دین تو پھر بدون دوسرے شوہر سے نکاح کیے اسپر حلال نہوگی اور اگر اول مرتبہ ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد اسکی عدت گذر گئی اور اسنے بائنہ ہوکر دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اس سے طلاق پاکر بعد عدت کے پھر شوہر اول سے نکاح کیا تو ائمہ حنفیہ کے نزدیک از سرنو تین طلاق کا مالک ہوگا اور مالک وشافعی واحمد کے نزدیک اسیقدر کا مالک ہوگا جو اول مین تین سے باقی رہی تھی اور ایسا چند صحابہ سے بھی مروی ہے ولیکن کلام ابن کثیر اس طرف مائل ہے کہ قول ابوحنیفہ اور اونکے اصحاب کا قوی ہے بنظر حجیت کہ شوہر دوم نے جب تین طلاق کو مسیط دیا اور اول شوہر کے واسطے نکاح جدید مین پورے تین طلاق کا مالک کردیا تو تین سے کم کو بدرجہ اولی مسیط دیگا اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس اللہ تعالے نے فرمایا۔ فَإِنْ طَلَّقَهَا۔ یعنے شوہر نے دو طلاق کے بعد کسی وقت مین اس عورت کو تیسری طلاق دیدی خواہ اسطرح کہ دو طلاق کے بعد ہی تیسرے طہر مین اوسکو تیسری طلاق دیدی ہو یا اسطرح کہ دو طلاق کے بعد راضی ہوکر رجوع کرلیا اور چند روز گذرے پھر ناراض ہوکر اسکو ایک طلاق دی اور یا اسطرح کہ دو طلاق کے بعد عدت گذر گئی اور بائنہ ہوگئی پھر جدید نکاح کرکے بدون اسکے کہ کسی شوہر سے نکاح کیا ہو اپنے پاس رکھا پھر ناراض ہوکر ایک طلاق دیدی ان سب صورتون مین عورت مذکورہ پر تین طلاق پوری ہوگئین غرضکہ جب ایسا ہو جاوے کہ کسی طرح عورت پر اسکے خاوند کیطرف سے تین طلاقین پوری ہو جاوین اور یہ آزاد عورت ہے تو اللہ عزوجل نے اسکا حکم فرمایا کہ۔ فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنے پھر ان تین طلاق کے بعد اسپر وہ عورت حلال نہین یہانتک کہ نکاح کرے کسی اور شوہر سے سوائے اس تین طلاق دینے والے کے۔ ھ پس ظاہر مین اس حرمت کی انتہا یہ قرار دی کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور اسکا مقتضا یہ ہے کہ جب دوسرے شوہر سے نکاح کیا تب اول کیواسطے حلال ہوئی بایں معنے کہ اگر دوسرے کے نکاح سے فارغ وخالی ہو تو اول شوہر اس سے نکاح کرسکتا ہے اگرچہ شوہر دوم نے اس سے بغیر وطی کے جدائی کرلی ہو حالانکہ حدیث مشہور مین ہے کہ دوسرے شوہر سے نکاح کے باوجود یہ بھی شرط ہے کہ دوسرے شوہر نے اس سے وطی بھی کی ہو پس بعض علما نے کہا کہ یہ اسی آیت سے نکلتا ہے بایں طور کہ لفظ نکاح دو معنی پر بولا جاتا ہے ایک تو یہی عقد معروف اور دوم بمعنی وطی پس مراد وطی ہے اور معنی یہ ہین کہ یہانتک وطی کرے وہ عورت دوسرے شوہر سے سوائے اول کے اور جیسے نکاح یعنے عقد کی نسبت عورت ومرد دونون کی طرف ہوتی ہے ویسے ہی نکاح بمعنی وطی کرنے کی نسبت بھی دونون

کی طرف ہوتی ہے جسطرح کہ عورت کو بھی زانیہ کہتے ہیں جیسے مرد زانی ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دوسرے شوہر سے وطی جب ہی ہوگی کہ اس سے عقد کیا ہو ورنہ زانی ہوگا
نہ شوہر تو عقد بیان بطریق اقتضا ثابت ہے پس یہ صورت ہوگئی کہ دوسرے مرد سے عقد نکاح کرکے نکاح یعنے وطی کرے فتامل اور بعض علماء نے کہا کہ آیت میں نکاح
یعنے عقد ہے جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے بھی تنکح بمعنی تتزوج لیا اور شوہر دوم کی وطی کو اس حدیث سے ثابت کیا جسکو شافعی وعبدالرزاق وابن ابی شیبہ وبیہقی و
ابن ماجہ ونسائی وترمذی واحمد ومالک وبخاری ومسلم نے حضرت عائشہ رض سے روایت کیا کہ رفاعہ قرظی کی جورو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ میں رفاعہ کے
پاس تھی پس اسنے مجھے طلاق دیدی پس میری طلاق بتہ ہوئی یعنے تین طلاق دیدیں پھر مجھسے عبدالرحمن بن الزبیر نے نکاح کیا اور نہیں ہے اسکے ساتھ مگر مانند کنارہ اس
کپڑے کے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ رفاعہ کے پاس لوٹ جاوے یہ نہیں ہوسکتا یہانتک کہ چکھے تو عسیلہ اسکا اور چکھے وہ تیرا عسیلہ
مترجم کہتا ہے کہ رفاعہ بن سموال یہودی بنی قریظہ میں سے تھا جسکی طرف نسبت قرظی ہے اور نام اس عورت کا تمیمہ بنت وہب تھا اور احمد ونسائی کی روایت ابن عباس میں غمیصا
یا رمیصا واقع ہوا ہے اور شاید یہ اسکا لقب ہوگا اور الزبیر بفتح زاء بروزن کبیر ہے اور کنارہ کپڑے سے اشارہ ہے کہ اسکو رجولیت نہیں اور درحقیقت اس عورت نے یہ
جھوٹ کہا تھا جیسا کہ بعض احادیث میں مصرح ہے کہ عبدالرحمن بن الزبیر اپنے دو لڑکوں کو لایا جو باپ سے بہت مشابہ تھے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ٹھیک ایسے مشابہ ہیں
جیسے کوے کا بچہ کوے سے مشابہ ہوتا ہے اور عسیلہ تصغیر عسل کی ہے یعنے شہد ہے اور بیان قلیل جماع کو عسیلہ سے کنایہ فرمایا اور طلاق بتہ انکے عرف میں تین طلاقیں ہوتی تھیں
اس حدیث کے طرق بہت ہیں اور مختصر طور پر بہت وجوہ سے روایت کی گئی ہے چنانچہ ابن جریر نے سعید بن المسیب کے طریق سے ابن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے
ایسے مرد کے حق میں جسنے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے اسکو طلاق بتہ دیدی پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کیا پھر قبل دخول کے اسکو طلاق
دیدی پس آیا وہ پہلے شوہر کی طرف رجوع کرسکتی ہے فرمایا کہ نہیں یہانتک کہ چکھے وہ عورت دوسرے مرد کا عسیلہ اور چکھے دوسرا مرد اسکا عسیلہ اور اسکو امام احمد نے
بھی تھوڑے اختلاف سے روایت کیا اور مانند روایت امام احمد کے نسائی وابن ماجہ نے بھی سعید بن المسیب کے طریق سے ابن عمر رض سے روایت کیا ہے اور اسی سے
شیخ ابن کثیر نے استبعاد کیا ہے کہ فقہا کے درمیان جو یہ مشہور ہے کہ سعید بن المسیب قائل ہیں کہ دوسرے شوہر سے مجرد نکاح کرنے سے وہ شوہر اول کے واسطے
حلال ہوجاتی ہے حالانکہ سعید بن المسیب خود ابن عمر سے اس مرفوع روایت کے راوی ہیں پس بعید ہے کہ جو روایت کریں اس سے بلا استناد خلاف کریں اور امام
احمد ونسائی وابن جریر نے اس حدیث کو رزین بن سلیمان الاحمری کے طریق سے ابن عمر رض سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے
اپنی جورو کو تین طلاق دیں پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کیا پس دروازہ بند کیا اور پردہ چھوڑ دیا پھر قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی بھلا وہ اول
کے واسطے حلال ہوئی فرمایا کہ نہیں یہانتک کہ چکھے عسیلہ اور اسی کے مانند انس بن مالک سے مروی ہے اخرجہ احمد وابن جریر اور اسی کے مانند ابوہریرہ رض سے
ابن جریر نے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ ایک مرد نے اپنی جورو کو تین طلاق دیدیں پس اسنے دوسرے مرد سے نکاح کیا جسنے قبل دخول کے
اسکو طلاق دیدی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ بھلا وہ شوہر اول کے واسطے حلال ہے تو فرمایا کہ نہیں یہانتک کہ دوسرا مرد بھی اسکے عسیلہ
سے چکھے جیسا کہ اول نے چکھا ہے اسکو ابن جریر وبخاری ومسلم ونسائی وابو داؤد نے روایت کیا۔ بالجملہ یہ حدیث مشہور وامر متعین ہے کہ دوسرا شوہر اس سے
وطی کرلے پھر یہانتک کہ اگر وہ طلاق دے اور عدت گذر جاوے تب وہ شوہر اول کے واسطے حلال ہوگی چنانچہ فرمایا فان طلقہا فلا جناح علیہما ان یتراجعا ان
ظنا ان یقیما حدود اللہ۔ اور حرف شرط میں دو یعنے اگر دوسرا شوہر طلاق دے اس سے ارشاد ہے کہ دوسرا نکاح بھی خود مقصود ہونا چاہیے جیسے شرع میں نکاح کیا
جاتا ہے ہاں اگر دوسرے شوہر سے بھی ایسا اتفاق واقع ہو کہ وہ طلاق دیدے تو شوہر اول کے واسطے حلال ہے چاہے نکاح کرلے پس نکلا کہ دوسرا نکاح صرف حلالہ کرنے
کی غرض سے نہ ہو اسیواسطے حلالہ کرنے والے مرد اور حلالہ کرانے والے مرد دونوں پر لعنت فرمائی ہے کما رواہ ابو داؤد کیونکہ دوسرے کو فقط حلالہ کرنا مقصود تھا پس حاصل
کلام یہ ہے کہ جسنے عورت کو تین طلاق دیدیں وہ اب اس عورت سے محروم ہوا یہانتک کہ دوسرا شوہر اس سے وطی کرے اور یہ شرط ہے کہ دوسرے مرد کی وطی اسی نکاح

صحیح ہو پس اگر دوسرے نے اس سے بدون نکاح کے زنا کیا یا بنکاح غیر صحیح وطی کی یا عورت مذکورہ کسی کی باندی تھی اُسکے مالک نے اُس سے وطی کی تو ایسی وطی
سے وہ شوہر اول کے واسطے حلال نہوگی کیونکہ یہ وطی کرنے والا اُسکا زوج صحیح نہوا اور مالک کو اپنی باندی بیشک حلال ہو لیکن وہ زوج یعنے شوہر نہین کہلاتا ہو حالانکہ
آیت مین لفظ زوج ہو پس ضرور ہو کہ حلالہ جب ہی ہوگا کہ زوج دوم اس سے وطی کرے۔ اور امام مالک نے باوجود اسکے یہ بھی شرط لگائی ہو کہ دوسرا شوہر جسنے اس سے
نکاح صحیح موافق مقصود شرع کے کیا ہو وہ بطور مباح اس سے وطی کرے پس اگر عورت احرام مین ہو یا روزہ دار یا اعتکاف مین یا حالت حیض یا نفاس مین ہو
یا مرد روزہ دار یا محرم یا معتکف ہو اور اس حالت مین وطی واقع ہوئی پھر اسنے طلاق دی تو اول شوہر کے واسطے حلال نہوگی اور اسیطرح اگر عورت یہودیہ یا
نصرانیہ تھی اور اسنے دوسرا نکاح کسی یہودی یا نصرانی سے کیا تو اسکی وطی سے عورت مذکورہ شوہر اول مسلمان کے واسطے حلال نہوگی اسواسطے کہ انکے نزدیک
کافرون کے نکاح باطل ہین لیکن جمہور کے نزدیک فقط نکاح صحیح مین دخول شرط ہو اگر انزال بھی نہوا اور حسن بصریؒ نے جو انزال کی شرط لگائی ہو شاید وہ اُسکو لفظ عسیلہ
سے سمجھے ہونگے تو یہ شرط کچھ نہین ہو کیونکہ امام احمد و نسائی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ عسیلہ جماع ہے
پس فقط جماع کافی ہو انزال شرط نہین ہو اور کلام مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ دوسرے شوہر کا نکاح بغرض شرعی ہو یعنے جس مقصد کے واسطے شرع مین نکاح مشروع
ہے اسی طور پر ہو ہان اگر اتفاق واقع ہو کہ دوسرا بھی اُسکو طلاق دیدے تو اول کے واسطے جب ہی حلال ہوگی کہ دوسرے نے اُس سے وطی کی ہو جیسا کہ مذکور
ہوا اور اگر دوسرے شوہر نے اس عورت سے اس غرض سے نکاح کیا کہ پہلے شوہر کے لیے اسکو حلال کردے پس اگر اسنے عقد نکاح مین اسکی تصریح کردی تو جمہور
ائمہ علما کے نزدیک نکاح باطل ہو اور اگر تصریح نہ کی اور اپنے دل ہی مین رکھا تو اگر شوہر اول و دوم دونون کی نیتون مین یہ بات ہو تو بدون اظہار نیت کے
ظاہر شرع مین جواز کا حکم ہوگا ولیکن شرع مین ایسے دونون آدمی مذموم و ملعون ہین اور بہت حدیثون مین ایسے لوگون کی مذمت بلکہ لعنت وارد ہو چنانچہ حضرت
ابن مسعودؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی عورت اور گودوانے والی اور بال چُننے والی اور بال جوڑوانے والی عورتون اور حلالہ کرنیوالے
مرد اور حلالہ کرانے والے مرد اور بیاج کھانے والے آدمی اور اسکے موکل سب پر لعنت فرمائی ہو رواہ احمد والترمذی والنسائی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح
ہو اور دوسری روایت امام احمد مین ابن مسعودؓ سے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعن اللہ المحلل والمحلل لہ لعنت کرے اللہ تعالے حلالہ کرنے والے
اور حلالہ کرانے والے مرد پر۔ اور احتمال ہو کہ خبر ہو یعنے اللہ تعالے ایسے آدمیون پر لعنت کرتا ہے۔ اور اس باب مین بہت حدیثین مرفوع وارد ہین اور حاکم نے مستدرک
مین روایت کی کہ ایک شخص آیا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس اور سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو تین طلاق دیں پھر اس عورت سے اُسکے شوہر کے بھائی
نے بدون اپنے بھائی کے حکم و مشورہ کے اس غرض سے نکاح کیا کہ اپنے بھائی کے واسطے اسکو حلال کردے پس وہ اول کے واسطے حلال ہو جائیگی تو حضرت ابن عمرؓ
نے فرمایا کہ نہین مگر آنکہ نکاح برغبت ہو ہم لوگ ایسے نکاح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین زناکاری شمار کرتے تھے قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد
اور حضرت عمرؓ سے روایت ہو کہ فرمایا کہ میرے پاس جو حلالہ کرنے والا اور حلالہ کرانے والا آئیگا مین دونون کو سنگسار کردونگا اور حضرت عثمانؓ سے روایت ہو
کہ اُنکے پاس ایک شخص لایا گیا جسنے ایک عورت سے نکاح کیا تھا تاکہ اُسکو اُسکے اول شوہر کے واسطے حلال کردے پس عثمانؓ نے دونون مین جدائی کردی اور ایسا ہی
حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ابن عباس اور بہتیرے صحابہ سے مروی ہو۔ قولہ ان ظنا ان یقیما حدود اللہ بعض نے کہا کہ ظن یعنے غالب گمان ہو و بعض نے کہا یعنے یقین
ہو اور اعتراض کیا گیا کہ جو ہونے والا ہو اسکو سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہو اور جواب یہ ہو کہ یقین یہان بایں معنی نہین کہ یون ہی واقع ہوگا بلکہ بمعنی
کہ قلب کو بطور خود اطمینان ہو چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا لیکن فی الواقع غالب گمان والا ان کی مراد ہو کہ دل مین ایسا یقین ہو اور مفاد
اصل قید کا یہ ہو کہ اگر دونون کو یہ ظن حاصل ہو خواہ اسکے برخلاف کا دونون کو یا ایک کو یقین ہو یا گمان ہو یا تردد ہو تو اس مراجعت نکاح کا ارتکاب
روا نہین ہو اور یہ از راہ دیانت ہو اور ظاہر شرع مین حاکم کو کسی کے دل پر حکم لگانا روا نہین ہو پس ظاہر مین مراجعت کا نکاح ٹھیک ہو جائیگا۔ قولہ

يبينها لقوم يعلمون - اہل علم کو مخصوص فرمایا باوجودیکہ دعوت احکام مذکورہ عام ہے اسواسطے کہ اس سے انتفاع اہل علم ہی کو حاصل ہوگا پھر ظاہر یہ ہے کہ اہل علم سے اہل تدبر مراد ہیں جو قدرت الٰہی و اسکی حکمت کو حق جانتے ہیں پس تمام مسلمان اسمیں داخل ہونگے اگرچہ وہ رسمی لکھنے پڑھنے سے جاہل ہوں پس خوشخبری ہے تمام مسلمانوں کو جو احکام الٰہی کو بلا تردد برحق و عمدہ جانتے ہیں اور اسکے مقابلہ میں اگر افلاطون کہے تو اسکو ایک ناچیز بندہ جانکر سرگرداں کے کلام کو

سچ نہیں مانتے ہیں کیونکہ وہ بمقابلہ علم و حکمت الٰہی کے ہیچ ہے کوئی ہستی نہیں رکھتا ہے۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا

اور جب طلاق دی تمنے عورتوں کو پھر پہونچیں اپنی عدت تک تو رکھ لو انکو دستور سے یا رخصت کرو انکو دستور سے اور مت بند کرو انکے ستانیکو

لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ

تا زیادتی کرو اور جو کوئی یہ کام کرے اس نے برا کیا اپنا اور مت ٹھہراؤ حکم اللہ کی ہنسی اور یاد کرو احسان اللہ کا جو

عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

تم پر ہے اور وہ جو اُتاری تم پر کتاب اور کام کی باتیں کہ تمکو سمجھاوے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب چیز جانتا ہے

واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد نہیں تھی چاہے ہزار طلاقیں دیتا مگر عدت سے پہلے رجوع کرتا تو رجوع ہو جاتا چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا پس اللہ تعالیٰ نے محدود کرکے حکم دیا کہ۔ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ - اور جب تمنے عورتوں کو طلاق دی پھر اپنی مدت کو پہونچیں ف یعنے شرعی طور پر رجعی طلاق دی پھر مطلقہ کی عدت گزرنے پر پہونچی تو تمکو دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنی فرض ہے یعنے فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ - اب انکو معروف طور پر روکو یا معروف طور پر راہ چھوڑو ف یعنے رجعت کرو تو بدون قصد ضرر کے شرعی نیک چال چلن سے رجوع کرو یا چھوڑ دو کہ انکی عدت گزر جاوے اس سے مقصود یہ کہ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا - اور ان مطلقات کو ضرر پہونچانے کے واسطے مت روکو تا کہ ان پر تعدی کرو ف یعنے رجعت سے ضرر و تعدی مقصود نہو کہ عورت آخر لاچار ہو کر خلع کراویگی۔ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ - اور جسنے ایسا کیا ف کہ ضرر و تعدی کے قصد سے مراجعت کی جسکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ - تو اس شخص نے اپنی جان پر ظلم کیا ف کیونکہ اسنے اپنی جان کو عذاب کے سامنے پیش کیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ حرکت حرام ہے اگرچہ نیت کا حال مخلوق کو معلوم نہو۔ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا - اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھول مت بناؤ ف کہ اسکے مخالفت کرو اور دل میں چھپاؤ۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ - اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اور اس عظیم چیز کو جو تمپر اتاری ہے اپنی کتاب و حکمت سے درحالیکہ تمکو اس سے نصیحت فرماتا ہے ف تمکو جہالت سے نکالکر اسلام دیا اور تمہاری تہذیب کے لیے کتاب و حکمت اتاری پس ظاہر و باطن اسکی پیروی کرو اور مخالفت سے پرہیز کرو کہ یہ نعمت کی ناشکری ہے وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ - اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف پس لوگوں پر چھپ جانے سے مغرور مت ہو جو یہاں بلوغ اجل سے باجماع علماء معنی مجازی مراد ہیں یعنے قریب ختم عدت کے پہونچنا کیونکہ آگے رجعت کا اختیار ذکر فرمایا ہے اور بالاجماع بعد انقضاء عدت کے رجعت کا اختیار نہیں ہے پس مراد آخر عدت ہے اور بعض نے کہا کہ اجل اسم زمان ہے پس اس آخر جزو زمانہ پر محمول ہوگا کہ اگر وہ فوت ہو جاوے تو رجعت ممکن نہ ہو پس مجاز کی حاجت نہیں ہے اور یہ قول کچھ نہیں اسواسطے کہ اجل سے بالاتفاق یہاں عدت کا زمانہ مراد ہے اور وہ متعین ہے فتأمل - قوله او سرحوهن بمعروف ای رجعت نہ کرو بلکہ چھوڑ دو کہ مدت پوری ہونے پر وہ بائنہ ہو کر اپنی ذات کی مختار ہو جاوے اور یہی تفسیر یہاں

سدی وضحاک سے منقول ہے اور اسی کو مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا ہے اور یہی ظاہر کلام ابن کثیر ہے اور بعض نے کہا کہ قولہ فامساک بالمعروف او تسریح باحسان کو
اہتمام شان کے واسطے یہان اعادہ فرمایا ہے پس تسریح سے مراد طلاق ثالثہ ہوگا جیسا کہ ابن جریر نے جمہور سے نقل کیا ہے ولیکن محققین کے نزدیک
تفسیر اول کو ترجیح ہے قولہ ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا - ابن عباس و مجاہد و مسروق و حسن و قتادہ و ضحاک و ربیع وغیرہم نے کہا کہ بات یہ تھی کہ مرد اپنی
جورو کو طلاق دیتا پھر جب انقضاء عدت قریب پہونچتی تو ضرر رسانی کی غرض سے اس سے رجوع کر لیتا تاکہ غیر کے پاس نہ جانے پاوے پھر اسکو ایک
طلاق دیتا پس وہ بیچاری عدت مین بیٹھتی پھر جب انقضاء عدت کے قریب پہونچتی تو رجوع کر لیتا تاکہ پھر طلاق دے کہ اسکی مدت دراز ہو جاوے پس اللہ
تعالےٰ نے اس سے منع کیا اور اسپر عذاب سے وعید کی کہ فرمایا - ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ اور شیخ مفسر رح نے ایسا کرنے مین یہ غرض بھی بیان کی کہ عورت اس طول حبس کو
دیکھکر خلع کرانے اور مال دیکر اپنی جان چھڑا دے - قولہ لتعتدوا متعلق ضرارا ہے اسواسطے کہ ممانعت ایسے روکنے سے ہے جسمین ضرر رسانی بطور ظلم ہو ورنہ اگر
ضرر رسانی بغرض اصلاح ہو تو منع نہین ہے ذکرہ البیضاوی حاصل یہ کہ احکام الٰہی کو کھلونا مت بناؤ بلکہ جو حکم ہے وہ لازمی ہے پس مسلمانون کو
اللہ تعالےٰ نے اس حرکت سے منع فرمایا جو زمانہ جاہلیت کے لوگ کیا کرتے تھے کہ آدمی کہتا کہ مین نے طلاق دی یا مین نے یہ غلام آزاد کیا یا مین نے اس عورت سے
نکاح کیا پھر کہدیتا کہ مین تو ہنستا تھا اور قرطبی نے کہا کہ علما کے درمیان کسی نے اختلاف نہین کیا بلکہ سب متفق ہین کہ جسنے ہنسی مین اپنی عورت کو
طلاق دی تو طلاق اوسپر لازم ہو جائیگی اور حدیث مین حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتین ایسی ہین کہ انکا
جد تو جد ہے اور انکا ہزل بھی جد ہے ایک نکاح دوسری طلاق تیسری رجعت رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حسن وابن ماجہ والحاکم وقال صحیح الاسناد - اور ابن عباس رض سے
روایت ہے کہ ایک مرد نے اپنی جورو کو طلاق دی حالانکہ اسنے کھیل کے طور پر کیا اسکا ارادہ طلاق کا نہ تھا پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا - ولا تتخذوا آیات اللہ ہزوا
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یہ طلاق لازم کر دی یعنے حکم دیدیا کہ طلاق واقع ہوگئی رواہ ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے مرسلاً
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے طلاق دی یا آزاد کیا یا نکاح قبول کیا یا نکاح کر دیا خواہ جد سے یا ہزل سے تو البتہ اسپر جائز ہو گیا -
اور اسکو ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے اور ابن مردویہ نے اس حدیث کو حسن کی طریق سے عبادۃ بن الصامت رض سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ مین آدمی کہتا کہ مین نے اپنی دختر تجھے بیاہ دی پھر کہدیتا مین تو ہنستا تھا اور اپنے غلام سے کہتا کہ مین نے تجھے آزاد کیا پھر کہدیتا کہ مین تو
ہنستا تھا پس اللہ عزوجل نے فرمایا - ولا تتخذوا آیات اللہ ہزوا - پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتین ہین کہ جو انکو کہیگا خواہ ہنسی مین یا بغیر ہنسی کے
وہ اسپر ثابت ہو جاوینگی طلاق اور آزاد کرنا اور نکاح اور ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر مین یہ حدیث روایت کی کہ ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اشعری لوگون پر غضبناک ہوئے پس حضرت صلعم کے پاس ابوموسیٰ نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اشعریون پر غضبناک ہوگئے ہین
تو فرمایا یقول احدکم قد طلقت قد راجعت لیس ہذا طلاق المسلمین طلقوا المرأۃ فی قبل عدتہا - یعنے تم مین سے کوئی کہتا ہے کہ مین نے طلاق دیدی مین نے
رجوع کر لیا یہ مسلمانون کی طلاق نہین ہے طلاق دو عورت کو اوسکے وقت عدت مین - ثم رواہ من وجہ آخر کذا فی تفسیر ابن کثیر پس یہان سے معلوم ہوا
کہ احکام الٰہی کو ہزل سے کہنا و کرنا و نیز اونکو اونکے طور سے بدلکر کہنا و کرنا سب ممنوع ہے اور مفسر رح نے اچھا لفظ فرمایا کہ مخالفت انکی کسی طور پر ہو ممنوع ہے قولہ والحکمۃ مفسر رح نے
یہان حکمت سے احکام کتاب یعنے احکام قرآن مراد لیے اور اکثر مفسرین نے حکمت کی تفسیر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے اور یہی شافعی نے کہا ہے اور اول پارہ مین مفصل بیان ہوا

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ

اور جب طلاق دی تمنے عورتون کو پھر پہونچ چکین اپنی عدت تک تو اب نہ روکو اونکو کہ نکاح کر لین اپنے خاوندون سے جب راضی ہو جاوین آپسمین موافق دستور کے

بِالْمَعْرُوفِ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○

یہ نصیحت ملتی ہے اوسکو جو کوئی تم مین یقین رکھتا ہے اللہ پر اور پچھلے دن پر اسی مین سنوار زیادہ ہے تمھارے لیے اور ستھرائی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہین جانتے

بعض آدمی کسی مصلحت سے زوجہ کو طلاق دیتا لیکن ایک یا دو کہ بعد عدت کے چاہیے نکاح کرے جبکہ دونون راضی ہون پس اگر راضی ہون تو عورت کے اولیاء کو روکنے سے منع فرمایا بقولہ تعالے فَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ۔ اور جب تمنے عورتون کو طلاق دی پس وے اپنی مدت پر پہونچ گئین ف یعنے عدت پوری ہوگئی اور بالکل جدائی ہوگئی پھر یہ عورت اور طلاق دینے والا شوہر راضی ہوئے کہ نکاح جدید کرین تو اولیاء کو روکنا نہین چاہیے چنانچہ فرمایا۔ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ۔ تو عورتون کو اس بات سے روکو مت کہ وہ اپنے شوہرون سے نکاح کرلین ف جنھون نے انکو طلاق دیدی تھی اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ۔ جبکہ مطلقات وانکے شوہران سابق باہم راضی ہون ف پس یہ ممانعت اولیاء عورت کو ہی۔ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ پس اس ممانعت کی نصیحت تم مین سے اُسی شخص کو کی جاتی ہی جو اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لایا ہو ف کہ یہی متقی سمجھیگا اور فرمان آلہی تعالے کو مانیگا۔ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ۔ یہ بات تمھارے حق مین زیادہ ستھری و پاکیزہ ہو ف کہ اس سے زنا کا خوف دور ہوگیا کیونکہ دونون عورت و مرد مین باہم تعلق خاطر ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اور اللہ تعالے جانتا ہی اور تم اسکو جانتے نہین ہو۔ ف کہ کہان کس صورت مین دونون کو دلی ربط ہی اور کہان نہین ہو پس نصیحت آلہی عزوجل مانو کہ اسمین سب طرح بہتری ہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہ آیت ایسے شخص کے حق مین اُتری جسنے اپنی جورو کو ایک طلاق یا دو طلاق دین پھر اسکی عدت گذرگئی پھر اس شخص کو بہتر معلوم ہوا کہ اسی عورت سے نکاح کرلے اور عورت نے بھی چاہا اسکو مگر اس عورت کے اولیاء اسکو اس امر سے مانع ہوئے پس اللہ عزوجل نے ممانعت کردی کہ عورت کو اس سے منع نہ کرین اور ایسا ہی مسروق و ابراہیم نخعی و زہری و ضحاک نے کہا کہ ایسے معاملہ مذکورہ بالا مین اُتری ہی اور یہ قول ان علما کا اس آیت سے مراد ہونا ظاہر ہی اور اس سے ثابت ہوا کہ طلقتم النساء سے مراد ایک یا دو طلاق تک ہی کہ اس سے عدت مین رجوع نہ کیا اور اسکی عدت گذرگئی یہانتک کہ بدون حلالہ کے اس عورت سے نکاح کرسکتا ہی اور اگر کسی نے تین طلاق دین اور عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اسنے بھی اتفاق سے طلاق دی اور عدت گذرگئی پھر عورت نے اول شوہر سے نکاح کرنا چاہا اور ولی نے اسکو روکا تو ظاہراً اس سے ممانعت کو بھی شامل ہی واللہ اعلم اور رہا سبب نزول اس آیت کا تو بخاری رح نے کئی طرق سے حسن بصری کے طریق سے معقل بن یسار سے روایت کی کہ معقل بن یسار کی بہن کو اسکے شوہر نے طلاق دی پس اسکو چھوڑ دیا یہانتک کہ اسکی عدت گذرگئی پھر اسنے نکاح کا پیغام دیا پس معقل نے انکار کیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن۔ اور اس حدیث کو ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے متعدد طرق سے حسن رح کے طریق سے معقل بن یسار سے روایت کیا ہی اور ترمذی کے روایت کی لفظ معقل بن یسار سے یہ ہین کہ معقل بن یسار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین اپنی بہن کو مسلمانون مین سے ایک مرد کو بیاہ دیا پس وہ اس مرد کے پاس رہی جب تک رہی پھر اس مرد نے اسکو ایک طلاق دیدی اور رجعت نہ کی یہانتک کہ اسکی عدت گذرگئی پھر اس مرد نے اس عورت کی دلی خواہش کی اور اس عورت نے بھی اس مرد کی دلی خواہش کی پھر اس مرد نے بھی دیگر پیغام دینے والون کے ساتھ اپنا پیغام دیا پس معقل نے اس سے کہا اے کمینہ و رکمینہ مین نے تجھے اس عورت سے بزرگی دی تھی اور اسکو تیرے ساتھ بیاہ دیا تھا مگر تو نے اسکو طلاق دیدی واللہ جب تک تو زندہ ہی کبھی تیرے پاس لوٹ کر نہ جاویگی۔ کہا کہ پھر اللہ تعالے کو معلوم تھا کہ اس مرد کو اس عورت کی طرف حاجت ہی اور اس عورت کو اس مرد کی طرف حاجت ہی پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا واذا طلقتم النساء تا قولہ وانتم لا تعلمون۔ پھر جب معقل نے اس حکم کو سنا تو کہا کہ بسر و چشم مجھے اپنے پروردگار کی اطاعت پر رضامندی ہی پھر اس مرد کو بلایا اور کہا کہ مین تیرے ساتھ نکاح کئے دیتا ہون اور تجھے بزرگی دیتا ہون اور ابن مردویہ کی روایت مین اتنا زیادہ ہی اور مین نے اپنی

قسم کا کفارہ دیا۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا۔ پھر نام اس عورت کا جمیل بنت یسار تھا کہ ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے اور سفیان ثوری نے ابواسحٰق السبیعی سے روایت کی ہے کہ اسکا نام فاطمہ بنت یسار تھا اور اسکے شوہر کا نام عاصم بن عدی تھا (جمیل بروزن سہیل ہے ۱۲)۔ پھر ابن کثیر نے فرمایا کہ ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہے کہ یہ آیت معقل بن یسار و اسکی بہن کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور سدیؒ سے روایت ہے کہ جابر بن عبداللہ و اسکی چچیری بہن کے بارہ میں اُتری مگر قول اول صحیح ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ فلا تعضلوھن میں خطاب متعین ہے کہ اولیاء کو ہے ولیکن اذا طلقتم کی نسبت اولیاء کی طرف نہیں معقول ہے اور اس صورت میں خطاب منتشر ہوا جاتا ہے بعض نے توجیہ کی کہ طلاق کی نسبت اولیاء کی طرف اسوجہ سے ہوئی کہ وہی اسکا سبب واقع ہوئے تھے کہ انھوں نے نکاح کر دیا تھا جسپر طلاق مترتب ہوئی یہ توجیہ محض واہی ہے اور اولی اس مقام پر یہ ہے کہ خطاب علی العموم مسلمانوں کو ہے اور معنی یہ ہیں کہ ایسا امر تمہارے درمیان نہ پایا جاوے کیونکہ جب انکے درمیان پایا گیا اور وہ رضامند رہے تو گویا اسکے کرنے والے ہوگئے اور اس توجیہ پر انتظام شرط و جزا کا بھی بلا تکلف محفوظ رہتا ہے اسی سے صاحب کشاف نے اسکو وجیہ کہا ہے فقد بر اور عضل بمعنے حبس یعنے روکنا اور کہا گیا کہ بمعنے ضیق میں ڈالنا اور منع کرنا اور یہ معنی اول کی طرف راجع ہے اور ازہری نے کہا کہ اصل میں یہ ماخوذ ہے عضلت الناقۃ سے اونٹنی کا بچہ لٹک رہا آسانی سے نہیں نکلا اور عرب کے نزدیک ہر مشکل معضل ہے اسی سے بولتے ہیں داء عضال اے ایسی بیماری کہ جسنے طبیبوں کو تھکا دیا اور چنگا ہونا دشوار پڑ گیا ہے اور ازواجھن سے وہ شوہر مراد ہیں جنھوں نے ان عورتوں کو طلاق دیدی تھی پس انکو شوہر کہنا باعتبار اسکے کہ پہلے شوہر تھے اور قولہ ذلک یوعظ بہ من کان منکم یومن باللہ والیوم الآخر یعنے اس نصیحت سے کراست ایسے ایسے شخص کو دیجاتی ہے اور یہ تحریض و آمادہ کرنا ہے تاکہ مستعدی سے قبول کریں

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ

اور بچوں کی مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت اور لڑکے والے پر ہے

لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا

کھانا اور پہننا انکا موافق دستور کے تکلیف نہیں کسی شخص کو مگر جو اوسکی گنجائش میں ہے نہ ضرر چاہے ماں اپنی اولاد کا

وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا

نہ لڑکے والا اپنی اولاد کا اور وارث پر بھی یہی ذمہ ہے پھر اگر دونوں چاہیں دودھ چھڑانا آپس کی رضا سے

وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

اور مشورت سے تو انکو نہیں گناہ اگر تم مرد چاہو کہ دودھ پلوالو اپنی اولاد کو تو تم پر نہیں گناہ

اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

جب حوالہ کر دیا جو تم نے دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے

ہرگاہ اللہ عزوجل نے طلاق کو ذکر فرمایا تو اسکے پیچھے رضاعت کا مسئلہ و حکم بھی فرما دیا اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جورو و مرد میں ایسی حالت میں جدائی ہوتی ہے کہ دونوں کے درمیان دودھ پیتا بچہ موجود ہوتا ہے اور وہ بچہ کبھی تو دوسری والی کا دودھ لیتا ہے اور کبھی نہیں لیتا ہے اور کبھی باپ بھی مر جاتا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ یہ حکم خاص ان عورتوں کے واسطے ہے جنکو طلاق دی گئی اور بعض نے کہا کہ حکم عام ہے ولیکن حافظ ابن حجر نے ابن بطال سے نقل کیا کہ اکثر اہل تفسیر اول ہی قول پر ہیں یعنے یہ حکم ان عورتوں کو ہے جنکو طلاق دی گئی ہو والوالدٰت یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ۔ اور مائیں دودھ پلاوینگی اپنی اولاد کو دو برس کامل

اس مرد کے لیے جسنے چاہا کہ رضاعت پوری کرے ف دودھ پلاوینگی یعنے انکو دودھ پلانا چاہیے- یہ خبر بمعنے امر ہے اور اسکو بصیغہ خبر اسواسطے فرمایا کہ
دلالت کرے کہ گویا امر کے موافق عمل درآمد ہوکر ایسا حال ہوگیا کہ اس سے خبر دی گئی پس یہ مبالغہ ہے آور کمالین مین کہا کہ ایک صورت مین یہ امر واسطے
استحباب کے ہے اور اگر بچہ کسی دوسری عورت کی چھاتی نہ لے یا کوئی دودھ پلائی نہ ملے یا باپ فقیر ہو کہ دودھ پلائی والی کو اجرت پر نہ لے سکے تو وجوب کے واسطے
ہوگا- اور لفظ والدات فرمایا نہ مطلقات کیونکہ والدات کہنے مین اولاد کے حق مین پیار ٹپکتا ہے آور دوم اسکے برعکس ہے اور یہان مقصود پیار ہے
اسیواسطے اولادھن اپنی اولاد کو- باضافت فرمایا اور حسین بلاغت سے ہے کہ اپنی اولاد پر پیار آوے اگرچہ باپ ہی کے نام سے یہ اولاد ہے- قولہ
حولین- اسے دو سال پس لفظ کاملین اسکے بعد صفت موکدہ ہے آور قولہ لمن اراد ان یتم الرضاعۃ- خبر مبتدا سے محذوف ہے اے ذلک ثابت لمن اراد
ان یتم الرضاعۃ- اور اس سے ثابت ہوا کہ اتمام رضاعت کے دو برس کامل ہین یعنے ارضاع کی انتہائی مدت دو برس ہے اور اسکے بعد رضاعت کا
کچھ اعتبار نہین ہے حتی کہ اگر اسکے بعد کسی بچہ نے کسی اجنبیہ عورت کا دودھ پیا تو وہ رضاعی مان نہوگی اور یہی قول امام شافعی و احمد و ابویوسف
و محمد کا ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ رضاعت کی انتہائی مدت دو برس چھ مہینے ہین پس علماے حنفیہ نے آیت کریمہ مین یہ تاویل کی کہ آیۂ کریمہ اس امر کو
مقتضی نہین ہے کہ مطلقا رضاعت کی مدت دو سال ہے بلکہ اسکا مقتضا یہ ہے کہ دودھ پلانے پر اجرت کا استحقاق دو سال تک ہے اس بنا پر کہ والدات سے
مراد مطلقات ہین اس قرینہ سے کہ- وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ- اور جسکے واسطے اولاد ہے اسپر والدات کا کھانا
و کپڑا بطور معروف واجب ہے ف پس اس کھانے کپڑے کو جورو ہونیکا نفقہ قرار دینے سے یہ اولی ہے کہ دودھ پلانے کی اجرت قرار دی جاوے کیونکہ جورو
ہونیکا نفقہ تو امر معلوم ہی تھا اور رہا یہ امر کہ زوجہ ہونے کی صورت مین مستحق اجرت ہو تو ایسی صورت مین وہ مستحق اجرت نہین ہوسکتی ہے بلکہ امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک اسکا اجرت پر لینا ہی روا نہین ہے ہان زوجہ ہونے کی وجہ سے اسکا نفقہ یعنے کھانا کپڑا البتہ واجب ہے ولیکن اصح قول اول ہے کہ مدت رضاعت
فقط دو ہی برس ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور اسی پر حنفیہ نے فتوی دیا ہے- اور یہی امام مالک سے ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ دو برس
دو مہینہ اور تیسری روایت دو برس تین مہینہ ہے اور زفر رح نے کہا کہ تین سال تک ہے اور یہی اوزاعی سے روایت ہے **قال المترجم** یہ نص صریح نہین پائی
گئی کہ امام ابوحنیفہ و مالک و زفر و اوزاعی کے نزدیک دو برس سے زائد رضاعت باین معنی ہے کہ اسکو دودھ پلانا روا ہے یا باین معنی بھی ہے کہ احکام رضاعت
کے بعد دو برس کی بھی ثابت ہوتی ہین یعنے مثلا ہندہ کا دودھ ایک لڑکے زید بن عمرو نے اور ایک لڑکی مسماۃ زینب بنت بکر نے دو برس کی عمر کے بعد
پیا تو دونون رضاعی بھائی بہن ہونگے ولیکن فقہاے مذہب امام ابوحنیفہ کے قول پر مسائل رضاعت کی تفریع بتاثیر حکم کی ہے واللہ اعلم و ابن کثیر رح
نے کہا کہ اکثر امامون کے نزدیک حرمت ثابت نہین ہوتی مگر اسی رضاعت سے جو دو برس تک ہو پس اگر دو برس سے اونچے عمر والے نے کسی عورت کا دودھ
پی لیا تو حرمت ثابت نہوگی اور ترمذی نے ذکر کیا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم مین سے اکثر اہل علم کا قول یہ ہے کہ رضاعت حرام نہین کرتی
مگر وہی رضاعت جو دو برس سے درے[اوندر ۱۲] مین ہو اور جو دو برس کی عمر کے بعد ہو وہ کچھ حرام نہین کرتی ہے آور بخاری کی حدیث مین ہے کہ جب ابراہیم بن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرا بیٹا مرگیا درحالیکہ وہ چھاتی سے دودھ پیتا تھا اسکے لیے جنت مین دودھ پلائی ہے اخرجہ احمد ایضا
اور بات یہ تھی کہ ابراہیم بن رسول اللہ صلعم کی عمر ایک سال دس مہینہ کی تھی پس دودھ پلائی ہونے سے مراد یہ کہ اسکی رضاعت پوری
کرتی ہے چنانچہ خود بعض روایت مین مصرح ہے اور موطا وغیرہ مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حرام نہین کرتی ہے رضاعت
مگر وہی کہ دو برس کے اندر ہو اور جو دو برس کے بعد ہو وہ کچھ نہین ہے اور جابر رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین رضاع ہے بعد فصال سے
اور نہین باقی رہتا یتیم ہونا بعد احتلام کے[اے بالغ ہوجانے کے ۱۲]- اور اللہ تعالے نے فرمایا- وفصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک- پس معلوم ہوا کہ فصال دو برس کے اندر ہے

پس رضاع کا حکم بھی دو برس کے اندر مین ثابت ہوگا اور دو برس کے بعد رضاعت سے حرمت نہونے کا قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ابن عباس و ابن مسعود و جابر و ابوہریرہ و ابن عمر و ام سلمہ و سعید بن المسیب و عطاء و جمہور سے مروی ہے اور ابو حذیفہ کی جورو کو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سالم کو جسکو انہون نے بیٹا بنایا تھا اور وہ اُسوقت بالغ تھا دودھ پلا دے پس اسی دودھ پینے کی وجہ سے وہ سالم سے پردہ نہین کرتی تھی تو یہ حکم مخصوص تھا اور اسمین ائمہ اربعہ و فقہاء سبعہ و جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ بالغ کی رضاعت کچھ بھی حرام نہین کرتی ہے۔ پھر قولہ لمن اراد ان یتم الرضاعة۔ مین اشارت ہے کہ اس سے کم بھی دودھ پلانا روا ہے اور اسکی کوئی حد محدود نہین ہے بلکہ بچہ کی اصلاح پر ہے اور لفظ رضاعت بالفتح ہے اور کوفیون نے بالکسر بھی جائز رکھا ہے۔ قولہ و علی المولود لہ۔ اے علی الذی وُلد الطفل لہ۔ یعنے اس طفل کے والد پر واجب ہے۔ اور بجاے لفظ والد کے مولود لہ کہنے سے یہ فائدہ ہے کہ معلوم ہوجاوے کہ والدات نے یہ اولاد والدون کے واسطے جنی ہے اسیواسطے اولاد کی نسبت والد کی طرف ہوتی ہے نہ والدہ کی طرف۔ اور نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ والد پر اسی وجہ سے دودھ پلوانا واجب اور اسکا خرچہ برداشت کرنا لازم ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ بچہ پر والدہ کا کچھ حق نہین بلکہ والدہ کا بچہ پر بہت حق ہے اگرچہ والد کا اس سے زیادہ ہے جیسا کہ اپنے موقع پر معلوم ہوگا اور اسقدر کافی ہے کہ حدیث صحیح مین یہ مضمون ہے کہ بچہ کے لیے اسکی مان کے قدم کے نیچے جنت ہے اور پارہ الم مین بقرہ کے قصہ مین مان کی خدمت گذاری کی فضیلت کچھ ظاہر ہو چکی ہے فتذکر۔ اور قولہ بالمعروف اے بقدر طاقت کے بدون اسراف اور کمی کے بدرجہ اوسط جیسا کہ اس شہر والون مین دستور ہو اور اگر دونون مین اختلاف پڑے والدہ زیادہ مانگے اور والد کم دے تو حاکم کی راے پر ہے وہ فیصلہ کر دے اسی دستور کے موافق چنانچہ فرمایا لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا۔ کسی نفس کو تکلیف نہین دی جاتی مگر اسیقدر کہ جو اوسکی وسعت ہے ف یہ کلام گویا اسکی تعلیل ہے والدہ مطلقہ اگر بچہ کو دودھ پلانے سے انکار کرے تو اسپر جبر نہ کیا جائیگا لیکن یہ اسوقت ہے کہ دوسری دودھ پلائی ملتی ہو اور بچہ اوسکا دودھ لیتا ہو اور باپ فقیر نہو اور اگر ایسا نہوگا تو والدہ پر حاکم جبر کریگا کہ بچہ کو دودھ پلاوے اور مفاد اسکا یہ ہوگا کہ والد کو خواہ مخواہ روا نہین ہے کہ بچہ کو اُسکی مان سے چھڑا دے اور تمام مسائل اسکے ترجمہ عالمگیری کتاب الرضاعہ والحضانہ سے تلاش کرنا چاہئین۔ قولہ لَا تُضَآرَّ۔ بفتح را مشددہ بصیغہ نہی اصل مین لاتضارر تھا اور معروف و مجہول دونون پڑھا گیا اور مرفوع بنا بر خبر کے پڑھا گیا ہے پھر والد پر نان نفقہ جب ہے کہ وہ زندہ ہو اور اگر مر گیا ہو تو وارث قائم مقام ہے چنانچہ فرمایا وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔۔۔ اور وارث پر اسکے مثل ف نان نفقہ مرضعہ واجب ہے یہ معطوف ہے علی المولود لہ پر علماء نے اسکی تفسیر مین اختلاف کیا پس بعض نے کہا کہ وارث سے مراد وارث الاب یعنے خود طفل مذکور ہے یعنے اگر باپ مر گیا تو اس طفل پر اسکے مال سے جو اسنے اپنے باپ سے میراث پایا ہے دودھ پلائی کا خرچہ واجب ہوگا اور یہ قول قبیصہ بن ذویب کا ہے اور یہی شافعیؒ سے مروی ہے اور مفسر جلال سیوطیؒ نے اسیکو اختیار کیا ہے اور ضحاکؒ سے مروی ہے کہ انھون نے بھی وارث الاب یعنے باپ کا وارث لیا اور کہا کہ باپ کے وارث پر اس طفل کے دودھ پلائی کا خرچہ واجب ہے بشرطیکہ اس طفل کا خود کچھ مال نہو اور اگر ہوگا تو خرچہ اسی کے مال سے دلایا جائیگا اور یہ مشعر ہے کہ طفل کے بھائی وغیرہ پر یہ حکم ہے اور امام مالک نے بھی ایسا ہی کہا ہے ولیکن یہ کہا ہے کہ یہ منسوخ ہے اور آدمی پر اپنے بھائی ذوقرابتی و نانے والے کسی کا خرچہ لازم نہین ہے اور کہا گیا کہ معنے اسکے یہ ہین کہ علی الوارث اے وارث المولود۔ یعنے بچہ کے وارث پر خواہ مان ہو یا بھائی ہو یا قرابتی ہو اس بچہ کی دودھ پلائی کا خرچہ اسیطرح واجب ہے جیسا کہ بچہ کے باپ پر واجب تھا اور یہ قول حضرت عمر بن الخطابؓ اور قتادہ و سدی و مجاہد و حسن و جمہور سلف سے مروی ہے اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ و احمد و اسحق کا ہے اگرچہ انہین باہم ایسا اختلاف ہے کہ ہر مرد و عورت پر جو میراث لے سکتا ہے ایسا خرچہ اُٹھانا واجب ہے یا فقط مردون ہی پر ہے یا ہر ناتے دار پر ہے اور حنفی مسائل اسکے ترجمہ عالمگیریہ کی کتاب الرضاع مین مذکور ہین۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہی جمہور کا قول ہے اور ابن جریر نے اسکو اپنی تفسیر مین پورا پورا بیان کیا ہے اور اسی سے حنفیہ اور حنبلیہ نے استدلال کیا کہ قرابتون مین بعض کا نفقہ بعض پر واجب ہوتا ہے اور یہی اصح ہے بعض نے اعتراض کیا کہ اس بنا پر لازم آتا ہے کہ باوجود تونگری طفل کے اقارب پر اسکا نفقہ واجب ہو جواب دیا گیا کہ یہ کچھ نہین اسواسطے کہ

حکم مذکور اس صورت مین ہے کہ طفل فقیر ہو ﴿فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾ اور اگر مان باپ نے چاہا دودھ چھڑانا باہمی دونون کی رضامندی و مشورت سے تو دونون پر کچھ گناہ نہین ہے ف کیونکہ بچہ کی بہتری مین انکی شفقت کافی ہے بس دونون بچہ کی بہتری ملحوظ رکھین۔ ﴿وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَن تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ﴾ ۔ اور اگر تم چاہو کہ اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ تو تم پر کچھ گناہ نہین ہے جبکہ تمنے جو دیا ہے بطور معروف سپرد کر دو ف مفسرین نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ یہ خطاب والد کو ہے یعنے اگر والد نے چاہا کہ سوائے طفل کی والدہ مطلقہ کے کسی اور دائی سے دودھ پلوائے تو اسپر گناہ نہین جبکہ اجرت جسکے دینے کا ارادہ کیا ہے بطور معروف یعنے خوشی خاطر سے سپرد کر دے (ھ) اس صورت مین ضرور ہے کہ ما آتیتم کی تاویل کی جاوے اور مراد وتم ایتاؤہ یعنے جسکے دینے کا تمنے ارادہ کیا ہو اور یہ تاویل کیجاوے کہ اس اجرت کا پیشگی دینا جو لازم آتا ہے یہ اجارہ صحیح ہونے کی شرط نہین ہے کیونکہ پیشگی اجرت دینا ضروری نہین بلکہ یہ شرط فقط اسواسطے ہے کہ دودھ پلانے والی دائی کا دل خوش رہے اور ابن کثیر نے ذکر کیا یعنے جبکہ اتفاق کرین والد و والدہ دونون اس بات پر کہ بچہ اسکی والدہ سے لیکر دوسری دائی کو دیا جاوے بسبب اسکے کہ والدہ کو کوئی عذر ہے یا والد کی طرف سے کوئی عذر ہے تو اسمین کوئی مضائقہ نہین بشرطیکہ گذرے دنون کی جو کچھ اجرت اسکی والدہ کی ہے اوسکو اچھے طور سے اسکا والد اسکی والدہ کے سپرد کر دے اور اسمین سے کچھ کمی نہ کرے اور یہ قول بہتیرے علماء سے اسکی تفسیر مین مروی ہے اور اس صورت پر اردتم کا خطاب مردون و عورتون یعنے باپون و ماؤن کو عام ہوگا اور لفظ مین باپون کو بسبب شرافت کے غلبہ دیکر اردتم بصیغہ مذکر آیا ہے اور ایسا اکثر آتا ہے اور یہ تفسیر اظہر و احسن ہے اور شیخ دہلوی نے بھی فوائد ترجمہ مین اسی پر جزم کیا ہے ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ ۔ اور اللہ تعالے سے تقوی کرو اور جان لو کہ کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالے خوب دیکھتا ہے ف پس ہمیشہ اسکے حکم کے موافق اعمال مین نیک نیتی سے شرع کی اتباع کرو۔ اہل سنت نے اتفاق کیا کہ اللہ تعالے دیکھتا ہے اور دیکھنا اسکا مانند کسی اور مخلوق کے دیکھنے کے نہین اور کوئی چیز اسکے دیکھنے سے پوشیدہ نہین ہے اور دیگر فرقہ سبحانہ اسمین تاویلین کرتے ہین اور یہ لوگ خلاف مراد اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم اور سلف امت صحابہ و تابعین اہل سنت کے برخلاف ہین ولعوذ باللہ من الضلال پھر اللہ تعالے نے تتمہ عدت کا حکم بیان فرمایا بقولہ تعالے ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا﴾

اور جو لوگ مرجاوین تم مین اور چھوڑین اپنی عورتین وہ عورتین انتظار مین رکھین اپنے آپ کو چار مہینہ اور دس دن پھر

﴿بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

پھر جب پہونچ چکین اپنی عدت کو تو تم پر گناہ نہین اسمین جو وہ اپنے حق مین کرین موافق دستور کے اور اللہ کو تمہارے کام کی خبر ہے

پہلے طلاق کی وجہ سے عورت کے چھوٹ جانیکا حکم بیان فرمایا پھر ان عورتون کا حکم فرمایا جو شوہرون کی وجہ سے چھوٹ رہین پس طلاق والیون کی عدت تو تین حیض یا تین مہینے قائم مقام حیض کے اگر حیض کے قابل نہون مقرر ہوئی اور جسکا شوہر مرجاوے اسکی عدت چار مہینے دس رات مقرر ہوئی اور ان راتون مین دس دن بھی آگئے اسیواسطے عشرا فرمایا اور اگر خالی دن ہوتے تو عشرۃ ہوتا کیونکہ عشر لیال و عشرۃ ایام بولتے ہین بقولہ تعالے ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ ۔ اور تم مین سے جو مرد مرین اور چھوڑین اپنے ازواج کو تو یہ عورتین اپنے آپ کو چار ماہ دس راتین روکین ف جبکہ حاملہ نہون اور اسی طرح زوجہ اگر غیر کی باندی ہو تو اسکی عدت نصف یعنے دو مہینے پانچ راتین ہین۔ اور حاصل کلام یہ ہے کہ جو کتاب تمپر تلاوت ہوتی ہے اسمین متوفی مردون کی عورتون پر عدت کا یہ حکم ہے الخ یا یہ معنی کہ جو مرین انکے بعد انکی عورتین چار ماہ دس رات انتظار کرین منکم سے خطاب مخصوص انھین موجودین کو نہین ہے

بلکہ تمام لوگون کے واسطے یعنے مسلمانون مین سے جو مرے قیامت تک۔ آزواج جمع زوج اور عرب والے زوج کا لفظ مرد و عورت دونون پر اطلاق کرتے ہین
جیسے جفت کا لفظ کہ نر و مادہ دونون پر بولا جاتا ہی کہ ہر ایک دوسرے کا جفت ہی **قال ابن کثیرؒ** اللہ تعالی کی طرف سے ان عورتون کے واسطے جنکے شوہر اُنکو
چھوڑ مرین یہ حکم ہی کہ یہ عورتین چار مہینے اور دس رات تک عدت مین رہین اور یہ حکم بالاجماع مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون قسم کے زوجات کو شامل ہی کیونکہ آیۃ کریمہ
عام ہی اور نیز مدین دلیل کہ حضرت ابن مسعودؓ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ہنوز اسکے ساتھ دخول نہین کیا تھا کہ مرگیا اور اسکے
لیے کچھ مہر بھی متعین نہین کیا تھا پس اس واقعہ کے جواب کے واسطے پوچھنے والے ابن مسعودؓ کے پاس ایک مہینے تک متواتر آئے آخر انھون نے فرمایا کہ اسمین
مین اپنی رائے یعنے اجتہاد سے کہتا ہون پس اگر ٹھیک ہوگا تو اللہ کی طرف سے ہی اور اگر چوک ہوئی تو میری طرف اور شیطان کیطرف سے ہی اور اللہ اور اسکا رسول
دونون اس سے بری ہین پس کہا کہ اس عورت کے واسطے اسکا پورا مہر واجب ہی اور ایک روایت مین اسکو اسکا مہر مثل چاہیے بدون کمی زیادتی کے اور اس عورت پر
عدت لازم ہی اور اسکو میراث پہونچتی ہی پس معقل بن یسار اشجعی کھڑے ہوے اور کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپنے بروع بنت واشق کے
حق مین یہی فیصلہ فرمایا تھا پس عبداللہ بن مسعود اسکو سنکر نہایت ہی خوش ہوے اور ایک روایت مین ہی کہ قبیلہ اشجع مین سے چند مرد کھڑے ہوے اور انھون نے کہا
کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے حق مین یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ اس حدیث کو امام احمد و اہل سنن نے روایت کیا اور ترمذی
نے کہا کہ حدیث صحیح ہی پس اس سے ثابت ہوا کہ غیر مدخولہ پر بھی عدت واجب ہی اور اس سے کوئی عورت خارج نہین مگر وہ عورت کہ حاملہ ہو کیونکہ اسکی عدت
وضع حمل ہی اگرچہ شوہر کی وفات کے بعد بہت ہی جلد حتی کہ ایک ساعت بعد وضع حمل کرے کیونکہ سورۂ طلاق مین عموماً اللہ تعالے نے حکم دیا ہی کہ اولات الاحمال
اجلہن ان یضعن حملہن۔ یعنے حمل والیون کی عدت یہ ہی کہ وضع حمل کرین۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر اسکا شوہر ہنوز تختہ پر نہلایا جاتا ہو تو وضع حمل سے حلال ہوجائیگی
اور ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ایسی عورت پر واجب ہی کہ ہر دو مدت مین سے جو دراز ہو اسکے ساتھ عدت کرے یعنے اگر شوہر مرا پس اگر وضع حمل چار مہینے دس روز
سے پہلے ہوا تو چار مہینے دس روز پورے کرے اور اگر بعد کو ہوا تو وضع حمل اسکی عدت ہی تاکہ دونون آیتون مین اجتماع ہوجاوے **قال ابن کثیرؒ** یہ اجتہاد مشکور
ہوا کیونکہ سبیعہ اسلمیہ کی قصہ مین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صریح موجود ہی یعنے صحیحین وغیرہ مین کئی وجہ سے روایت ہی کہ سبیعہ اسلمیہ کا شوہر سعد بن
خولہ اسکو حاملہ چھوڑ کر مرگیا پھر دیر نہ گذری کہ اسکے وفات کے بعد سبیعہ اسلمیہ نے وضع حمل کیا اور ایک روایت مین ہی کہ اسکی وفات کے چند ہی راتون بعد وضع حمل کیا
پھر جب اپنے نفاس سے پاک ہوئی تو واسطے منگنی چاہنے والون کے لیے اپنے آپ کو آراستہ کیا پس ابو السنابل بن بعکک اسکے پاس آئے اور کہا کہ مین تجھے
دیکھتا ہون کہ تو اپنی آرائش کرتی ہی شاید تو چاہتی ہی کہ مین نکاح کرلون مگر واللہ تو نکاح کرنے والی نہین یہانتک کہ تجھپر چار مہینے دس روز گذر جاوین۔ سبیعہؓ
کہتی ہین کہ جب ابو السنابل نے مجھسے یون کہا تو جب شام ہوئی تو مین اوڑھ لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور مین آئی پس مین نے آنحضرت
صلعم سے دریافت کیا تو آپ نے مجھے فتوی دیا کہ مین نے جب وضع حمل کیا تھا تب ہی سے حلال ہوگئی ہون اور مجھے آپنے حکم دیا کہ اگر مجھے مناسب معلوم ہو
تو مین نکاح کرلون۔ شیخ عبدالبر نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباسؓ پر جب حدیث سبیعہؓ سے حجت پیش کی گئی تو انھون نے اسی طرف رجوع کرلیا تھا اور کہا
کہ انکا رجوع کرلینا اس دلیل سے بھی صحیح معلوم ہوتا ہی کہ انکے شاگردون نے بھی موافق حدیث سبیعہؓ کے فتوی دیا ہی جیسا کہ تمام اہل علم کا قول ہی **قال ابن کثیرؒ**
اور نیز اس حکم مین سے ایسی زوجہ بھی مستثنی ہی جو کسی غیر کی باندی ہو کیونکہ باندی کی عدت دو مہینے پانچ راتین یعنے آزاد عورت کی عدت سے آدھی ہی اور یہی جمہور علماء کا
قول ہی اور بعضے علماء جیسے محمد بن سیرین و بعضے ظاہریہ اس مقام پر زوجات آزادہ و باندیون مین فرق نہین کرتے دونون کی عدت برابر کہتے ہین اس دلیل سے
کہ آیت کریمہ عام ہی اور نیز عدت از باب امور جبلیہ ہی جسمین پیدائشی حالت یکسان ہی سعید بن المسیب و ابو العالیہ وغیرہ نے ذکر کیا ہی کہ وفات کی عدت چار
مہینے دس رات مقرر ہونے مین یہ حکمت ہی کہ شاید رحم مین حمل ہو تو اسقدر مدت کی انتظار مین حال کھل جائیگا جیسا کہ ابن مسعود کی حدیث مین جو صحیحین وغیرہ

مین ہو بیان ہو کہ تم مین سے ہر آدمی کی خلقت اسکی مان کے پیٹ مین چالیس روز مجموع ہو کر نطفہ ہوتی ہو پھر اسیقدر مدت مین علقہ ہوتی ہو پھر اسیقدر مدت
مین مضغہ ہوتی ہو پھر اللہ تعالیٰ اُسکی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہو کہ اسمین روح پھونکتا ہو پس ان تین چلون کے چار مہینے ہوے اور اسکے بعد کی دس راتون
مین احتیاط ہو کیونکہ بعضے مہینون مین کمی ہوتی ہو اور نیز روح آجانے کے بعد اسکی حرکت سے صاف حال کھل جاوے کیونکہ حرکت اسکے بعد ظاہر ہوگی قتادہ نے
سعید بن المسیب سے روایت کی کہ مین نے پوچھا کہ دس راتون کے زیادہ ہونے مین کیا حکمت ہو تو کہا اسمین روح پھونکی جاتی ہو اور ربیع بن انس نے
ابو العالیہ سے کہا کہ چار مہینون کے ساتھ دس راتین کیون ہوئین تو کہا اسلیے کہ ان مین روح پھونکی جاتی ہو رواہما ابن جریر اور ہمین سے امام احمد
سے ایک روایت مین آیا ہو کہ وفات کی صورت مین ام ولد کی عدت مثل آزاد منکوحہ کے ہو کیونکہ وہ بھی مثل آزادہ عورتون کے فراش ہوئی ہو اور اس
وجہ سے کہ امام احمد نے روایت کی کہ عمرو بن العاص نے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ہمپر متلبس نہ کرو ام ولد کا مالک جب مرجاوے تو اسکی
عدت چار مہینے دس روز ہو۔ رواہ ابو داؤد وابن ماجہ بوجوہ اخر ایضاً اور امام احمد سے مروی ہو کہ انھون نے اس حدیث سے انکار کیا اور اسمین علت
یہ بیان کی گئی کہ قبیصہ بن ذویب نے عمرو بن العاص سے سُنا نہین ہو قال المترجم ولیکن حاکم نے اسکو روایت کر کے صحیح کہا ہو اور دارقطنی نے کہا کہ صواب
یہ ہے کہ یہ موقوف ہو یعنے خود عمرو بن العاص کا قول ہو مترجم کہتا ہو شاید کہ امام احمدؒ نے حدیث کے مرفوع ہونے سے انکار کیا ہو لیکن جب نص نہو تو قول
صحابی کو وہ بھی حجت مانتے ہین پس حجت مین صحابی کا قول لے لیا قال ابن کثیر اور سلف مین سے ایک گروہ جنمین سعید بن المسیب ومجاہد وسعید بن
جبیر وحسن وابن سیرین وابو عیاض وزہری وعمر بن عبد العزیز بھی ہین اسی طرف گئے ہین اور یہی قول اوزاعی واسحق بن راہویہ کا اور ایک روایت امام
احمد سے ہو اور طاؤس وقتادہ نے کہا کہ ام ولد کا مالک جب مرجاوے تو اسکی عدت دو مہینے پانچ راتین یعنے آزادہ منکوحہ کی عدت سے نصف ہے
اور امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب وثوری وحسن بن صالح نے کہا کہ وہ تین حیض سے اپنی عدت پوری کریگی اور یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن مسعودؓ
وعطا وابراہیم نخعی کا ہو اور مالک وشافعی ومشہور قول امام احمد مین اسکی عدت ایک حیض ہو اور یہ قول ابن عمر وشعبی ومکحول ولیث وابو عبید وابو ثور
کا ہو اور مالک نے کہا کہ اگر اسکی حالت یہ ہو کہ اسکو حیض نہوتا ہو تو اسکی عدت تین مہینے ہو اور شافعی نے کہا کہ جمہور کے نزدیک ایک مہینہ ہو ولیکن تین
مہینہ کے عدت کا قول میرے نزدیک زیادہ پسند ہو قال المترجم اور شاید یہ اختلاف ام ولد کے حق مین ہو یعنے ایسی باندی کے حق مین ہو جو اپنے مالک
کے تحت تصرف مین ہو اور اس سے بچی ہو ورنہ ابن العربی رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ اسپر اجماع ہو کہ باندی کی عدت آزادہ منکوحہ کی عدت سے نصف ہو سوائے
قول اصم کے اور باجی نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ اسمین کسی نے خلاف کیا ہو سواے قول ابن سیرین کے کہ وہ باندی وآزادہ کی عدت برابر کہتے ہین
مگر یہ قول اُنسے صحیح روایت سے ثابت نہین ہوتا وقال المترجم اور یہ جو توجیہ بیان کی گئی کہ اس عدت مین باندی وآزادہ کے درمیان مساوات کی
وجہ یہ ہو کہ اگر حمل ہو تو اس مدت مین ظاہر ہو جاوے اور یہ امر جبلی خلقی ہو اسمین آزادہ وباندی دونون یکسان ہین تو میرے نزدیک یہ توجیہ محل تامل ہو اسواسطے
کہ اگر یہی بات ہوتی تو ضرور تھا کہ جو عورت غیر مدخولہ ہو اسکی عدت کچھ نہوتی جیسے طلاق کی صورت مین نہین ہوتی ہو حالانکہ حدیث صحیح ابن مسعود مین جو اوپر
گذری ہو غیر مدخولہ کے واسطے عدت وفات چار مہینہ دس رات متعین ہوئی ہو پس کیونکر قیاس مذکور معتمد ہوگا پھر رہی ام ولد کی عدت تو جمہور متاخرین کے
قول وقیاس سے اعلیٰ واولیٰ یہ ہو جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن مسعودؓ سے مروی ہو کہ اسکی عدت تین حیض ہو کیا تجھے کافی نہین جلالت قدر حضرت امیر المومنین
علی کرم اللہ وجہہ اور انھین حضرت کی اتباع کی ہے ابو حنیفہؒ نے پس معتمد قول اسمین یہی قول ہو اور یہی ہمارے نزدیک مذہب ہو۔ فَإِذَا بَلَغْنَ
أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔ پھر جب یہ عورتین
اپنی میعاد کو پہونچ جاوین تو جو کچھ اپنی جانون کے بارہ مین امر معروف شرعی سے کرین اسمین تمپر کچھ گناہ نہین ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ

خوب خبردار ہو ف یہان بلوغ اجل سے مراد انقضاء عدت ہو بلا خلاف اور فلا جناح علیکم مین خطاب عورت کے اولیا کو ہو یا تمام مسلمانون کو ہو اسواسطے
کہ امر منکر پر روکنا عامہ مسلمانون پر واجب ہو اور بالمعروف سے مراد یہ ہو کہ خلاف شرع کوئی زینت وغیرہ حرکت نہ کرین اور اولی یہ ہو کہ شرع و دستور
نیک سے خلاف نہو و قال ابن کثیر فی التفسیر اس آیہ سے مستفاد ہوتا ہو کہ جس عورت کو اسکا شوہر چھوڑ دے اسپر حداد یعنے سوگ کرنا واجب
ہو اور حداد عبارت ہو آرائش ترک کرنے اور نیز زیور ولباس وغیرہ جو شوہرون کے واسطے ہوتا ہو اسکو ترک کرنے سے کیونکہ صحیحین مین حضرت ام المؤمنین
ام حبیبہ اور زینب بنت جحش سے ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہین کسی عورت کو جو ایمان رکھتی ہو اللہ تعالے و روز قیامت پر
یہ بات کہ حداد کرے کسی مردے پر تین روز سے زیادہ۔ مگر اپنے شوہر پر کہ چار مہینے دس رات حداد کرے۔ اور نیز صحیحین مین ام سلمہ سے روایت ہو کہ ایک
عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ میری بیٹی کا شوہر مرگیا اور اسکی آنکھون مین بیماری ہو بھلا مین اسکے سرمہ لگا دون تو فرمایا کہ نہین پس اسنے دو یا تین بار
پوچھا ہر بار آپ نے فرمایا کہ نہین پھر فرمایا کہ یہ تو چار مہینہ دس دن رات ہی ہین اور حال یہ ہو کہ زمانہ جاہلیت مین ایک تم مین کی ایک سال تک صبر کیے
بیٹھی رہتی تھی۔ پھر زینب بنت ام سلمہ نے فرمایا کہ جاہلیت مین یہ دستور تھا کہ جب کسی عورت کا خاوند مرجاتا تو وہ ایک جھونپڑی مین گھس بیٹھتی اور بہت خراب
کپڑے پہنتی اور کوئی خوشبو نہین چھوتی تھی اور نہ کوئی اور چیز یہانتک کہ اسپر ایک سال گذرتا پھر وہ اسمین سے نکلتی پس اسکو مینگنیان دی جاتی تھین
پس وہ انکو اتار کر پھینکتی پھر اسکو جانور یا بکری یا پرند وغیرہ ملتا پس اس سے اقتصاص کرلی پس جس سے وہ اقتصاص کرتی اکثر وہ مرجاتا تھا قال
ابن کثیر اور یہین سے اکثر علماء سلف اسطرف گئے ہین کہ یہ آیت ناسخ ہو اپنے مابعد والی آیت یعنے قولہ۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ
لازواجہم متاعا الی الحول غیر اخراج الآیۃ۔ جیسا کہ ابن عباس وغیرہ نے کہا ہو قال ابن کثیر بالجملہ عدت وفات مین حداد کرنا یعنے زینت وغیرہ ترک
کرنا واجب ہو اور اسمین بھی ایک قول بالاتفاق ہو اور طلاق رجعیہ مین حداد واجب نہونا ایک قول اتفاقی ہو تاکہ مطلقہ رجعیہ کی زینت سے شوہر
اسکی طرف رجوع کرے اور رہا یہ کہ طلاق بائن کی عدت مین حداد واجب ہو یا نہین سو اسمین دو قول ہین۔ پھر جاننا چاہیے کہ عدت وفات مین
سب قسم کی زوجہ پر حداد واجب ہو خواہ وہ صغیرہ ہو یا آئسہ ہو خواہ آزادہ ہو یا باندی ہو خواہ مسلمہ ہو یا کافرہ ہو مثلا یہودیہ یا نصرانیہ کسی مسلمان
کے تحت مین ہو کیونکہ آیت عام ہو اور امام ابوحنیفہ وانکے اصحاب وثوری کے نزدیک کافرہ عورت پر حداد نہین ہو اور یہی قول امام مالک کے شاگردون مین
سے اشہب اور ابن نافع کا ہو اور حجت انکی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو کہ آپنے فرمایا کہ حلال نہین ایسی عورت کو جو ایمان رکھتی ہو اللہ تعالے اور روز قیامت پر
کہ حداد کرے کسی میت پر تین روز سے زائد مگر اپنے شوہر پر چار مہینہ دس راتین۔ رواہ الشیخان۔ پس ان علما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسکو امر تعبدی قرار دیا ہو اور امور تعبدی مین کافرہ کو نصیب نہین ہو پھر امام ابوحنیفہ وانکے اصحاب وثوری نے صغیرہ مسلمہ کو بھی اسی کے ساتھ
لاحق کیا باین معنی کہ وہ بسبب صغیرہ ہونے کے مکلف نہین ہو اور نیز ابوحنیفہ وانکے اصحاب نے مسلمان باندی کو بھی اسیکے ساتھ لاحق کیا کیونکہ
اسکی لیاقت مین نقصان ہو والکلام فی الفقہ قولہ فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف۔ ابن جریج نے مجاہد سے روایت کی اسے نکاح حلال
طیب۔ حاصل یہ ہوا کہ بعد انقضاء عدت کے اگر عورت بطور معروف نکاح حلال طیب کرلے تو تم لوگون پر کچھ گناہ نہین ہو تم مت روکو۔ اور حسن و زہری
و سدی سے بھی اسی کے مانند تفسیر مروی ہو قال المترجم ائمہ حنفیہ نے اسی آیت سے بدون ولی کے عورت کے خود نکاح کرلینے کو جائز کہا ہو کیونکہ اللہ تعالے
نے صریح فعل کی نسبت عورتون کی طرف کی ہو یعنے اپنے واسطے وہ نکاح کرلین اور ایسے ہی حتی تنکح زوجا غیرہ مین بھی نکاح کرلینے کی نسبت عورت کی
طرف کی اور ایسے ہی قولہ فلا تعضلوہن ان ینکحن ازواجہن مین نکاح کرلینے کی نسبت عورتون کی طرف کی ہو اور جو لوگ اسطرف گئے ہین کہ بدون ولی کے
نکاح نہین جائز ہو وہ اسکا یہ جواب دیتے ہین کہ فلا جناح علیکم مین خطاب اولیا کو ہو پس اگر بدون ولی کے نکاح جائز ہوتا تو وہ مخاطب نہوتا۔ اقول یہ جواب کچھ

نہین ہو اسواسطے کہ اس قضیہ کی ملازمت ممنوع ہو کیونکہ اسمین کوئی لزوم نہین کہ اگر ولی کے بغیر نکاح روا ہوتا تو وہ مخاطب کیون ہوتا اسواسطے کہ روا ہو کہ خطاب کی وجہین دیگر ہون بلکہ یہی ٹھیک ہو کہ اور وجہ سے ولی کو خطاب کیا اور وجہ یہ ہو کہ اسکی تزئین و آرائش کو اور خطبہ کرنے والون کے واسطے متعرض ہونے کو بسبب وفات ولی مانع ہوتا ہو لہذا ولی کو خطاب کیا کہ اپنے ہم کفو سے جب وہ ایسا کرین تو تم مانع مت ہو اور ائمہ حنفیہ اس امر کا انکار نہین کرتے ہین کہ ولی کو اپنے حق کی حفاظت اور عورت کی بہتری کے خیال سے حق ہو پس ان حقوق کے واسطے ولی کی ولایت لینا اور نفس نکاح کے جواز مین عورت کا خود مستقل ہونا ایسا قول ہو کہ آیات واحادیث مین اس سے پوری توفیق حاصل ہوجاتی ہو بدون اسکے کہ آیت کی تخصیص اور معنی کا تغیر لازم آوے فافہم۔ منجملہ بیان احکام عدت کے غیر کی طرف سے منگنی وغیرہ کی تصریح وتعریض ہو بقولہ تعالےٰ

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ

اور گناہ نہین تم پر جو پردے مین کہو پیغام نکاح کا عورت کو یا چھپا رکھو اپنے دل مین معلوم ہو اللہ کو کہ تم البتہ انکا دھیان کروگے

وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ

لیکن وعدہ نہ کر رکھو انسے چھپ کر مگر یہی کہ کہہ دو ایک بات جسکا رواج ہو اور نہ باندھو گرہ نکاح کی جب تک

يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

پہونچ چکے حکم اللہ کا اپنی مدت کو اور جان رکھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو تمھارے دل مین ہو اور اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا تحمل والا ہو۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ تم پر کچھ گناہ نہین جو عورتون کی منگنی مین تم تعریض کرو ف پردہ کے ساتھ ٹکی ہوئی خواہش منگنی ظاہر کرو۔ یعنے ان عورتون سے جنکے شوہر انکو چھوڑ مرے ہین زمانہ عدت مین۔ جیسے مثلاً کہو کہ تم تو خوبصورت عورت ہو اور تم سی عورت ملتی کسکو ہو اور تمھاری طرف تو رغبت کرنے والے بہت ہین أَوْ أَكْنَنتُمْ۔ یا تم چھپا رکھو۔ فِي أَنفُسِكُمْ۔ اپنے دلون مین ف انکے قصد نکاح سے تو بھی گناہ نہین۔ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ۔ اور اللہ تعالےٰ تو جانتا ہے کہ تم عنقریب انکو ذکر کروگے ف یعنے انکے ساتھ منگنی کا ذکر کروگے اور انسے صبر نہ کروگے پس تمھارے لیے تعریض مباح کر دی ہے۔ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا۔ ولیکن تم ان عورتون سے خفیہ وعدہ مت ٹھہراؤ ف یعنے وعدۂ نکاح یا وعدۂ جماع کہ یہ گناہ ہو۔ إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا۔ لیکن یہ کہ تم قول معروف کہو ف جو تمکو شرع مین مباح کیا ہو اور وہ یہی تعریض مذکور ہو تو یہ جائز ہو۔ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ۔ اور مت عزم کرو عقد نکاح کو یہانتک کہ کتاب اپنی میعاد کو پہونچ جاوے ف یعنے لکھی ہوئی عدت پوری ہوجاوے تب اسکے بعد البتہ عقد نکاح کو مضبوط کرو۔ اور قبل عدت کے عزم مت کرو۔ اور یہ وہم شیطانی نہ آوے کہ یہ امر مخفی ہے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ۔ اور یقین رکھو کہ جو تمھارے دلون مین ہو اللہ تعالےٰ جانتا ہو پس اس سے ڈرتے و بچتے رہو ف کہ ایسا نہو کہ عذاب کرے اور تاخیر عذاب مین بھی دلیری مت کرو۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ۔ اور یقین جان لو کہ اللہ تعالےٰ غفور حلیم ہو ف وہ حلم سے تاخیر فرماتا ہو۔ صحیح یہ ہو کہ جناح لفظ عربی فصیح ہو اور معنی اوسکے گناہ ہین اور کبھی معنی تنگی بھی مستعمل ہوتا ہو اور عرضتم از تعریض ہو جو ضد تصریح ہو بعض نے کہا کہ ماخوذ ہو از عرضت الرجل۔ اے مین نے اسکو ہدیہ دیا چنانچہ حدیث مین ہو کہ ان رکبان المسلمین عرضوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر ثیابا بیضاء۔ اے چند سواران مسلمین نے رسول اللہ صلعم و ابوبکر کو سپید کپڑے ہدیہ دیے پس تعریض کرنے والا بھی دوسرے کو ایسا کلام دیتا ہو جس سے وہ اسکی مراد سمجھ جاتا ہو اور خِطبہ کے معنی منگنی کرنا۔ اور آیۃ کے معنی یہ ہین کہ جن عورتون کے شوہر مرگئے یا

اگر تم انکی عدت کے درمیان مین اپنے صریح منگنی کو نہ کہو بلکہ تعریض کرو تو تم پر گناہ نہین ہو اور ابن عباس سے تعریض کی صورت یون مروی ہو کہ اس معتدہ عورت سے یون کہے کہ مین بھی نکاح کرنیکا ارادہ رکھتا ہون۔ یعنے یون نہ کہے کہ مین تجھسے نکاح کرنا چاہتا ہون بلکہ محض اپنا ارادہ بیان کرے یا یون کہے کہ اللہ تعالےٰ سے امیدوار ہون کہ مجھے کوئی نیک بخت عورت دیدے یا کہے کہ مجھے بھی جورو کی حاجت ہو تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ اماموں کے نزدیک اتفاق ہو کہ جو عورت اپنے شوہر کے وفات کی عدت مین ہو اس سے تعریض کرنا بدون تصریح خطبہ کے روا ہو اور یہی حکم اُس عورت کا ہو جو تین طلاق کی عدت مین ہو اور رہی وہ عورت جو تین طلاق سے کم مطلقہ ہو اور عدت مین ہو تو اختلاف نہین کہ اس سے اس کے شوہر طلاق دہندہ کے سوا دوسرے کو تعریض و تصریح حرام ہو۔ قولہ او اکننتم۔ الکنان بمعنی چھپا رکھنا اور خفیہ کرنا اسکی صورت یہ ہو کہ عورت کے وہان جاوے اور اسکو سلام کرلے مگر اور کچھ کلام تعریض نہ کرے ہان ہدیہ چاہے بھیجدے۔ قولہ ولکن لا تواعدوہن سرا۔ علما نے لفظ سر کے معنے مین اختلاف کیا ہو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ابو مجلز و ابو الشعثا یعنے جابر بن زید وحسن البصری و ابراہیم نخعی و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس و سلیمان تیمی و مقاتل بن حیان و سدیؒ نے کہا کہ مراد زنا ہو اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا ہو اقول یعنے عدت مین اپنے زنا کا پھر اسکے بعد نکاح کا باہم وعدہ نہو کذا قیل۔ پھر ابن کثیر نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لا تواعدوہن سرا۔ یعنے اس سے مت کہہ کہ مین عاشق ہون اور مجھسے عہد کر کہ میرے سوا دوسرے سے نکاح نہ کریگی اور مانند اسکے اور الفاظ داہیہ مت کہے اور ایسا ہی سعید بن جبیر و شعبی و عکرمہ و ابو الضحی و ضحاک و زہری و مجاہد و ثوری سے روایت ہو کہ مراد یہ ہو کہ اس عورت سے یہ عہد پیمان نہ لیوے کہ اسکے سوا اور کسی سے نکاح نہ کریگی اقول جمہور علما اسی طرف گئے ہین کہ آیت کے یہی معنی ہین قال ابن کثیر اور ابن زید نے کہا کہ سر سے یہ مراد ہے کہ عدت مین عورت سے خفیہ نکاح کرے پھر جب وہ عدت سے حلال ہو تو اسکو ظاہر کردے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ احتمال ہے کہ آیت کریمہ ان سب معنی کو شامل ہو یعنے ان سب سے ممانعت ہو اور بعض نے ذکر کیا کہ سر بمعنی جماع ہوا ہے انکی رغبت دلانے کے لیے اپنے آپ تعریف نہ کرو کہ زیادہ جماع کرنے والے ہین اور شافعیؒ نے یہی معنے لیے ہین۔ قولہ الا ان تقولوا قولا معروفا۔ یعنی وہی تعریض جو اوپر مباح فرمائی ہو جیسے کہے کہ تیری طرف رغبت کرنے والے بہت ہین اور یہی قول ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر و سدی و ثوری و ابن زید سے مروی ہو اور ابن سیرین نے کہا کہ مین نے عبیدہ سے کہا کہ اسکے کیا معنے ہین تو فرمایا کہ اس عورت کے ولی سے کہے کہ تو اسکا نکاح نہ کردینا یہان تک کہ مجھے آگاہ کردینا رواہ ابن ابی حاتمؒ علما نے اجماع کیا ہو کہ عدت کے اندر نکاح صحیح نہین ہو اور جسنے عدت مین نکاح کیا ان مین تفریق کردی جائیگی یعنے دونون جدا کردیے جاوینگے پھر بعد تو اگر نکاح کرین تو جمہور کے نزدیک درست ہو اور مالکؒ کے نزدیک انکا جرم ہو کہ ہمیشہ کے واسطے جمع نہین ہوسکتے ہین اور قول جمہور اظہر ہو واللہ اعلم۔ قولہ واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم۔ یعنے جو تمہارے دلون مین ہو اللہ اسکو جانتا ہو پس عورتون کی باتون مین سے جیسا کچھ تم اپنے دل مین رکھوگے وہ اللہ تعالےٰ کو معلوم ہو پس چاہیے کہ بھلائی کو دل مین رکھو برائی کو مت رکھو ورنہ مستحق عذاب ہوگے

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى

گناہ نہین تمپر اگر طلاق دو تم عورتون کو جب تک کہ نہین ہاتھ لگایا تمنے ان کو یا نہین مقرر کیا تمنے انکے واسطے حق اور ان کو خرچ دو

الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝

وسعت والے پر اسکے موافق ہو اور تنگی والے پر اُسکے موافق ہو جو خرچ دستور کو لازم ہے نیکوکارون

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تمپر کچھ گناہ نہین۔ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ۔ اگر تم عورتون منکوحہ کو طلاق دو۔ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ جب تک تم نے انکو مس نہین کیا۔ ف یعنے بغیر مس کے طلاق دو تو گناہ نہین ہو۔ احمزہ و کسائی کی قراءت مین مالم تماسوہن جب تک تمنے انسے جماع نہ کیا ہو

خلاصہ یہ کہ عورت کو قبل جماع طلاق دینے مین گناہ نہین۔ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً - یا جب تک مہر کچھ فرض نہین کیا ہو یعنے اسمین بھی گناہ نہین کہ تمنے بدون مہر مقرر کرنے کے نکاح کیا پھر طلاق دیدی تو اس صورت مین عورت کے واسطے مہر نہ ہوگا مگر متعہ واجب ہی تو نصف مہر المثل سے زائد ضرور نہوگا لہذا فرمایا۔ وَمَتِّعُوْهُنَّ - اور ایسی عورتون کو متعہ دیدو یعنے ایسی چیز جس سے وہ تمتع اُٹھادین چنانچہ آنحضرت صلعم نے ایک عورت کو قبل مساس کے طلاق دیدی تھی تو حکم دیا کہ اسکو رازقیہ کپڑون کا ایک جوڑا دیدو۔ رواہ احمد وغیرہ پس اس صورت مین متعہ واجب ہی عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ - وسعت والے پر اسکی قدر ہی اور تنگدست پر اسکی قدر ہو ظاہر آیت سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ متعہ کی مقدار مین مرد کی حالت دیکھی جائیگی۔ اور بعض متاخرین مشائخ نے عورت کا بھی لحاظ کیا اور تمام بحث مترجم کی عین الہدایہ مین ہی۔ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ - متاع دو بطور معروف متاع دینا۔ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ - یہ حق ثابت کردیا گیا محسنین پر جو اچھے طور سے اللہ تعالےٰ و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہین تو ضرور اسکی اتباع کرکے حق ادا کرینگے۔ اس آیۂ کریمہ مین اللہ تعالےٰ نے جناح کی نفی کی حالانکہ طلاق دینے مین کوئی گناہ نہین ہی اگرچہ یہ مباح اللہ تعالےٰ کے نزدیک ناگوار مباحات مین سے ہی اسیواسطے علما نے کہا کہ مراد یہان الساحق نہین جسکی وجہ سے آدمی کا دامن پکڑا جاوے لہذا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ لا تبعۃ علیکم۔ اور یہ ماخوذ ہی تبعت الرجل حقی۔ ای مین نے فلان شخص کا پیچھا پکڑا اپنے حق کے واسطے پس مراد یہ ہوئی کہ کچھ لازم نہین آتا ہی تمپر ایسی حالت مین طلاق دینے سے۔ اگر کہا جاوے کہ متعہ اکثر کے نزدیک واجب آتا ہی پس اس طلاق سے متعہ واجب ہوا تو جواب یہ ہی کہ نکاح پر طلاق دینے سے اسکا وجوب نہین ہوا بلکہ اللہ عزوجل نے اسکو مستقل واجب فرمایا ہی اور مالم تمسوہن مین ما مصدریہ ظرفیہ ہونا مفسرؒ نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ شرطیہ ہی۔ ای ان لم تمسوہن۔ ولیکن اول اوجہ ہی اور معنی مدۃ عدم المسیس ہین اور مس و مسیس بمعنی چھونا اور یہان کنایہ جماع سے ہی چنانچہ ابن عباس و طاؤس و ابراہیم و حسن بصری نے کہا کہ مس بمعنی نکاح یعنے جماع ہی۔ اور قولہ او تفرضوا لہن فریضۃ بیضاوی نے کہا کہ فرض بمعنی تسمیہ مہر ہی اسے مہر کو متعین کرکے بیان کردینا پس عدم فرض کے یہ معنی ہوے کہ مہر بیان نہین ہوا۔ پھر جاننا چاہیے کہ مطلقات چار قسم کی ہین اول آنکہ مدخولہ مفروضۃ المہر کو طلاق دی گئی یعنے اسکا مہر بیان ہوگیا اور اسکے ساتھ دخول بھی واقع ہوگیا پھر اسکو طلاق دی گئی تو ایسی مطلقہ کو اسکا پورا مہر واجب ہی اور اگر مہر ادا ہوچکا ہی تو شوہر کو ممانعت ہی کہ اسمین سے کچھ واپس نہین لے سکتے ہین دوم وہ کہ مدخولہ ہی مگر اسکا مہر بیان نہین ہوا ہی تو اسمین اسپر عدت واجب اور مہر مثل دینا پڑیگا اور آگے آویگا فی قولہ فما استمتعتم بہ منہن فآتوہن اجورہن۔ اور سوم وہ کہ مدخولہ نہین ہی مگر عقد نکاح مین اسکا مہر بیان ہوگیا ہی تو اسپر عدت نہین مگر نصف مہر دینا پڑیگا اور اسکا بیان اگلی آیت مین آتا ہی چہارم وہ کہ نہ مدخولہ ہی اور نہ اسکا مہر بیان ہوا ہی پس یہی اس آیہ کریمہ مین مذکور ہی پس اسپر عدت واجب نہین ہی اور نہ اسکے واسطے کچھ مہر ہی پس ایسی حالت مین اسکو طلاق دینا روا ہی اگرچہ اسمین اسکی دل شکنی ہی اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے اسکے لیے امتاع کا حکم دیا یعنے شوہر اسکو اپنی حالت کے لائق کچھ دیوے یعنے اگر تونگر ہی تو اپنی تونگری کے لائق اور اگر فقیر ہی یعنے اتنی لیاقت رکھتا ہی کہ نکاح کرے اور اسکا مہر و نفقہ دے مگر زیادہ وسعت والا نہین ہی تو وہ اپنی لیاقت کے موافق دیوے اور عکرمہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ متعہ طلاق مین اعلیٰ تو خادم ہی یعنی کوئی باندی یا غلام دیوے اور اوسط درجہ یہ ہی کہ روپیہ دیوے اور ادنیٰ یہ ہی کہ کپڑے دیوے اور علی ابن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر خوشحال تونگر ہی تو اسکو خادم یا اسکے مانند دیوے اور اگر تنگدست ہی تو تین کپڑے دیوے اور شعبیؒ نے کہا کہ اوسط درجہ اسکا کرتا اور اوڑھنی اور پائجامہ و چادر ہی اور روایت ہی کہ حضرت حسن بن علی علیہما السلام نے دس ہزار درم دیے اور عورت نے کہا کہ ع

متاع قليل من حبيب مفارق + یعنے محبوب جدا کردینے والے کے عوض یہ متاع قلیل ہی۔ اور امام ابوحنیفہ کا قول وہ ہی جو ابن عباسؓ سے ادنیٰ درجہ مذکور ہوا اور اسکو شعبیؒ نے اوسط درجہ قرار دیا اور نیز ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اگر عورت اور مرد مین متعہ کی بابت تنازع ہو تو مرد پر اس عورت کے

مثل عورتون کا جو مہر ہو اسکا نصف واجب ہوگا اور وجہ اس قول کی ظاہر ہو کہ اگر اسکا مہر مسمی ہوگیا ہوتا تو اسکے لیے نصف مہر واجب ہوتا پس درصورتیکہ دونون
مین اختلاف ہوا اور مرد کی حالت ظاہر نہین ہوتی ہو تو نصف مہر المثل کا حکم دیا جائیگا اور یہ ماخذ جید ہو اور شافعیؒ کا جدید قول یہ ہو کہ شوہر پر کسی مقدار معلوم کے واسطے
جبر نہین کیا جائیگا مگر اسیقدر پر جسپر متعہ کا اطلاق ہوتا ہو اور مجھے پسندیدہ یہ ہو کہ اقل اسقدر لباس قرار دیا جاوے جسمین نماز جائز ہوجاتی ہو - اور اسمین اختلاف ہو کہ آیا
یہان متعہ واجب ہو یا مستحب ہو اور ظاہر یہ ہو کہ واجب ہو کیونکہ امر موجود ہو اور یہی قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ابن عمر و حسن و سعید بن جبیر و زہری و قتادہ
و ضحاک وغیرہ کا ہو اور یہی قول ابو حنیفہ کا ہو اور مالک اور ابو عبید کے نزدیک مستحب ہو اگرچہ اسپر اجماع ہو کہ جو عورت قبل جماع و تسمیہ مہر کے طلاق دی گئی وہ مہر
وغیرہ کی مستحق نہین سوائے اسکے کہ متعہ اسکو مل سکتا ہو خواہ بطور وجوب یا استحباب کے - پھر اگر ایسی عورت کسی کی باندی ہو تو جمہور کے نزدیک اسکو بھی متعہ دلوانا
چاہیے ہو اور اوزاعی و ثوری کے نزدیک نہین چاہیے اسواسطے کہ وہ اسکے مالک کی ملک ہوگا اور متعہ اس اذیت کے مقابل مین مشروع ہو جو طلاق مذکورہ سے
مطلقہ مذکورہ کو پہونچی اور ایسی اذیت کے مقابلہ مین مالک کو کسی مال کا استحقاق نہین ہو - پھر جاننا چاہیے کہ آیا متعہ ایسی ہی مطلقہ کی واسطے واجب ہو جسکو
قبل دخول کے طلاق دی گئی اور اسکا مہر مفروض نہین ہوا یا ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہو پس تفسیر ابن کثیر وغیرہ مین ہو کہ اسمین علما کے چند اقوال ہین اول یہ کہ
ہر مطلقہ کیواسطے واجب ہو اور یہ چند تابعین کا قول ہو اور ایک قول شافعی کا ہو جسکو بعضے شافعیہ نے جدید صحیح قرار دیا ہو - دوم آنکہ متعہ ہر ایسی مطلقہ کے لئے واجب ہو جو قبل دخول طلاق دی گئی
اگرچہ اسکا مہر مفروض ہوگیا ہو پس اس قول پر ایسی مطلقہ کو نصف مہر اور متعہ ملیگا - اور سوم آنکہ غیر مدخول و غیر مفروضہ کے واسطے واجب ہو اور یہ قول ابن عمر و مجاہد کا ہو -
پھر جاننا چاہیے کہ متعہ مین اعتبار حال شوہر پر نہ حال زوجہ پس اگر شوہر تنگدست ہو اور زوجہ مالدار جسکے ذاتی باندی غلام ہین تو شوہر اسکو متعہ مین ادنیٰ درجہ کی چیز دیگا [illegible]

وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ اِلَّآ
اور اگر طلاق دو انکو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے انکا حق تو لازم ہوا آدھا اسکا جو کچھ ٹھہرایا تھا مگر

اَنۡ يَّعۡفُوۡنَ اَوۡ يَعۡفُوَا الَّذِىۡ بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى ؕ وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ
یہ کہ درگذر کرین عورتین یا درگذر کرے جسکے ہاتھ گرہ ہے نکاح کی اور تم مرد درگذر کرو تو قریب ہو پرہیزگاری سے اور نہ بھلاؤ بڑائی

بَيۡنَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ‏
رکھنی آپسمین تحقیق اللہ تعالے جو کرتے ہو سو دیکھتا ہے

وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً - اور اگر تمنے زوجات کو قبل مساس کے طلاق دی
حالانکہ تم انکے واسطے مہر مفروض کرچکے - فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ - تو جو کچھ تم نے فرض کیا اسکا نصف ف مہر جلما ادا کرنا واجب ہو اگر تم نے مہر نہ
دیا ہو - اِلَّآ اَنۡ يَّعۡفُوۡنَ - مگر آنکہ یہ عورتین اسکو عفو کرین ف اور چھوڑ دین اور اگر تم تمام مہر دے چکے ہو تو نصف تمکو واپس ملنا چاہیے
اَوۡ يَعۡفُوَا الَّذِىۡ بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ - یا جسکے ہاتھ مین عقدہ نکاح ہو وہ معاف کر دے ف اور وہ شوہر ہو یعنی بنظر مروت وہ
عورت سے کچھ واپس نہ لے تو اسکو اختیار ہے - وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى - اور تمہارا عفو کرنا تقوی سے بہت قریب ہے
ف یعنی تقوی کے ساتھ زیادہ قریب یہی بات ہو کہ عفو کردو - وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡ - اور تم لوگ آپس مین تفضل و بھلائی کو مت بھلاؤ
ف بلکہ چاہیے کہ آپسمین ایک دوسرے پر تفضل رکھو اور یہ امر بنظر مروت کے مرد سے زیادہ لائق ہو - اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ -
اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالے خوب دیکھتا ہو ف پس ہر ایک کو اسکی نیت و فعل کا ثواب ہو اگرچہ ذرہ برابر ہو - پھر واضح ہو کہ جب نصف مہر واجب
کیا تو اس آیت مین دلالت ہو کہ متعہ ایسی مطلقہ کے لیے نہین واجب ہو کیونکہ اول مطلقہ و یہ مطلقہ دونون کی طلاق تو وطی سے پہلے ہو یا فرق یہ کہ

اول کا مہر بھی مفروض نہ تھا اور اسکا مہر مفروض ہو اور اول کے واسطے متعہ واجب کیا تھا اور یہان نصف مہر پس اگر یہان بھی سوائے نصف مہر کے
کچھ اور متعہ وغیرہ واجب ہوتا تو بیان ہوتا۔ پس قولہ فنصف ما فرضتم۔ یعنے جو مہر تم نے اسکے لیے بیان کیا ہو اور ٹھہرایا ہو اسکا نصف واجب ہوگا پس
خبر محذوف ہوا سے یجب لہن۔ اور مفسر سیوطیؒ نے کہا و یرجع لکم النصف۔ تمکو آدھا واپس ملیگا تو اشارہ ہو کہ اگر مہر پہلے دیدیا ہو تو نصف شوہر کو واپس ہوگا
خواہ لے یا نہ لے اور اگر نہین دیا ہو تو بقدر نصف کے دینا اسپر واجب نہوگا پھر اس حکم پر اجماع ہو کہ قبل دخول کے اگر ایسی عورت کو طلاق دیدی جسکا مہر ٹھہرایا ہو
تو اسکے واسطے نصف ہی مہر واجب ہوگا اور نیز اسپر بھی اجماع ہو کہ اگر ایسی عورت کو طلاق نہین دی بلکہ دخول سے پہلے اسکا شوہر مرگیا اور مہر ٹھہر چکا ہو تو موت کی وجہ سے
وہ کامل مہر کی مستحق ہوگی اور اسکو میراث ملے گی اور اسپر عدت بھی واجب ہوگی۔ پھر اس بات مین اختلاف ہو کہ خلوت صحیحہ۔ آیا دخول کے قائم مقام ہوگی کہ اس سے
عورت پورے مہر کی مستحق ہوگی یا نہین۔ اسمین دو قول ہین۔ اول آنکہ خلوت قائم مقام دخول ہوگی اور یہی خلفاے راشدین نے حکم دیا اور
یہی مذہب امام ابوحنیفہ و امام مالک وجمہور اہل علم کا ہو اور یہی امام شافعی کا قول قدیم تھا اور ان بزرگون کے نزدیک اس عورت پر عدت بھی واجب
ہوگی اور جدید قول مین شافعی کے نزدیک خلوت قائم مقام دخول نہوگی اور یہی حضرت ابن عباس وغیرہ چند اہل علم سے روایت ہو اور شافعی نے اسکو
اپنے شیخ مسلم بن خالد کے ذریعہ سے لیث بن ابی سلیم کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا و لیکن مسلم بن خالد اور لیث بن ابی سلیم دونون ضعیف
ہین انسے حجت قائم نہین ہوسکتی ہو مترجم کہتا ہو کہ مسلم بن خالد کے حق مین صرف ضعف حفظ کا شبہہ ہو اور راجح یہ کہ ثقہ ہو اور اسی طرح لیث بن
ابی سلیم مین بھی مضائقہ نہین ہو اور ابوحنیفہؒ نے اسنے روایت لی ہو علاوہ ازین بیہقی نے کہا کہ یہ ابن ابی طلحہ کے طریق سے بھی ابن عباس سے
مروی ہو واللہ اعلم۔ قولہ الا ان یعفون جمع مونث غائب ہو یعنے عفو کرین یہ مطلقہ عورتین جو مذکور ہین اور یہی جمہور تابعین سے مروی ہو اور ابن عباس نے
فرمایا یعنے ثیبہ عورت عفو کرے پس اپنا حق چھوڑ دے یعنے نصف مہر جو اُسکے لیے واجب ہوا ہے نہ لیوے چھوڑ دے اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہو
کہ انھون نے صیغۂ جمع مذکر غائب قرار دیا ہو عفو کرین مرد اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہ قول شاذ ہو ایسا کسی اور سے مروی نہین ہے اور بیضاوی نے
کہا کہ صیغۂ مذکور دونون کو محتمل ہو یعنے صیغہ جمع مؤنث غائب و مذکر غائب دونون ہوسکتا ہو اور حق یہ ہو کہ صیغہ جمع مذکر غائب قرار دینا ضعیف ہو۔
قولہ او یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح۔ مفسر سیوطیؒ نے ذکر کیا کہ طبرانی نے ایسی سند سے کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہو عمرو بن شعیب عن ابیہ
عن جدہ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح۔ وہ شوہر ہو اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اسکو ابن ابی حاتم
و ابن مردویہ نے بھی ابن لہیعہ کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہو اور ابن ابی حاتم نے بسند صالح روایت کیا کہ شریح نے کہا کہ مجھسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
پوچھا کہ بیدہ عقدۃ النکاح۔ کون ہو مین نے کہا کہ عورت کا ولی ہو تو فرمایا کہ نہین بلکہ وہ شوہر ہے اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا کہ یہی ایک روایت ابن عباس و
جبیر بن مطعم و سعید بن المسیب و شریح و سعید بن جبیر و مجاہد و شعبی و عکرمہ و نافع و محمد بن سیرین و ضحاک و محمد بن کعب القرظی و جابر بن زید و ابو مجلز و ربیع
بن انس و ایاس بن معاویہ بن قرۃ۔ و مکحول و مقاتل بن حیان ہو کہ ان بزرگون نے کہا کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح وہ شوہر ہو اور یہی مذہب ابوحنیفہ و انکے
اصحاب و احمد و ثوری و ابن شبرمہ و اوزاعی کا ہو اور یہی شافعی کا قول جدید ہو اور اسکو شیخ ابن جریر نے اختیار کیا ہو اور ماخذ اس قول کا یہ ہو کہ جسکے ہاتھ
مین عقدہ نکاح ہو وہ درحقیقت شوہر ہی ہو کیونکہ اسی کے ہاتھ مین اسکا انعقاد و ابرام اور نقض و انہدام ہو یعنے طلاق مین اسی کا اختیار ہو پس عقدہ
نکاح مین اسی کا اختیار رہا۔ بعض کے نزدیک قولہ او یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح سے ولی مراد ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ عفو مہر حال عورت ہی کیطرف
سے ہو لیکن عورت خود عفو کرے جبکہ وہ تصرف کرنے پر قادر ہو یعنے اپنے تصرف کرنے مین خوش سلیقہ ہو بیوقوف برباد کرنے والی نہو یا اس عورت کا ولی عفو کرے
جبکہ وہ عورت بے سلیقہ بیوقوف ہو جسکو محجورہ کہتے ہین اسنے ممنوعہ از تصرف یعنے کاروبار مین تصرف کرنے سے ممنوع کی ہوئی ہو اور شاید کہ بعضون کی تفسیر

ابن عباس سے عورت ثیبہ کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ باکرہ ہونے کی صورت مین بھی ولی مجاز ہوگا اور اوپر معلوم ہوا کہ اسمین کیا خرابی ہے یعنے ولی کو اسکے مال کے ہبہ کا کہان اختیار ہے ولیکن ولی کی تفسیر بھی ایک جماعت سے روایت ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح مین ابن عباس نے کہا کہ وہ عورت کا باپ یا بھائی یا ایسا شخص ہے جسکی اجازت کے بغیر وہ نکاح نہین کر سکتی تھی اور علقمہ و طاؤس و عطاو حسن و زہری و ربیعہ و زید بن اسلم و ابراہیم نخعی وغیرہ سے بھی روایت ہے کہ وہ ولی ہے اور یہی امام مالک کا مذہب و شافعی کا قول قدیم ہے اور ماخذ اسکا یہ ہے کہ ولی ہی نے اسکو یہ مال کموادیا ہے پس اسکو اسمین تصرف کا اختیار ہے بخلاف اسکے دیگر اموال کے اور ایسا ہی عکرمہ سے صحیح مروی ہے اور شریح قاضی سے بھی روایت کیا گیا لیکن شعبی رح نے شریح پر انکار کیا تو شریح نے اس سے رجوع کیا اور اختیار کیا کہ وہ شوہر ہے اور اسپر یہان تک یقین کیا کہ آخر دونون اسپر باہم قسم کھانے پر آمادہ ہوتے تھے۔ قولہ وان تعفوا اقرب للتقوی — شیخ ابن جریر نے فرمایا کہ بعض نے اسکو مردون و عورتون دونون کو شامل خطاب قرار دیا چنانچہ عطاء نے ابن عباس سے روایت کی کہ فرمایا دونون شوہر و زوجہ مین سے بڑھکر تقوی مین وہ شخص ہوگا جسنے عفو کیا اور ایسا ہی ایک جماعت تابعین سے مروی ہے اور مرجح یہ ہے کہ یہ خطاب مخصوص مردون کو ہے اور قراءۃ بیاے تحتانیہ جو شعبی و ابونہیک سے مروی ہے اسکے مؤید ہے اور اس صورت مین معنے یہ ہونگے کہ عورت کے حقوق کو جو اسنے اپنی تندہی مین تمھارے ساتھ کیے ہین تمھین کو مناسب ہے کہ عفو کرو اور اسکو مہر پورا دیدو اور باہم احسان کرنے اور تفضل کرنے کو مت بھولو قولہ ولا تنسوا الفضل بینکم۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ احسان کو۔ اور ضحاک و قتادہ و سدی و ابو وائل نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ باہم احسان کرنے کو مہمل مت چھوڑو بلکہ اسکو آپسمین استعمال کرو۔ ذکرہ ابن کثیر اور ابن مردویہ نے حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ گزندہ آویگا کہ مسلمان اپنے ہاتھ کی چیز کو دانتون پکڑیگا اور احسان و تفضل کرنا بھلاویگا حالانکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے ولا تنسوا الفضل بینکم۔ بدکار لوگ ہونگے کہ ہر مضطر کے ہاتھ فروخت کرینگے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مضطر اور بیع غرر سے منع فرمایا ہے پس اگر تیرے پاس مال بڑھتی ہو تو اپنے بھائی مسلمان کیطرف بھی بڑھا دے اور اسکو ہلاکت مین مبتلا مت کر کیونکہ ایک مسلم دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے اسکو غمگین نہین کرتا اور نہ اسکو محروم رکھتا ہے اور سفیان نے ابو ہارون سے روایت کی کہ مین نے عون بن عبد اللہ کو قرظی کی مجلس مین دیکھا پس عون ہم سے حدیث بیان کرتے تھے اور شدت گریہ یعنے آنسوون کے تار سے انکی ڈاڑھی سے بوندین بہتی تھین اور فرماتے تھے کہ مین تونگرون کی صحبت مین بیٹھا پس اُنسے بڑھکر مین فکر کے اندوہ مین گرفتار ہوگیا جبکہ مین نے انکو خوش پوشاک و خوشبو سے معطر اور عمدہ سواری پر دیکھا اور مین فقیرون کی صحبت مین بیٹھا تو مین نے انکی وجہ سے راحت پائی اور فرمایا ولا تنسوا الفضل بینکم۔ جب کسی کے پاس سوال کرنے والا آوے اور اسکے پاس کچھ نہ ہووے تو اسکے واسطے دعا کردے رواہ ابن ابی حاتم

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝

خبردار رہو نمازون سے — اور بیچ والی نماز سے — اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ۔ حفاظت کرو نمازون پر ف پانچون نمازین اپنے اوقات مین ٹھیک ادا کرو یعنے خبرداری رکھو اپنی پانچون نمازون پر باین طور کہ انکو انکے وقتون پر ادا کرو۔ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ اور بیچ کی نماز پر ف اور وہ نماز عصر ہے اور یہی اصح ہے یا نماز صبح ہے یا نماز ظہر ہے یا مغرب یا عشا ہے اسمین یہ سب اقوال ہین اور اس نماز کو خاصکر اسواسطے ذکر فرمایا کہ اورون پر اسکا فضیلت ہے وَقُومُوا لِلّٰهِ۔ فی الصلوۃ۔ قٰنِتِيْنَ — اور کھڑے رہو اللہ کے واسطے نماز مین قنوت کرتے ہوے ف بعض نے کہا یعنے اطاعت کرتے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قنوت جو قرآن مین مذکور ہے وہ طاعت ہے رواہ احمد وغیرہ۔ وقیل ساکتین لحدیث زید بن ارقم

کنا نتکلم فی الصلوٰۃ حتی نزلت فامرنا بالسکوت ونہینا عن الکلام رواہ الشیخان۔ اور بعض نے فرمایا کہ قانتین کے معنے سکوت کرتے ہوئے کیونکہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ہم لوگ نماز مین باتین کیا کرتے تھے یہانتک کہ یہ آیت اُتری پس ہم لوگ حکم کئے گئے یہ کہ سکوت سے رہین اور منع کیے گئے باتین کرنے سے رواہ الشیخان۔ حافظوا از محافظت ہے اور کسی شی کی محافظت کے یہ معنی ہین کہ ہمیشہ اسکی نگہداشت کرے پس معنے یہ ہوے کہ ہمیشہ نگاہ رکھو پانچون نمازون کو جو تم پر فرض ہوئی ہین انکے سب شرائط وحدود کے ساتھ اور انکے ارکان وافعال پورے ادا کرنے کے ساتھ انکے مخصوص اوقات ہین۔ اور واضح ہو کہ ازواج واولاد کے ذکر کے درمیان مین محافظت نماز ہاے پنجگانہ کا حکم شاید اس حکمت سے ہے کہ لوگ اولاد وازواج مین مشغول ہو کر لہو مین نہ پڑ جاوین اور ادب تعلیم کیا کہ سواے حق عز وجل کے کوئی چیز ایسی نہین ہے کہ اسکے واسطے اہتمام لائق ہو پس جس چیز کو لو اسکو اللہ تعالےٰ کے واسطے کر دو تاکہ ثواب پاؤ۔ پھر اسمین خلاف نہین کہ نماز اپنے اوقات پر افضل الاعمال ہے جیسا کہ صحیحین مین حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔ مین نے عرض کیا پھر کون تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین جہاد کرنا۔ مین نے عرض کیا کہ پھر کون فرمایا۔ کہ والدین کی خدمتگذاری کرنا۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ مجھسے یہ باتین رسول اللہ صلعم نے بیان فرمائین اور اگر مین زیادہ پوچھتا تو آپ زیادہ فرماتے رواہ الشیخان اور اسمین دلالت صریح ہے کہ نماز اپنے اوقات پر ادا کرنا اللہ تعالےٰ کی راہ مین جہاد کرنے سے افضل ہے پھر ان نمازون کے اوقات فقہ کی کتابون مین اور لوگون کے درمیان معروف ہین لیکن یہان اتنی تنبیہ ضرور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عشا کی نماز تہائی رات گذرے افضل ہے بشرطیکہ جماعت مین نقصان نہو ورنہ مقتدیون کو تنگ نہ کرنا چاہیے اور عصر کی نماز اول وقت اور اکثر فقہاے متاخرین کے نزدیک اوسط وقت ہے اور جو شخص کہ مغرب تک وظیفہ پڑھنے کی غرض سے وقت اخیر کر دیتا ہے وہ ثواب پاتا ہے اور فجر کی نماز مین اوسط (بعد صبح صادق کے ہو جاوے) اور صحیح حدیث مین ہے کہ جسنے جاڑے کے وقت کی دونون نمازین پڑھین وہ جنتی ہوا یعنے جو شخص فجر اور عشاء کے نماز کو ادا کرتا رہتا ہے وہ جنتی ہے اور انمین افضل نماز عصر ہے جسکی حفاظت کے واسطے اللہ تعالےٰ نے کلام مجید مین ارشاد فرمایا باوجودیکہ پانچون نمازون کی حفاظت کے حکم مین عصر کی نماز بھی آ گئی تھی ولیکن اس فضیلت کے واسطے خاص کر کے الگ تاکید فرمائی اور کہا۔ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطےٰ۔ اور عنقریب اسکے فضائل احادیث سے بھی مختصر بیان ہونگے جاننا چاہیے کہ علماے سلف وخلف سے صلوٰۃ وسطےٰ کی تعیین مین مختلف اقوال روایت ہوے ہین اور مفسر رحمہ اللہ نے بھی اشارہ کیا ہے چنانچہ بعض اقوال ذکر کرنے کے بعد صحیح قول بیان ہوگا اور سب اقوال جو اٹھارہ بیان کیے گئے ہین ذکر کرنا فضول ہے مگر اتنے بیان کر دینا چاہیے جنکو مفسر رح نے بطور تردید ذکر کیا ہے ولیکن پہلے اس سے جاننا چاہیے کہ الصلوات پر الصلوٰۃ الوسطےٰ عطف ہے اور الصلوات سے بالاتفاق نماز ہاے پنجگانہ مراد ہین پس الصلوٰۃ الوسطیٰ جو اسپر عطف ہے یا تو اس سے ان نماز ہاے پنجگانہ کے سواے اور کوئی نماز مراد ہے اور دلیل یہ کہ معطوف ومعطوف علیہ مین مغائرت چاہیے اور یا انھین مین سے کوئی نماز مراد ہے پس اکثر اقوال تو اس بنا پر ہین کہ ان پانچون کے سواے اور نماز مراد ہے اور جسنے ایسا کہا ہے اسنے سخت بُرا کیا اور خراب جرأت کی کہ محض راے سے تفسیر پر آمادہ ہوا کیونکہ ائمہ سلف وخلف کے منقول کے برخلاف تفسیر کی بلکہ صحیح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہا پس یہ امر تو قطعی ہے کہ ایسے سب اقوال مردود ہین اب رہا کلام اسمین کہ نماز ہاے پنجگانہ مین سے یہ کون نماز ہے اور عطف مذکور تو تشریف وبزرگی دینے کے واسطے خاص کر کے بیان کرنے کے لیے ہے پس ایک قول یہ ہے کہ وہ نماز صبح ہے چنانچہ مالک نے موطا مین کہا کہ ہمکو یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ وابن عباسؓ سے پہونچی ہے اور ابن جریر نے اسکو ابن عباس سے اور ابن عمر سے اور جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابو امامہ وانس وابو العالیہ وعبید بن عمیر وعطاء ومجاہد وجابر بن زید وعکرمہ وربیع بن انس سے حکایت کیا ہے اور امام شافعی نے اسی پر نص کی اور کہا کہ وہ نماز صبح ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ قوموا للہ قانتین۔ یعنے کھڑے ہو اللہ تعالےٰ کے واسطے قنوت پڑھتے ہوے اور قنوت امام شافعی کے نزدیک نماز صبح مین ہے

قال المترجم عنقریب معلوم ہوگا کہ ابن عباس وابن عمر سے یہ قول صحیح نہین ثابت ہوا ہی- قول دوم آنکہ وہ ظہر ہو چنانچہ عروہ وزید بن ثابت سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کو اول وقت پڑھتے جو نہایت تیزی وگرمی کا وقت ہوتا تھا اور کوئی نماز ایسی نہین پڑھتے جو آنحضرت صلعم کے یارون پر اس سے زیادہ سخت گذرتی پس نازل ہوا حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین- اسکو امام احمد و ابوداؤد نے روایت کیا اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ جن لوگون سے ایسا روایت کیا گیا کہ وہ ظہر ہو ان مین سے ابن عمر وابوسعید خدری وعائشہ رضی اللہ عنہم ہین اور یہ قول عروۃ بن الزبیر وعبداللہ بن شداد کا ہو اور یہی ایک روایت ابوحنیفہ رح سے ہو- قول سوم یہ کہ وہ عصر ہو- ترمذی وبغوی رح نے کہا کہ یہی قول اکثر علماء صحابہ وتابعین کا ہو اور ماوردی نے کہا کہ یہی جمہور تابعین کا قول ہو اور ابن عبدالبر نے کہا کہ یہی اکثر اہل اثر کا قول ہو اور ابن عطیہ نے کہا کہ جمہور لوگون کا قول ہو اور حافظ ابومحمد عبدالمومن الدمیاطی نے کہا کہ اسکے بارہ مین صریح نص ہو کہ وہ عصر ہو اور کہا کہ یہی حضرت عمر بن الخطاب وحضرت علی وابن مسعود وابوایوب وعبداللہ بن عمرو اور سمرۃ بن جندب وابوہریرہ وابوسعید خدری وحفصہ وام حبیبہ وعائشہ وام سلمہ وابن عمر و ابن عباس کا قول صحیح روایتون سے ہو اور یہی قول عبیدہ وابراہیم نخعی وزر بن حبیش وسعید بن جبیر وابن سیرین وحسن وقتادہ وضحاک وکلبی ومقاتل وعبید بن مریم وغیرہم کا ہو اور یہی مذہب امام احمد بن حنبل کا ہو اور ابن المنذر نے کہا کہ صحیح ہوا ہو کہ یہی قول امام ابوحنیفہ وابویوسف ومحمد بن الحسن کا ہو اور اسکو ابن حبیب مالکی نے اختیار کیا ہو اور بخاری ومسلم واصحاب سنن وغیرہ کے نزدیک متعدد طرق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت ہوا کہ ہم جانتے تھے کہ وہ نماز فجر ہو یہانتک کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم الاحزاب کے روز سنا کہ فرماتے تھے کہ شغلونا عن صلوۃ الوسطی صلوۃ العصر ملاء اللہ قبورھم واجوافہم نارا- یعنے کافرون نے ہمکو نماز وسطے نماز عصر سے مشغول کر لیا اللہ تعالے انکی قبرون و پیٹون کو آگ سے بھرے اور مسلم وترمذی وابن ماجہ وغیرہ نے ابن مسعود رض سے اسکے مثل مرفوعًا روایت کیا ہو اور بزار نے اسکو باسناد صحیح حدیث جابر بن عبداللہ سے مرفوعًا روایت کیا اور نیز بزار نے اسکو بسند صحیح حضرت حذیفہ سے مرفوعًا روایت کیا اور مسلم نے براء بن عازب رض سے بھی روایت کیا کہ صلوۃ الوسطے نماز عصر ہو اور امام احمد نے سمرہ بن جندب سے مرفوعًا روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا- حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطے اور ہمکو صلوۃ وسطے نام لیکر بتادی کہ وہ نماز عصر ہو رواہ الترمذی ایضًا وقال حسن صحیح اور ابن جریر وغیرہ نے اسکو کئی وجوہ سے ابوہریرہ سے روایت کیا اور ترمذی وابن حبان نے ابن مسعود رض سے مرفوعًا روایت کیا کہ صلوۃ الوسطی نماز عصر ہے قال الترمذی حسن صحیح- شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ سب نصوص اس مسئلہ مین ہین کہ انہین اور کچھ احتمال نہین ہو اور اسیکا موکد ہو جو حدیث صحیح مین ابن عمر رض سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو نوت کیا نماز عصر نے گویا اسکا مال و اہل سب جدا ہوے- اور نیز صحیح مین ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدلی کے دن عصر کی نماز مین سویرے جاؤ کیونکہ جسنے نماز عصر چھوڑی اسکے اعمال حبط ہوے- اور امام احمد نے ابو نضرۃ الغفاری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ وادی خمیص مین عصر کی نماز پڑھی پھر فرمایا کہ یہ نماز تم سے اگلے لوگون پر پیش کیگئی تھی پس انھون نے اسکو ضائع کردیا خبردار رہو کہ جو شخص اسکو پڑھیگا اسکو دونا ثواب ملیگا اور اسکے بعد کوئی نماز نہین ہو یہانتک کہ شاہد نظر آوے- وہکذا رواہ مسلم والنسائی ایضا- پس روایات مذکورہ واضح واصرح ہین اور باقی جو روایتین آئی ہین وہ یا تو اسی کی طرف راجع ہین یا اقوال غیر ثابتہ ہین- قولہ وقوموا للہ قانتین مفسرین نے قنوت کے جو معانی بیان کردیے ہین وہ تو ظاہر ہین اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر مین کہا اسے خاشعین ذلیلین مستکنین بین یدیہ- یعنے خشوع کے ساتھ اپنے آپکو ذلیل بنائے ہوے سکون کے ساتھ اللہ تعالے کے سامنے قائم رہو حالت نماز مین- اور یہ بات مستلزم ہو کہ نماز مین باتین کرنا ترک ہو کیونکہ وہ اس معنی کے منافی ہو اسیواسطے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین ابن مسعود کے سلام کا جواب نہ دیا تو یہی اعتذار فرمایا کہ نماز مین مشغولی ہوجاتی ہو اور معاویہ بن الحکم السلمی نے جب نماز مین کلام کیا تو اس سے فرمایا کہ یہ نماز ایسی چیز ہے کہ اسمین لوگونکی باتون کی

کچھ روا نہین ہی بلکہ یہ فقط التسبیح و تکبیر و ذکر اللہ ہی جیسا کہ مسلم کی روایت مین ہی۔ اور زید بن ارقم سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین آدمی اپنے ساتھی سے نماز مین اپنی ضرورت کی باتین کیا کرتا تھا یہانتک کہ یہ آیت اُتری۔ وقوموا للہ قانتین پس ہم سکوت کا حکم کیے گئے۔ رواہ احمد والجماعۃ سوی ابن ماجہ اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ قنوت کی تفسیر سکوت ہی سے صحیح ہی اور یہان ایک اشکال ہی جو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا ہی وہ یہ ہی کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے اور آپ ہمکو نماز مین جواب دیتے تھے قبل اسکے کہ ہم حبش مین ہجرت کر جاوین پھر جب حبش سے لوٹ کر آئے تو مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا مگر آپ نے مجھے جواب نہ دیا تو مجھے خوف ہوا کہ میرے حق مین کچھ خفگی ہی پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ مین نے تجھکو جواب نہین دیا سو اسوجہ سے نہین کہ تجھپر خفگی ہی بلکہ یہ بات تھی کہ مین نماز مین تھا اور اللہ تعالے اپنا حکم جو چاہتا ہی وہ ظاہر کرتا ہی اور منجملہ ان باتون کے جواب حکم دیا ہی یہ ہی کہ نماز مین کلام مت کرو اور ابن مسعود وہ شخص ہین کہ قدیم مسلمان ہوے اور زمین حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر وہان سے مکہ مین آئے پھر وہان سے مدینہ کو ہجرت کر آئے یعنے حضرت صلعم سے پہلے مدینہ کو ہجرت کر آئے جیسے اور اصحاب بھی ہجرت کر کے آئے تھے پس اشکال یہ ہی کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز مین کلام کرنا مکہ معظمہ ہی مین منع ہو گیا تھا اور زید بن ارقم نے اپنی حدیث مین کہا کہ ہم کلام کیا کرتے تھے یہانتک کہ آیۂ وقوموا للہ قانتین اُتری پس سکوت کا حکم کیے گئے اور کلام سے منع کیے گئے اور یہ آیت بالاتفاق مدنیہ ہی تو بعضون نے یہ جواب دیا کہ زید بن ارقم کی یہ غرض ہی کہ لوگ نماز مین ایسی باتین بھی کیا کرتے تھے یعنی جنس کلام سے خبر دینا مقصود ہی اور اسکے حرام ہونے پر انھون نے اپنی سمجھ کے موافق اس آیت سے استدلال کیا اور بعضون نے کہا کہ ابن مسعود کی مراد یہ ہی کہ یہ قصہ مدینہ مین واقع ہوا وہان ہجرت کر آنے کے بعد یا یہ بات ہو کہ یہ امر دو مرتبہ مباح کیا گیا اور دو مرتبہ حرام کیا گیا جیسا کہ بعض نے اختیار کیا ہی ولیکن اول اظہر ہی **قال المترجم** عمدہ توجیہ تو دوم ہی کیونکہ ابن مسعودؓ کے کلام سے یہ بات نہین نکلتی ہی کہ مین نے حبشہ سے آتے ہی مکہ مین سلام کیا تھا اور خود **حافظ ابن کثیر** نے نقل کیا کہ ابو یعلی نے اپنی مسند مین روایت کی اخبرنا بشر بن الولید اخبرنا اسحق بن یحیی عن ابن المسیب عن ابن مسعود فرمایا کہ ہم نماز مین ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے پھر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گذرا اور مین نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے جواب نہ دیا پس میرے دل مین خیال گذرا کہ شاید میرے حق مین کوئی بات نازل ہوئی ہی پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیرا تو فرمایا وعلیک السلام ایہا المسلم ورحمۃ اللہ البتہ اللہ تعالے عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہے وہ نازل فرماتا ہی پس جب تم لوگ نماز مین ہو تو قنوت کرو اور کلام مت کرو۔ پس یہ روایت اظہر ہی کہ یہ واقعہ مدینہ مین بعد نزول آیۂ کریمہ کے واقع ہوا تھا اور معاویہ بن الحکم السلمی کی حدیث اوپر گذری وہ بھی اس امر کے موید ہی کہ منع کلام مدینہ مین ہوا ہی واللہ اعلم **ف** عرائس البیان مین مذکور ہی کہ قولہ تعالے حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی۔ محافظت یہ ہی کہ سر باطنی تو مقام غیب پر شاہد و حاضر رہے اور رب عزوجل نے جن باتون کا حکم بندہ کو دیا ہی انکی فرمانبرداری مین اسکا نفس امارہ سرکشی نہ کرے بلکہ بجھا ہوا رہے اور قلب سلیم اسکا کشف کے انوار کا نگہبان رہے اور اسکی روح نورانی درگاہ باری تعالے کے مشاہدہ اور آداب تعظیم کو ظاہر و باطن مین سنبھالے رہے پس ظاہر کا سنبھالنا تو اسطرح ہی کہ جن باتون کے بجالانے کا حکم دیا ہی اور جن امور کے کرنے سے منع کیا ہی انکے حدود جسطرح مقرر و محدود کر دیے ہین انکو اُنھی ارکان پر قائم رکھے اور رہا باطن کا سنبھالنا سو وہ اسطرح ہی کہ آخرت پر نظر رکھنے سے جو بُرے خیالات اسکو مشغول کرتے ہون اور باز رکھتے ہون انکو ہمیشہ دفع کرتا رہے پھر اپنی نماز مین اسکے ارکان ورسمی باتون کے دیکھنے سے گم ہو جاوے اور دیدار حق عزوجل مین متوجہ رہے اور جسکا یہ حال ہو وہ غائب از خود ہی اور حالت ووقت کے غلبہ سے اپنی نماز کی کیفیت سے آگاہ نہین ہی اور اسپر کچھ عیب بھی نہین ہو سکتا کیونکہ وہ مقام مشاہدہ مین پہونچ گیا اور یہی نماز کا مقصود ہی اور اسکی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنے عبادت کر اللہ عزوجل کی اسطرح گویا تو اسکو دیکھتا ہی پس اگر تو اسکو نہین دیکھتا ہی تو وہ تجھکو دیکھتا ہی یہ صحاح کی حدیث مین سے ایک ٹکڑا ہی لیکن صورت احکام جاری ہوتی ہی عارفین

اور صورت اسپر محفوظ ہوتی ہو اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ میری شان اسمین کیا ہو **قال المترجم** مراد اس کلام سے یہ ہو کہ عارف جب مشاہدہ خاص مین پہنچکر اور خودی سے غافل ہوجاتا ہو تو وہم ہوتا ہو کہ پھر ایسی حالت مین ارکان نماز کے جو فرض ہین کیونکر ادا ہو سکتے ہین تو شیخ نے اس وہم کو دفع کردیا کہ اجسام عارفین کے صاف ہوتے ہین کدورات بشری سے چنانچہ مشہور ہو کہ ہمارے اجسام ارواح ہین اور وہ بہ تن قدرت حق عزوجل و احکام الٰہی کی غذا سے پرورش پاتے ہین کیونکہ وہ بقاے حق عزوجل سے باقی ہین اور حدیث مین ہو کہ قرب نوافل مین حق عزوجل سے اسکی سماعت و بصارت وغیرہ ہو اور نور ایمانی ہر عضو کو اپنے موقع و کام خاص پر صرف کرتا ہو حتی کہ امور شرعی جو عارف پر ابتداے حال مین تکلیف تھی اب بے رویت اور تفکر کے اس سے خود بخود مرضیات الٰہی پر صادر ہوتے ہین جیسا کہ حدیث عائشہ مین ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم یہ قرآن تھا۔ رواہ فی الصحاح پس باوجود غرق مشاہدہ ہونے اور خودی سے غافل ہونے کے ان احکام کی صورت ظاہری اپنے ارکان کے ساتھ خوب طور سے تقدیر الٰہی و خاص لطف سے عارف پر جاری رہتی ہو تا آنکہ تکلف اور تکلیف سے ادا کرنے والا اتنی خوبی سے نہین ادا کرسکتا ہو اور اللہ عزوجل کی صورت ظاہری کو اسپر محفوظ رکھتا ہو کہ عارف اس بیخودی مین اسمین تغیر و تبدل نہین کرسکتا ہو اگرچہ وہ خود یہ نہین جانتا ہو کہ مین کس حال اور کس شان مین ہون فافہم پس یہ لوگ ایسے ہین کہ اپنے باطن مین مشغول ہوکر ظاہر سے غائب ہوجاتے ہین عوام لوگ اسکے برعکس ظاہر مین مشغول ہوکر باطن سے غائب ہوجاتے ہین پس ہر دو گروہ مین بڑا فرق ہو **قال المترجم** یعنے ان احکام ظاہری کو وسیلہ رضاے حق حاصل کرنے کا اور اصلاح قلب کا جانتے ہین چنانچہ **امام غزالی** رحمہ اللہ نے بعض اکابر سے نقل وارد کی کہ اہل علم مین سے ایک شخص ان کی بزرگی کی تعریف سنکر انکے پاس ملاقات کو گئے انھون نے مغرب کی نماز پڑھائی تو مرد عالم نے دل مین خیال کیا کہ افسوس ہو یہ تو اچھی طرح الحمد کو بھی ادا نہین کرسکتے ہین بعد نماز کے جب بیٹھے تو مرد عالم نے پیشاب کی حاجت سے جنگل کی طرف توجہ کی وہان ایک شیر آتا تھا اسنے انکو لتاڑا یہ اس عارف کے گوشہ مین بھاگ آئے مرد عارف نے جاکر شیر کو آواز دی کہ اے فلان ہمنے تو تجھسے کہدیا تھا کہ ہمارے مہمانون کو مت ستاؤ یہ سنکر وہ شیر جنگل کو بھاگ گیا اور مرد عالم اپنی قضاء حاجت سے فارغ ہوکر آئے تو شیخ عارف نے فرمایا کہ آپنے اپنے ظاہر کو بنایا اور باطن سے غافل ہین ناچار شیر سے ڈرتے ہین اور ہمنے اللہ تعالے کے واسطے ظاہر و باطن درست رکھا ہے سے شیر ڈرتے ہین۔ قال الشیخ پس عوام کا یہ حال ہو کہ ظاہری احکام کو آراستہ کیا کرتے ہین اور اہل معرفت کا یہ حال ہو کہ عالم مشاہدہ مین توفیق الٰہی سے ترقی کیے ہوے ہین پس وہ رسمی احکام سے غائب ہین اور حق ذوالجلال والاکرام کے انوار مشاہدات مین غرق ہین پھر اللہ عزوجل نے صلوۃ وسطیٰ کو مبہم کردیا تاکہ تمام اوقات کی نگہداشت کرین اور مکاشفات کے اوقات کی تلاش مین سب وقتون مین امید وار رہین **قال المترجم** اور ایسے ہی مبہم فرمانے کی حکمت بعضے علماے متقدمین سے مروی ہو کہ مانند شب قدر کے اسکو بھی مبہم فرمایا حالانکہ شب قدر کے بارہ مین صحیح کچھ نازل ہوا تھا مگر وہ اُٹھا لیا گیا اور ایسا ہی اس نماز کے بارہ مین مروی ہو چنانچہ عبد بن حمید و مسلم و ابو داؤد نے اپنی ناسخ مین و ابن جریر و بیہقی نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بروایت کی کہ پہلے نازل ہوا۔ حافظوا علی الصلوات و صلوۃ العصر پس ہمنے اسکو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین پڑھا جب تک اللہ تعالے نے چاہا پھر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ فرمایا اور نازل کیا۔ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطے۔ تو براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ یہ وہی عصر ہو تو فرمایا کہ مین نے تو تجھسے حدیث کردی کہ کیونکر نزول ہوا اور کیونکر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ کیا ہو۔ واللہ اعلم۔ پھر جاننا چاہیے کہ اکثر علماے شافعیہ اسی طرف گئے ہین کہ وہ عصر ہو جیسا کہ ابو حنیفہ و احمد کا قول ہو اور ماوردی نے اسکو شافعیؒ کی طرف منسوب کیا اس وجہ سے کہ انھون نے حدیث کی صحت کو اپنا مذہب فرمایا ہو اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ماوردی کے کہنے پر اکثر شافعیہ متفق ہوئے ہین واللہ اعلم

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

پھر اگر تم کو ڈر ہو تو پیادہ پڑھ لو یا سوار۔ پھر جسوقت چین پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جیسا تم کو سکھایا ہے جو تم نہ جانتے تھے

فَاِنْ خِفْتُمْ - پھر اگر تمکو خوف ہو یعنے دشمن سے یا سیل رواں سے یا درندے سے - فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا - تو پڑھو پیادے یا سواری مین ف جسطرح ممکن ہو - رجالاً جمع راجل یعنے پیادے اور رکبانا جمع راکب یعنے سوار اور فعل محذوف ہے اے فصلوا رجالا یعنے پائون چلتے پڑھو یا سوار پڑھو اور رکبان جمع راکب کی بمعنے سوار ہے اور مراد یہ ہے کہ پڑھو جس کیفیت سے ممکن ہو خواہ قبلہ رخ ممکن ہو یا نہو اور رکوع و سجدہ کیواسطے اشارہ کرو فَاِذَا اَمِنْتُمْ پھر جب تم امن مین ہو ف یعنے جب تم امن مین ہو خوف سے - فَاذْكُرُوا اللّٰهَ - تو اللہ تعالے کا ذکر کرو ف یعنے نماز پڑھو كَمَا عَلَّمَكُمْ - جیسا تمکو سکھایا ہے ف یعنے ادا ے شرائط و ارکان کے ساتھ - مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ - جو تم جانتے نہ تھے ف یعنے اللہ تعالے کی تعلیم کرنے سے پہلے تم نہین جانتے تھے اس آیت کریمہ مین نماز خوف پڑھنے کی کیفیت و طریقہ کو بیان فرمایا یعنے نمازون کی محافظت کرو پس اگر خوف کی حالت مین ہو تو پیادہ و سوار پڑھ لو اور جہانتک ممکن ہو حفاظت کرو اسیواسطے کہا گیا کہ یہان راکب سے مراد عام ہے کسی سواری کا سوار ہو اگرچہ لغت مین راکب ایسی سوار کو کہتے ہین جو اونٹ پر سوار ہو - اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ راکب اپنے دابہ یعنے جانور سواری پر نماز پڑھے اور پیدل اپنے پیرون پر نماز پڑھے یعنے پیرون پر کھڑا رہے اور نماز پڑھے - رواہ ابن ابی حاتم - اور جاننا چاہیے کہ نماز خوف دو قسم کی ہے ایک وہ کہ قتال کی حالت مین ہو اور دوم وہ ہے کہ حالت قتال نہو اگرچہ دشمن کے چھاپا مارنے وغیرہ کا خوف ہو پس دوسری قسم کی نماز خوف تو سورۂ نسا مین بقولہ فاذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوۃ الآیۃ - مین مذکور ہے اور وہان اسکا بیان انشاء اللہ آتا ہے اور پہلے قسم کی نماز خوف یہان مذکور ہے اور بیضاوی نے کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ تلوار چلنے کی حالت مین نماز واجب ہے اور یہی شافعیؒ کا مذہب ہے اور ابو حنیفہ رہ نے کہا کہ پیدل چلنے کی حالت مین اور تلوار چلانے کی حالت مین نماز نہین پڑھ سکتا تھا تا وقتیکہ ٹھہرنا ممکن نہو (ھ) اور حلبی وغیرہ نے کہا کہ حجت امام ابو حنیفہؒ کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم احزابؐ مین نماز عصر مین تاخیر کر دی تھی یہانتک کہ آفتاب ڈوب گیا تھا پس اگر قتال کی حالت مین روا ہوتی تو حضرت صلعم اسکو ترک نہ فرماتے (ھ) اور کمالین مین اعتراض کیا کہ اسمین نظر ہے اسواسطے کہ صحیح قول کے موافق نماز خوف بعد غزوۂ خندق کے مشروع ہوئی ہے اور یہ محمد بن اسحاق کا قول ہے (ھ) قَالَ المترجم اسکا جواب عنقریب معلوم ہوگا قال ابن کثیر ہر گاہ اللہ عزوجل نے اپنے بندون کو نمازون کی محافظت کرنی اور انکے حدود پورے طور سے ادا کرنے کا حکم دیا اور تاکید شدید کی تو پھر وہ حال بھی ذکر فرما دیا کہ جسمین بندہ نماز کو کامل طور پر ادا کرنے سے مشغول ہو جاتا ہے اور وہ حالت جنگ قتال ہے پس فرمایا فان خفتم فرجالا او رکبانا یعنے اگر خوف ہو تو پڑھو جس حال پر ممکن ہو خواہ پیدل خواہ سوار خواہ قبلہ رخ ہو یا نہو اور امام مالک نے نافع کے طریق سے ابن عمرؓ سے روایت کی جسمین ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ پھر اگر خوف اس سے بڑھا ہوا ہو تو پڑھو پیدل اپنے قدمون پر کھڑے یا سوار خواہ قبلہ رخ ہو یا نہو - نافع نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ ابن عمرؓ نے اسکو ذکر کیا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یعنے میری یاد مین یون ہی ہے کہ ابن عمرؓ نے یہ بات اپنی طرف سے نہین کہی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کیا - (رواہ مسلم والبخاری) اور مسلم کی ایک روایت مین ابن عمرؓ سے ہے کہ پھر اگر خوف اس سے بڑھا ہوا ہو تو پڑھ نماز کو سوار یا پیدل کھڑا ہوا درحالیکہ تو اشارہ کرتا ہو ہکذا رواہ مسلم اور مراد اشارے سے یہ ہے کہ رکوع اور سجدے کے واسطے صرف اشارہ کرے نہ یہ کہ رکوع کرے یا سجدہ کرے اور عبد اللہ بن انیس جہنی کی حدیث مین جبکہ حضرت صلعم نے انکو خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کو بھیجا اور وہ عرفات کی طرف تھا یون مذکور ہے کہ پھر جب عبد اللہؓ کا سامنا خالد مذکور سے ہوا تو نماز عصر کا وقت ہو گیا اور عبد اللہ کہتے ہین کہ مجھے ڈر ہوا کہ شاید اس مردود کے ساتھ الجھاؤ ہو کر نماز نہ جاتی رہے پس مین نے نماز پڑھنی شروع کی اسطرح کہ چلا جاتا اور اشارے سے رکوع و سجدہ کرتا تھا الے آخر الحدیث اسکو امام احمد و ابو داؤد نے باسناد جید روایت کیا ہے اور یہ اللہ تعالے کی طرف سے بندون کو رخصت ہے مترجم کہتا ہے کہ حنفیہؒ نے اسکا یہ جواب دیا کہ چلنے کی حالت مین نماز پڑھنا خود عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا فعل تھا اور یہ ثبوت نہین ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم دیا تھا فافہم - اور ابن ابی حاتم کی روایت ابن عباس سے اوپر مذکور ہوئی اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ حسن و مجاہد

مکحول وسدی وحاکم ومالک واوزاعی وثوری وحسن بن صالح سے مانند اسکے مروی ہو اور اتنا زیادہ ہو کہ اشارہ کرے اپنے سر سے چاہے جدھر کو متوجہ ہو دے
پھر ابن ابی حاتم نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ کہا جب تلوار چلنے کی حالت ہو تو اس حالت کی نماز مین اشارہ کرے اپنے سر سے جدھر اسکا منھ ہو
پس یہی ہو قولہ تعالےٰ فرجالا او رکبانا۔ اور حسن وقتادہ ومجاہد وسعید بن جبیر وعطاء وعطیہ وحکم وحماد بن ابی سلیمان سے مانند اسکے مروی ہو۔ پھر امام احمد نے صریح
کہا ہو کہ بعض وقت مین نماز خوف کی ایک ہی رکعت پڑھی جاتی ہو جبکہ ہر دو لشکر حملہ آور ہو کر ایک دوسرے سے مل جاوین اور اسی پر محمول ہو وہ حدیث جو مسلم
نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابن عباس نے کہا کہ فرض کیا اللہ تعالےٰ نے نماز کو تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حضر مین چار رکعت اور سفر مین
دو رکعت اور خوف مین ایک رکعت رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن جریر۔ اور یہی قول ہو حسن بصری وقتادہ وضحاک وغیرہم کا اور ابن جریر نے شعبہ سے
روایت کی کہ مین نے حکمؒ وحماد وقتادہ سے تلوار چلنے کی حالت کی نماز کو پوچھا تو انھون نے فرمایا کہ ایک رکعت ہو اور ایسا ہی ثوریؒ نے بھی انھی لوگون سے
روایت کیا ہو اور ایسا ہی ابن جریر نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا کہ نماز خوف کی ایک رکعت ہو اور ابن جریر نے اسی قول کو اختیار کیا ہو **قال المترجم**
اس مسئلہ مین اختلاف قوی ہو اور دلیلین دونون طرف قوی ہین ولیکن پھر سلامت طریقہ یہ ہو کہ جدھر صریح فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ
مرجح ہو وہ اختیار کرنا چاہیے اور یہ وہی ہو جو امام ابو حنیفہ کا قول ہو اور بخاری رحمہ اللہ نے بھی قریب اسی کے اختیار کیا ہو چنانچہ مناہضۂ حصون و
لقاء عدو کے وقت کی نماز کے باب مین کہا کہ **شیخ اوزاعیؒ** نے کہا کہ اگر فتح قریب ہو اور اہل لشکر نماز پڑھنے پر قادر نہوے تو اشارہ سے پڑھین ہر شخص
اپنی اپنی نماز اس طرح پڑھ لے پھر اگر اشارہ سے پڑھنے پر بھی قادر نہون تو نماز مین تاخیر کرین یہانتک کہ قتال کا جھگڑا مٹے اور مامون ہون پس سب لوگ
دو رکعتین پڑھین یعنے نماز قصر ادا کرین پھر اگر اسپر قادر نہون تو ایک رکعت دو سجدے سے پڑھ لین پھر اگر اسپر قادر نہون تو خالی تکبیر انکو کافی نہین ہو اور
ادائے نماز مین تاخیر کر دین یہانتک کہ بے خوف ہون اور یہی قول مکحول کا ہو۔ اور انس بن مالکؓ نے کہا کہ مناہضۂ قلعۂ تُستر مین مین موجود تھا فجر روشن ہونے
کے وقت اور لڑائی اسوقت تیز ہو گئی پس اہل لشکر نے نماز ادا کرنے پر قدرت نہ پائی پس ہم لوگون نے نماز نہین پڑھی مگر اسوقت کہ آفتاب بلند ہو گیا
تھا پس ہم لوگون نے نماز پڑھی اور ہم لوگ حضرت ابو موسی اشعری کے ساتھ جہاد مین تھے پس قلعۂ مذکور اللہ تعالےٰ نے ہمارے نام فتح کر دیا حضرت انسؓ نے کہا کہ اور
مجھے خوش نہین آتا اس نماز کے بدلے دنیا ومافیہا جو کچھ ہو پھر بخاریؒ نے اسپر اس حدیث سے استشہاد کیا کہ غزوۂ خندق مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب عذر
لڑائی کے سورج ڈوبتے تک نماز عصر مین تاخیر کر دی اور نیز استشہاد کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے بعد اپنے اصحاب سے جبکہ انکو بنی قریظہ پر حملہ کرنے کا حکم
دیا ہو یون فرمایا کہ نہ پڑھے کوئی تم مین سے نماز عصر مگر بنی قریظہ کے وہان پس انمین سے بعض کو تو راستہ مین نماز کا وقت آیا پس انھون نے راستہ مین پڑھ لی
اور بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہی تھی کہ ہم جلد جاوین اور بعضون کو راستہ مین نماز کا وقت آیا مگر انھون نے نماز نہ پڑھی یہانتک کہ بنی قریظہ مین
سورج ڈوب گیا مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون فریق مین سے کسیکو سرزنش نہین کی **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ اس کلام مین دلالت ہو کہ بخاریؒ
نے اسکو اختیار کیا ہو مگر جمہور اسکے برخلاف ہین اور کہتے ہین کہ نماز خوف کی اس صفت پر جو سورۂ نساء مین قرآن مین مذکور ہو اور احادیث مین مروی ہو
اسطرح غزوۂ خندق مین مشروع نہ تھی بلکہ اسکے بعد مشروع ہوئی ہو چنانچہ حدیث ابو سعید خدریؓ وغیرہ مین اسکی تصریح آگئی ہو اور ابن کثیر
نے کہا کہ مکحول وبخاری واوزاعی اسکا جواب یہ دیتے ہین کہ اسکے بعد نماز خوف کا مشروع ہونا اسکے جواز کا منافی نہین ہو یعنے نماز خوف مشروع
ہونے سے یہ لازم نہین آتا ہو جو غزوۂ خندق وغیرہ مین واقع ہوا وہ اب نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ حال نادر خاص ہو پس اسمین ایسا کرنا جیسا کہ
ہمنے بیان کیا ہو جائز ہو اس دلیل سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے زمانۂ عمر بن الخطابؓ مین فتح قلعۂ تُستر مین ایسا کیا تھا اور وہ مشتہر ہوا اور اسپر کسی نے
انکار نہین کیا **قال المترجم** یعنے پس یہ اجماع ہوا صحابہؓ کا کہ ایسے نادر حالت مین ایسا کرنا جائز ہے واللہ اعلم۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ
اور جو لوگ تم مین مر جاوین اور چھوڑ جاوین اپنی عورتین وصیت کردین اپنی عورتون کے لیے خرچ دینا ایک برس تک

اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ
نہ نکال دین پھر اگر وہ نکل جاوین تو گناہ نہین تم پر جو کچھ کرین اپنے حق مین دستور کی بات

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝
اور اللہ زبردست ہے حکمت والا اور طلاق والیون کے لیے کچھ خرچ موافق دستور کے لازم ہے پرہیزگارون پر

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ تمھارے لیے اپنی آیتین تاکہ تم سمجھو

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ۔ اور جو لوگ تم مین سے مرتے ہین۔ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا۔ اور ازواج چھوڑتے ہین ف انکو خود معلوم ہو کہ موت کے بعد ہماری بی بی باقی رہیگی۔ وَصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ۔ نصب وصیّۃً کی قراءت پر یہ معنے کہ یہ لوگ اپنے ازواج کے لیے خاص وصیت کرین۔ وصیّۃٌ بالرفع کے یہ معنے کہ ان پر اپنے ازواج متروکہ کے واسطے وصیت واجب ہے۔ مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ۔ وہ وصیت یہ ہے کہ انکو سال بھر تک کھانے پہننے کا تمتع دیجیو بدون اخراج کے ف گھر سے مت نکالیو۔ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ پھر اگر یہ رانڈ عورتین خود ہی نکل گئین۔ (بدون نکالے) تو تم پر کچھ گناہ نہین (اے وصیت والو) درباره اس حرکت کے جو ان عورتون نے اپنے حق مین امر معروف کی قسم سے کی اور اللہ تعالے عزیز حکیم ہے ف زمانہ جاہلیت مین بڑا عیب تھا کہ میت کی عورت سال سے پہلے نکل آوے گویا مرد میت کی بڑی ہیٹی ہوئی۔ پس اللہ تعالے نے لطف حکمت سے رفع فرمایا کہ اہل میت کو حکم دیا کہ تم موافق وصیت اپنے وارث کے ان عورتون کو گھر سے مت نکالیو ہان اگر خود یہ عورتین نکل جاوین تو تم پر کچھ گناہ نہین ہے تم انسے معترض نہو عورتین اس سال بھر کی مصیبت کو موت کا سامنا خیال کرتی تھین پس وہ فوراً جان مانتی بات پاکر نکل جاتین۔ معروف شرعی یہ کہ اپنے آپکو زینت و سنگار سے آراستہ کرتین تاکہ دوسرون سے نکاح کرین حتے کہ عدت چار ماہ دس روز گذرنے سے پہلے نکاح پر آمادہ ہوئین پس وہ جاہلیت کی رسم مٹ گئی پھر اللہ تعالے نے عدت وفات کی چار ماہ دس روز مقرر کر دیے اور اللہ تعالے عزیز حکیم ہے اور واضح ہو کہ جب وصیت سال کی صورت مین عورت خود نکل گئی تو پھر متاع مین سے کچھ نہین باقی تھی اور اسپر بخوشی راضی ہو جاتی تاکہ اس بلائے سخت سے نجات پاوے۔ پھر جب آیۃ المیراث نازل ہوئی تو وصیت متاع کا حکم منسوخ ہوا بلکہ عورت کا حصہ میراث مقرر ہو گیا۔ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ۔ اور طلاق دی ہوئی عورتون کے واسطے متاع کھانا کپڑا بطور معروف شرعی ہے متقین پر ثابت رکھا گیا ہے۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ یون ہی اللہ تعالے اپنی آیات کو تمھارے واسطے بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ حاصل کرو ف محی السنۃ نے معالم مین فرمایا کہ یہ آیت اہل طائف مین سے ایک شخص کے حق مین اتری جسکو حکیم بن الحارث کہتے تھے وہ مدینہ مین ہجرت کرکے آیا اسکے ساتھ اسکے والدین و اولاد و جورو تھی پھر وہ مر گیا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے والدین و اولاد کو اسکی میراث دی اور اسکی جورو کو کچھ نہین دیا اور ان وارثون کو حکم کیا کہ اس عورت کو اسکے شوہر کے ترکہ سے ایک سال کامل نفقہ دین اور وفات کی عدت ابتدائے اسلام مین ایک سال تھی اور وارث پر حرام تھا کہ میت کی جورو کو سال تمام ہونے سے پہلے اسکے گھر سے نکالے اور اس سال مین اس عورت کا نفقہ و سکنی اسکے شوہر کے مال سے واجب تھا جب تک کہ وہ گھر سے نہ نکلے اور جورو کیواسطے

میراث کچھ نہ تھی پھر اگر وہ عورت گھر سے نکل جاتی تو اسکا نفقہ ساقط ہوجاتا اور مرد پر واجب تھا کہ اس بات کی وصیت کر جاوے پس ایسا ہی یہانتک کہ آیت میراث اُتری پس اللہ تعالے نے ایک سال کے نفقہ کو چہارم یا آٹھواں حصہ میراث سے نسخ کیا اور ایک سال کی عدت کو چار مہینہ دس راتوں کی آیت سے منسوخ کیا اور ابن کثیر وغیرہ نے یہ قصہ کچھ ذکر نہین کیا پھر قولہ آلذین یتوفون - جو لوگ مرتے ہین - اس سے مراد یہ ہے کہ وفات کے قریب پہونچین کیونکہ آگے - وصیۃ لازواجہم فرمایا ہے حالانکہ جو مرگیا اس سے وصیت کرنا ممکن نہین ہے تو یہی معنی ہوے کہ جو مرنے کے قریب پہونچے وہ وصیت کر جاوے مترجم کہتا ہے کہ جب کسی مرد نے عورت سے نکاح کیا تب ہی وصیت کر دے خواہ آیندہ وہ رہے یا نہ رہے اور مفسرین سلف نے اسمین اختلاف کیا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے یا منسوخہ ہے پس جمہور اسطرف گئے ہین کہ منسوخ ہے اور ابن جریر نے مجاہدؒ سے نقل کیا کہ محکمہ ہے منسوخ نہین ہے اور عدت وفات تو اسیقدر ہے جو سابق کی آیت مین چار مہینہ دس راتین مذکور ہوے لیکن اللہ تعالے نے اس آیت مین عورت کے واسطے سات مہینہ بیس روز کا نفقہ وسکنی بطور وصیت قرار دیا ہے پس عورت چاہے اس وصیت پر ساکن رہے اور چاہے نکل جاوے اور ابن عطیہ و قاضی عیاض نے نقل کیا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ سال بھر کی عدت منسوخ ہے اور عدت وفات چار مہینہ دس راتین ثابت ہے - **قال ابن کثیر** اکثرون کے نزدیک یہ آیت اپنی پہلی آیت سے منسوخ ہے یعنے قولہ تیربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا الآیۃ - چنانچہ بخاریؒ نے ابن الزبیر سے روایت کی کہ مین نے عثمان بن عفان سے کہا کہ قولہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجہم کو دوسری آیت نے منسوخ کیا پس کیون آپ اسکو لکھواتے ہین یا اسکو چھوڑتے ہین تو فرمایا کہ اے میرے بھتیجے مین اسمین سے کوئی چیز اپنی جگہ سے متغیر نہ کرونگا - **ابن کثیر** نے کہا کہ ابن الزبیر کے اشکال کے معنے یہ ہین کہ جب اسکا حکم دوسری آیت سے یعنے چار مہینہ دس راتون والی آیت سے منسوخ ہوگیا تو باوجود زوال حکم کے اسکی تلاوت باقی رکھنے مین کیا حکمت ہے حالانکہ تھا، تلاوت سے وہم ہوتا ہے کہ اسکا حکم باقی ہے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ یہ امر توقیفی ہے اور مین نے اسکو مصحف مین ایسا ہی لکھا ہوا پایا ہے کہ ناسخہ آیت کے بعد لکھی ہے پس مین نے اسکو جہان پایا ہے وہین رہنے دونگا اور ابن ابی حاتم نے عطاء خراسانی کے طریق سے ابن عباسؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ پہلے اُس عورت کے لیے جسکا شوہر چھوڑ مرے ایک سال تک اسکے مکان مین نفقہ وسکنی تھا پس اسکو آیۃ المواریث نے منسوخ کیا اور جورُون کے لیے چوتھائی یا آٹھوان حصہ میراث شوہر سے قرار دیا ایسا ہی ابو موسی اشعری و ابن الزبیر و مجاہد و ابراہیم و عطاء و حسن و عکرمہ و قتادہ و ضحاک و زید بن اسلم و سدی و مقاتل و عطاء خراسانی و ربیع بن انس سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخہ ہے اور علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ جب کوئی مرد مرجاتا اور اپنی جورو چھوڑتا تو وہ اسی کے گھر مین ایک سال عدت پوری کرتی کہ اسکو شوہر متوفی کے مال سے نفقہ دیا جاتا پھر اسکے بعد اللہ تعالے نے - والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا تیربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا - نازل فرمایا پس یہی اس عورت کی عدت ٹھہری جسکا شوہر چھوڑ مرے لیکن اگر حاملہ ہو تو اسکے عدت یہ ہے کہ وضع حمل کرے اور فرمایا کہ عورتون کو چوتھائی میراث ہے اگر تمھارے فرزند نہو اور اگر فرزند ہو تو تمھارے ترکہ سے انکو آٹھوان حصہ ہے پس عورت کے لیے میراث کر دی اور وصیت و نفقہ ترک فرمایا اور بخاریؒ نے مجاہد سے روایت کی کہ قولہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا تیربصن بانفسھن الآیہ - مجاہدؒ نے کہا کہ یہ عدت تو عورت پر واجب ہے کہ شوہر والون کے پاس پوری کرے پھر اللہ تعالے نے نازل فرمایا - والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجہم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف - پس مجاہدؒ نے کہا کہ پھر اللہ تعالے نے سات مہینہ بیس راتین اور عدت کے ساتھ بطور وصیت کے کرکے سال کو پورا فرما دیا پس عورت کو اختیار ہے چاہے اس وصیت پر رہے اور چاہے نکل جاوے اور یہی قول اللہ تعالے کا ہے غیر اخراج فان خرجن فلاجناح علیکم - پس جو عدت کہ

مقررہ ہے وہ جیسے ہے ویسی ہی واجب ہے قال المترجم یہ روایت مجاہد کی صریح ہے کہ وہ اس امر کے قائل نہ تھے کہ یہ آیت منسوخ ہے بلکہ حاصل کلام انکا یہ ہے کہ آیہ یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا میں عدت لازمہ بیان فرمائی کہ وہ شوہر کے مکان میں یعنے جہاں وہ وفات شوہر کے وقت تھی رہ کر اس عدت کو پورا کرے بدون اسکے کہ وہان سے نکل سکے پھر اس آیت میں اللہ تعالے نے شوہران متوفی کو وصیت کرنیکا حکم دیا کہ باقی سات مہینہ بیس روز کے نفقہ کی وصیت کر دیں کہ عورتون کے واسطے پورا سال ہو جاوے ولیکن عورت کو اختیار ہے چاہے اس سات مہینہ بیس روز میں وصیت کے موافق اس جگہ رہے جہان عدت میں تھی یا نہ رہے پس اگر رہے تو وصیت کے موافق اسکو نفقہ وسکنی ملے اور اگر عدت لازمہ پوری کر کے نکل جاوے تو اسکو اختیار ہے اور نفقہ وصیت نہ ملیگا اور یہ قول مجاہد سے صحیح ثابت ہے پس ابن ابی حاتم نے جو انسے نقل کیا کہ وہ نسخ کے قائل ہیں قابل اعتماد نہیں ہے پھر بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ عطا نے ابن عباس سے روایت کی کہ اس آیت نے عورت کی عدت گذارنے کو شوہر والون کے پاس منسوخ کیا پس وہ عورت جہان چاہے اپنی عدت پوری کرے اور یہ قول اللہ تعالے کا ہے غیر اخراج - اور عطاء نے کہا کہ چاہے اپنے شوہر متوفی کے لوگون کے وہان اپنی عدت پوری کرے اور اپنی وصیت پر رہے اور چاہے وہان سے نکل جاوے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن پھر عطاء نے فرمایا کہ پھر آیہ میراث نازل ہوئی تو سکنی بھی منسوخ ہوا پس وہ عدت پوری کرے جہان چاہے اور اسکے واسطے سکنی نہیں ہے پھر بخاری رح نے اپنی اسناد سے ابن عباس سے مثل ماتقدم کے روایت کیا جسپر اعتماد مجاہد وعطا کو ہے کہ یہ آیت اس امر پر نہیں دلالت کرتی ہے کہ عورت پر ایک سال عدت رکھنا واجب تھی جیسا کہ جمہور نے زعم کیا ہے تا کہ یہ چار مہینہ دس رات کی آیت سے منسوخ ہووے بلکہ اس آیت میں صرف اسیقدر ہے کہ زوجات کے حق میں وصیت ہے کہ اپنے متوفی شوہرون کے گھر میں ایک سال رہنے کو جگہ دیجاوے اگر وہ اسکو پسند کریں اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا۔ وصیۃ لازواجہم - اے یوصیکم اللہ بہن وصیۃ۔ اللہ تعالے تمکو ان عورتون کے بارہ میں وصیت فرماتا ہے مانند قولہ وصیۃ من اللہ - اور بعض نے کہا فلیوصوا مقدر سے منصوب ہے اور یہ قراۃ ابوعمرو وابن عامر وحمزہ وحفص کی ہے اور باقیون نے اسکو بالرفع پڑھا ہے یعنے کتب علیکم وصیۃ ولیکن مفسر رح نے صرف علیکم مقدر کیا اور یہی ارجح ہے اسواسطے کہ تقدیر بقدر ضرورت ہے اور وہ علیکم کی تقدیر سے رفع ہوتی ہے فافہم اور اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا ہے پھر چار مہینہ دس راتون کی عدت کے بعد اگر یہ عورتیں نکل جانا چاہیں تو منع نہ کیجاوینگی کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن من معروف - کمالین میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ ان عورتون کو اختیار ہے چاہے رہیں اور نفقہ لیوین اور چاہیں نکل جاوین اور نفقہ چھوڑین اور یہی شافعی کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ اس عبارت سے سخت وہم ہوتا ہے کہ شاید شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جبکہ اس دلیل سے نکلنے کا اختیار ہے تو زینت وغیرہ کا اختیار ہوگا کیونکہ مذکور ہے - فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن من معروف حالانکہ ایسا نہیں ہے صرف بات یہ ہے کہ شافعی رح کے نزدیک چار مہینہ دس راتیں عدت میں بدون تزین وغیرہ کے پورا کرنا چاہیے مگر جہان چاہیں خواہ شوہر متوفی کے مکان میں اور جاہیں کہیں اور جیسا کہ عطاء کے قول سے معلوم ہوا ہے اور دو بنا بر لیسکے ہو کہ یہ آیہ کریمہ اپنے ماتقدم کی آیت سے منسوخہ ہے اور ہمنے مجاہد وعطاء وابن عباس کے قول سے اوپر بیان کر دیا کہ وجہ نسخ ظاہر نہیں ہے اور شیخ حافظ ابن کثیر نے بھی اسی طرف میل کیا اور کہا کہ یہ قول تو متوجہ ہوتا ہے اور لفظ بھی اسکو مساعد ہے اور اسکو ایک جماعت نے اختیار کیا ہے جنمیں سے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ رح بھی ہیں اور دوسرون نے اس سے انکار کیا ازانجملہ شیخ ابوعمرو بن عبدالبر بھی ہیں وقال المترجم وجہ رد کرنے کی اظہر نہیں ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ قول عدم نسخ کا نہایت خوب ہے اور ابوحنیفہ رح نے کہا کہ عورت کو اختیار نہیں کہ اس جگہ سے جہان وہ وفات کے وقت تھی نکل جاوے بدون عدت پوری کرنے کے ہان اگر شوہر متوفی کے مکان سے اسکا حصہ اوسکے بسر کرنے کے لیے کفایت نہ کرے اور وارث لوگ اپنے حصہ سے اسکو نکالدین تو مضائقہ

نہیں

کہ وہ دوسری جگہ منتقل کرکے عدت پوری کرے اور دوسری جگہ اسکے حق مین بجاے مکان شوہر کے ہوگی کہ اسکو وہان سے باہر ہونے کا اختیار نہوگا اسواسطے مکان شوہر سے یہان تحویل کرنا بمجبوری تھا پس وہان سے نہین نکل سکتی ہو اور اسپر صحیح دلیل ہو جو مالکؒ نے موطا مین روایت کیا کہ فریعہ بنت مالک بن سنان جو ابو سعید خدری کی بہن تھین وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین پوچھتی ہوئی کہ مین بنی خدرہ مین اپنے لوگون میں واپس جاؤن کیونکہ انکا شوہر اپنے چند غلامون کی تلاش مین جو بھاگ گئے تھے انکے پیچھے گیا حتی کہ جب قُدوم کے کنارہ پہونچا تو وہان اُن غلامون کو پایا اُن خبیثون نے اسکو قتل کرڈالا پس فریعہ بنت مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنے لوگون مین بنی خدرہ مین جاوے کیونکہ میرے شوہر نے مجھے ایسے سکن مین نہین چھوڑا جسکا وہ مالک ہو اور نہ کچھ نفقہ چھوڑا ہو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان پھر جب مین واپس ہوئی تو حجرہ ہی مین تھی کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے آواز دی یا حکم کیا کہ مین بلالی گئی تو فرمایا کہ تو نے کیونکر کہا پس مین نے آپ سے اپنے شوہر کا قصہ دوہرا کر بیان کیا تو آپنے فرمایا کہ اپنے گھر مین ٹھہری رہ یہانتک کہ مفروضہ مدت پوری ہو فریعہ کہتی ہین پس مین نے اسی گھر مین چار مہینہ دس راتین پوری کین۔ فریعہ کہتی ہین کہ پھر جب عثمانؓ خلیفہ تھے تو میرے پاس آدمی بھیجکر مجھسے یہ حال دریافت کیا پس مین نے انکو خبر دی تو انھون نے اسکا اتباع کیا اور اسیکی موافق فیصلہ کا حکم دیا۔ رواہ النسائی وابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح۔ اور اسی حدیث سے شافعیہ نے استدلال کیا کہ جس عورت کا شوہر مرجاوے اسکے لیے سکنی ثابت ہو یعنے شوہر کے مکان مین اسکو عدت پوری کرنے کی جگہ دی جاوے اور اگر شوہر کا مکان کرایہ کا ہو تو اسکا کرایہ شوہر کے مال متروکہ سے دیا جاوے اور حق یہ ہو کہ اسمین انکے واسطے کوئی دلیل نہین ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ حکم دیا کہ اس گھر سے نہ جاوے اور یہ حکم نہین ہو کہ اسکا کرایہ ترکہ شوہر پر ہو اور کیونکر ہو گا کہ اسمین تصریح موجود ہو کہ شوہر نے کچھ نفقہ نہین چھوڑا اور پہلے عطاء و ابن عباس سے ذکر ہوا کہ حق سکنی آیۂ میراث سے منسوخ ہوا ہو اور ابن کثیر نے کہا کہ عطاء وغیرہم کی مراد اگر یہ ہو کہ چار مہینہ دس راتون سے زائد کیلئے اسکے واسطے سکنی نہین تو مسلم ہو اور اگر یہ مراد ہو کہ چار مہینہ دس راتون کے واسطے بھی نہین ہو تو اسمین خلاف ہو قال المترجم وجہ عدم تسلیم کی کوئی بیان نہین فرمائی پھر جو کہا کہ وجوب سکنی پر استدلال حدیث فریعہ بنت مالک سے ہو تو اسکا جواب ہم دے چکے واللہ اعلم۔ اور جب اقوال مجاہد وعطاء وابو حنیفہ کو جمع کیا جاوے تو آیت کی تفسیر یہ ہوتی ہو کہ جو لوگ مرجاوین اور عورتین چھوڑین تو چار مہینہ دس راتین تو آیت سابقہ سے انکی عدت کے واسطے نفقہ و سکنی چاہیے اور سال مین سے باقی سات مہینہ بیس رات کے واسطے وصیت کرجاوین نفقہ و سکنی کے بدون اخراج کے اور اگر اس سات مہینہ بیس راتون کی مدت مین جو عدت سے زائد بطور وصیت ہو وہ عورت نہ رہے اور نکل جاوے تو مضائقہ نہین لیکن ایام عدت مین نہین نکل سکتی ہو پھر آیۂ میراث سے حق سکنی کا حکم منسوخ ہوا ہو پس اب صرف چار مہینہ دس راتین رہین جنمین وہ نہین نکل سکتی اور نفقہ و سکنی کچھ نہین ملیگا اسکے لیے حصہ میراث ہو اور رہی وصیت تو وہ نفقہ و سکنی کی تھی وہ آیت میراث سے منسوخ ہوئی اور سوید اسکی وہ حدیث ہو کہ لاوصیۃ لوارث کسی وارث کے واسطے کچھ وصیت صحیح نہین ہو اور اس تقدیر پر سب دلائل جمع ہوجاتے ہین واللہ اعلم۔ اور بقول شافعیؒ کہ اسکے واسطے سکنی ثابت ہو حدیث لاوصیۃ لوارث مین تخصیص یا تاویل کرنی پڑیگی اسواسطے کہ سکنی کا ثبوت اسی آیہ۔ وصیۃ لازواجہم متاعا الی الحول غیر اخراج۔ سے ہوگا حالانکہ وارث کے لیے علی العموم وصیت کی نفی ہو فتامل اور اس بیان مذکور بالا سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کے قول کی دلیل بلا تردد مستقیم ہو اور اسکی حاجت نہین کہ۔ فان خرجن فلا جناح علیکم کے یہ معنے لیے جاوین کہ فان خرجن بعد الحول۔ علاوہ برین یہ تاویل کسی قدر نظم سے بیگانہ پڑتی ہو اگرچہ کمالین وحاشیہ حلبی وغیرہ مین مذکور ہو اور یہ بھی ثابت ہوا کہ منسوخ قرار دینے کی حاجت نہین اور اصل یہ ہو کہ جہان نص نہو اور توفیق ممکن ہو وہان نسخ کا قائل ہونا نہین درست ہو اگر کہا جاوے کہ جمہور کے خلاف ہو جو نسخ کے قائل ہین مین کہتا ہون کہ نہین بلکہ بہتیرے اسکے قائل ہین اور انسے روایات کے ثبوت مین تردد باقی ہو اور کم لوگ محکم ہونے کے قائل ہین جیسا کہ شیخ ابن کثیر نے فرمایا ہو اور قول مجاہد پر ایک جماعت کا قول ہو اور اس صورت مین وہ سوال بھی وارد نہین ہوتا کہ اگلی آیت نے پچھلی آیت کو کیونکر منسوخ کیا اگرچہ اسکا جواب یہ ہوسکتا ہو کہ اگلی تلاوت مین ہو

اور نزول مین پچھلی ہی ہو ولیکن بعضے علماے محققین نے کہا ہو کہ منسوخ آیتین سب مقدم اور ناسخ سب متاخر واقع ہوئی ہین ذکرہ الشیخ المفسر فی الاتقان - قولہ وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین - اس آیت کی تفسیر مین مفسرین کے اقوال ہین اور اصل دو قول ہین بیضاوی نے کہا کہ ایک قوم نے کہا کہ متاع سے مراد نفقہ عدت ہو یعنے مطلقات کیواسطے نفقۂ عدت بطور معروف شرعی واجب ہو اور اسیکو مدارک مین لیا ہو پس اس قول پر مکرر ہونا لازم نہین آتا ہو - اور دوسرا قول یہ ہو کہ متاع سے مراد متعہ ہو جو مطلقہ عورتون کو دیا جاتا ہو جیسا کہ قولہ ومتعوہن علی الموسع قدرہ الآیہ مین مذکور ہوا پس اس تقدیر پر اس آیت سے متعہ ہر مطلقہ کیواسطے واجب ہوا خواہ اسکا مہر مسمی ہوا ہو یا نہوا ہو خواہ وطی سے پہلے طلاق دی گئی ہو یا بعد اسکے اور یہی قول سعید بن جبیر وغیرہ بعض سلف کا ہو اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہو اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم رح فقیہ جلیل سے روایت ہو کہ جب نازل ہوا قولہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین تو ایک شخص نے کہا کہ اگر احسان کرنا چاہونگا دونگا اور اگر نچاہونگا تو نہ دونگا پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین - ایسا ہی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا اور بعض نے کہا کہ یہ اثر ابن تابعی سے ہو اور بیچ مین خواہ مخواہ واسطہ ہوگا اسکا ذکر متروک ہے ولیکن عبد الرحمن بن زید عالم جلیل ہین پس اگر باب تفسیر مین اسپر اعتماد کیا جاوے تو حاصل اسکا یہ ہوگا کہ جس عورت کا مہر نہین ٹھہرا اور قبل دخول کے اسکو طلاق دیگئی اسکے لیے متعہ واجب ہو پس للمطلقات مین الف لام عہد کا ہوگا اور مراد وہی مطلقات ہونگی جنکا ذکر سابق کی آیت مین ہو چکا ہو پس بیان تکرار واسطے بیان وجوب کے ہو نہ تاکید جیسا کہ بیضاوی نے زعم کیا ہو اگر کہا جاوے کہ اسمین وجوب کس حرف سے ثابت ہوتا ہو تو مترجم کہتا ہو کہ بنا بر اس اصل کے کہ وجوب کی سبیل رفع ہو جیسے قولہ ففدیۃ من صیام - وغیرہ مین ہو اور نصب کی سبیل استحباب ہو اور وہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین - مین تھا اسیواسطے - وصیۃ لازواجہم متاعا الی الحول مین وجوب و استحباب کا اختلاف ہوا کہ وصیۃ بالنصب اور وصیۃ بالرفع دونون طرح پڑھا گیا ہو فتدبر اور شافعی رح کے نزدیک ہر مطلقہ کیواسطے واجب ہو سوا اس مطلقہ کے جسکا مہر ٹھہر گیا ہو اور قبل دخول کے اسکو طلاق دیگئی ہو کذا ذکرہ فی الکمالین اور ظاہر مذہب شافعی کا تو یہ ہو کہ ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہو اور بیضاوی نے آیۂ سابقہ یعنے قولہ ومتعوہن علی الموسع قدرہ الآیہ مین کہا کہ اسکا مفہوم مخالف یہ ہو کہ سوائے ایسی مطلقہ کے جسکو قبل دخول کے طلاق دی گئی اور مہر مفروض نہ تھا دوسری مطلقہ کے لیے متعہ واجب نہین ہو پھر اس آیہ یعنے قولہ وللمطلقات متاع بالمعروف - مین ہر مطلقہ کے لیے وجوب متعہ پر دلیل پیش کی - کہ مطلقات عام ہو اور مطلقہ قبل دخول وفرض مہر اسکا ایک فرد ہو پس عام کے کسی فرد کو ایک حکم سے بیان کرنا موجب اسکی تخصیص کا نہین ہوتا ہو مگر جب ہی کہ منطوق کی تخصیص مفہوم سے جائز رکھی جاوے - یا یہ کہا جاوے کہ بعض عام کے ساتھ ایک حکم بیان کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ بعض دیگر اسکے برخلاف ہین اسیواسطے لازم آیا کہ ہر مطلقہ کے واسطے متعہ واجب ہو اور مقصود بیضاوی کا یہ ہو کہ یہان عام مطلقات کے واسطے متعہ مستحب کا حکم جیسا کہ باقی ائمۂ ثلثہ رحمہم اللہ سے سواے شافعی رح کے مروی ہو درست نہین ہو سکتا کیونکہ مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کے واسطے بالاتفاق متعہ واجب ہو پس اگر یہان استحباب لیا جاوے تو مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کی تخصیص ہو گی حالانکہ عام کے ہر ایک فرد کو ایک حکم سے بیان کرنا اسکا مخصص نہین ہو یا تخصیص منطوق بمفہوم لازم آویگی اور یہ دونون درست نہین جیسا کہ بیضاوی کی تقریر سے واضح ہوا پس صحیح قول شافعی ہو کہ ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہو یہ حاصل کلام بیضاوی ہو اور پوشیدہ نہین کہ سابق کی آیہ سے خود بیضاوی نے مفہوم مخالف جو شافعیہ کے نزدیک حجت ہو اس آیہ کے برخلاف نکالا ہو پس منطوق ومفہوم مین تعارض ہو گیا فتامل اور امام مالک رح کے نزدیک ہر مطلقہ کے واسطے متعہ مستحب ہو سواے مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کے اور امام ابو حنیفہ وایک روایت کے موافق امام احمد رح نے کہا کہ ہر مدخولہ کے واسطے مستحب ہو اور غیر مدخولہ مفوضہ کے واسطے واجب ہو اور جبکہ مہر بیان کر دیا گیا ہو تو اسکے واسطے مشروع نہین ہو کذا ذکرہ فی الکمالین اور مراد یہ ہو کہ غیر مدخولہ وغیر مفروضۃ المہر کے واسطے واجب ہو اور مدخولہ مین دو قسم ہین ایک وہ کہ جسکا مہر بیان کیا گیا ہو تو اسکے واسطے

مشروع نہین ہی اور دوم وہ کہ اُسکا مہر مسمی نہوا ہو تو اسکے واسطے مستحب ہی واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا قولہ وللمطلقات متاع بالمعروف۔ اللہ تعالے نے انکے واسطے متاع کو مقرر کردیا تاکہ انکے دلون کو تسلی ہو کیونکہ انھون نے رنج فراق و صدمہ جدائی اُٹھایا ہی پس اسکا کچھ عوض ہوجاوے تاکہ انپر دو مصیبتین نہوجاوین ایک مصیبت جدائی دوم مصیبت محرومی **قال المترجم** اور روایت ہی کہ حسن بن علی کرم اللہ وجہہ نے ایک عورت کو طلاق دی اور دس ہزار درم اسکو متاع مین دیے پس اسنے کہا ع متاع قلیل من حبیب مفارق ٭ یعنے محبوب جدا کرنے والے کے بدلے مین یہ متاع قلیل ہی۔ اور واضح ہو کہ دنیا اہل ایمان کے نزدیک کل ایک متاع ہی پس موت خوشی سے وطن جانیکا وقت ہی

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا

تونے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھرون سے اور وہ ہزارون تھے موت کے ڈر سے پھر کہا انکو اللہ نے مرجاؤ

ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا

پھر انکو زندہ کردیا اللہ تعالے تو بڑا فضل کرنے والا ہی لوگون پر ولیکن اکثر لوگ شکر نہین کرتے ہین اور لڑو

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اللہ کی راہ مین اور جان رکھو اللہ سننے والا جاننے والا ہی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ۔ تونے ان لوگون کو نہین جانا جو اپنے گھرون سے نکلے تھے ف اسمین استفہام تعجب دلانے وشوق دلانے کے لیے ہی تاکہ آگے جو مذکور ہی اسپر کان لگادین یعنے کیا تیرا علم ان لوگون کے قصہ تک نہین پہونچا جو گھرون سے نکلے تھے **وَهُمْ اُلُوْفٌ** اور وے ہزارون تھے ف اسمین روایات مختلف ہین چار ہزار تھے یا آٹھ ہزار یا تیس ہزار یا چالیس ہزار یا ستر ہزار تھے **حَذَرَ الْمَوْتِ**۔ موت کے خوف سے نکل بھاگے تھے ف بنی اسرائیل مین سے ایک قوم تھی کہ انکے ملک مین وبا پھیلی پس یہ لوگ نکل بھاگے **فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا**۔ پس اللہ تعالے نے انکے حق مین حکم دیا کہ مرو ف یعنے اللہ تعالے نے اُنسے کہا کہ مرجاؤ پس مرگئے **ثُمَّ اَحْيَاهُمْ**۔ پھر انکو زندہ کیا ف بعد آٹھ روز کے یا زیادہ کے بسبب دعا انکے نبی حزقیل علیہ السلام کے اور حزقیل بکسر حاء مہملہ وسکون زاء معجمہ بکسر قاف وسکون یاء تحتانیہ ہے پھر یہ لوگ ایک زمانہ دراز تک زندہ رہے اس حال مین کہ انپر موت کا اثر تھا جو کپڑا پہنتے وہ مثل کفن کے ہوجاتا اور یہ بات انکے نالی پوتون مین چلی آئی۔ **اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ**۔ اللہ تعالے لوگون پر احسان والا ہی ف اور اسی فضل مین سے ان لوگون کا زندہ کرنا **وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ**۔ ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہین کرتے ہین ف اور وہ کافر لوگ ہین پھر انکی خبر بیان کرنے سے مقصود یہ ہی کہ مسلمانون کو جہاد کرنے پر شجاعت دلائی اور اسیواسطے اس کلام پر عطف کردیا۔ **وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ**۔ اور لڑو اللہ کی راہ مین ف اور مراد اللہ کی راہ مین لڑنے سے یہ ہی کہ اسکا دین بلند کرنے کی نیت سے لڑو۔ **وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ**۔ اور جان لو کہ اللہ تعالے سمیع علیم ہی ف تمھاری باتون کا سننے والا ہی اور تمھارے احوال کا جاننے والا ہی پس تمکو بدلا دیگا۔ چونکہ قصہ مذکورہ تمام بنی اسرائیل مین معروف متواتر ہوگیا اور سبھون نے کتابون مین لکھ لیا اسلئے ارشاد ہوا کہ الم تر الی الذین الخ۔ اور اس قصہ مین نکتہ یہ کہ قضاے الٰہی سے بھاگنا اور تقدیر سے گریز کرنا محض بے سود ہی کہ یہ لوگ وباے طاعون کے واسطے بھاگے تھے اور اللہ تعالے نے دم کے دم مین انکو موت دیدی اور انکی تعداد مین اختلاف کثیر ہی جیسا کہ مفسرین نے چند اقوال بیان کیے ایسے ہی معالم و تفسیر ابن کثیر وغیرہ مین مذکور ہی ولیکن سب روایات تابعین وغیرہ ہین کوئی انہین سے حدیث مرفوع سے ثابت نہین اور اللہ تعالے نے بھی اسکو بیان نہین فرمایا کیونکہ مفاد اس قصہ کا ان لوگون کی تعداد سے متعلق

نہین بلکہ انکی حالت پر ہے اگرچہ کتنے ہی ہون ہان اتنا فرمایا کہ ہم الوف اور الوف جمع کثرت الف کی ہے اور آلاف اسکی جمع قلت ہے پس جمع کثرت کی نظر سے جن روایات مین دس ہزار سے زیادہ مذکور ہین وہ اولے ہین جیسا کہ بغوی و قرطبی نے تنبیہ کی ہے اور قصص بھی مختلف طور پر ہین اور ستا مدیکہ اصح وہ ہے جو شیخ ابن کثیر وغیرہ نے اپنی تفسیر مین کہا کہ سلف مین سے بہتون نے ذکر فرمایا کہ یہ لوگ زمانہ بنی اسرائیل مین ایک ضلع کے لوگ تھے انکے ملک کے اندر بیماری پھیلی اور سخت وبا مین گرفتار ہوئے پس موت کے خوف سے جنگل کی طرف نکل بھاگے اور ایک کشادہ میدان مین اُترے باوجود اسکے اس جنگل کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بھر ہوئے پس اللہ عزوجل نے دو فرشتے بھیجے ایک نے جنگل کے اونچے سرے سے اور دوسرے نے جنگل کے نیچے سرے سے انکو سخت آواز دی کہ مرجاؤ پس ایکدم سے سب کے سب اول سے آخر تک مرگئے بعد کئی روز کے دوسرے شہر والون نے جب انکو دفن کرنا چاہا تو سخت بدبو سے دفن کرنا ممکن نہ ہوا آخر انکے گرد دیوار سے احاطہ کردیا اور جہانتک ممکن ہوا حفاظت کردی کہین لکڑی کہین دیوار اور یہ لوگ سب فنا ہوکر پارہ پارہ متفرق ہوگئے پھر ایک زمانہ کے بعد انبیاے بنی اسرائیل مین سے ایک نبی جن کو حزقیل کہتے تھے اور وہ حضرت موسیٰ کے بعد تیسرے خلیفہ تھے وہان گذرے تو اللہ تعالے سے دعا کی کہ ان لوگون کو میرے ہاتھ پر زندہ کردے پس اللہ تعالے نے انکی دعا کو قبول کیا اور حکم دیا کہ یون کہے کہ اے بوسیدہ ہڈیو تمکو اللہ تعالے حکم دیتا ہے کہ جمع ہوجاؤ پس ہر جسم کی ہڈیان بعض بعض جمع ہوئین پھر انکو حکم دیا تو انھون نے آواز دی کہ اے ہڈیو تمکو اللہ تعالے حکم دیتا ہے کہ گوشت و پٹھے و کھال سے پہنائی ہوئی ہوجاؤ پس ایسا ہوگیا اور حزقیل علیہ السلام یہ قدرت الٰہی کا تماشا دیکھ رہے تھے اور انسے پہلے ہی کہدیا تھا کہ تجھے قدرت کا تماشا دکھایا جاوے پھر حکم دیا کہ حزقیل نے پکارا اے ارواح تمکو اللہ تعالے حکم دیتا ہے کہ ہر روح اپنے جسم مین چلی جاوے جسکی وہ تعمیر کرتے تھے پس ایسا ہوا اور وہ لوگ زندہ ہوکر اُٹھ کھڑے ہوئے دیکھتے تھے کہ اللہ تعالے نے انکو انکے خواب دراز کے بعد زندہ کردیا اور کہتے جاتے تھے کہ پاک ہے تو تیرے سوائے کوئی معبود نہین ہے ابن کثیر نے کہا کہ ان لوگون کے زندہ کردینے مین قطعی دلیل اس بات پر ظاہر تھی کہ قیامت مین جسم سے حشر ہوگا اسی وجہ سے اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ لذو فضل علی الناس۔ اے انکو روشن دلیلین و ظاہر حجتین و باہر نشانیان دکھلاتا ہے اور انکو انکی بھلائی کی راہ پر چلاتا ہے ولکن اکثر الناس لایشکرون۔ اے پھر وہ لوگ بہتیرے کافر ہوتے ہین اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و جھگڑے مین اللہ تعالے کا شکر نہین ادا کرتے جو اسنے انکے دین و دنیا کے نفع کے واسطے انعام فرمایا ہے۔ اور معالم مین اس قصہ کو مختلف طور سے ذکر کیا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر نے اسکو ابو مالک سے طولانی روایت کیا اور اسمین کچھ اوپر تیس ہزار کی تعداد مذکور ہے اور بعض روایات مین ہے کہ یہ لوگ اہل اوراعات تھے اور بعض مین اہل دراوردان ایک فرسخ واسط سے اور بعض تھے اور معالم مین ہے کہ مجاہدؒ نے کہا جس دم وہ زندہ ہوئے تو بولے سبحانک اللھم ربنا و بحمدک لا الہ الا انت۔ پھر اپنی قوم والون کی طرف واپس گئے اور مدت تک زندہ رہے مگر موت کے آثار انکے چہرے پر نمایان تھے جو کپڑا پہنتے وہ مانند کفن ہوجاتا یہانتک کہ وہ اپنی موت سے جو انکے لیے اللہ تعالے نے مقرر کی تھی مرگئے اور ابن عباس نے فرمایا کہ آج بھی انکے ناتی پوتون ان یہودیون مین وہ بو پائی جاتی ہے اور قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے انکو موت سے بھاگنے سے منع فرمایا تھا مگر اسپر نہ جمے آخر انکو عقوبت کی موت سے مارا پھر وہ زندہ کیے گئے تاکہ اپنی مقدر زندگانی کے دن پورے کرین اور انکی مقدر موت ہوئی ہوتی تو کبھی نہ زندہ کیے جاتے۔ اور معالم مین بعض روایت مین یہ بھی ہے کہ انکو جہاد کا حکم دیا گیا تھا مگر موت سے بھاگے پس عقوبت مین مارے گئے اسیواسطے قولہ تعالے حذر الموت کی تفسیر مین کہا گیا کہ بخوف وبا اور کہا گیا کہ بخوف قتل جہاد۔ اور طاعون اُس عام بیماری کو کہتے ہین کہ جس سے مری پڑجاوے لیکن ایسی عام بیماری مین جو شخص صلاحیت کے ساتھ نیکو کار رہے اور قضاے الٰہی پر صابر رہکر مرے وہ شہید ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور قولہ فقال لھم اللہ موتوا۔ مذکور ہوا کہ ایسا فرشتون نے بحکم الٰہی کہا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ امر تحویل ہو یعنی تعلق ارادہ الٰہی کا انکے دفعتہً مرجانے کے ساتھ اور شاید بطریق تمثیل ہوا انکو ایکبارگی موت دینے کی اور اسمین شک نہین

کہ وقوع حوادث اسکے ارادہ ومشیت قدیم سے ہی قال ابن کثیر اس قصہ مین عبرت و دلیل ہی کہ قضاء وقدر سے پرہیز کرنا بے سود ہی اور اللہ تعالے
کی تقدیر سے اللہ تعالے ہی کی طرف جانا چاہیے کسی اور کی طرف راہ نہین ہی کیونکہ دیکھو یہ لوگ وبا سے بھاگے تاکہ دیر تک زندہ رہین سو انکے قصد کا
الٹا معاملہ انکے ساتھ کیا گیا اور ایک ہی آن مین انپر اول سے آخر تک موت آگئی اور اسی قبیل سے حدیث صحیح مین ابن عباس سے ہی کہ عمر بن الخطاب
ملک شام کو چلے جب سرغ مین پہونچے تو سرداران لشکر ابو عبیدہ بن الجراح وغیرہ انسے ملے اور آگاہ کیا کہ شام مین وبا پھیلی ہی پھر حدیث بیان کی یہانتک کہ کہا
کہ پھر اتنے مین عبد الرحمن بن عوف آئے جو بعض ضرورت سے غائب تھے اور کہا کہ میرے پاس اسکا ایک علم ہی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سنا کہ جب وبا کسی سرزمین مین ہو اور تم اسمین موجود ہو تو اس سے بھاگنے کے قصد سے وہان سے مت نکلو اور جب تم اسکو کسی سرزمین مین سنو تو وہان مت جاؤ پس عمرؓ
نے اللہ تعالے کا شکر یہ ادا کیا پھر واپس چلے آئے رواہ البخاری ومسلم واحمد اور دوسری روایت مین ہی کہ عبد الرحمن بن عوف نے جو شام مین تھے عمرؓ کو خبر
دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ وبا کی بیماری وہ ہی کہ اس سے اگلی امت والون کو عذاب دیا گیا جو تم سے پہلے تھے پس جب تم سنو کہ وہ کسی سرزمین مین
ہی تو اسمین مت داخل ہو اور جب کسی سرزمین مین واقع ہو اور تم وہان موجود ہو تو اس سے بھاگ جانے کے قصد سے وہان سے مت نکلو پس عمرؓ
شام کے جانے سے لوٹ آئے رواہ الثلثة ایضا اور یہان سے ظاہر ہوا کہ جہان وبا ہو وہان سے نکلنا تو اسوجہ سے بچنا چاہیے کہ موت سے فرار ہے
حالانکہ موت مقدر ہی اور یہ خلاف ایمان بتقدیر الٰہی ہی اور جہان ہو وہان جانا اسوجہ سے ممنوع ہی کہ عذاب الٰہی جہان نازل ہو اسمین گھسنا نہین چاہیے ہی
جیسے حضرت صلعم نے تبوک مین بعضے معذب مقامات سے پانی تک نہ لیا اور جلد گذر گئے کہ وہان کی زمین مین معذب لوگ پڑے ہین اور بعض نے بیان کیا
کہ وہان نہ جانا اسلیے کہ شاید موت مقدر ہو اور گرفتار ہو جانے پر دل مین سماوے کہ کاش یہان نہ آتے تو اچھا تھا حالانکہ یہ محض بے ایمانی کا خیال ہی۔ اللھم
ربنا عافنا واعف عنا ووفقنا لتوفیق الخیر وارحمنا وانت خیر الراحمین۔ اور واضح ہو کہ وبا و طاعون مطلقا عذاب نہین ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اسمین مرنے والے صالح کو شہید فرمایا ہی اور یہ حدیث کثرت طرق سے بدرجہ شہرت ہی اور جمیع علماء اسپر متفق ہین۔ ہان اسکا نزول اکثر اسوقت ہوتا ہی
جب قوم کفار اور بعض مسلمان گنہگار فسق وفجور مین بکثرت اظہار کرین اور ایسی صورت مین جو نیکوکار مبتلا ہو کر مرا اوسکے واسطے یہ بیماری عین رحمت ہی
چنانچہ امام ابو اسمعیل الازدیؒ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے قول سے مصرح و موکد روایت کیا ہی۔ قولہ وقاتلوا فی سبیل اللہ۔ ظاہر یہ ہی کہ عطف
مضمون کا مضمون پر ہی یعنی جب قصہ بالا سے معلوم ہو گیا کہ موت سے بھاگنا آدمی کو نجات نہین دیتا ہی اور جو مقدر ہی وہ لامحالہ واقع ہونے والا ہی تو اہل اسلام
کو قتال کا حکم دیا کہ خیال کرین کہ اگر انکی موت ہی آلی ہی تو کیا خوب ہی کہ اللہ کی راہ مین شہید ہون ورنہ قتال سے کچھ نہوگا اور فتح وغنیمت و
ثواب جمیل ہر حال مین نصیب ہوگا اور یہ سب اس صورت مین کہ یہ خطاب اہل اسلام کو ہو جیسا کہ جمہور مفسرین کا قول ہی اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب انھین
لوگون کو ہی جو زندہ کیے گئے تھے کیونکہ بعض نے قصہ یون روایت کیا ہی کہ انکے بادشاہ نے انکو جہاد کے واسطے حکم دیا تھا مگر بخوف موت وہ بد دل ہو
پس بادشاہ نے دعا کی کہ اللہ تعالے انکو کوئی نشانی انکی ذات مین دکھلاوے پس سب مرے اور پھر زندہ کیے گئے پھر انکو حکم دیا گیا کہ راہ خدا مین جہاد
کرو اور اس روایت کے ثبوت مین کلام ہی اور ابن جریر نے اسکو رد کر دیا کہ جو شخص کہتا ہی کہ خطاب اُن لوگون کو ہی جو زندہ کیے گئے تھے بے وجہ ہی اور
یہی صواب ہی اور مخالف روایات واحادیث ہی کما ستعرف اور قولہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم۔ یعنے اللہ تعالے ہر پیش قدمی کرنے والے اور ہر عذر کر کے
پیچھے ہٹنے والے کی بات سنتا اور دلی حال جانتا ہی پس ہر ایک کو اسکے موافق جزا دیگا پس اطاعت کرنے والے کے لیے وعدہ خیر اور بد اعتقاد پیچھے ہٹنے والے کے لیے
عذاب کی وعید ہی اور علیم سے اشارہ ہی کہ محض قتال کرنا موجب ثواب نہین ہی بلکہ راہ خدا مین ہو اور حدیث صحیح مین ہی کہ جو شخص قتال کرے اس لیے کہ اللہ تعالے
ہی کا کلمہ بلند ہو وہی راہ خدا مین جہاد کرنے والا ہی اور یہ اللہ تعالے کی سنت ہی کہ فہمائش اُن لوگون کو ہی جو قید نفس مین گرفتار ہو کے موت سے ڈرتے ہین ورنہ ایمان کامل والا

تو خود یقین رکھتا ہو کہ موت مقدر ہو جہاد کرنے ولڑنے سے بے وقت نہین آسکتی ہو بلکہ وہ لوگ زندگانی دنیا سے موت کے زیادہ خواہشمند ہین اور اللہ تعالے نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ومنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر - یعنے بعض نے اینین سے اپنا عہد پورا کیا اور بعضے منتظر ہین و ابن کثیرؒ نے اس مقام پر نقل کیا کہ ہمکو روایت سے ثابت ہوا کہ حامی اسلام و سیف اللہ مسلول حضرت ابو سلیمان خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اپنی موت کے وقت کہتے تھے کہ مین فلان فلان معرکہ مین حاضر ہوا اور میرا کوئی عضو نہین کہ اسمین تیر یا نیزہ یا تلوار کا زخم نہوا اور اب یہ دیکھو مین اپنے بچھونے پر اونٹ کی طرح مرتا ہون پس نامردون کی آنکھون کو نیند نہ آوے یعنے بد دعا کی کہ جو لوگ بد دلی سے جہاد کرنے سے بھاگتے ہین اور خود تاسف کرتے تھے کہ مین شہید کیون نہوا پس یہ ان لوگونکا حال ہو جو اس دار ناپائدار سے بھاگتے ہین - اور جو لوگ اس دنیاے ناپائدار مین کافرون وجانورون کی طرح پڑے ہین انکے خوف کی وجہ ظاہر ہو اور ایمان ناقص اللہم ایدنا وانت لمانا و نعوذ باللہ من الضلال

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ

کون شخص ہے جو قرض دیوے اللہ کو اچھا قرض کہ وہ اوسکو دونا کر دے کتنے برابر اور اللہ تنگی کردیتا ہو

وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اور کشائش دیتا ہو اور اسی کی طرف الٹے جاؤگے

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ - کون ہے کہ اللہ تعالے کو قرض دیتا ہو ف بایں طور کہ اپنا مال اللہ تعالے کی راہ جہاد وغیرہ مین خرچ کرے قَرْضًا حَسَنًا - بطور قرض حسنہ ف بایں طور کہ مال کو اللہ تعالے کے واسطے خوشی دل سے خرچ کرے فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ - ایک قراءۃ مین تشدید ضاد معجمہ از باب تفعیل یعنے تضعیف سے ہو - اَضْعَافًا كَثِيْرَةً - اللہ تعالے اوسکے لیے اس مال کو بہت گونہ فرماویگا ف کم سے کم دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ سے زیادہ تک جیسا کہ عنقریب آویگا - وَاللّٰهُ يَقْبِضُ - اور اللہ تعالے بند کرلیتا ہو ف رزق کو یعنے بندے کو امتحان مین ڈالنے کے واسطے اللہ تعالے جس سے چاہتا ہو رزق بند کر دیتا ہو - وَيَبْصُۜطُ - اور وسعت دیتا ہو ف رزق کو جسکے واسطے چاہتا ہو تاکہ اسکا امتحان کرے - وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ - فی الآخرۃ فیجازیکم باعمالکم - اسی کی طرف پھیرے جاؤگے آخرت مین پس جزا دیگا تمھارے کامون کے موافق - ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ جب نازل ہوا - قولہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ - تو ابو الدحداح انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا اللہ تعالے ہم سے قرض چاہتا ہو آپ نے فرمایا کہ ہان اے ابو الدحداح تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ اپنا ہاتھ مجھے دکھلائیے پس آپ نے اپنا ہاتھ دیدیا تو ابو الدحداح نے ہاتھ لیکر کہا کہ مین نے اپنا باغ اپنے پروردگار عز وجل کو قرض دیا اور ابو الدحداح کا ایک باغ تھا جسمین چھ سو درخت خرما تھے اور انکی جورو ام الدحداح وعیال اسمین تھے پھر ابو الدحداح وہان آئے اور آواز دی کہ اے ام الدحداح اسنے کہا کہ حاضر ہون تو کہا کہ اسمین سے نکل آ کہ مین نے اسکو اپنے پروردگار عز وجل کو قرض دیا ہو - رواہ الطبرانی والبیہقی ایضًا اور ابن مردویہ نے اسکو حضرت عمرؓ کی روایت سے مرفوعا روایت کیا اور ایک جماعت محدثین نے اس قصہ کو روایت کیا ہو - اور قرض اصل مین ہر وہ چیز ہو جسکے دینے پر آدمی بدلے کی نظر رکھے چنانچہ عرب بولتے تھے کہ اقرضہ فلان - اے اسکو ایسی چیز دے کہ اسکو بدلا دینا پڑے گا اور یہ اصل زبان کا محاورہ تھا اسی سے اللہ تعالے کو قرض دینا بطور تمثیل کے ہو یعنے کوئی نیک کام درگاہ باری تعالے مین پہونچانا جس سے ثواب ملنے کی امید ہو اسیواسطے بعض نے اسکی تفسیر مین کہا کہ وہ تسبیح و تقدیس ہو اور بعض نے کہا کہ اہل وعیال کو نفقہ دینا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ وغیرہ سلف سے مروی ہو کہ وہ اللہ تعالے کی راہ مین مال خرچ کرنا ہو اور ظاہر یہ ہے کہ یہی اس آیۂ کریمہ

مین مراد ہو اور دیگر امور تو قرض کے عام معنی مین شامل ہین واللہ اعلم اور صحاح کی حدیث مین جسکو بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہو موجود ہو کہ اللہ تعالیٰ
فرماویگا کہ اے فرزند آدم مین نے تجھسے پانی چاہا تو نے نہ پلایا عرض کریگا کہ مین تجھے کیونکر پلا سکتا ہون اور تو پروردگار عالمین ہو فرماویگا کہ تجھسے میرے
فلان بندے نے پانی چاہا تو نے اسکو نہ پلایا اگر تو اسکو پلاتا تو اسکو تو میرے پاس پاتا۔ علما نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو ایسے خطاب فرمائے ہین وہ
بندے کو انس دلانے اور رغبت دلانے اور انکے عرف کے موافق بول چال ظاہر کرنے کے طور پر ہین کیونکہ یہ امر تو ان سبکو ظاہر ہو کہ اللہ عزوجل کی قدرت
وعظمت اس سے بالا ہو کہ کوئی اسکو قرض دے سکے اور بندہ اور اسکا مال وجان سب اسی کی ملک ہو وہی اسکو دیتا ہو پس یہ استعارات و کنایات [illegible]
ہو واللہ ہو الغنی الحمید اور قولہ قرضا حسنا مفعول مطلق ہو واسطے اقراضا مقرونا بالاخلاص وطیب النفس یا مفعول ہو واسطے مقروضا من الحلال الطیب۔ [illegible] نے کہا
کہ قرض حسن اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنا اور مال خرچ کرنا۔ فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ واضح ہو کہ دس گونے تو کسی حال مین کم نہین ہو اور بعض
نے کہا کہ سات سو گونے سے زیادہ اور سدی نے کہا کہ اسکی تقدیر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہو اور ابن ابی حاتم کی روایت [illegible] ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ثواب
دینے کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی شمار نہین کرسکتا پھر یہ آیت پڑھی من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ پس جو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے کثیر ہو وہ شمار مین نہین آسکتا ہو۔ اور ابن ابی حاتم کی حدیث ابوہریرہ مین بروایت ابو عثمان النہدی ہو کہ مین نے ابوہریرہ سے کہا کہ [illegible]
گمان کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ ایک نیکی بندہ کی اللہ تعالیٰ ایک لاکھ گونہ بڑھاتا ہو کہا کہ اے ابو عثمان تو اس کا کیا تعجب کرتا ہو اللہ تعالیٰ
فرماتا ہو کہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ اور فرماتا ہو کہ وما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل قسم اس ذات پاک کی
جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہو کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو دو لاکھ گونہ بڑھاتا ہے
ورواہ احمد وابن المنذر ایضا و اسکی تائید بعض احادیث سے ہوتی ہو مثل احمد [illegible] اور ابن ابی حاتم نے ابن عمر
سے روایت کی کہ جب آیت مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل الآیۃ اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا
کہ اے میرے پروردگار میری امت کے لیے زیادہ بڑھا دے پس یہ آیت اتری من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے میرے پروردگار میری امت کے لیے زیادہ فرما دے پس نازل ہوا انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب
اسکو ابن حبان نے بھی اپنی صحیح مین اور بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہو اور ابن المنذر نے سفیان سے روایت کی کہ جب آیۃ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر
امثالہا اتری تو رسول اللہ صلعم نے عرض کیا کہ پروردگار میری امت کے لیے بڑھا دے پس اتری مثل الذین ینفقون اموالہم الآیۃ عرض کیا کہ میری
امت کے لیے بڑھا دے پس اتری من ذا الذی یقرض اللہ [illegible] عرض کیا کہ پروردگار میری امت کے لیے بڑھا دے پس اتری انما یوفی
الصابرون الآیۃ [illegible] واللہ یقبض ویبصط [illegible] یعنی اللہ عزوجل [illegible] خرچ کرو [illegible]
چاہیے اور تنگی رزق سے مت ڈرو کہ اللہ تعالیٰ رزاق ہی ہو اور حدیث مین اسماء بنت ابی بکر کو فرمایا کہ دے اور خرچ کر اور بندش مت کر
کہ تجھپر بھی بندش کردی جاوے۔ کذا فی الصحیح۔ ولیکن یہ جان لینا چاہیے کہ اسراف سخت مذموم ہو اور خرچ کرنا جو روایت کیا گیا ہو کہ جملہ
اسراف کے یہ بات ہو کہ جس چیز کو جی چاہے اسکو مہیا کرے اور مقصود بیان یہ ہو کہ راہ خدا و جہاد مین خرچ کرو اور تنگی سے مت ڈرو کہ اللہ تعالیٰ
دینے والا ہو وہی کثرت سے دیتا ہو اور وہی تنگی سے دیتا ہو اور کثرت مال کسی کی بہتری کی دلیل نہین کیونکہ کافرونکو بہت دی گئی اور تنگی مال برائی کی
دلیل نہین کیونکہ پیغمبرون پر طاری تھی اور حضرت عمرؓ کی حدیث صحیح مین یہ مضمون ہو کہ جب حضرت صلعم کو فرش بوریا پر لیٹے دیکھا کہ آپ کے بدن پر
اسکے نشان پڑ گئے تھے مجھے رونا آیا اور مین نے کہا کہ یہ کسریٰ و قیصر اس حال مین ہین اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہو کر اس حال مین ہین

فرمائیے کہ اللہ تعالے وسعت دے تو آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے عمرؓ تو اس خیال مین پڑا ہی خبردار ہو کہ انکو دنیا ہی اور ہمارے لیے آخرت ہی اور بعض روایات مین ہی کہ دنیا گھوڑے کے مانند ہی اور حدیث مین آیا ہی کہ اگر دنیا کی حقیقت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا اور حدیث مین ہی کہ دنیا ملعون ہی ف قال الشیخ فی العرائس قوله تعالے من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا - قرض حسنہ مین یہ جان بھی ہی کہ اپنی جان راہ خدا مین نثار کر دے پھر بھی شرمندہ و خجل ہو کہ یہ نثار میرا نہایت حقیر بلکہ ہیچ ہی اور عوض کی امید دل سے فنا کر دے ہان اس امر پر خوش ہو اور پھولا نہ سماوے کہ حق عز وجل نے مجھسے خطاب فرمایا اللہ عز وجل نے جو انکو دیا تھا وہ قرض مانگا یہ انکے حق مین پرورش ہی تاکہ فضل پر فضل بڑھادے اور بعض نے کہا کہ مال قرض تربیت فقراء کے لیے ہی اور بعض نے فرمایا کہ قرض حسن وہ ہی کہ جسپر جزاء کی طمع نہ ہو اور اسکے سبب عوض کا خواستگار نہو اور بعض نے فرمایا کہ تجھے مالک بنادیا پھر تجھ سے خرید کیا تاکہ تیرے لیے اپنے ساتھ ایک نسبت ثابت کرے پھر جو تجھسے خریدا تھا اسی مین سے قرض مانگا پھر تجھے اسپر عوض دینے کا وعدہ فرمایا بہت گونہ تو اسمین کھلا کھلا ظاہر کر دیا کہ اسکی بخششون و عطاؤن و نعمتون کے ساتھ کسی علت کا لگاؤ نہین ہی یعنے کسی غرض کے واسطے نہین ہوتی ہین قال المترجم اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة اللہ تعالے نے خرید لیا مومنون سے انکے مالون و جانون کو بعوض اسکے کہ انکے لیے جنت ہی جسمین رضائے حق عز وجل ہی پس قول اخیر جو شیخ نے ذکر کیا ہی ہر آیت کے سمجھنے پر موقوف ہی اب سمجھ لینا چاہیے اور بات اچھی بیان فرمائی ہی

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ

تو نے نہ دیکھی ایک جماعت بنی اسرائیل مین سے جو بعد موسے کے تھی جب بولی اپنے نبی سے کھڑا کر دے ہمارے لیے ایک بادشاہ کو کہ ہم لڑین

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا

اللہ کی راہ مین وہ بولا یہ بھی توقع ہی تم سے کہ اگر قتال تمپر فرض کیا جاوے تو نہ لڑو بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم

نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

نہ لڑین اللہ کی راہ مین حالانکہ ہم نکالے گئے ہین اپنے گھرون اور بیٹون سے پھر جب انپر فرض ہوا قتال

تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ

تو پھر گئے مگر تھوڑے انہین سے اور اللہ جانتا ہے گنہگارون کو

وقف لازم

الم تر الی الملا تو نے دیکھا نہین ایک گروہ کو جو۔ من بنی اسرائیل - بنی اسرائیل مین سے تھا من بعد - موت موسیٰ - بعد زمانہ وفات موسیٰ علیہ السلام کے۔ حاصل یہ کہ موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل مین ایک گروہ ہوا ہی تو انکے قصہ مین تعجب سے نہین دیکھتا - اذ قالوا لنبی لهم - جب انھون نے اپنے پیغمبر سے کہا ف وہ پیغمبر شمویل علیہ السلام تھے کہ - ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ - ہمارے لیے ایک شاہ قائم کر جسکے ساتھ ہو کر ہم راہ الٰہی مین جہاد کرین ف یعنے اس بادشاہ کی وجہ سے ہمارا کلمہ انتظام پاوے اور اسی کیطرف مرجع ہو تو ہمکو جہاد کا موقع ملے - قال - اس نبی نے اُنسے کہا هل عسیتم - قراءة الاکثر بفتح السین ونافع بالکسر ان کتب علیکم القتال ان لا تقاتلوا - بھلا بات ایسی ہوگی جیسی تمھارے حال سے سمجھی جاتی ہی کہ اگر قتال فرض کیا گیا تو تم نہ لڑوگے یعنی نامردی کر جاؤگے - قالوا وما لنا ان لا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من دیارنا وابنائنا - کہنے لگے کہ ہم کو کیا چیز مانع ہوگی جو ہم نہ لڑین حالانکہ ہم لوگ اپنے دیار و اولاد سے نکالے گئے ہین ف تو یہ مصیبت و تعصب

خود مقتضی ہے کہ ہم لڑینگے اور یہ سب اونکے ساتھ جالوت کافر کی قوم نے کیا تھا۔ اور معنی یہ ہین کہ جو بات کہ قتال کرنے کو مقتضی ہو اسکے ہوتے ہوے ہمکو لڑائی سے روکنے والی کوئی چیز نہین ہوسکتی ہے اللہ تعالے نے فرمایا۔ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا پھر جب فرض کیا گیا انپر لڑائی وجہاد کرنا تو پھر گئے ف قتال کرنے سے اور نامردی کر گئے۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ۔ سواے انھین سے قلیل جماعت کے ف کہ وہ مستقیم رہے اور یہ وہی لوگ تھے جنھون نے شاہ طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ۝ اور اللہ تعالے تو ظالمون کو خوب جانتا ہے ف پس انکو سزا دیگا اللہ عزوجل نے یہ دوسرا قصہ جو بنی اسرائیل مین واقع ہوا تھا عبرت کے واسطے بیان فرمایا اور اس تمام قصہ مین اظہار ہے کہ فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ولیکن بندون پر یہ کرم جب ہوتا ہے کہ انکی نیتین صادق ہون اور طاعت الٰہی مین مضبوط رہین اور کثرت دشمن پر نظر نہ کرین۔ یہ جماعت بنی اسرائیل وہ تھی جو عمالقہ سے شکست کھانے اور خرابی اوٹھانے کے بعد باقی رہی تھی چنانچہ قصہ مین آتا ہے اور جس نبی سے اُنھون نے بادشاہ کی درخواست کی تھی اسکے نام مین اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ یوشع بن نون تھے اور بعض نے کہا کہ شمعون۔ اور صحیح وہ ہے کہ جو مجاہدؒ سے مروی ہے ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ مجاہد نے فرمایا کہ وہ شمویل علیہ السلام تھے اور ایسا ہی محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ سے روایت کیا قال البغوی اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے قال ابن کثیر وہ شمویل بن بالی بن علقمہ بن ترخام بن الیہد بن بہرص بن علقمہ بن ماجب بن عمرصا بن غرریا بن صفیہ بن علقمہ بن ابی یاشف بن قارون بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام ہین۔ محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ وہب بن منبہ و محمد بن اسحاق وکلبی وغیرہم نے ذکر کیا کہ قصہ یہ ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے وفات پائی تو انکے پیچھے بنی اسرائیل مین یوشع بن نون خلیفہ ہوے کہ انہین توریت کو قائم رکھتے اور انکو احکام الٰہی کی دعوت کرتے یہانتک کہ انھون نے وفات پائی پھر انہین کالب بن یوقنا خلیفہ ہوے انھون نے بھی ایسا ہی کیا یہانتک کہ وفات پائی پھر انکے بعد حزقیل خلیفہ ہوے یہانتک کہ انھون نے وفات پائی پھر بنی اسرائیل نے بدعتین بُری بُری ایجاد کرنی شروع کین اور اللہ تعالے کا عہد بھول گئے یہانتک کہ بعضون نے انہین سے بت پرستی کی اور اللہ تعالے نے انکی طرف حضرت الیاس کو نبی کرکے بھیجا انھون نے حکم الٰہی توحید و توریت کی طرف بلایا اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد برابر بنی اسرائیل مین انبیا ہوتے آئے کہ انکو جدید طور پر توریت کے احکام پر چلنے کی دعوت کرین۔ پھر الیسع خلیفہ ہوے پھر یون ہی خلیفہ ہوتے آئے اور بنی اسرائیل کی حالت بگڑتی گئی اور ظلم و بدکاریان بڑھتی گئین اور برابر انبیا انکو بدی سے منع کرتے اور بھلائی کا حکم کرتے تھے۔ وقال ابن کثیر فیما ذکرہ عن ہولآء۔ اور بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ کوئی انسے مقابلہ نہین کرسکتا تھا جو لڑتا تھا اوسپر غالب ہوتے تھے اور بات یہ تھی کہ انکے پاس توریت تھی اور وہ تابوت تھا جو قدیم زمانہ سے تھا اور وہ اگلون سے پچھلون کو میراث چلا آتا تھا یہانتک کہ موسیٰ علیہ السلام تک پہونچا تھا اور برابر بنی اسرائیل مین رہا یہانتک کہ جب بنی اسرائیل نے بہتون گناہون نافرمانیون کی کثرت کی اور عہد توریت بھول گئے تو اللہ تعالے نے انپر انکے دشمنون کو مسلط کیا حتی کہ بعض لڑائی مین بعضے بادشاہون نے وہ تابوت انسے چھین لیا اور توریت بھی چھین لی اور ان مین کوئی اسکا بچانے والا نہین رہا۔ وقال محی السنۃ فی المعالم پھر جب بنی اسرائیل مین گناہون کی کثرت ہوئی تو انکا دشمن ظاہر ہوا اور وہ جالوت کی قوم تھی جنکو بلشتا کہتے تھے وہ بحر روم کے کنارے درمیان مصر و فلسطین کے رہا کرتے تھے اور یہی عمالقہ ہین پس یہ لوگ بنی اسرائیل پر غالب ہوے اور انکے بہت ملک چھین لیے اور عورتین و بچے و بہت قتل و قید کیے اور ان لوگون مین سے ان کے بادشاہون کی اولاد سے چار سو چالیس آدمی قید کیے تھے اور ان لوگون پر جزیہ مقرر کیا اور انسے توریت چھین لی اور بنی اسرائیل کو انکی طرف سے سخت تکلیف و مصیبت پہونچی و قال ابن کثیر اور ان لوگون مین بہت تھوڑے باقی رہے اور انکے اسباط مین سے نبوت منقطع ہو گئی اور لاوی بن یعقوب جنکے پوتے پر و تون مین

نبوت چلی آتی تھی کوئی نہین بچا صرف ایک عورت ایسی تھی جو اپنے شوہر سے حاملہ تھی اور اسکا شوہر مارا گیا اور یہ لاوی بن یعقوب کی نسل سے تھا قال محی السنۃ اور بنی اسرائیل مین کوئی ایسا نہ تھا کہ انکے کام سنوارتا اور نبوت جس نسل مین تھی وہ تو ہلاک ہی ہو چکے تھے مگر یہ حاملہ عورت جو باقی تھی اسکو انھون نے ایک مکان مین بند رکھا تاکہ ایسا نہو کہ لڑکی جنے اور اسکی جگہ لڑکا بدل لے یہ دیکھکر کہ بنی اسرائیل کو اسکی نرینہ اولاد کی بہت رغبت ہے اور وہ عورت بھی دعا کیا کرتی تھی کہ اللہ تعالے اسکو نرینہ فرزند یعنے لڑکا عطا فرماوے پس اللہ تعالے نے اسکی دعا سن لی اور اسکو لڑکا دیا پس عورت نے اسکا نام اشمویل رکھا یعنے سمع اللہ دعائی (میری دعا خدا نے سن لی) قال ابن کثیر اور بعضے کہتے ہین کہ شمعون نام رکھا اور یہ بھی اسی معنے مین ہے پھر یہ بڑھا اور انھین مین پرورش پائی اور اللہ تعالے نے اسکو اچھے طور پر پالا یہانتک کہ جب نبوت کے سن پر پہونچا تو اللہ تعالے نے اسکو وحی کی اور حکم دیا کہ اپنی قوم کو توحید و ایمان کی طرف دعوت کرے وقال محی السنۃ پھر وہ لڑکا بڑا ہوا اور عورت مذکورہ نے اسکو سپرد کیا تاکہ بیت المقدس مین توریت پڑھے اور انکے علما مین سے ایک عالم نے اس لڑکے کی کفالت کی اور اسکو متبنی بنایا پھر جب وہ لڑکا بالغ ہوا تو ایک روز وہ لڑکا اس عالم کے پہلو مین سوتا تھا اور شیخ مذکور اس لڑکے کے بارہ مین کسی پر بھروسہ نہین کرتا تھا اسی حال مین جبرئیل علیہ السلام آئے اور شیخ مذکور کی آواز مین اوسکو پکارا کہ اے شمویل پس لڑکا گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور شیخ سے کہا کہ اے باپ کیا آپنے مجھے پکارا ہے پس شیخ نے اس بات کو گران جانا کہ اس سے کہدے کہ مین نے نہین پکارا اس خیال سے کہ شاید اسکو کچھ خوف لاحق ہو اور کہا کہ بیٹا اگر سو رہو پس لڑکا پھر اگر سو رہا پھر جبرئیل علیہ السلام نے اسکو دوبارہ پکارا پھر لڑکا بولا کہ اے باپ کیا آپنے مجھے پکارا ہے۔ شیخ نے پھر کہا کہ بیٹا اگر سو رہو اگر مین تمکو پھر پکارون تو تم مجھے جواب مت دینا پھر تیسری بار جبرئیل علیہ السلام اسکے لیے ظاہر ہو گئے اور کہا کہ اٹھ اور اپنی قوم مین جاکر انکو اللہ عزوجل کی طرف بلا کیونکہ اللہ تعالے نے تجھے انمین نبی کرکے بھیجا ہے پھر جب شمویل انہین دعوت کرنے آئے تو انھون نے شمویل کو جھٹلایا اور بولے کہ تو نے خود جلدی سے ایسا دعوی کر دیا حالانکہ تجھے نبوت ابھی نہین پہونچی اور بولے کہ اگر تو سچا ہے تو تیری نشانی یہ ہے کہ تو ہم مین ایک بادشاہ قائم کر دے کہ ہم اوسکے ساتھ ہو کر اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرین اور بنی اسرائیل کا کام اس طرح سنورتا تھا کہ وہ لوگ اپنے بادشاہ کے حکم پر متفق ہوتے تھے اور انکے بادشاہ انکے نبی کے حکم کے مطیع ہوتے تھے پس بادشاہ ہی انکی جماعتون کو لیکر چلتا اور نبی اسکو شرع کی بات بتلاتا جاتا اور جو بات راہ کی ہوتی اوس سے اوسکو آگاہ کرتا اور وحی آتی سے اوسکو خبردار کرتا رہتا تھا۔ اور واضح ہو کہ عمالقہ کے بادشاہ جالوت سے بنی اسرائیل نے شکست کھائی اور صندوق وغیرہ برکات کھو بیٹھے اور وہ بہت سے گرفتار کر لیے گئے

قولہ وقد اخرجنا من دیارنا وابنائنا محی السنۃ نے کہا کہ ظاہر مین کلام عام ہے اور باطن مین خاص ہے اسواسطے کہ جن لوگون نے بادشاہ کی درخواست کی تھی وہ اپنے ملک و وطن مین موجود تھے اور نکالے تو انھین سے وہ لوگ گئے تھے جنکو قید کرکے دشمن لے گیا تھا اور معنے یہ ہین کہ جہاد مین ہم تقصیر جب ہی کرتے تھے کہ اپنے ملکون مین آرام سے بیٹھے تھے کہ کوئی ہمپر غالب نہین ہوسکتا تھا اور اب کہ یہ نوبت پہونچ گئی ہے تو ہم ضرور اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرینگے اور جہاد مین کوشش کرینگے اور اپنی آل و اولاد سے دشمنون کو روکینگے حالانکہ یہ لوگ آخر اس عہد سے پھر گئے اور پورا قصہ آگے آتا ہے جاننا چاہیے کہ اس قصہ مین انکے پھر جانے کا حال اور جہاد کے قول پر قائم نہ رہنے کو پہلے بیان فرما دیا اور بیچ کا قصہ رہ گیا یعنے بادشاہ کی درخواست کی اور نبی نے دعا کی اور وہ مقرر ہوا اور انھون نے نہ مانا پھر نشانی پائی اور اسکو بادشاہ مانا

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ

اور کہا انکو انکے نبی نے اللہ نے کھڑا کر دیا تمھارے لیے طالوت بادشاہ بولے کہاں ہوگی اوسکو بادشاہت

عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۭ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ

ہمپر اور ہم تو زیادہ حق دار ہین بادشاہت کے اسکی بہ نسبت اور اسکو تو کشائش مال سے بھی نہین کہا کہ اللہ نے چن لیا اسکو تم پر

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

اور اسکو زیادہ کشائش دی علم مین اور جسم مین اور اللہ دیتا ہے اپنی سلطنت جس شخص کو چاہے اور اللہ تعالے کشائش والا ہے اور بڑا دانا ہے

جب نبی موصوف نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ انکے لیے کوئی بادشاہ بھیجا جاوے تو پروردگار نے اسکو جواب فرمایا کہ طالوت کو بھیجا

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا اور پیغمبر نے ان بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ تعالے نے تمھارے واسطے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے ف بس تم اسکے ساتھ بیعت کرو - قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ - بولے کہ اسکو کہان سے ہمپر بادشاہی حاصل ہوگی حالانکہ ہم سے زیادہ حقدار سلطنت ہم ہین ف کیونکہ وہ خاندان نبوت کی ذریات مین سے نہین اور خاندان بادشاہت کے اسباط سے بھی نہین ہے اور روایت ہے کہ وہ موچی یا چرواہا تھا - وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ - اور نہ اسکو مال کی وسعت دی گئی ف جسکے ذریعہ سے حکمرانی کرنے مین قوت ہو - قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ - پیغمبر نے اون لوگون سے کہا کہ اللہ تعالے نے اسکو تمپر برگزیدہ کر لیا ہے ف یعنے بادشاہت دینے کے لیے - وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ - اور اسکے لیے علم و جسم مین فراخی دی ہے ف وہ علم و فنون حرب مین زیادہ وقوف رکھتا ہے اور جسم مین قوی ہیکل رعب دار ہے روایت ہے کہ اسوقت مین بنو اسرائیل مین سب سے زیادہ عالم اور کامل الخلقت یہی طالوت تھا - وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ - اور اللہ تعالے جسکو چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے ف اسپر کچھ اعتراض نہین ہوسکتا ہے - وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ - اور اللہ تعالے کا فضل وسیع ہے اور علم کمال ہے ف وہ ہر ایک بندے کی لیاقت و استحقاق کو خود جانتا ہے - جاننا چاہیے کہ اولاد اسمعیل علیہ السلام جیسے قبائل کہلاتے ہین ویسی اولاد اسرائیل یعنی اولاد یعقوب علیہ السلام اسباط کہلاتے ہین مگر یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے وہ بیٹے ہی کہلاتے ہین ان بیٹون کی اولاد بارہ فرقہ وہ سب اسباط ہین اور ان سب مین سے یہودا بن یعقوب کی اولاد مین تو بادشاہت چلی آتی تھی اور لاوی بن یعقوب کی اولاد مین نبوت چلی آتی تھی اور مشہور قول یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی اولاد مین تھی - اب یہان سے اللہ عزوجل نے بقیہ ماجرا قصہ مذکورہ کا بیان فرمایا قال فی المعالم وغیرہ جب ان لوگون نے شمویل علیہ السلام سے بادشاہ مانگا اور انھون نے کہا کہ ایسا تو نہو کہ تمپر جہاد فرض ہو پھر تم پھر جاؤ بولے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے ہماری تو یہ حالت ہوگئی ہے ہم ضرور لڑینگے تو شمویل علیہ السلام نے دعا کی پس اللہ عزوجل نے انکو ایک عصا بھیجا اور اسکے سر مین روغن قدس بھرا ہوا تھا اور حکم آیا کہ بادشاہ ان مین سے وہ شخص ہوگا جسکا قد اس عصا کے برابر ہو اور اسکی لکڑی جسمین تیل بھرا ہو دیکھے پس جب تیرے پاس کوئی مرد آوے اور لکڑی مین جو تیل ہے وہ جوش کرے اور قد اسکا برابر عصا کے ہو تو وہی بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا اسکے سر مین یہ تیل ڈالدے اور اسکو انپر بادشاہ کردے اور طالوت کا نام عبرانی مین شارل تھا اور وہ بنیامین بن یعقوب کی اولاد سے تھا اور دراز قد تھا اسکا سر ہر دو شانہ ہر ایک سے دراز بھاری تھے اور چمڑے کا کام کیا کرتا تھا - قالہ وہب بن منبہ اور بعض نے کہا چرواہا تھا اور سدی نے کہا کہ سقا تھا کہ اپنے خچر پر دریا سے پانی لایا کرتا تھا پس اسکا خچر گم ہوگیا جسکی تلاش مین نکلا تھا اور بعض نے کہا کہ جانور کرایہ پر چلاتا تھا اور وہب بن منبہ نے کہا کہ طالوت کے باپ کے خچر گم گئے تھے اسنے طالوت کو اور ایک غلام کو تلاش کے لیے بھیجا تھا پس دونون ڈھونڈھتے ہوے شمویل علیہ السلام کے گھر کیطرف نکلے پس غلام نے طالوت سے کہا کہ بھلا اس نبی علیہ السلام کے پاس چلین اور پوچھین شاید وہ بتادے یا ہمارے لیے دعا کردے پس دونون شمویل علیہ السلام کے پاس جاکر یہ بیان کرنے لگے پس یہ بیان ہی کرتے تھے کہ ناگاہ روغن قدس نے جوش کیا اور

اوسکی آواز آنے لگی پس شمویل ؑ نے اٹھکر طالوت کو عصا سے ناپا تو پورا پایا پس فرمایا کہ اپنا سر ادھر لا پس طالوت نے اپنا سر دیا اور شمویل علیہ السلام نے روغن قدس اسکے سر مین لگایا پھر فرمایا کہ تو بنی اسرائیل کا بادشاہ ہے اور اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا ہے کہ مین تجھکو انپر بادشاہ کرون پس طالوت نے عرض کیا کہ آپکو معلوم ہے کہ بنی اسرائیل مین سے میرا سبط سب سے گھٹا ہوا اور میرا گھر سب سے ادنیٰ ہے فرمایا کہ ہان تو عرض کیا کہ پھر میرے حق مین نشانی کیا ہے فرمایا کہ یہ نشانی ہے کہ تو لوٹ کر جاوے اور تیرا باپ خچر پا گیا پس ایسا ہی ہوا تھا پھر شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ تعالے نے تم پر طالوت کو بادشاہ کیا تو بولے اسکو ہم پر کہان سے بادشاہت ہوگی حالانکہ ہم اوس سے زیادہ مستحق بادشاہت ہین اور یہ بات ان لوگون نے اسوجہ سے کہی کہ بنی اسرائیل مین سے فقط دو سبط ایسے تھے کہ ایک سبط نبوت اور دوسرا سبط بادشاہت تھا پس سبط نبوت تو لاوی بن یعقوب کی اولاد تھی کہ اسمین سے موسیٰ وہارون تھے اور سبط بادشاہت اولاد یہودا بن یعقوب تھے اور اسمین سے داؤد وسلیمان تھے اور طالوت ان دونون سے کسی مین سے نہ تھا بلکہ بنیامین بن یعقوب کی اولاد مین سے تھا اور ان لوگون نے ایک گناہ عظیم یہ کرنا شروع کیا تھا کہ دن دھاڑے راستہ مین عورت سے صحبت کرتے تھے پس اللہ تعالے نے غضب کی راہ سے اُنسے نبوت و بادشاہت نکال دی تھی اور بنی اسرائیل انکو سبط گنہگار کہتے تھے پس جب نبی نے انسے یہ کہا تو انھون نے اس سے انکار کیا کہ وہ سبط بادشاہت سے نہین اور سبط گنہگار سے ہے ہم اوس سے زیادہ مستحق ہین اور باوجود اسکے فقیر ہے مال نہین رکھتا ہے اور شاید یہ اسوجہ سے کہ نظر اون لوگون کی دنیاوی مال متاع پر زیادہ تھی اور اسکو باعث شرف جانتے تھے قال ابن کثیر اور یہ کلام ان لوگون کا اپنے نبی علیہ السلام پر اعتراض اور سرکشی ہے اور لائق یہ تھا کہ فرمانبرداری کرتے اور نبی کی تصدیق کرتے اور ادب شرعی سے بات کہتے اور نبی علیہ السلام نے انکو جواب دیدیا کہ اللہ تعالے نے اسکو تمپر برگزیدہ کیا اور اللہ تعالے دانا تر ہے یعنے مین نے اسکو اپنی طرف سے نہین مقرر کیا بلکہ اللہ تعالے نے مجھے حکم کیا ہے اور شرافت کی بات جو علم ہے یعنے لڑائی کا علم اور شرع کا علم اسمین اسکو فضیلت دی اور ظاہری صورت وہیبت مین آراستہ کیا ہے اور یہین سے نکلتا ہے کہ بادشاہ ظاہری صورت مین بھی باہیبت ہو اور واللہ یؤتی ملکہ من یشاء یعنی وہی حاکم ہے جسکو چاہتا ہے دنیاوی بادشاہت دیدیتا ہے اور یہ اسطرح نہین کہ تمام فضل یہی ہو بلکہ وہ واسع ہے اپنے فضل مین پس واسع وہ کہلاتا ہے کہ اسکے فضل وسیع کے آگے تونگر وفقیر کچھ نہین سب کو دیتا ہے اور یہ اسطرح نہین کہ حال سے وقفیت تام نہ ہو بلکہ وہ علیم ہے جو سزاوار ہوتا ہے اسکو دیدیتا ہے پس اسپر کوئی اعتراض نہین ہے اور
درواقع اسقدر کلام مین انکے لیے مدارج طے کردیے مگر انھون نے اسپر بھی نشانی طلب کی چنانچہ فرمایا

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ
اور کہا انکو انکے نبی نے کہ نشانی اوسکی سلطنت کی یہ کہ آویگا تمکو صندوق جسمین دلجمعی ہے تمھارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی چیزین جو
آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝
چھوڑ گئے موسیٰ وہارون کی اولاد اوٹھا لادین اوسکو فرشتے اس بات مین نشانی پوری ہے تمھارے لیے اگر تم ہو ایمان والے

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ - اور ان لوگون سے اونکے پیغمبر نے کہا ف جب انھون نے طالوت کی بادشاہت کے لیے نشانی مانگی إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ - طالوت کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تابوت تمھارے پاس آجائیگا - ف یعنے وہ لوگ چاہتے تھے کہ ہماری طمانیت کیلیے ایسی کوئی دلیل ملجاوے کہ طالوت ہمارا بادشاہ ہے تو یہ نشانی دیگئی کہ تمھارے پاس وہ تابوت آجاویگا جو جالوت کافر کے لوگ چھین لیگئے ہین - فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ - اسمین تمھارے رب کی طرف سے سکینت ہے ف طمانیت ہے - یہ تابوت ایک صندوق تھا - روایت ہے کہ حضرت آدمؑ کے وقت سے برابر چلا آتا تھا اور بنی اسرائیل اسکو آگے کرکے دشمنون سے لڑتے تو اس سے طمانیت پاتے

اور لڑائی کی گھبراہٹ سے محفوظ رہتے تھے اور چند روز ہوئے کہ جالوت شاہ عمالقہ نے غلبہ کرکے بنو اسرائیل سے چھین لیا تھا پس جب
طالوت بادشاہ ہوگا تو نشانی یہ کہ وہ تابوت تمھارے پاس چلا آویگا جسمین تمھارے رب کی طرف سے طمانینت ہے۔ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ
آلُ مُوسٰى وَآلُ هٰرُونَ۔ اور جو کچھ آل موسیٰ و آل ہارون نے چھوڑا اس سے بقیہ ہے یعنے بعض ترکہ موسیٰ و ہارون کے تبرکات
ہین پس یہ صندوق اس طرح آویگا کہ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ اسکو ملائکہ اُٹھائے ہونگے ف چنانچہ اسی طرح اُٹھائے ہوئے لاکر طالوت کے
آگے رکھدیا اور صندوق مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نعلین و عصا تھا اور ہارونؑ کا عمامہ تھا اور ایک قفیز المن اور ریزہ ہاے الواح توریت
تھے جب اس طرح صندوق طالوت کے سامنے رکھا گیا تو سب بنو اسرائیل نے بادشاہ مانا اور بیعت کرکے جہاد پر آمادہ ہوے پھر طالوت نے
ستر ہزار جوان بنو اسرائیل چھانٹے اور جہاد کا قصد کیا۔ قال تعالے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ اس معاملہ مین
تمھارے لیے نشان قدرت ہے اگر تم مومنین ہو ف اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے جو کچھ کرنا چاہتا ہے سب اسکے سامان کردیتا ہے اسکا خلاصہ
یہ ہے کہ جب ان لوگون نے طالوت کے بادشاہ ہونیکی نشانی مانگی تو نبی علیہ السلام نے جواب دیا کہ تمپر اُسکی برکت بادشاہت سے وہ تابوت جو تمھارے
ہاتھ سے جاتا رہا ہے آجاویگا جسمین تمھارے پروردگار کیطرف سے تمھارے لیے سکینت تھی اسکو ملائکہ اُٹھاکے لاوینگے۔ یہ تو خلاصہ کلام ہے اور
اہل تفسیر سے اس مقام پر مختلف روایتین مروی ہین اگرچہ اسپر اتفاق ہے کہ تابوت ایک صندوق تھا جو زمانہ آدم علیہ السلام سے میراث چلا آتا تھا اور اختلاف اول تو
اختلاف اسمین کہ وہ تابوت اب کہان تھا۔ دوم یہ کہ وہ آیا کیونکر۔ سوم یہ کہ اسمین سکینت تھی تو سکینت کے کیا معنی اور کیا مراد ہے پس مین ان اختلافات
کو مختصر طور پر ذکر کرکے آخر مین بیان کرونگا کہ اصل بات کیا ہے اور معالم مین مذکور ہے کہ تابوت کا قصہ یہ تھا کہ اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام پر ایک
صندوق اُتارا جسمین انبیاء علیہم السلام کی صورتین تھین اور وہ شمشاد کی لکڑی کا تقریباً تین ہاتھ طول اور دو ہاتھ کا عرض تھا اور مین کہتا ہون کہ وہ شاید طولانی
ہاتھ بہت درازی کے ساتھ جیسے ہوتے تھے ہونگے پس وہ آدم کے پاس رہا پھر انکی موت کے بعد شیثؑ کے پاس رہا پھر اسی طرح وراثت مین ابراہیمؑ پھر
اسمعیلؑ پھر یعقوبؑ پھر موسیٰؑ کے پاس پہونچا اسمین وہ توریت اور دیگر متاع رکھتے تھے پھر انکی موت کے بعد اسیطرح انبیاء بنی اسرائیل مین ہاتھون ہاتھ
آتا گیا قال المترجم اگر کہا جاوے کہ تصویر تو حرام ہے جواب یہ کہ مخلوق کو تصویر بنانا حرام ہے اور اگر خالق کیطرف سے ہو تو اسکا یہ حکم نہین ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ وہ
فقط امت اسلامیہ مین حرام کیا گیا ہے چنانچہ سورۂ سبا وغیرہ مین بحث آویگی۔ اگر کہا جاوے کہ جس گھر مین تصویرین ہون اسمین فرشتے نہین آتے
جواب یہ ہے کہ یہ انھین تصویرونکا حکم ہے جنکو مخلوق نے خلاف شرع بنایا ہے پھر اختلاف اول کا بیان یہ ہے کہ قتادہ سے روایت ہے کہ یہ تابوت
اُس جنگل مین تھا جسمین بنی اسرائیل زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین گرفتار ہوے تھے اور اسکو موسیٰؑ نے یوشع بن نون کے پاس چھوڑا تھا اور خود انتقال
کیا پس تابوت وہین رہا اور ملائکہ اسکو اٹھا لائے اور طالوت کے مکان مین رکھا اور صبح کو بنی اسرائیل نے طالوت کے مکان مین پاکر اسکی بادشاہت
کا اقرار کیا اور ایسا ہی سدیؒ سے مروی ہے اور کہا کہ صبح کو بنی اسرائیل اسکو دیکھکر شمویل کی نبوت اور طالوت کی بادشاہت کے مقر ہوے وقال
ابن کثیر اور بعضون نے ذکر کیا کہ تابوت مذکور موضع اریحا مین تھا اور مشرکین عمالقہ جب اسکو چھین لے گئے تو اسکو ایک بت خانے مین بڑے بت کے
(قریب بیت المقدس ۱۲)
نیچے رکھا صبح کو جو دیکھا تو تابوت اوپر ہے اور بڑا بت اسکے نیچے پڑا ہے پس تابوت کو اُتار کر پھر بڑے بت کے نیچے رکھا اور صبح کو جو دیکھا تو پھر وہی
حال ہے تو تابوت کو بڑے بت کے نیچے رکھکر بڑے بت کے قدم اسمین کیلون سے جڑ دیے صبح کو دیکھا تو بڑا بت ہاتھ پاؤن ٹوٹا ہوا دور پڑا ہے
پس ڈرے کہ یہ کوئی بلاے آسمانی ہے پس تابوت کو اپنے شہر سے نکالکر ایک گانون مین ڈالدیا اس گانون والون کے گلون مین بیماری
پیدا ہونے لگی اور مرنے لگے پس بنی اسرائیل مین ایک عورت جو انکے قید مین تھی آنکو راہ بتائی کہ اسکو بنی اسرائیل کو واپس دو تاکہ اس بلا سے نجات پاؤ انھون نے

دو بردی گاڑی پر لاد کر اسکو بنی اسرائیل کی طرف روانہ کر دیا۔ اور محی السنۃ نے معالم مین اس قصہ کو یون بیان کیا کہ جب انھون نے تابوت چھین لیا تو فلسطین کے ایک گانون مین جسکو ازدود کہتے تھے بڑے بت کے نیچے رکھا صبح کو اوسکو بڑے بت کے اوپر پایا پھر نیچے کر کے بڑے بت کے پانون کیلون سے اسمین جڑ دیے صبح کو بڑے بت کے ہاتھ پانون کٹے تابوت کے نیچے پڑا پایا اور باقی بت اوندھے پڑے تھے پس اسکو بت خانہ سے نکال کر شہر کے ناحیہ مین رکھا پس اس ناحیہ کے لوگون کو درد گلو کی بیماری نے ہلاک کرنا شروع کیا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل کے معبود کی برابری کوئی معبود نہین کر سکتا ہے اسکو فلان گانون مین بھیجدو اس گانون مین چوہے پیدا ہوئے کہ رات کو آدمی سو جاتا صبح کو مرا ملتا کہ چوہے نے اسکی آنتین سب کھا لین ہین تو اسکو جنگل مین لیجا کر ایک جگہ دفن کیا تو جو اُس سرحد کی طرف بھی گذرتا اسکو ناسور وقولنج ہو جاتا تب تو نہایت حیران ہوئے تو ایک عورت بنی اسرائیل کی جو انکے پاس قیدیون مین تھی کہنے لگی کہ برابر تم پر یہی مصیبتین پیش آتی رہین گی جبتک یہ تابوت تم مین رہیگا اسکو نکال باہر کرو پس اوس عورت کی راے سے دو بردی گاڑی پر لاد کر اسکو ہانک دیا اور بیل چلدیے اور اللہ تعالے نے چار فرشتے اسپر متعین کیے کہ اسکو بنی اسرائیل کے ملک مین لے آئے اور حسنؒ سے روایت ہے کہ تابوت فرشتون کے ساتھ آسمان مین تھا پھر جب طالوت بادشاہ ہوا تو فرشتے اسکو لے آئے اور طالوت کے مکان مین رکھدیا قال المترجم دوسرا اختلاف کہ کیونکر آیا تو اس بیان بالا سے کچھ معلوم ہوا یعنے تیہ سے فرشتے لائے یا عمالقہ کفار کے پاس سے دو بردی گاڑی پر بجراست ملائکہ آیا اور اس روایت مین ہے کہ گاڑی کے پاس جو جاتا تھا مر جاتا تھا اور محی السنۃ نے کہا کہ یہی ملائکہ کے اُٹھا لانے کے معنے ہین۔ یا آسمان سے فرشتے اُتار لائے بنا بر روایت حسنؒ کے اور محی السنۃ وشیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی کہ فرشتے اس تابوت کو آسمان و زمین کے درمیان اُٹھائے ہوئے لائے یہانتک کہ اسکو طالوت کے سامنے رکھدیا اور لوگ اسکو دیکھ رہے تھے اور اسیکو شیخ جلال مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور بغوی وغیرہؒ نے ذکر کیا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ مجھے پہونچا ہے کہ تابوت اور عصاء موسیٰؑ دونون بحیرۂ طبریہ مین ہین اور وہ قیامت سے پہلے نکلین گے۔ اختلاف سوم اس تابوت مین پروردگار کی طرف سے سکینت تھی قال ابن کثیر بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ اسمین وقار و جلالت تھی۔ وروی عبدالرزاق عن معمر عن قتادۃؒ کہ سکینہ اے وقار اور ربیع نے کہا کہ رحمت اور ایسا ہی عوفی نے ابن عباس سے سکینت کے معنے روایت کیے ہین اور ابن جریج نے کہا کہ مین نے عطاء سے سکینۃ من ربکم کے معنے پوچھے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اسمین اللہ تعالے کی نشانیون سے وہ چیزین ہین کہ تم پہچانتے ہو پس اوسنے تسکین پاتے ہو اور ایسا ہی حسن بصریؒ سے مروی ہے۔ اور بعض نے کہا سکینہ ایک سونے کا طشت تھا جسمین انبیاء علیہم السلام کے دل دھوئے گئے اسکو اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا پس اسمین موسیٰ علیہ السلام نے الواح توریت کو رکھا تھا اور یہی سدیؒ نے ابو مالکؒ سے انھون نے ابن عباس سے روایت کیا ہے وقال الثوری عن سلمۃ بن کہیل عن ابی الاحوص عن علیؓ فرمایا السکینۃ لہا وجہ کوجہ الانسان ثم ہی روح ہفافۃ۔ اور ابن جریر نے کہا کہ حدثنی المثنی حدثنا ابو داؤد حدثنا شعبۃ وحماد بن سلمۃ وابو الاحوص کلہم عن سماک عن خالد بن عرعرۃ عن علیؓ- قال السکینۃ ریح خجوج ولہا راسان اور مجاہد نے کہا کہ لہا جناحان وذنب۔ اور محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ سکینہ ایک مردار بلی کا سر تھا کہ جب تابوت مین بلی کی بولی بولتا تو فتح کا یقین کرتے اور فتح ہو جاتی تھی اور عبدالرزاق نے کہا کہ مین نے بکار بن عبداللہ سے سنا کہ مین نے وہب بن منبہ سے سنا کہ سکینہ اللہ کی طرف سے بولتی روح تھی کہ جب بنی اسرائیل کسی بات مین اختلاف کرتے تو جو چاہتے اسکو بیان کر بتلا دیتی تھی۔ اور محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ وہ مشابہ بلی کے تھی اسکا سر مثل بلی کے اور دُم مثل بلی کے اور دو آنکھین جن سے شعاع نکلتی تھی اور دو بازو تھے زمرد اور زبرجد کے بنے ہوئے پس جب بنی اسرائیل اسکی آواز سنتے تو فتح کا یقین کرلیتے اور جب لڑائی کو چلتے تو تابوت کو آگے

آگے رکھتے پھر جب وہ چلتا تو چلتے اور اگر ٹھہر جاتا تو ٹھہر جاتے تھے اور قتادہ وکلبی نے کہا کہ سکینہ بروزن فعیلہ ماخوذ از سکون ہے اے طمانینۃ من ربکم- جہان تابوت ہوتا تھا وہان انکو طمانینت وتسکین ہوتی تھی اور حسن رح سے روایت ہے کہ وہ ایک شی تھی کہ جس سے انکے دلون کو تسکین ہوتی تھی قال المترجم پوشیدہ نہین کہ یہ تفرق اقوال ومتناقض تفسیرین جو علماے اعلام کی طرف منسوب ہوئین ہین اکثر ان مین سے غیر محفوظ ہین اور انکی اسناد صحیح نہین ہے اور جنکی اسناد مستقیم بھی ہے کوئی تفسیر مرفوع یعنے قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہین ہے اور نہ اسکی اصل ونظیر کہین شرع اسلام وکلام پیغمبر علیہ السلام مین پائی جاتی ہے اور نہ یہ صحیح ہوسکتا ہے کہ یہ اقوال تفسیری حکم مین مرفوع کے ہین اور نیز یہ بھی نہین ہے کہ ان علماے اعلام نے اپنی راے سے تفسیر کی ہو کیونکہ یہ گمان بھی ان اکابر کی نسبت زیبا نہین مگر انکہ جو کچھ یہود سے سنتے تھے کبھی اسکو بھی نقل کر دیتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگون کو حکم دیا تھا کہ اہل کتاب کی روایت کی تصدیق وتکذیب کچھ نہ کرین اسوجہ سے روایات اسرائیلیات بھی اسلام کے طریق سے روایت ہوگئی ہین اور شاید یہود نے اس سے یہ قصد کیا ہوگا کہ مختلف باتون سے اہل اسلام کے دلمین شک ڈالین ولیکن اہل ایمان واسلام امت محمدی صلعم کے اللہ ورسول کے کلام کی تصدیق کرتے ہین اور انکو ان مختلف روایات کی چندان حاجت نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مین یہ مضمون البتہ ثابت ہوا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک مرد رات کو سورہ کہف کی تلاوت کرتا تھا اور گھوڑا اوسکے پاس بندھا تھا پس ایک پارہ ابر جسمین قنادیل روشن تھین اُترنے لگا اور نزدیک ہوتا اور گھوڑا کسی قدر جولانی کرتا تھا پس صبح کو انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپنے فرمایا کہ یہ سکینہ ہے کہ قرآن کے واسطے نازل ہوئی تھی رواہ مسلم اور آیندہ اپنے مقام پر تحقیق آویگی پس حاصل کلام اس آیت کی تفسیر مین یہ ہے کہ اللہ تعالے تمکو وہ تابوت دیدیگا جسمین تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے لیے سکینت ہے اور ہمارے لیے اسیقدر کافی ہے اگرچہ تابوت کی تفسیر جو ہمارے مفسر رح نے ذکر کی ہے وہ بھی نہ مذکور ہوا اور سکینت کے معنے کے واسطے لغت وزبان کی طرف رجوع کرنا کافی ہے ابن عطیہ رح نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اس تابوت مین بزرگ چیزین تھین جو انبیاء علیہم السلام کے آثار وبقایا سے تھین پس دلون کو انسے تسکین ہوتی اور انکے ساتھ اُنس ہوتا تھا اور قوت حاصل ہوتی تھی اور بڑی چیز تو یہ تھی کہ اسمین توریت تھی یا دو لوح توریت کے یا ریزے لوح کے تھے جو ٹوٹ جانے سے الگ ہوگئے تھے وبالجملہ قول مفسر رح ارجح ہے واللہ اعلم- قولہ وبقیۃ مما ترک آل موسی وآل ہرون- ابن جریر نے بسند جید ابن عباس سے روایت کی کہ وہ عصاے موسی وریزہاے الواح تھے اور یہی قتادہ وسدی وربیع وعکرمہ کا قول ہے اور اسمین اتنا زائد ہے کہ اور توریت بھی اور ابو صالح نے کہا کہ عصاے موسی وعصاے ہارون علیہم السلام ودو لوح توریت ومن تھے اور بعض نے موسی وہارون کے کپڑے بھی زیادہ بیان کیے اور ابو صالح سے ایک روایت مین ہے کہ اور کلمہ کشائش لا الہ الا اللہ العلیم الکریم سبحان اللہ رب السموات السبع ورب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین بھی تھا- اور ان سب اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ آل موسی وآل ہارون سے خود موسی وہارون علیہما السلام ہی مراد ہین اور آل کا لفظ ان دونون کی تفخیم شان کے واسطے ہے کہ مفسر رح نے اختیار کیا ہے اور بعض نے آل سے ان کو مع دیگر انبیاء تابعین کے جو بنی اسرائیل مین گذرے مراد لیا ہے واللہ اعلم- التابوت- صندوق- عمالقہ- اولاد عملیق بن عاد بن شداد- السکینۃ جس سے سکون حاصل ہو کما لین مین کہا یعنے توریت قفیز تقارب وفاو آخر زاے معجمہ پیمانہ معروف اور مفسر رحمہ اللہ تعالے نے ستر ہزار جوان بیان کیے ہین اور محی السنۃ نے اسی ہزار بیان کیے واللہ اعلم

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ

پھر جب باہر ہوا طالوت فوجین لیکر کہا کہ اللہ تمکو آزمائش فرمانیوالا ہے ایک نہر سے تو جسنے پانی پیا اوس سے وہ مرا نہین اور جسنے

لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّيٓ إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ

اور جسنے اسکو نہ چکھا وہ میرا ہے مگر جو کوئی بھر لے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پھر پی گئے اسکا پانی سوائے تھوڑے آدمیون ان مین سے پھر پار ہوا وہ

وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهٗ ۙ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهٖ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم

اور جو لوگ ایمان والے اوسکے ساتھ تھے بولے نہین طاقت ہم کو آج کے روز مقابلہ جالوت وا سکے لشکر کی کہا ان لوگون نے جو یقین رکھتے تھے

مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةًۢ بِإِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِينَ ۝

کہ وسنے اللہ تعالےٰ سے ملنے والے ہین کہ بہترے تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بہت جماعت پر اللہ کے حکم سے اور اللہ تعالےٰ صابرون کے ساتھ ہے۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ پھر جب طالوت باہر ہوا بِالْجُنُودِ۔ من بیت المقدس وکان الحر شدیدا وطلبوا منہ الماء لشکرون کو لیکر ف بیت المقدس سے اور گرمی بہت شدید تھی اور لوگون نے طالوت سے پانی مانگا۔ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُم طالوت نے کہا اللہ تعالےٰ تمکو امتحان کرنے والا ہے بِنَهَرٍ۔ لیظہر المطیع منکم والعاصی وھو بین الاردن وفلسطین - ایک نہر سے تاکہ ظاہر ہو کہ تم مین فرمانبردار کون ہے اور نافرمان کون ہے اور یہ نہر درمیان اردن وفلسطین کے تھی فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ پھر جسنے اس نہر سے پیا ف یعنے اس نہر کے پانی سے پیا۔ فَلَيْسَ مِنِّي۔ اے من اتباعی - تو وہ میرے پیروون مین سے نہین وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّيٓ۔ اور جسنے نہ چکھا اسکو تو وہ مجھسے یعنے میرے ساتھیو ن سے ہے ف پھر چکھنے سے کچھ استثنا کر دیا بقولہ إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً۔ بالضم قرارۃ ابن عامر وکوفیون اور بالفتح قرارۃ ابو عمرو ابن کثیر ونافع - بِيَدِهٖ۔ فاکتفی بہا ولم یزد علیہا فانہ منی - سوائے اس شخص کے جسنے اٹھا لیا ایک چلو اپنے ہاتھ سے ف پس ایک ہی چلو پر اکتفا کیا اور اس سے زیادہ نہ لیا تو وہ مجھسے ہے یعنے میرا پیرو ہے بالجملہ شدت پیاس مین یہ امتحان تھا کہ سوائے ایک چلو کے ہرگز زیادہ نہ پیئین - فَشَرِبُوا مِنْهُ - لما وافوہ بکثرۃ - إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فاقتصروا علی الغرفۃ - پس پی لیا اس نہر سے جبکہ پہونچے اسپر بہتون نے مگر انمین سے تھوڑون نے کہ انھون نے ایک ہی چلو پر اکتفا کیا - روی انہا کفتہم لشربہم ودوابہم وکانوا ثلثمائۃ وبضعۃ عشر - روایت کیا گیا ہے کہ یہ چلو ان لوگون کو کفایت کر گیا یاین طور کہ انھون نے پیا اور اونکے جانورون نے پیا اور ایسے لوگ تین سو دس کچھ اوپر تھے فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهٗ - پھر جب طالوت نے خود مع ساتھی مومنون کے تجاوز کیا ف اور یہ وہ لوگ تھے کہ جنھون نے ایک چلو پر اکتفا کیا تھا غرضکہ جب یہ لوگ لڑنے کے لیے پار ہوئے تو نافرمانون نے بزدلی کی اور قَالُوا - ای الذین شربوا - جن لوگون نے پیا تھا کہنے لگے - لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهٖ - آج ہمکو تو جالوت واسکے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہین ہے ف اور نامردی کر گئے اور پار نہ اترے - قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ - یوقنون - کہنے لگے وہ لوگ جو یقین رکھتے تھے کہ - أَنَّهُم مُّلٰقُوا اللّٰهِ - بالبعث وہم الذین جاوزوہ - ہم ملنے والے ہین اللہ تعالےٰ سے ف باین طور کہ قیامت مین اٹھائے جاوینگے اور یہ وہ لوگ ہین کہ نہر سے تجاوز کر گئے تھے غرضکہ مومنین کہنے لگے کہ - كَمْ - خبریہ - بمعنی کثیر - مِّنْ فِئَةٍ - جماعۃ - قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةًۢ بِإِذْنِ اللّٰهِ - کثرت سے ایسا ہوا کہ قلیل جماعت غالب ہوئی گروہ کثیر پر بارادہ الٰہی - وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِينَ - اور اللہ تعالےٰ صابرون کے ساتھ ہے ف یعنی مدد و نصرت الٰہی صابرون کے ساتھ ہے الحاصل طالوت مع لشکرون کے جہاد کے لیے روانہ ہوا اور جنود کی تعداد بعضون نے کہا ستر ہزار تھی اور بعض نے کہا اسی ہزار اور بعض نے کہا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ تین لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ تھی - قولہ قال ان اللہ مبتلیکم بنہر - طالوت نے یہ قول

اپنے نبی شمویل علیہ السلام کے آگاہ کرنے سے کہا تھا اور یہی ظاہر ہے اور بعض نے کہا کہ بعد بادشاہ ہونے کے وحی بھی آنے لگی تھی اور یہ بعید ہے اور وجہ امتحان یہ تھی کہ جو اس پیاس میں مضبوط رہا وہ باقی تکلیفوں میں مضبوط رہیگا اور جو اسی میں پھسل گیا وہ ضرور زیادہ تر سختی کے وقت پھسل جائیگا قال البیضاوی رحمہ اللہ یہی حال دنیا کا ہے کہ آخرت کا قصد کرنیوالا اسی قیاس پر ہے کہ اگر دنیا سے اس نے پیٹ بھر لیا یعنے اسکی ہوس سے پیٹ بھر لیا خواہ اوسکو ملے یا نہ ملے تو وہ اہل حق عزوجل سے نہیں ہے اور جسنے قدر غرفہ لیا اور ہوس میں سے بالکل نہ لیا تو وہ اہل اللہ تعالے سے ہے کما قال فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی الا من اغترف غرفۃ بیدہ بیضاوی نے کہا کہ یہ فمن شرب سے استثنا ہے اور جملہ ثانیہ اسپر مقدم اسوجہ سے لایا گیا کہ عدم طعم کی طرف زیادہ اعتنا ہے اور معنی یہ ہیں کہ قلیل کی رخصت ہے کثیر کی رخصت نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ مفسر نے جو کثیر زیادہ کیا ہے اس سے اسی طرف اشارہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو خوب پیے وہ میرا نہیں اور جو بالکل نہ پیے وہ میرا ہے اور یہ عمدہ ہے لیکن اگر ضرورت ہو تو رخصت ایک چلو کی ہے اور یہ مباح ہے اور لم یطعمہ پانی کے حق میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ طعام میں پانی بھی شامل ہے پس اگر کسی نے کہا کہ لا اطعم شیئا یعنے قسم کھائی کہ کچھ نہ کھاؤنگا تو علی العموم پانی کو بھی شامل ہوگا فتامل قولہ فشربوا منہ ای فکرعوا منہ اسواسطے کہ نہر سے تو اصل میں کرع اسے منہ لگا کر پیتے ہیں اور مراد یہاں یہ ہے کہ ہاتھ سے ایک چلو نہیں لیا بلکہ منہ لگا کر زیادہ پی گئے الا قلیلا منہم - ظاہر یہ ہے کہ قلیل نے پیا ہی نہیں اور یہی قرطبی نے کہا ہے ولیکن ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی کہ جسنے ایک چلو پیا وہ سیر ہو گیا اور جسنے منہ لگا کر پیا وہ آسودہ نہوا اور ایسا ہی سدی نے ابن مالک عن ابن عباس روایت کیا ہے اور ایسا ہی قتادہ و شوذب نے کہا ہے اور بخاری میں براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ ہم لوگ باتیں کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بروز بدر تین سو دس سے کچھ اوپر اتنی ہی تعداد پر تھے جتنی گنتی طالوت کے لوگوں کی تھی جنھوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور نہیں پار ہوا تھا نہر سے طالوت کے ساتھ کوئی مگر وہی جو مومن تھا - قولہ فلما جاوزہ ھو والذین آمنوا معہ قالوا لا طاقۃ لنا الیوم الی آخرہ - پھر اون لوگوں کا ذکر کیا کہ جنھوں نے نہر سے خوب پانی پیا تھا اور محی السنۃ نے معالم میں فرمایا کہ ان لوگوں کے ہونٹ سیاہ پڑ گئے تھے اور سیراب نہیں ہوتے تھے اور نہر ہی کے کنارے اسی پار پڑے رہے اور نامردی چھا گئی پس معنے یہ ہیں کہ جب طالوت اور اوسکے ساتھی مسلمان خالص پار ہو گئے تو ان لوگوں نے جو پانی پیکر نہر کے اسی پار پڑے تھے زور زور سے کہنا شروع کیا کہ آج جالوت والوں کو وہ قوت حاصل ہے کہ ہم اونسے مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں یعنے ظاہر میں اپنا عذر بیان کرتے تھے اور انکی شیطانیت کا اثر یہ تھا کہ اہل ایمان کو بھی اس بات پر آمادہ کرتے تھے کہ راہ سے بھاگ جاویں پس اُن لوگوں نے جو لقاء حق عزوجل کا یقین رکھتے تھے یہ جواب دیا کہ طاقت و قوت سب اللہ تعالے کی طرف سے ہے بہت ہوئے اور بہت سامان ہوئے پر نہیں ہے اور کمالین میں مذکور ہے کہ جالوت مرد قوی ہیکل سخت درشت تھا قد اسکا دو بلند مناروں کے برابر اور چوڑان دس گز کا تھا اور جمعیت یعنے لشکر اسکا اسی لاکھ قوی ہیکل سوار تھے اور قرطبی نے کہا کہ بعض نے فرمایا کہ وہ لوگ ایک لاکھ سوار مسلح قوی تھے اور محی السنۃ نے ابن عباس سے ذکر کیا کہ پانی پی جانے سے نہر سے نہیں اترے - اور وہیں سے نامردی سے جالوت والے لشکر کی کثرت دیکھی بد دلی ظاہر کیا کیے اور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ نہر سے تو پیچھے اتر آئے تھے ولیکن جالوت کے لشکر کی کثرت دیکھ کر ایسا کہتے ہوئے بھاگ گئے اور لڑائی میں شریک نہیں ہوئے ولیکن اول اصح ہے اور اسی کو مفسر نے اختیار کیا ہے اور جالوت والے لشکر کی تعداد و تخمینہ میں تھے قول معتمد نہیں ملا بہر حال ابن عباسؓ نے جو طالوت والوں کے ساتھ والوں کی تعداد تین لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ بیان کی ہے تو تعجب نہیں کہ وہ اسّی لاکھ ہوں واللہ اعلم اور حسن قدرت الٰہی یہ تھی کہ جالوت مذکور نے تنہا تمنّا مقابلہ کیا تھا اور اسکا مارا جانا تھا کہ اسکا لشکر بے حواس ہو کر بھاگا

جیسا کہ آگے آتا ہے انشاء اللہ تعالے ف۲ فی العرائس قولہ فلما جاوزہ ہو والذین آمنوا معہ۔ اے روح وعقل وملک وقلب نے تجاوز کیا اور
نہر شہوت سے بچکر پار ہوگئے۔ قولہ قال الذین یظنون انہم ملاقوا اللہ۔ اے روح کے لشکری جو کہ یقین رکھتے ہین کہ شیطان پر جہاد کے
بعد عیاناً کشف ہوگا۔ قولہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ اے بہتیرے گروہ جو تعداد مین کم مگر اُنکے ساتھ نور یقین ہے وہ غالب ہوتے
ہین بہتیرے ایسے گروہ پر جنکے ساتھ اللہ تعالے کی طرف سے مدد نہین ہے۔ قولہ واللہ مع الصٰبرین۔ ای ایسے صابرون کے ساتھ ہے جو حق تعالے
کی جو مراد ہے اُسی پر ٹھہرے ہین کہ انھون نے اسکو بسر وچشم لیا اور اسی پر راضی ہین اور اسکے کرم قدیم کو دیکھتے اور حظ مشاہدۂ حق کے لیے
اپنے حظوظ نفس کو چھوڑے بیٹھے ہین اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے دنیا اور اسکے چاہنے والے کے حق مین یہ مثل بیان فرمائی ہے کیونکہ دنیا
شہوتونکی نہر ہے اسکو اللہ تعالے نے خلائق کے درمیان جاری کر دیا ہے تاکہ بندون کا امتحان ہو جاوے اور وہ دانا تر ہے تاکہ اس سے بہتیرون کو
گمراہ کرے اور بہتیرون کو راہ راست بتادے پس جس نے اس دنیا کی نہر مین سے بقدر ضرورت کے پیا تاکہ اللہ تعالے کی عبادت پر قوت حاصل ہو
اور بالکل دامن اس سے پار ہوگیا تو وہ ایمان ویقین وعرفان والون مین سے ہے کہ اسکو مشاہدۂ رحمن تعالے کی راہ مل جاویگی اور جسنے فرط حرص سے
غفلت کی آنکھونمین سیر ہوکر پیا تاکہ معصیت مین پڑجاوے یعنے دنیا کا حریص ہوا اور غفلت مین پڑکر گنہگار رہا خواہ اسکو دنیا ملی یا نہ ملی تو وہ
راہ مستقیم سے گمراہ ہوا اور اسکا پیٹ اس سے کبھی نہ بھریگا یہانتک کہ دوزخ کی آگ مین جاوے قال المترجم اور حدیث صحیح مین ہے
کہ آدمی بچہ اگر ایک جنگل بھر مال پاوے تو چاہتا ہے کہ دوسرا جنگل بھر ہو اور اگر دو جنگل بھر ہو تو چاہتا ہے کہ تیسرا جنگل ہو اور آدمی کے پیٹ کو کوئی
چیز نہین بھریگی سواے قبر کی خاک کے اور جو شخص کہ اللہ تعالے کی طرف رجوع لاتا ہے اللہ تعالے اسکی توبہ قبول فرماتا ہے سعدی علیہ الرحمۃ نے
اسی حدیث سے کہا ہے ؎ گفت چشم تنگ دنیا دار را ÷ یا قناعت پر کند یا خاک گور ٭ اور اللہ عزوجل نے اس مثل کو انکے قصہ مین بیان
فرما دیا تاکہ عبرت سے نظر کرنے والا اسمین غور کرے اور اس سے انوار حاصل کرے قال المترجم حدیث مین ہے کہ نیک بخت وہ شخص ہے جو دوسرے
کے حال سے اپنے لیے نصیحت حاصل کرے اور اللہ عزوجل نے حکم فرما دیا ہے کہ نیک بخت لوگ اللہ تعالے کی رحمت یعنے جنت مین ہونگے

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَ

اور جب سامنے ہوے جالوت کے اور اوسکی فوجون کی بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہم مین جتنی مضبوطی ہے اور ٹھہرا ہمارے پاؤن

انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ

اور مدد کر ہماری اس کافر قوم پر پھر شکست دی انکو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا داؤد نے جالوت کو اور دی اسکو

اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ

اللہ نے سلطنت اور تدبیر اور سکھایا اسکو جو چاہا اور اگر دفع نہ کردے اللہ لوگون کو ایک کو ایک سے تو خراب ہوجاوے

الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا

ملک ولیکن اللہ فضل رکھتا ہے جہان کے لوگونپر یہ آیتین اللہ کی ہین ہم تجکو سناتے ہین

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

تحقیق اور تو بیشک رسولون مین سے ہے

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ۔ جب یہ قلیل جماعت طالوت والی ظاہر ہوئی جالوت واسکے لشکرون سے لڑنے کے

لیے اور باہم صف بندی کی۔ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا۔ تو وہ دعا مانگنے لگے کہ ہمارے رب ہم پر صبر ریز دے۔ وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا۔ اور ہمارے قدمون کو جما دے ف باین طور کہ ہمارے دلون کو جہاد کرنے پر قوی کر دے۔ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ اور ہمکو کافرون یعنی جالوت والون پر مدد دے۔ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ۔ پس مومنون نے کافرون کو توڑ دیا اللہ تعالے کے ارادہ سے۔ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ۔ اور داؤد نے جالوت کافر کو مار ڈالا ف اور داؤد اسوقت طالوت کے لشکر مین تھے۔ وَآتَاهُ۔ اے داؤد اللَّهُ الْمُلْكَ۔ فی بنی اسرائیل۔ وَالْحِكْمَةَ۔ النبوۃ بعد موت شمویل وطالوت ولم یجتمعا لاحد قبلہ۔ اور دیدیا اللہ تعالے نے داؤد کو ملک یعنی بنی اسرائیل کی بادشاہت اور دی حکمت یعنے نبوت بھی بعد موت شمویل وطالوت کے حالانکہ داؤد سے پہلے کوئی شخص پیغمبر و بادشاہ جامع نہین ہوا۔ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ۔ کصنعۃ الدروع ومنطق الطیر اور جو کچھ چاہا داؤد کو سکھلایا ف جیسے زرہون کا بنانا اور پرندون کی بولی سمجھنا۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ۔ اور اگر اللہ تعالے کا دفع کرنا ان لوگون کو بعض کو بعض سے نہو۔ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ۔ تو زمین مین فساد پھیل جاوے ف کیونکہ مشرکین غالب ہوکر جالوت والون کی طرح مسلمانون کو قتل کرین اور مساجد اجاڑ دین۔ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ۔ ولیکن اللہ تعالے اہل عالم پر فضل والا ہے ف پس دور کر دیا بعض کو بعض سے۔ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا۔ نقصہا۔ عَلَيْكَ۔ یا محمد۔ بِالْحَقِّ۔ بالصدق یعنے بیان کرتے ہین ہم ان آیتون کو تجھ پر اے محمد ساتھ سچائی کے۔ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ اور بیشک تو انبیاے مرسلین سے ہے ف خاتم النبیین ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش و یہود وغیرہ جو انکار کرین کفار رہین تو ملعون دائمی ہون۔ لقول الکفار لہ لست مرسلا یعنی کافرون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ لست مرسلا۔ جیسا کہ آگے آویگا یعنے تو رسول نہین ہے پس اللہ عزوجل نے ان منکرون پر رد کر دیا اور تاکید شدید سے کہ جملہ اسمیہ اور ان تاکید یہ اور لام تاکید وغیرہ ہے ف جسقدر مفسر رحمہ اللہ نے تفسیر مین ذکر کر دیا ہے وہ آیت کی تفسیر کے واسطے کافی وافی ہے اور بیان داؤد علیہ السلام وقتل جالوت کا قصہ ہے اور اسکے متعلق دیگر روایات ہین جنکو ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسرائیلیات مین سے قرار دیا ہے یعنے وہ بنی اسرائیل سے مسلمانون نے روایتین لی ہین پس اللہ تعالے انکی صحت کا دانا تر ہے ولیکن اہل تفسیر نے انکو ذکر کیا اور مین چاہتا ہون کہ محی السنہ نے معالم مین جسطرح وارد کیا ہے اسکو کسیقدر زیادت واختصار سے وارد کرون پس محی السنہ نے معالم مین کہا کہ اہل تفسیر نے بیان کیا ہے کہ طالوت کے ساتھ جن لوگون نے نہر کو عبور کیا تھا ان مین داؤد کا باپ ایشا تھا پس داؤد بن ایشا ہوئے اور بعض نے کہا داؤد بن زکریا بن لیشوی از اولاد یہودا بن یعقوب ہے پس ایشا کے ساتھ انکے تیرہ لڑکے تھے اور داؤد ان سب مین چھوٹے تھے اور گوپھن سے پتھر مارنے مشتاق تھے پھر جالوت کو جب یہ خبر پہونچی اور لشکر برابر ہوے تو اسنے طالوت سے کہلا بھیجا کہ مین تنہا میدان مین آتا ہون تو خود میرے مقابل ہو یا کسی مقابل کو بھیج اگر اسنے مجھے قتل کیا تو میری بادشاہت تمھاری ہے ورنہ تمھاری بادشاہت میری ہے پس یہ طالوت پر گران گزرا اور اپنے لشکر مین آواز دی کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے اسکے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دون اور آدھی بادشاہت اسکو دیدون مگر جالوت سے خوف کرکے کسی نے جواب نہ دیا پس طالوت نے شمویل پیغمبر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ دعا کریں کہ فرمایا تو ایک شیشی روغن قدس کی نشانی آئی کہ جسکے سر پر رکھنے سے خود جوش کرے وہی جالوت کا قاتل ہے کسی کے سر پر جوش نہ کیا مگر دوسری مرتبہ وحی سے پسران ایشا معلوم ہوے اور بارہ بیٹے جو تنا ور مثل ستون کے تھے کسی کے سر پر روغن مذکور نے جوش نہ کیا مگر داؤد علیہ السلام کے سر پر اوجہ ایک شخص کوتاہ قامت سرخ رنگ تھے اور روغن قدس انکے سر پر جوش کرکے تمام سر مین مثل تاج کے رہا اور کسی طرف نہین بہا اور طالوت نے پوچھا کہ تم اپنے بیٹے کو کوئی نشانی پاتی ہو کہ جالوت سے شخص کو قتل کرے۔ کہا کہ ہان مین بکریان چراتا ہون اور

گاہے شیر یا چیتا یا بھیڑیا اسکو پکڑ لیتا ہی اور مین اللہ تعالیٰ کی مدد و قوت سے اسکے کلے چیر ڈالتا ہون اور اسکے منھ سے بکری نکال لیتا ہون پھر داؤد علیہ السلام
راہ مین گذرے تو کئی پتھر اُٹھا کر اپنی جھولی مین رکھ لیے پھر جب لشکرون نے باہم صف بندی کی اور جالوت میدان مین نکل آیا اور اپنے
مقابل طلب کیا تو داؤدؑ اس سے لڑنے چلے اور طالوت نے انکو گھوڑا و ہتھیار وغیرہ سامان حرب دیے جب داؤد میدان مین پہنچے تو پھر
لوٹے اور طالوت کے گرد والون نے کہا کہ لڑکا ڈر گیا اور یہ اسوقت درجہ بلوغ کو بھی نہ پہونچے تھے پس طالوت نے پوچھا کہ کیا ہی تو داؤد نے کہا کہ
اگر اللہ عزوجل مجھکو مدد و فتح نہ دیگا تو یہ تمھارے ہتھیار وغیرہ میرے کام نہ آوینگے تم مجھے جیسے مین چاہتا ہون جانے دو طالوت نے کہا کہ تمھاری خوشی
پس داؤد نے جھولی ڈالی اور گوپھن لیا اور چلے اور جالوت مرد قوی ہیکل تنا ور دلیر تھا کہ تنہا لشکرون کو بھگاتا تھا مگر داؤد کو دیکھکر ہیبت ناک ہوکر
بولا کہ اسے لونڈے تو لڑنے آیا ہی اور یہ ڈھیلے لیکر چلا ہی جیسے کتے کو مارنے چلتے ہین داؤد نے کہا کہ ہان اور تو کتے سے بدتر ہی اسنے کہا کہ ضرور بالضرور
کہ تیرا گوشت درندون کو بانٹون داؤد نے کہا یا تیرا گوشت اللہ تعالیٰ بانٹیگا پھر داؤد نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر گوپھن مین پتھر رکھکر مارا تو اللہ تعالیٰ
کی نصرت سے اسکے خود آہنی پر پڑا اور اسکا دماغ توڑ کر لشکریون مین سے تیس مرد کو قتل کیا اور جالوت مردہ ہوکر گر پڑا اور اسکے لشکر والے
نہایت خوفناک ہوے اور طالوت و مسلمانون کے حملہ کی تاب نہ لاکر بھاگے اور داؤد نے جالوت کو کھینچکر طالوت کے سامنے ڈالدیا اور
اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فتح دی اور طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور لوگون نے داؤد کا ذکر زیادہ کرنا شروع کیا اور انھین کی طرف
مائل ہوے اور طالوت نے حسد کی اور بعد شمویل علیہ السلام کے ظلم و غارت کرنا شروع کیا اور داؤد ایک پہاڑ پر چلے گئے کہ وہان عبادت
مین مشغول رہتے پھر طالوت کے چالیس برس سلطنت کے بعد بادشاہت داؤد پر مقرر ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انکو نبی کردیا اور انھون نے
سات برس بادشاہت کی اور بنی اسرائیل مین انسے پہلے کوئی شخص ایسا نہین ہوا کہ نبی و بادشاہ دونون ہووے چنانچہ فرمایا۔ واٰتاہ اللہ
الملک والحکمۃ یعنی دونون داؤد کے واسطے جمع کردین اور فرمایا وعلمہ مما یشاء۔ اور قصہ داؤد مین فرمایا ہی وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم
یعنی حرب کی زرہ بنانی سکھلائی اور انکو زبور دی اور اسکا لحن سکھلایا اور پرندون کی بولی سمجھنی سکھلا دی اور انکے قصہ مین انشاء اللہ تعالیٰ
آویگا قولہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین۔ اور یہ مانند قولہ تعالیٰ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم
ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا الآیۃ۔ اور ابن جریر نے ابن عمرؓ سے مرفوعا روایت کی کہ اللہ تعالیٰ
ایک مسلمان صالح کی وجہ سے اوسکے پڑوسی سو گھرون پر سے بلا کو دور کرتا ہی پھر ابن عمرؓ نے پڑھا ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض
لفسدت الارض الآیۃ ورواہ احمد ایضاً شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسناد ضعیف ہی کیونکہ یحییٰ بن سعید بن العطار الحمصی راوی بہت ضعیف ہے
اور جابر بن عبد اللہ سے مرفوعا روایت کی کہ اللہ تعالیٰ مسلمان صالح کی وجہ سے اوسکے فرزند اور پوتے اور گھر والے و پڑوس والے کو خوش رکھتا ہے
اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان مین رہتے ہین جب تک وہ ان مین ہو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد مین بھی یحییٰ بن سعید العطار
الحمصی راوی ہین پس یہ بھی ضعیف ہی پھر ابن کثیر نے ابوبکر بن مردویہ کی روایت سے حضرت ثوبانؓ سے مرفوعا روایت کی کہ ہمیشہ تم مین
سات شخص ایسے رہین گے کہ انھین کی وجہ سے تم مدد دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے بارش کا پانی دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے
رزق دیے جاؤگے یہانتک کہ قیامت قائم ہو اور نیز ابن مردویہ نے عبادہ بن الصامت سے مرفوعا روایت کی کہ میری امت مین ابدال
تیس شخص رہینگے انھین کی وجہ سے تم رزق دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے بارش کا پانی دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے مدد دیے جاؤگے
قتادہ نے کہا کہ مین امید کرتا ہون کہ حسن بصری انھین مین سے ہو قال المترجم بعض روایات مین چالیس اور بعض مین چار اور بعض مین

پانچ سو کی تعداد مروی ہو ولیکن قسمین الگ الگ ہین اور شوکانی نے اپنے موضوعات مین اسکو ذکر کرکے اسکی تحسین کی ہو کہ طرق اسکے بعض کے بعض معاضد اور بعض حسن ہین اور بالجملہ یہ بات حدیث سے ثابت ہو اور شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے جو فتوح الغیب مین ابدال کی بابت تقریر کی ہو اوسکا حاصل یہ ہو کہ وے لوگ اپنے خطرات اور اختیارات سے بالکل باہر ہین اور کھانا پینا چلنا بولنا اٹھنا بیٹھنا سب اونکا حب ہی ہوتا ہو کہ عالم غیب سے اسکا خطور انکے اندر ہو ولیکن انوار ایمان اور راہ حق انمین ظاہر ہو اور انکی صحبت موجب کمال ایمان و مغفرت ہو واللہ تعالے اعلم ف۲ شیخ محی الدین بن العربی رح نے لکھا قولہ تعالے طالوت ملکا- اور یہ مرد فقیر تھا سو بنی اسرائیل نے اسکو بادشاہت کے واسطے قبول نہ کیا اسواسطے کہ استحقاق بادشاہت وریاست کا عوام کے نزدیک یہ ہو کہ خارج کی سعادت اسمین ہو یعنے مال ونسب ہو پس انکے نبی علیہ السلام نے انکو تنبیہ کردی کہ بادشاہت کا استحقاق دو باتون سے ہوتا ہو انمین سے ایک سعادت روحانی ہو اور وہ علم ہو اور دوسری سعادت بدنی ہو یعنے اسکے قوی خوب درست ہون اور جسم دراز ہو چنانچہ کہا وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللہ یوتی ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم- پس وہ مال بھی دیدیتا ہو جیسے بادشاہت دیتا ہو اور جانتا ہو کہ کون اسکا استحقاق رکھتا ہو اور اسمین کتنے مال کی ضرورت ہو اسقدر اسکو دیدیتا ہو- وقال لہم نبیہم ان آیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم- پھر بیان فرمایا کہ ملک کے استحقاق کی ایک اور علامت ہو وہ یہ ہو کہ مخلوق اسکی اذعان پر ہو اور اسکی ہیبت ووقار لوگون کے دلون مین ہو اور لوگون کے دل اسکے ساتھ محبت کرین اور اسکے حکم کو دل سے قبول کرین کہ اسکی فرمانبرداری اور انقیاد پر مطیع ہون اور اسکو عجم والے قدیم لوگ فارس کے خورہ کہتے تھے اور بادشاہان کیان کے ساتھ خورہ ہی مخصوص تھا پھر انکے بعد اسکو فر کہنے لگے چنانچہ فریدون مین فر قرار دیتے تھے اور کیکاؤس سے فرۂ ایزدی جاتا رہا تھا پھر انھون نے اسکو کیخسرو مین پایا اور یہان اسکو تابوت کے نام سے بیان کیا یعنی جسکی طرف امور کا مرجع ہو اسواسطے تابوت بروزن فعلوت از توب ہو ای تمھارے پاس اسکی جہت سے وہ چیز آجاویگی جو اسکی بادشاہت ثابت ہونے کے واسطے چاہیے ہو یعنی اذعان وطاعت وانقیاد ومحبت جو اللہ دلون مین ڈال دیگا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین رعب کے ساتھ ایک مہینے کی راہ تک فتح دیا گیا ہون یا وہ حالت نفسانیہ اور ہیئت ہو جو اسکی صحت بادشاہت پر دلیل ہو- فیہ سکینۃ من ربکم- وہ چیز ہے جسکی طرف تمھارے دلونکو سکون ہو وبقیۃ مما ترک آل موسی وآل ھرون- یعنے جوان دونون نے اپنی اولاد مین ایک معنی چھوڑے جسکو فر کہتے ہین اور وہ ایک نور ملکوتی ہو کہ نفس اوس سے روشن ہوجاتا ہو کیونکہ ملکوت سماوی سے مل جاتا ہو اور عالم قدرت سے اوسکے حاصل ہوجانے پر علم سیاست اور تدبیر ملک وحکمت سے زینت حاصل ہوجاتی ہو- تحملہ الملائکۃ اور یہ تمھارے پاس آسمانی فرشتون کی وساطت سے نازل ہوگا- اور ممکن ہو کہ کہا جاوے وہ کوئی صندوق تھا جسمین طلسم تھا جیسے لشکرون کی فتح وفیروزی کے طلسمات ہوتے ہین بنا برانکہ روایت کیا گیا ہے کہ اسمین ایک صورت تھی جسکا سر آدمی اور بلی کا اور دم مانند بلی کے تھی جیسے فریدون کے وقت مین درفش کاویان تھا- بنہر- وہ طبیعت جسمانیہ کا نہر ہو- فمن شرب منہ فلیس منی- اسے جنے اسمین سے افراط سے آسودہ ہوکر پیا وہ میرے لوگون مین سے نہین اسواسطے کہ طبیعت کے پابند اور خواہشون کے بندے مخلوق الٰہی مین سے نہایت ذلیل وعاجز ترین انکو کہان قوت ہو کہ جالوت نفس اماره سے قتال کرین اور نہ وے جالوت قوم عمالقہ سے جو دشمن دین تھا قتال کرسکتے تھے اسواسطے کہ انکو جمیعت وتشنہ نہین ہو الا من اغترف غرفۃ بیدہ- اگر سوائے اسکے جنے اسمین سے قدر ضرورت واحتیاج پر قناعت کی بدون اسکے کہ وہ شخص اسمین حریص ہو اور منہمک ہو فشربوا منہ ان مین اکثر پی گئے اور اسمین منہمک ہوگئے- الا قلیلا منہم- مگر انمین سے تھوڑے اسواسطے کہ جو لوگ ایسے ہین کہ طبیعت کی پلیدیون

سے پاک اور اسکے لگاؤ سے الگ اور اسکے میل سے صاف ہین وہ اپنے سوائے دوسر دن کی بہ نسبت تھوڑے ہین قال اللہ تعالے
وقلیل ماہم - اور فرمایا - وقلیل من عبادی الشکور - اور یہ وہی لوگ تھے جو یقین کے ساتھ ایمان لائے تھے اور نور یقین سے جانتے تھے
کہ غالب ہونا کچھ کثرت پر نہین بلکہ مدد الٰہی پر ہے پس قوت یقینی کے معائنہ پر صبر کرکے ظفر پائی مترجم کہتا ہے کہ بحمد اللہ تعالے پارہ دوم
کی تفسیر مع اشارات تمام ہوئی اور آئندہ پارہ سوم شروع ہوتا ہے اور واضح رہے کہ مترجم عفا اللہ عنہ کو رائے دی گئی کہ اس تفسیر لینسیط
سے استفادہ حاصل کرنے والے دو قسم کے برادران اسلام ہین بعض وہ کہ جنکو فارسی اردو مین مہارت ہے اور بعض وہ ہین کہ جنکو فی الجملہ عربی
زبان مین مداخلت ہے اگرچہ پورے عالم نہون پس تفسیر مین صرف گروہ اول ہی پر نظر مقصود نہونا چاہیے کہ کوئی تحقیق فقہی یا تدقیق علمی بالکل نہ
لائی جاوے بلکہ عام فہم مضامین کے ساتھ مین ایسے علوم بھی درج کیے جاوین کہ جنکے استفادہ سے فی الجملہ عربی دان مسلمان انکو اُردو بیان سے حاصل کرکے
درجہ عالم پر پہونچ جاوے تو اس مجموعہ لطیف کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعت اول اپنے لائق مضامین سمجھ لینگے اور باقی جو انکی سمجھ سے زائد ہون انکو جماعت
دوم حاصل کرلین گے لہذا تنبیہ کردی گئی کہ جن دقیق مضامین کو عام اہل اسلام نہ سمجھین تو تنگدل نہون کہ وہ علوم دوسری جماعت کے لیے ہین اور اسکے
جماعت اول بھی سمجھ سکتے ہین واللہ تعالے الموفق والمعین والحمد للہ رب العالمین - تم الجزء الثانی ویتلوہ الثالث من قولہ تعالے تلک الرسل

افادۂ اصولیہ

آیات و احادیث سے احکام فقہیہ استخراج کرنے کے لیے چند امور معلوم کرنا ضرور ہین آیات و حدیث مین کبھی درواقع مخالفت نہین ممکن ہے
لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہم لوگون کو آیات قرآنیہ تو قطعی متواتر پہونچی ہین اور احادیث بروایت ثقات بطور صحیح حاصل ہوئین چنانچہ مقدمہ
مین بیان ہوچکا پھر کبھی تمام کو مقدم و موخر و ناسخ و منسوخ معلوم نہونے سے ظاہر مین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیت سے جو حکم نکلتا ہے وہ حدیث مین
دوسری طرح مروی ہے پس ایسی صورت مین تلاش سے جمع کرنا چاہیے اور استخراج حکم کے لیے چند اصول ہین (اول) نص آیت یا حدیث
مین جو کلمہ مستعمل ہوا اگر وہ معنی معلوم کے لیے موضوع ہو تو خاص کہلاتا ہے جیسے زید ایک شخص خاص ہے - مرد ایک جنس خاص و عورت دیگر جنس
خاص ہے اور انسان نوع خاص ہے اور یہ اصطلاح منطق کے خلاف ہے اور کبھی اصول مین یون کہتے ہین کہ انسان جنس خاص ہے اور جنس کے
تحت مین مرد ایک نوع خاص و عورت دیگر نوع خاص ہے - ثلاث عدد خاص ہے (دوم) اگر کلمہ جامع و شامل جماعت ہو تو عام ہے جیسے
جو جیز - یا جو شخص - وغیرہ - پھر عام سے کبھی بعض افراد کی تخصیص ہوجاتی ہے اور ضرور ہوا کہ حنفیہ علما کے نزدیک اب قطعی عام کی تخصیص بھی قطعی
دلیل سے ہو پھر جب ایک مرتبہ تخصیص ہوچکی تو آئندہ ظنی رہگیا تو ظنی دلیل سے بھی تخصیص ہوسکتی ہے (سوم) کلام جس مقصود کے لیے
بولا گیا اسمین نص ہے اور ظاہر جو بات اس سے نکلتی ہے وہ ظاہر ہے (چہارم) آیت و حدیث کے جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آیت و حدیث
متواتر و اجماع متواتر تو قطعی ہین اور حدیث مشہور سے قرآن پر بڑھانا جائز ہے - حدیث احاد صحیح اس معنی مین بدرجہ قطعی نہین کیونکہ اسناد
ظنی ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین سب قطعی تھے اگر کبھی ظاہر مین یون نظر آوے کہ آیت و حدیث مین موافقت نہین ہے تو علمی
اجتہاد سے دونون مین موافقت کا طریقہ سمجھو اور اگر تخصیص ہوسکے تو تخصیص کرو اور اگر نہ ہوسکے تو مقدم و موخر معلوم کرکے ناسخ منسوخ
دیکھو اور بقدر تعیین الہا مین بعض وجوہ اصولی دیگر مذکور ہین اور ان اصول کا عملدرآمد کرنا خود آیات کی تفسیر مین موجود ہے - واللہ تعالے ہو الموفق والحمد للہ رب العالمین

متبرک کتاب کو بہت تصحیح کے ساتھ شائع کیا ہے
اسکی تہذیب اس طور پر رکھی گئی ہے کہ
متن [illegible] اور شرح امام نووی بخط نستعلیق
ہی حاشیہ پر مولانا مولوی سید امیر علی
صاحب مرحوم کے فوائد مزید درج ہین
اسکی تصحیح مین خاص اہتمام کیا گیا ہے
اول اسکو ایک مصری نسخہ سے ملایا اور
بعد کو اور کئی نسخون سے مقابلہ کرنے کے
بعد شایع کرایا گیا اور جملہ اختلافات بھی
درج کیے گئے ہین۔ چونکہ مطبوعہ سابق کا
سائز بہت بڑا تھا اسلیے اسمین ترمیم کرکے
اسکو ۲۰×۲۶ (۱/۴) پیمانہ پر طبع کیا ہے۔
کتاب کے نایاب ہونے کی وجہ سے
اسکی فرمائشات بہت کثرت سے آرہی ہین
لہذا آپ کو جسقدر خریداری منظور ہو جلد
آرڈر دیجیے کہ طبع ثانی کا انتظار نکرنا پڑے
کاغذ سفید۔ خط پاکیزہ۔

فقہ اردو

غایۃ الاوطار۔ ترجمہ اردو درمختار
مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن
کامل چار جلدین۔

راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز
و روزہ وغیرہ۔

مفتاح الجنت۔ از مولوی کرامت علی
جونپوری۔

حقیقۃ الصلوۃ۔ مع رسالہ
بے نمازان۔

ترجمۂ فتاوی عالمگیری۔ کامل
ہر چار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمہ
مولانا احتشام الدین و ما بقی ہر سہ جلد مع
مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی۔

کشف الحاجات۔ ترجمہ اردو دعا الابدیۃ
از مولوی محمد نور الدین۔

عدالآثام۔ یہ ایک جدید الطبع
کتاب ہے جسمین مصنف نے تمام ان
باتون کا تفصیل ذکر کر دیا ہے جنکا مرتکب
ہونے والا گنہگار قرار پاتا ہے اسمین صغایر
و کبایر تمام گناہون کا بیان ہے اور اس کا
پڑھنے والا ان تمام باتون سے متنبہ ہو جاتا ہے
جو شرعاً ناجائز ہین۔

مرآۃ الصلوۃ۔ یہ بھی کتاب جدید الطبع
ہے جسمین وضو اور نماز کے تمام مسائل
نہایت عمدگی سے بیان کیے ہین۔ از مولوی
محمد مرتضی صاحب بندوی اعظمی۔

ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار
مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد وسی مسئلہ
(۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵)
حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل۔
مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام۔

شرع محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از
محمد خان قندھاری۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔

حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از
مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

جواب السائلین۔ بطور استفتا۔

کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی
محمد سلطان خان۔

چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین
بنگلوری۔

اشرف المسائل۔ از مولوی اشرف علیخان۔

رسالہ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمر۔

فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین
ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت
سے متداول ہے دو مجلد کامل۔

شرح سفر السعادت۔ از مولانا عبد الحق
دہلوی معروف۔

حجج الحجج مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔

تبیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین۔

بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی
از ملا ناظم علی رح۔

نام حق مشہور دسی از شیخ شرف الدین بخاری۔

مأتہ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ

شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر
از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔

مسلک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت
از مولوی الہ یار خان۔

فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین

قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم۔

شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔

کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کہ بانی محشی مع فرہنگ

مالابد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔

شرح مختصر وقایہ کو ربیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی۔

رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران۔

رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان

فقہ عربی

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔

جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔

فتح القدیر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہدایہ [illegible] حاشیہ جدید [illegible]

[illegible] مولانا محمد حسن [illegible] علی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل۔

۱- جلدین اولین عبادات۔

۲- جلدین آخرین معاملات۔

فتاوائے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل [illegible]

ہدایہ شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد۔

[illegible] اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں بتفصیل ذیل۔

ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح۔

ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضیخان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔

شرح وقایہ خرد طبع دائرہ ہندیہ متوسط قلم۔

ذخیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔

اشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔

ملا مسکین - از [illegible] محشی جدید۔

کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب۔

مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔

عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد [illegible] معروف متداول دو مجلد میں۔

(۱) جلدین اولین عبادات میں۔

(۲) جلدین آخرین معاملات میں۔

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعہ درسی متداول۔

عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم۔

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی۔

باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش۔

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان

ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلدین مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی۔

خزینہ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش۔

بحر الحقیقت - اصلاح نفس میں

آبحیات - اخلاق و موعظت میں مصنفہ منشی کا متا پرشاد۔

کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شرائف علم و ادب۔

تہذیب الاخلاق - مولفہ مولوی نجم الحق۔

پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو میں حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل - دو جلدیں بتفصیل ذیل۔

(جلد اول) ترجمہ دفتر اول ۲ و ۳۔

(جلد دوم) ترجمہ دفتر ۴ و ۵ و ۶۔

شجرۂ معرفت محشی منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمہ سید غلام حیدر صاحب۔

تحفۂ سروری - نظم آداب عبادت جملہ [illegible] از منشی غلام سرور۔

کنز الاسرار - ترجمہ اردو نظم شاہ بو علی قلندر قدس سرہٗ ہموزن مثنوی از مولوی سید غلام حیدر خان۔

چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اردو پند نامہ منظوم کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہٗ از مولوی عبد الغفور خان بہادر۔

مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار کامل در دو مجلد۔

تہذیب حسانی - مولفہ حکیم احسان علی۔